اک سلسلہ سخن کا



ترتیب و پیشکش

باقر زیدی

ڈاکٹر ہلال نقوی

بہت کم اہل قلم ایسے ہیں جو ادبیات کی دنیا میں تخلیقی زندگی کے ساتھ تحقیق تگ ودو اور تدوین وترتیب کی ریاضتوں میں بھی گم رہے ہوں تخلیق کی بے ساختگی سے انکار ممکن نہیں لیکن تحقیق محض بے ساختگی نہیں یہ ایک جان جوکھوں کا سفر بھی ہے۔ تحقیق وتدوین کی راہوں پر سفر کرنے والوں کو ورق گردانیوں کے کتنے ہی جادوں سے گزرنا پڑتا ہے، ادبیات کے کتنے ہی خزینے ٹٹولنے پڑتے ہیں، کتنی راتیں کالی کرنی پڑتی ہیں تب روشنی کی کوئی ایک کرن نظر آتی ہے۔ تخلیق وتحقیق کا موازنہ کیا جائے تو میں تخلیق ہی کو درجہ اول پر فائز دیکھتا ہوں لیکن یہ بھی ذہن میں رہے کہ دنیا کی زبانوں میں بہت سے شاعر ایسے گزرے ہیں جو ان پڑھ تھے مگر محقق کسی ان پڑھ راستے سے علم کی دنیا میں داخل نہیں ہوسکتا اسے علم ومعرفت کے کتنے ہی دروازوں پر دستک دینی پڑے گی اور پھر جب کوئی قلمکار تخلیق وتحقیق دونوں سے وابستہ ہوتو پھر اس کی خدمات کی رفعتیں اور لذتیں اپنے ہی ڈانڈے رکھتی ہے۔ باقر زیدی اسی سلسلۂ ادب کا ایک درخشندہ نام ہے۔ 'اک سلسلۂ سخن کا' ایک ایسے سلسلے کی تاریخی دستاویز ہے جس میں انھوں نے اپنے خانوادے کی علمی اور ادبی میراث کو آج کے قاری سے پھر قریب کردیا ہے۔

دیکھا یہی گیا ہے کہ جو شاعری کے طلسمات میں اسیر ہوگئے ان پر پھر کسی کی جادوگری اثر نہیں کرتی لیکن باقر زیدی اپنی شعریات کی مقناطیسیت میں رہ کر بھی علم وادب کی دوسری ذمہ داریوں کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ یہ وصف انھی شخصیات کا ہوتا ہے جو بہت کشادہ قلب ہوتے ہیں اور جن کی وسیع النظری مختلف ادبی تجلیات کو سمیٹ لینے کا بھی ہنر جانتی ہے۔

باقر زیدی صاحب ایک عرصۂ دراز سے امریکہ میں مقیم ہیں جہاں انسانی رشتوں اور خاندانی نسبتوں میں احترام کی وہ قوس وقزح نظر نہیں آتی جس میں زندگی کی دھنک سر پر سائبان بن جاتی ہے۔ لیکن اسی ماحول میں رہ کر انھوں نے یہ کتاب ترتیب دی ہے جس میں رشتوں کی پاسداری ہی ان کا سرمایۂ حیات بن گئی ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے کلام کلیم، باقیات فیض اور سخن ناتمام یعنی اپنے دادا ،والد اور اپنے چھوٹے بھائی کے شعری اثاثے کو ایک بار پھر زندگی سے ہمکنار کردیا ہے اور یہ اثاثہ وقت کی گردشوں کے گرد وغبار میں منتشر ہوجانے سے بچ گیا۔ یہ کام انھوں نے کتنی ذمہ داری اور جانفشانی سے کیا ہے اس کا اندازہ اس پیش رفت سے کیا جاسکتا ہے جو کتاب کے آغاز میں ان کے جذبوں کی تصویر کشی کررہا ہے خصوصاً ایسے ماحول اور ایسے معاشرے میں جہاں تحقیق و رثائی خدمات کو بے معنی قرار دیا جارہا ہو وہاں باقر صاحب کی کتاب کا خیر مقدم ان لوگوں پر واجب ہوجاتا ہے جو اپنی علمی وادبی میراث کو عہد جدید کے مشینی ہنگاموں کی نذر کردینا نہیں چاہتے۔

اِک سلسلہ سخن کا

ترتیب و پیشکش

باقر زیدی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ o

اے اللہ! درود بھیج محمدؐ اور اُس کی آل پر

اَنَا مَدِیۡنَۃُ الۡعِلۡمِ وَعَلی ؑ بَابُھَا o

میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہیں (حدیثِ رسولؐ)

فَتَکَلَّمُو تَعۡرَفُوۡ

کلام کرو تا کہ پہچانے جاؤ۔ (حضرت علی علیہ السلام)

انتساب

۱۔ارضِ ہندوستان سے جناب نیّر مسعود، پاکستان سے ڈاکٹر ہلال نقوی اور کینڈا سے ڈاکٹر سید تقی عابدی کے نام جنہوں نے اپنی تدقیق وتصدیق اور فکر وتحقیق سے متعصب رویّوں کے آگے حق وحقیقت کی دیوار کھڑی کی اور دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر کے رثائی ادب کو اس کا جائز مقام دلانے کی بھرپور کاوشیں کیں۔

۲۔اُن اسلاف کے نام جو اپنے حصّے کا حق ادا کر گئے اور اپنے نقوشِ قدم اگلی نسلوں کے لئے چھوڑ گئے۔

اور

اِس سلسلہ سخن کی اگلی نسلوں اور نونہالوں کے نام جن پر وقت کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں کہ وہ بھی اپنے حصّے کی شمعیں روشن کریں اور یوں ہی چراغ سے چراغ جلتا رہے تا کہ شعر وادب سے عزائے حسینؑ کی بالیدگی، تازگی اور رعنائی کا کام لیا جاتا رہے۔

اِک سلسلہ سخن کا

اللہ کی عطا ہے اِک سلسلہ سُخن کا
گنجینۂ وِلا ہے اِک سلسلہ سُخن کا

دادا کے بعد بیٹا بیٹے کے بعد پوتا
بے فصل سلسلہ ہے اِک سلسلہ سُخن کا

فیضؔ و کلیمؔ و باقرؔ شاعر ہیں مرثیے کے
اِک مجلسِ عزا ہے اِک سلسلہ سُخن کا

ہیں ساتھ مرثیہ کے سوز و سلام و نوحہ
ماتم حسینؑ کا ہے اِک سلسلہ سُخن کا

صدیوں سے بہہ رہے ہیں حُبِّ علیؑ کے دریا
تسکیں دِہِ وِلا ہے اِک سلسلہ سُخن کا

غازیؑ کی پیروی ہے اہلِ عزا کا ایماں
آئینۂ وفا ہے اِک سلسلہ سُخن کا

باعث ہے روشنی کا ظلمت میں زندگی کی
جلتا ہوا دیا ہے اِک سلسلہ سُخن کا

راہِ قبولیت کی مقبول منزلوں پر
پہنچی ہوئی دُعا ہے اِک سلسلہ سُخن کا

وہ رزقِ آگہی دے اولاد کو بھی مولاؑ
جو تجھ سے پا رہا ہے اِک سلسلہ سُخن کا

باقرؔ کے بعد دیکھیں اب کون اِسے بڑھائے
یاں تک تو آگیا ہے اِک سلسلہ سُخن کا

پچھلوں سے آرہا ہے اگلوں تلک بھی جائے
پیغامِ کربلا ہے اِک سلسلہ سُخن کا

یارب اِسے ملا دے آگے کے سلسلوں سے
قائم جو ہوگیا ہے اِک سلسلہ سُخن کا

جعفرؔ کے بعد نکلے بن کر فروغؔ شاعر
آگے تو بڑھ رہا ہے اِک سلسلہ سُخن کا

بی بیؑ سے سُرخ رو ہوں محشر تلک تو جائے
باقرؔ کی یہ دُعا ہے اِک سلسلہ سُخن کا

ترتیب

نمبر شمار	مضمون		صفحہ نمبر
۱	پیش رفت	باقر زیدی	1
۲	تاثرات	سید العلماء آیت اللہ سید عقیل الغروی	
۳	تاثرات	ساحر لکھنوی	

پیش رفت

''اِک سلسلہ سُخن کا'' حاضرِ خدمت ہے، یہ کتاب تین نسلوں کے تین شاعروں کے کلام پر تین حصوں پر مشتمل ہے۔

پہلا حصہ : کلامِ کلیم بھر تپوری

دوسرا حصہ : باقیاتِ فیض بھر تپوری

تیسرا حصہ : سُخنِ ناتمام۔ جعفر زیدی

''کلامِ کلیم'' ہمارے دادا جناب سید اکرام حسین زیدی کلیم بھر تپوری کا وہ سارا کلام ہے جسے دست بردِ زمانہ سے بچایا جاسکا۔ اس کے علاوہ وہ تین مرثیے بھی شامل ہیں جو ڈاکٹر سید تقی عابدی نے مجھے اپنے تحقیقی نوٹ کے ساتھ ارسال کئے کہ ''یہ آپ کے دادا کے مرثیے ہیں''۔ اِن کے علاوہ وہ دو مرثیے جن کے مطلع بھرت پور کی تاریخِ مرثیہ گوئی میں اس طرح درج ہیں۔

۱۔ سبق آموزِ زمانہ ہے وفائے عباسؑ

اور ۲۔ آج پھر مائلِ مدحت ہے طبیعت میری

اب تک دستیاب نہیں ہو سکے۔ مرثیوں کے علاوہ ۲۲ بندوں پر مشتمل ایک مسدس در مدحِ امامِ زمانہ بھی ہے۔ تقریباً تین سو اشعار پر مشتمل ۷ قصیدے، ۱۱ سلام، ایک نظم اور تقریباً سو (۱۰۰) قطعات و رباعیات بھی اس حصہ میں شامل ہیں۔ دادا

ابا کا بیشتر کلام جعفر زیدی مرحوم نے دسمبر ۱۹۵۶ء سے جمع بند کرنا شروع کیا اور ۲۶ جنوری ۱۹۵۷ء تک یکجا کیا' ساتھ ہی مصنف کے حالات و واقعات پر مبنی ایک تحریر بھی لکھی تھی جو من وعن پیش کی جارہی ہے۔

''سید اکرام حسین زیدی کلیم ۱۸۸۴ء میں ریاست بھرتپور میں پیدا ہوئے۔ خاندانی افراد شرفائے بھرتپور سے تھے اور ریاست کے اہم عہدوں پر فائز تھے۔ مہاراجہ بھرتپور نے ہمیشہ اس خاندان کو عزت کی نظروں سے دیکھا۔ یہ خاندان ۱۸۰۱ء سے ۱۹۴۷ء یعنی ۱۴۶ سال سے بھرتپور محلّہ بدھ کی باٹ میں آباد تھا فرامین سے معلوم ہوتا ہے کہ بزمانہ شاہ عالم بادشاہ غازی ۴/ جمادی الثانی ۴۳ جلوس یعنی ۱۸۰۱ء کے قریب اس خاندان کے بزرگ میر محمد علی خاں خلف قاضی یار محمد صاحب کو منصبِ ''قضیات پرگنہ حویلی سرکار کول مضاف'' صوبہ مستقر الخلافت اکبرآباد معہ سوادقصبہ قریات و پٹہ جات متعلقہ آں تعمیر اکرام الدین معہ موازی چارسو بیگہ اراضی دروجہ معاش عطا ہوئی۔ یہ خاندان ایران سے دہلی اور دہلی سے علیگڑھ میں سکونت پذیر ہوا۔ علی گڑھ سے مراجعت کرنے پر یہ خاندان متھرا میں رہا۔ جبکہ بھرتپور میں مہاراجہ بلونت سنگھ والیِ بھرتپور مہلک امراض میں مبتلا ہوئے تو محمد علی خان صاحب کو جو کہ حکیمِ حاذق بھی تھے مہاراجہ صاحب موصوف نے بنابر معالجہ خود متھرا سے بلوایا اور علاج کرایا جس سے تھوڑے ہی

عرصے میں مہاراجہ کو صحت ہوگئی اس صلے میں شرفا نواز مہاراجہ نے خوش ہوکر حکیم صاحب موصوف کو رہنے کو شاندار حویلی، سواری کے لئے ہاتھی اور ایک گاؤں ضلع باگھئی جوفی زمانہ تحصیل خاص بھرتپور میں ہے مع دیگر اعزاز سرکاری عطا فرمایا اور علمِ فارسی بھی اُن سے حاصل کیا۔ اکرام حسین کے والد جناب سید اصغر حسین بصیر ایک خوش گو اور قادر الکلام شاعر تھے اور انہوں نے ایک مرثیہ بھی لکھا تھا لیکن افسوس ان کا کوئی کلام اب دستیاب نہیں ہے۔

موصوف کے خاندان میں عزاداریِ سید الشہداء نہ معلوم کس نے شروع کی تھی لیکن اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ یہ عزاداری اب دوسو سال سے زیادہ پرانی ہے جس میں وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا رہا اور حکیم محمد علی صاحب کے بعد ان کے صاحبزادے جناب حکیم سید خادم حسین صاحب نے اس کو برقرار رکھا اور اب تک اسی خاندانی طریقے پر برقرار ہے۔ خادم حسین صاحب نے ہی بھرت پور کا عالی شان عزاخانہ بھی حویلی میں بنوایا جو اپنی وسعت اور سج دھج میں منفرد تھا۔

کلیم صاحب کی ابتدائی تعلیم بھرتپور ہی میں ہوئی اور وہیں اس زمانے کے موافق تعلیم وتربیت حاصل کی، جوانی سے شاعری کا شوق ہوا۔ اور اس میں دن بدن ترقی ہوتی رہی۔ کلیم صاحب کو نسیم بھرتپوری سے شرفِ تلمذ حاصل تھا حضرت نسیم بھرپوری داغ دہلوی کے شاگرد تھے۔ موسیٰ رضا سید مصطفیٰ حسین بدر

کے شاگرد تھے اور یہ دونوں کلیم بھرتپوری کے ہم عصر تھے۔ سید مصطفیٰ حسنین بدر بھی نسیم مرحوم کے شاگرد تھے۔

شاعری کے ساتھ ساتھ مرثیہ پڑھنے کا شوق ہوا اور ذاکرانِ امام حسین علیہ السلام میں کافی شہرت حاصل کی آخر عمر تک تحت اللفظ خوانی کی، زیادہ تر اپنے استاد نسیم بھرتپوری کے مرثیہ کو پسند کرتے ضعفِ ضعیفی میں بھی مرثیہ پڑھنا نہ چھوڑا۔

گو مرثیہ پڑھنے کی توانائی نہیں پر موت کی ہچکی تو ابھی آئی نہیں
پھر کس لئے آخرت کا ساماں نہ کروں بے مدحِ علیؑ حشر میں شنوائی نہیں

اکثر حکیم مرتضیٰ حسین صاحب نے مرثیہ سننے کی خواہش کی جس کی مرحوم نے تعمیل کی اپنے گھر کی مجلس ہمیشہ خود پڑھتے تھے جو بھرت پور کی سب سے کامیاب مجلس ہوتی تھی۔

تقسیمِ ہند کے بعد ہزاروں مسلمانوں کی طرح ان کو بھی وطن چھوڑنا پڑا۔ بھرتپور سے حیدرآباد دکن اور وہاں سے ہجرت کر کے پاکستان آئے اور کراچی کو اپنا وطن قرار دیا کراچی آنے کے بعد غزل بالکل ترک کر دی صرف آئمہ اطہار کی شان میں قصائد، رباعیات، سلام اور مسدس وغیرہ لکھے جو ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں کچھ غزلیں جو ہندوستان سے آگئی تھیں وہ بھی پیش کی جارہی ہیں

شاعری کے علاوہ جو مرثیہ پڑھنے کا شوق شروع سے تھا وہ ہجرت کے بعد ضعیفی میں بھی برقرار رہا کراچی میں اکثر جیکب لائن میں مجالس پڑھنے کا اتفاق ہوا اور اسی دوران علمدارِ حسینی مولا ابوالفضل العباسؑ سے فخر الذاکرین کا خطاب پایا، اس واقعہ کو خود تحریر کرتے ہیں، ملاحظہ ہو۔ ''ایک عجیب وغریب واقعہ جس کو معلوم کر کے میں خود متحیر ہوں بطورِ یادداشت تفصیل کے ساتھ درج کرتا ہوں۔ کپتان تفضّل حسین صاحب جو جیکب لائن قائد آباد میں رہتے ہیں، موصوف کے گھر پر ہر جمعرات اور اتوار کو مجالسِ عزا امامِ مظلوم شاہِ کربلا شہیدِ راہ خدا کی منعقد ہوا کرتی ہیں۔ کپتان صاحب بڑے پُرخلوص مومن ہیں۔ مومنین و ذاکرین کا اچھا مجمع ہو جاتا ہے چھ سات مرثیہ خواں، دو تین حدیث خواں شریکِ مجلس ہوتے ہیں۔ قریب قریب تمام ذاکر پڑھ چکے ہیں ایک میرا بھی شمار ذاکرین میں ہے، میں ضعیفی کے سبب کمزور ہوں لیکن حسنِ اتفاق مجھے زیادہ موقع مجالس پڑھنے کا ملا سامعین بھی اس درجہ گرویدہ ہو گئے کہ جب تک میں نہ پڑھوں ان کی طبیعت سیر نہ ہو مرزا صاحب جن کا اسمِ گرامی مجھے اب تک نہیں معلوم صرف صورت آشنا ہوں، حدیث پڑھتے ہیں یہ بہت ہی پرہیز گار پابندِ صوم وصلواۃ ہیں۔ تیرہ مرتبہ زیاراتِ عالیہ سے مشرف ہو آئے ہیں۔ ۲۱/ مارچ ۱۹۵۳ء مطابق ۵/ رجب ۱۳۷۶ھ بروزِ ہفتہ جس دن یومِ سعید نوروز بھی تھا صبح نماز کے وقت مرزا

صاحب کو علمبردارِ حسینی کی زیارت ہوئی۔ مولا عباسؑ نے فرمایا ''مرزا ہماری طرف سے کلیم کو فخر الذاکرین کا خطاب دے دو۔''

کپتان صاحب سے مرزا صاحب نے اس کا ذکر کیا جب میں مجلس میں گیا تو کپتان صاحب اس واقعے کو بیان کرتے جاتے اور روتے تھے اور فرمایا کلیم تم بہت خوش نصیب ہو۔ میرے استعجاب کی کوئی حد نہ تھی میں برابر یہی کہتا رہا کہ میں اس قابل نہیں ہوں مگر کپتان صاحب نے فرمایا یہ مولاؑ کا کرم ہے۔ اس کے بعد میں نے مرزا صاحب سے مزید دریافت کیا تو فرمایا منبر پر بیان کروں گا میں نے منع کیا کہ اس کی ضرورت نہیں مگر وہ نہ مانے اور منبر پر اس واقعہ کو بیان فرمایا کہ میں آج تک کلیم صاحب کے نام سے واقف نہیں ہوں نہ یہ جانتا ہوں کہ کس شہر یا قصبے کے رہنے والے ہیں سوائے مجلسوں کے دیگر ایام میں ملاقات بھی نہیں ہوتی۔

تحت اللفظ خوانی میں اپنے شاگرد بھی چھوڑے لیکن سب کے نام معلوم نہیں ہو سکے دو شاگردوں کے نام سے واقفیت ہوئی جناب شاعر حسین جارچوی اور جناب بنیاد علی جارچوی۔ اولاد میں دو صاحبزادیوں کے علاوہ تین بیٹے بھی چھوڑے۔ پہلے دو بیٹے جڑواں پیدا ہوئے۔ ا۔ جناب انعام حسن زیدی

۲۔ جناب سید فرزند حسن زیدی ۳۔ پروفیسر سید محمد علی زیدی

آخر کار صعوباتِ زمانہ کو برداشت کر کے یہ ذاکرِ حسینؑ، عزادارِ حسینؑ

اور مدّاحِ اہلبیتؑ اپنی عمر کی اکہتر سیڑھیاں طے کر کے ۲۱ر شوال ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۳ر جون ۱۹۵۵ھ کو پیوندِ زمین ہوگیا ان کی قبر قبرستان ناظم آباد میں ہے۔ قیس فرخ آبادی نے تاریخ کہی۔

یک مشفق و مہربانِ دیرینہ ما — اکرام حسین صاحبِ حلم و حیا
افسوس کہ داد داغِ فرقت بے وقت — از دارِ فنا رفت سوئے ملکِ بقا
معلوم گسے بود کہ آورد اجل — ایں شہر کجا، شہرِ بھرتپور کجا
انعام ملول ہست غمگیں فرزند — ہر سہ پسرش نکو سیر اہلِ ذکا
اے قیس چو عزم کرد بہر تاریخ — سنہ عیسوی از مصرع آخر پیدا
در دست بگیر چوں سر طے رہ مرگ — اکرام حسین یافت جنت ز خدا

۹ — ۱۹۴۶+۹ = ۱۹۵۵

ایک تم ہی تھے مونس و ہمدم — ہم سنائیں کسے یہ قصہ غم
تم نے اکرام حسین کیا یہ کیا — رُخ پھرایا ہر اِک سے ہے یہ الم
ابھی مرنے کے دن نہ تھے لیکن — کچھ قضا سے نہ بس چلا اک دم
کچھ نہ انعام کا خیال کیا — اپنے فرزند کو دیا یہ غم
اہلِ خانہ تمام غمگیں ہیں — ان کو سمجھائے کوئی کیا اس دم
دل کو تسکین کس طرح آئے — نہیں رُکتے ہیں دیدۂ پُر نم
داغِ فرقت دیا غضب یہ کیا — دوستی میں نہیں ہے کم یہ ستم
رونقِ بزمِ ماتمِ شبّیرؑ — تھا بھرتپور میں تمھارا دم
مرثیہ خوانِ خوش عقیدت تھے — واں صلہ دیں گے سیدِ عالم
سایہ پنجتنؑ میسّر ہو — رحمتِ کبریا رہے ہر دم
خبرِ مرگ پاکے قیسِ حزیں — ہجر میں کہتا ہے یہ مصرعِ غم
قصرِ جنت میں لے کے اے اکرام — تم نے پائے ''نگینِ باغِ ارم''

۱۳۷۴ھ

جعفر زیدی کی اس تحریر کے بعد ہم کتاب کے دوسرے جزو کی طرف آتے ہیں جس کا نام ہے باقیاتِ فیضؔ بھرتپوری ۔ باقیاتِ فیضؔ ہمارے والد جناب سید فرزند حسن زیدی فیضؔ بھرتپوری کا وہ سارا کلام ہے جو یا تو پہلے طبع نہیں ہو سکا یا اسے دوبارہ شایع کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی ۔ قطعات، رباعیات، منقبتیں، سلام، نوحے اور مرثیے ساری اصناف پر مشتمل سینکڑوں اشعار اس کا حصہ ہیں۔

جڑواں بیٹے انعام و فرزند اور دو صاحبزادیوں کے علاوہ اکرام حسین کے تیسرے بیٹے پروفیسر محمد علی زیدی تھے، یہ پانچوں بہن بھائی اب حیات نہیں ہیں، سب نے کراچی میں انتقال کیا۔ فرزند حسن زیدی فیضؔ بھرتپوری کے ہاں دو بیٹیوں کے علاوہ چار بیٹے ہوئے۔ باقر زیدی۔۔جعفر زیدی۔۔ نسیم زیدی۔۔اور مسعود زیدی۔

فیضؔ صاحب کا بڑا بیٹا میں ہوں۔ میں ۲۶ ستمبر ۱۹۳۶ء کو بھرت پور میں پیدا ہوا۔ اپنی زندگی کے ۷۴ سال پورے کر چکا ہوں۔ میں نے شاعری کے میدان میں عمر کے ۵۱ سال گزار کر قدم رکھا اور ان ۲۳ سالوں میں غزل سے لے کر مرثیے تک تمام اصنافِ سُخن میں طبع آزمائی کی ۔ میری بیشتر تخلیقات زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں میری شائع شدہ کتابوں میں تین کتابیں تالیف ہیں اور

چار تصنیف۔

تالیفات یہ ہیں:۔

۱۔ النجم بیادِ علامہ نجم آفندی 1977

۲۔ فیضِ بھرت پوری یادگاری مجلّہ 1989

۳۔ چراغ بزم کاہوں کوکبؔ آفندی کا مجموعہ کلام 2010

تصنیفات یہ ہیں:۔

۱۔لذّتِ گفتار مجموعہ غزلیات 1996اور 1999

اسی کتاب کوار دومرکز انٹرنیشنل کیلی فورنیا نے سال کی بہترین کتاب کاایوارڈ دیا۔

۲۔''نفراتِ سُخن''مجموعہ مراثی 2004

آثاروافکارا کادمی۔کراچی پاکستان نے اس کتاب کوحُسنِ سخن ایوارڈ سے نوازا۔

۳۔''حرمتِ حرف''مجموعہ حمد،نعت،منقبت،

نوحہ،سلام،مرثیہ،مناجات وغیرہ 2008

۴۔''دُرِدریائے غزل''غزلوں کادوسرا مجموعہ 2010

فیضؔ صاحب کے دوسرے فرزند جعفر زیدی تھے جواب ہم میں نہیں ہیں۔ جعفر کے انتقال پر میں نے اپنے تاثرات ایک نظم کی شکل میں تحریر کئے ہیں ۔ جو اس میں لکھا ہے سچ لکھا ہے، شاعری نہیں ہے۔ ایک ٹوٹے ہوئے دل کی آواز ہے جو بے ساختہ زبانِ قلم سے نکلی ہے۔ اس نظم کا آخری مصرع ''بھولتے ہی نہیں ہو تم جعفرؔ'' اس کا عنوان بھی ہے۔ یہ نظم بھی شاملِ اشاعت کی جارہی ہے۔

فیضؔ صاحب کے تیسرے فرزند نسیم حیدر زیدی ہیں جو پاکستان کے ساتھ ساتھ بڑے ہو رہے ہیں اس لئے کہ یہ بھی اگست 1947ء میں پیدا ہوئے ہیں، امریکہ کے ادبی حلقوں میں انہیں نسیم فروغؔ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ منقبت، سلام اور غزل بھی کہتے ہیں مگر ان کا خاص رنگ مزاحیہ شاعری ہے۔ اُن کا یہ شعر دیکھئے:۔

؎ درز ہر آپہ ملک آتے رہے جاتے رہے
روٹیاں ہوں گی بھلا ایسی مزیدار کہاں

فیضؔ صاحب کے چوتھے بیٹے مسعود زیدی ہیں جو شعر و ادب سے تو زیادہ دلچسپی نہیں رکھتے لیکن بڑے محب اہلبیتؑ ہیں، حج و زیارات سے مشرف ہو چکے ہیں اور روزہ، نماز کے پابند ہیں۔

فیضؔ صاحب کی ساری فیملی کراچی سے ہجرت کر کے گزشتہ بیس سال

سے ریاست میری لینڈ، امریکہ میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہے۔ ہماری بھرت پور کی خاندانی عزاداری ہمارے ساتھ ساتھ ہجرت کرتی ہوئی کراچی پاکستان اور پھر میری لینڈ امریکہ آئی اور بغیر کسی ناغے کے آج تک اسی عقیدت و احترام سے جاری و ساری ہے اور اب الحمدللہ دوسو سال سے زیادہ پرانی ہوگئی ہے۔ میں سراپا عجز و انکسار ہو کر دست بہ دعا ہوں کہ بزرگوں کے بچھائے ہوئے اس فرشِ عزا کی رونقوں میں دن رات اضافہ ہو اور ہماری آنے والی نسلوں میں بھی شعر وسخن کا اعزاز و افتخار اسی طرح چلتا رہے اور ذکرِ حسینؑ کی سعادتیں نصیب ہوتی رہیں ،آمین ثم آمین۔

راستی اور حق گوئی کا تقاضا ہے کہ نیّر اسعدی کو یہاں فراموش نہ کیا جائے کہ وہ فیضؔ صاحب کے دل پسند شاگردِ رشید ہیں اور میری طرح اس سلسلہ سخن کے ایک فرد بھی۔ والد مرحوم نیّر سے بہت محبت کرتے تھے۔ نیّر کے والد آغا محمد اصغر اسکول میں میرے ریاضی کے استاد تھے، ہم دونوں ان رشتوں اور حوالوں کا بہت خیال رکھتے ہیں مگر ہم دونوں کا مزاج بہت مختلف ہے۔ میں سر سے پاؤں تک گنہگار، وہ پابندِ صوم وصلواۃ۔ میں خطا کار وہ عبادت گزار و عابدِ شب زندہ دار، میں دنیا دار اور وہ دنیا داریوں سے بیزار ہر ہفتے کے مختلف ایام میں کہیں دن اور کہیں رات مخصوص اوقات میں امام بارگاہوں میں جانے والا، مجلسوں اور میلاد

کی محفلوں کا رسیا، میں آرام پسند ، آسائشوں میں رہنے والا ، وہ وقت اور معاشرے کی صعوبتیں برداشت کرنے والا ،محرومیوں اور ناکامیوں کا شکار مگر خوددار، شاید اسی لئے زود رنج، نازک مزاج اور صاحبِ پندار، کتابوں کے سلسلے میں میرے کراچی کے گزشتہ دورے کے دوران ایک دن مجھ سے ایسا روٹھا کہ ہفتوں خبر نہ لی۔ نہ آیا نہ فون کیا دو کتابوں پر کام ہو رہا تھا، ''چراغ بزم کا ہوں'' اور ''اِک سلسلہ سخن کا'' وقت کم تھا، کام بہت ،میری ساری پلاننگ چوپٹ ہو گئی، کوکب صاحب کے مجموعہ پر ساری محنتیں اور کوششیں صرف کر کے اس کو چھاپ دیا۔ جب کتاب Press سے باہر آئی تو اس کی پہلی کاپی لے کر میں نیّر کے گھر گیا تو بھابی نے بتایا کہ وہ کسی مومن کے سوئم میں گئے ہوئے ہیں۔ میں کتاب بھابی کو دے کر آ گیا۔ مگر مجھے یقین تھا کہ اس کا حساس دل اب اُسے میرے پاس کھینچ لائے گا۔ ناراضگی کچھ نہیں تھی۔ صرف میرے فون پر کہے ہوئے ایک جملے کا over-reaction تھا۔ اب جب میں امریکہ واپس آ گیا ہوں تو Composer اور پروف ریڈنگ کے معاملات سب وہ ہی دیکھ رہا ہے، یہ خوبی بھی اسی میں ہے کہ جتنی جلدی ناراض ہوتا ہے اتنی ہی تیزی سے بھول بھی جاتا ہے۔

حمد ، نعت، قصیدہ، منقبت، قطعہ، رباعی، غزل، سلام، نوحہ اور مرثیہ

ہر صنفِ سخن کا شاعر ہے۔ نعتوں کی کتاب ''نعت ہی نعت'' مرثیوں کی کتاب ''کشکول'' اور غزلوں کی کتاب ''غزل ہی غزل'' ادب کے قارئین سے دادِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔ اللہ اس کی اور اس کے گھر کی سب پریشانیوں کو بہ طفیلِ پنجتنِ پاک اور شہدائے کربلا جلد دور کرے۔ آمین!

اس سلسلۂ سخن کا آبائی مسکن بھرت پور کے محلّہ ''بدھ کی ھاٹ'' کی حویلی تھی۔ شرفائے بھرت پور کا یہ گھرانا ۱۸۰۱ء سے تقسیمِ ہند اگست ۱۹۴۷ء تک وہاں آباد رہا۔ ہجرت کے چند ماہ حیدر آباد دکن میں گزار کر فروری ۱۹۴۸ء کراچی آیا جہاں بیالیس (۴۲) سال مستقل سکونت رکھی، پھر ایک اور ہجرت کر کے اپریل ۱۹۹۰ء سے میری لینڈ امریکہ میں مقیم ہے، بھرت پور کے سادات کی حویلی شعر و ادب اور ذکر و عزائے حسینؑ کے لئے پسندِ خاص و عام کا درجہ رکھتی تھی، میں نے ایک مرثیے کے ابتدائی بندوں میں وہاں کا ماحول محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے، اس مرثیہ سے کچھ بندوں کا اقتباس آپ کے ملاحظے کے لئے حاضر ہے۔

حرفِ سخن متاعِ ہنر کر رہا ہوں میں مانوس راستوں سے گذر کر رہا ہوں میں
ماضی کے گرد و پیش سفر کر رہا ہوں میں آج اپنی زندگی پہ نظر کر رہا ہوں میں

لکھنے ہیں واقعات جو ماضی کے حال میں
جگنو چمک رہے ہیں فضائے خیال میں

میری نظر میں ہیں مرے ماضی کے صبح و شام لیتا نہیں عدو سے بھی اپنے میں انتقام
میری سرشت میں ہے بزرگوں کا احترام کرتا رہا ہوں جُھک کے ہمیشہ انہیں سلام

نام و نمود کی ہے نہ شہرت کی فکر ہے
کچھ ہے تو آبرو کی ہے، عزت کی فکر ہے

احسان ہے خدا کا کہ پیدا کیا وہاں ہر آن ذکر آلِ محمدؐ کا تھا جہاں
فرشِ عزا ہمیشہ بچھا جس میں وہ مکاں اِک کام تھا یہی کہ تھا سب کا قرارِ جاں

نامِ حسینؑ لیتے تھے، کس اہتمام سے
مشہور تھی حویلی، اسی ایک کام سے

پیدا ہوا تو خیر سے اعلیٰ نسب ملا وہ نسبتیں ملیں کہ شرف کا سبب ملا
ماحول میں بسا ہوا ذوقِ ادب ملا عالی منش گھروں سے جو ملتا ہے سب ملا

اسلاف رہروانِ رہِ مستقیم تھے
رہتا خموش کیوں، مرے دادا کلیم تھے

دادا کی طرح باپ بھی ذاکر فلک مقام کہتے تھے مرثیہ بھی جو ہر سال لاکلام
پڑھتے تھے مجلسوں میں بصد شان و احتشام میرا بھی خیر سے ہے، اُسی قصر میں قیام

اولاد پر بھی سایہِ شاہِ نجف رہے
میرے خلف میں بھی یونہی باقی شرف رہے

جس گھر میں آنکھ کھولی وہ گھر سیدوں کا تھا جس شاخ کا ثمر ہوں، شجر سیّدوں کا تھا
ہر آن مجھ پہ فیضِ نظر سیّدوں کا تھا گویا سرشت ہی میں اثر سیّدوں کا تھا

ماحول میں جو دھوم، خدا کے ولی کی تھی
گھٹّی میں جو ملی، وہ محبت علیؑ کی تھی

کیا چاہیئے ہے اور جو حبِ علیؑ ملے کچھ اور بھی ملے تو ہمیں بس یہی ملے
غم ان کے لال کا ملے، ان کی خوشی ملے ان کی رضا کی موت ملے، زندگی ملے

اوروں سے مشورت نہ تاسّی کسی کی ہو
جو بات ہو نبیؐ کی ہو آلِ نبیؐ کی ہو

بابا کو بھی انہی کی غلامی قبول تھی ماں وہ تھی جو کنیزِ کنیزِ بتول تھی
فرشِ عزا پہ باغِ مودّت کا پھول تھی جو کچھ ملا وہ ان کے ہی قدموں کی دھول تھی

ماں باپ کا ہے فیض کہ منبر نشین ہوں
بہتر نہیں، خدا کی قسم بہترین ہوں

فصلِ عزا سے قبل محرم کے کام کاج وہ جھاڑ پونچھ اور صفائی کی احتیاج
چھڑیاں علم کی نہر سے دھونے کا وہ رواج فرشِ عزا بچھانے کا سو سال کا مزاج

روشن چراغ ہوتے تھے پہلے جو شام سے
کچھ لوگ دن ڈھلے ہی سے لگتے تھے کام سے

وہ فاطمہؑ کے لال کی مجلس بصد وقار سب سامعین حُسنِ سماعت کا اعتبار
ہر ایک کی نشست معیّن بہ افتخار خالی جگہ کے پُر ہوئے جانے کا انتظار

یہ وضع کچھ مُفید نہیں چشمِ دید تھی
اپنی جگہ پہ سب تھے تو آنکھوں کی عید تھی

تھا حاضرین کا بھی برابر کا احترام عالم کا احترام سخنور کا احترام
منبر کے ساتھ صاحبِ منبر کا احترام فرشِ عزا جہاں بچھے اُس گھر کا احترام

کم رہ گئی ہے جو وہی تہذیب ملتی تھی
بچوں کو پیش خوانی کی ترغیب ملتی تھی

اخلاق سے بلند شرافت کے بام و در نظریں بلند یوں پہ تھیں سجدے زمین پر
تھا حُبِّ اہلبیتؑ سے معمور سارا گھر بچوں کی تربیت میں تھا سادات کا اثر
کس کم سنی میں صورتِ رُکنِ رکین تھا
میں چار سال کا تھا، تو منبر نشین تھا

مجلس کے رکھ رکھاؤ میں منبر کا وہ وقار منبر سے مرثیے کا ترنم بھی، ناگوار
منبر نشین ہوتے تھے، اربابِ اعتبار خوش خلق و نیک نام و سُخن سنج و بُردبار
یہ وقت وہ تھا دین میں گھاتیں حرام تھیں
منبر سے کاروبار کی باتیں حرام تھیں

سب کام بند ہوتے تھے کارِ امامؑ تھا اس گھر میں ایک شغل یہی صبح و شام تھا
ہر دل میں، ہر زبان پہ مولاؑ کا نام تھا نزدیک ہو کہ دور ہو، مجلس سے کام تھا
جانا جو صبح دم کبھی ہوتا تھا گاؤں میں
تڑکے ہی اٹھ کے جاتے تھے، تاروں کی چھاؤں میں

گھر سے نکل کے دور گئے یا قریں گئے فرشِ عزا جہاں نظر آیا وہیں گئے
دنیا کے کام چھوڑ کے بس بہر دیں گئے ہم ان دنوں میں اور کہیں بھی نہیں گئے
سمجھو کہ روشنی سے اٹھے روشنی میں تھے
مجلس جو ایک ختم ہوئی، دوسری میں تھے

زخمِ اَلَم کو چارۂ مرہم سے کام تھا قلبِ حزیں کو دیدۂ پُرنم سے کام تھا
کچھ اور غم نہیں تھا، اِسی غم سے کام تھا دس دن تو صرف مجلس و ماتم سے کام تھا
بزمِ عزا سے ہم کبھی اُٹھے نہ چین سے
سیری کبھی ہوئی نہیں ذکرِ حسینؑ سے

پھر یوں ہوا کہ ملک میں آیا وہ انقلاب تاریخ نے لہو سے لکھا جس کا باب باب
پہلے تو یوں لکھی نہ گئی تھی کوئی کتاب بہتا تھا خون سڑکوں پہ گویا مثالِ آب

اِس سیلِ قتل و خوں میں جو گھر چھوڑ آئے تھے
ہم اور کچھ نہ لائے عَلَم ساتھ لائے تھے

اللہ رے حسینی کی مجلس کا اہتمام ہجرت کی سختیوں میں بھی جاری رہا یہ کام
رہنے کو بھی جگہ نہ میسر تھی لا کلام پر دل کو تھی لگی، تو ہوئی نصرتِ امام

فصلِ عزا کا ایک بھی ناغہ نہیں ہوا
اس انقلاب میں بھی تو وقفہ نہیں ہوا

دل میں بسی ہوئی ہے جو غم خوارئ حسینی بڑھتی ہی جا رہی ہے طلبگاریِ حسینی
مقصد ہے زندگی کا طرفداریِ حسینی لے آئے ہم یہاں بھی عزاداریِ حسینی

پیشِ نظر فلاح ہے عصرِ جدید کی
کرتے ہیں صبح و شام ملامت یزید کی

میں اپریل 1990ء میں کراچی سے میری لینڈ آیا اور اسی سال کے محرم سے نوتصنیف مرثیہ کی مجالس کی داغ بیل ڈالی، جو بحمداللہ ادارۂ جعفریہ میری لینڈ میں 1990ء سے 2008ء تک مسلسل ہوتی رہیں۔ جعفر مرحوم کی دلچسپی سے ان میں دن بہ دن نکھار آتا گیا اور سامعین کی تعداد رفتہ رفتہ بڑھتے بڑھتے اب 600 سے تجاوز کر گئی ہے، ایک مجلس کے سارے اخراجات جعفر کرتا تھا جو اس

کے انتقال کے بعد میرے منع کرنے کے باوجود جعفر کے بیٹے عمران زیدی نے اپنے سر لئے ہوئے تھے۔ گزشتہ سال یہ مجلسیں نہیں ہوسکیں جس کی وجہ یہ تھی کہ میری آواز تقریباً چھ ماہ تک بالکل بند رہی، اور اسی سال ۳۱ر مارچ ۲۰۱۰ء کو کراچی پہنچتے ہی از خود بالکل ویسی ہی ٹھیک ہوگئی جیسی بند ہونے سے پہلے تھی۔

ان ۲۰ سالوں کی مجالس میں پہلے دو سال چھوڑ کر 18 سال مرثیہ کی ہر مجلس میں بچے پیش خوانی کرتے تھے، میں ہر سال انہیں جو کلام لکھ کر دیتا تھا اُسے تکلف ہونے سے بچانے کی خاطر یہاں قلم بند کیا جارہا ہے ساتھ میں پیش خوانوں کے نام بھی ہیں۔

۱۔ شمیم زیدی	۵۔ عباس زیدی
۲۔ اسد اصفہانی	۶۔ جری زیدی
۳۔ شجیع زیدی	۷۔ جعفر زیدی
۴۔ جاشوا زیدی	۸۔ میثم زیدی

(۱)

۱۔ شمیم زیدی شائی ۱۷ر جنوری ۱۹۹۲ء

اِس باغ میں مانندِ نسیم آیا ہے یا طور پہ پھر کوئی کلیم آیا ہے
ہاں فیض کا سلسلہ رہے گا جاری یہ دیکھئے منبر پہ شمیم آیا ہے

(۲)

یہ کیا بتاؤں آپ کو میں کیا ہوں صاحبو
یوں دیکھئے تو عام سا بچہ ہوں صاحبو
پر کس کی ہے مجال مری ہمسری کرے
میں عندلیبِ گلشنِ زہراؑ ہو صاحبو

(۳)

یہ بچپنے کی محبت نہیں تو کچھ بھی نہیں
ابھی سے شوقِ زیارت نہیں تو کچھ بھی نہیں
مجھے یقین ہے شانی سے وہ ملیں گے ضرور
ابان سے اتنی بھی جرأت نہیں تو کچھ بھی نہیں

(۴)

۴۔ اسد اصفہانی

اسدؔ چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے
جو کٹتی نہیں ہجر کی رات ہے
خدا کے لئے جلد آجایئے
شدید آرزوئے ملاقات ہے

(۵)

۵۔ شجیع زیدی
1999ء

میں اپنے خاندان کا طفلِ وقیع ہوں
سب لوگ جانتے ہیں کہ میں ہی شجیع ہوں
اس عمر پر یہ اوج کہ منبر پہ ہے نشست
چھوٹا سہی پہ دیکھئے کتنا رفیع ہوں

(۶)

2000ء

پیش آنا ہی ہے لکھا ہے جو پیشانی میں
نام ہوگا مرا، مشہور زباں دانی میں
میں اگر مرثیہ لکھوں شہؑ والا کا مجیج
پانچویں پشت ہو میری بھی ثنا خوانی میں

(۷)

کیا ہوا عمر جو تھوڑی ابھی کم رکھتا ہوں
پھر بھی اسلاف کے قدموں پہ قدم رکھتا ہوں
میری تہذیب نہ بدلی ہے نہ بدلے گی مجیج
میں زمانے کو بدل دینے کا دم رکھتا ہوں

(۸)

2001ء

شعلہ ہوں کبھی میں کبھی شبنم کی طرح ہوں
پاکیزگیِ آب میں زَم زَم کی طرح ہوں
گھر ہی کی یہ دولت ہے جو بابا سے ملی ہے
میں بھی رہِ حق کوئی میں میثم کی طرح ہوں

(۹)

مجھ کو خوشیوں میں بھی شبیرؑ کا غم دے یارب
دولتِ علم بیک دستِ کرم دے یارب
اپنے دادا کی طرح مرثیے لکھوں میں بھی
ورثہِ جد کا مجھے بھی وہ قلم دے یارب

(۱۰)

۴/اپریل ۲۰۰۲ء

پُرکھوں نے دل میں رکھا تھا جو غم حسینؑ کا
صدیوں سے میرے گھر میں ہے ماتم حسینؑ کا
نسلوں کے ساتھ ساتھ چلا ہے تو ہم مجیج
امریکہ لے کے آئے محرم حسینؑ کا

(۱۱)

۱۵/مارچ ۲۰۰۴ء

دُعا

یارب مجھے خیال کی آسودگی ملے حُسنِ نظر، جمال کی آسودگی ملے
کسبِ ہُنر، کمال کی آسودگی ملے دنیا و دیں کے مال کی آسودگی ملے
عزت کی نیک نامی کی، دولت ملے مجھے
جو تجھ کو ہو پسند، وہ شہرت ملے مجھے

علم و ہُنر کے ساتھ ہوں اخلاق بھی بلند اپنے عمل سے میں رہوں، عالم میں ارجمند
عصیاں سے ہوں میں دور، اوامر پہ کاربند سب دوست اور عزیز بھی مجھ کو کریں پسند
بے غیرتی کا دور ہے، غیرت بنی رہے
مجھ سے بھی خاندان کی عزت بنی رہے

اپنے معاشرے میں نمایاں سدا رہوں اِس گلشنِ حیات میں مثلِ صَبا رہوں
لب پر سبھی بزرگوں کے حرفِ دُعا رہوں بیکار مشغلوں سے ہمیشہ بچا رہوں
پیشِ نظر ہو، سارے بزرگوں کا احترام
نفرت ہو جھوٹ سے، کروں سچوں کا احترام

ماں باپ سے زباں پہ مری اُف کبھی نہ ہو بحث و جدال سے بھی تلطّف کبھی نہ ہو
سچ بولنے میں کوئی تکلف کبھی نہ ہو حق کوئی پر کہیں بھی تاسف کبھی نہ ہو
نسبت مباہلہ سے ہو ایماں کا خَم ہے
سچوں کے ساتھ ہو، یہی قرآں کا حکم ہے

ماں باپ کی نظر میں رہے میرا اعتبار ہوں میرے سارے کام بزرگوں کا افتخار
فصلِ خزاں بھی ہو تو رہے مجھ سے اِک بہار توصیف وہ کریں مری جو خود ہیں بُردبار

رستے میں کچھ مجیؔع نشیب و فراز ہو
مجھ کو فقط علیؑ کی غلامی پہ ناز ہو

(۱۲)

۳؍دسمبر ۲۰۰۵ء

ہر سال رہے کارِ محرم کرتے ممکن نہ تھا یہ کام کبھی کم کرتے
نسلوں سے مزاج میں ہے شبیرؑ کا غم صدیاں گذری ہیں ہم کو ماتم کرتے

(۱۳)

جب چاند محرم کا نظر آتا ہے جی آپ ہی آپ غم سے بھر آتا ہے
اِک سال سے منتظر تھے مشتاقِ عزا گھر جس کا دلوں میں ہے وہ گھر آتا ہے

(۱۴)

ہمیں علم کجی و راستی ہے کھرے کھوٹے کی کچھ پہچان بھی ہے
ہمارے پاس معیارِ شرافت علیؑ کے دشمنوں سے دشمنی ہے

(۱۵)

۸؍جنوری ۲۰۰۶ء

کتنی نسلوں کا سلسلہ ہے مجیؔع ہم حصارِ عزا میں رہتے ہیں
مرثیہ کو تھے اُن کے دادا بھی میرے دادا بھی شعر کہتے ہیں

(۱۶)

سچائی میں رستے پہ ابوذرؓ کے چلوں خامہ مرا تلوار بنادے مولاؑ
شبیرؑ کے قاتلوں سے بدلہ لے لوں مجبور کو، مختار بنادے مولاؑ

(۱۷)

تا عمر یونہی حق کا طلبگار رہوں باطل سے یونہی برسرِ پیکار رہوں
مظلوم کی نصرت میں عزادار بنوں عباس کے صدقے میں وفادار بنوں

(۱۸)

۶ر فروری ۲۰۰۶ء

اسلاف صفت صاحبِ کردار بنا ہر حال میں مظلوم کا غم خوار بنا
جو جس کو بنانا ہو بنادے یارب مجھ کو مرے مولاؑ کا عزادار بنا

(۱۹)

کسی کے غم کسی کے دُکھ کسی کے نام کرتے ہیں بزعمِ خود علاجِ گردشِ ایام کرتے ہیں
یہ خودکش لوگ اور یہ خونِ ناحق بے گناہوں کا عجب کچھ یہ مسلماں خدمتِ اسلام کرتے ہیں

(۲۰)

آئینۂ ایثار بنادے یارب ایثار کو کردار بنادے یارب
دے عشقِ علیؑ مالکِ اشتر کی طرح اتنا تو وفادار بنادے یارب

(۲۱)

جاشوا زیدی

۲۰۰۴ء

سید ہوں تو ہے نام میں آخر زیدی پہلے تو میں جاشوا ہوں اور پھر زیدی
میں کیوں نہ پڑھوں، رباعی منبر سے جناب جدِ خیر سے میرے بھی ہیں باقر زیدی

(۲۲)

۳۱ر دسمبر ۲۰۰۴ء
سالِ نو کی آمد کے موقع پر

کوئی ایسا بنا نہ ایسی بنی ابوطالبؑ کا لالؑ بنتِ نبیؐ
جاشوا شکر میرے گھر میں ہوا جشنِ شادیِ فاطمہؑ و علیؑ

(۲۳)

۸ر جنوری ۲۰۰۶ء

بڑھتا ہی چلا جائے گا ہوگا نہیں کم کرتے ہیں یہی ذکر مسلسل پیہم
چھوٹے گا بھلا جاشوا ہم سے کیسے اسلاف کے ورثے میں ہے شبّرؑ کا غم

(۲۴)

میں خوش ہوں کہ مجھ پر ہوا خالق کا کرم بخشا مجھے بی بیؑ تری اولاد کا غم
ہوں جاشوا میں بھی تو عزادارِ حسینؑ خلقت کا سبب ہے مری، مجلس ماتم

(۲۵)

۲۰۰۹ء

مجلس میں مرثیے کی جو ہر سال آئے ہیں کیا کیا شرف علیؑ کی محبت میں پائے ہیں
ہم مرثیہ کہیں گے کبھی یہ تو کیا پتہ دادا کے مرثیے میں رباعی تو لائے ہیں

(۲۶)

انہیں ورثے میں دادا سے ملی ہے یہ بُردمندی علیؑ کا نام لیتے ہیں اور آسانی سے جیتے ہیں
جنابِ جاشوا، نشہ کوئی ہرگز نہیں کرتے مئے حبِّ علیؑ پیتے ہیں اور جی بھر کے پیتے ہیں

(۲۷)

ہم سے جو خوش دلی سے ملتا ہے دل ہمارا اُسی سے ملتا ہے
بابا سیّد ہیں، اماں سیدانی اپنا شجرہ علیؑ سے ملتا ہے

(۲۸)

جو بزرگوں سے ملا ہے وہ شَرَف جاری ہے شکر ہے اب بھی مرے گھر میں عزاداری ہے
اپنے نانا کی طرح ہے مری منبر پہ نشست نامِ عباسؑ ہے اور کام وفاداری ہے

(۲۹)

کس اوج پہ چمکا مرا اختر دیکھو کس بزم میں لایا ہے مقدر دیکھو
ہے نام میں عباسؑ کے دستورِ وفا مجلس میں مجھے برسرِ منبر دیکھو

(۳۰)

۲۰۰۴ء

ہو تیری رضا جس میں وہ جادہ دے دے میدانِ عمل مجھ کو کشادہ دے دے
سیدھا ہوں مجھے مزاجِ سادہ دے دے کچھ علم کی توفیق زیادہ دے دے
انسانیت اتنی دے، کہ انسان بنوں
سلمانؑ و ابوذرؓ سا مسلمان بنوں

(۳۱)

گلشن میں رہوں نازِ چمن ہوجاؤں ہر بزم میں شمعِ انجمن ہوجاؤں
معبود مجھے علم عطا ہو اتنا ماحول میں سورج کی کرن ہوجاؤں

(۳۲)

منبر کی بلندی کا یہ نشہ جو چڑھا ہے گھر والے یہ کہتے ہیں مرا شوق بڑھا ہے
مولاؑ کا کرم ہے یہ ترقی میری اس سال دُعاؤں کا بھی اِک بند پڑھا ہے

(۳۳)

جوہر مسلکِ تسلیم و رضا سیکھا ہے
گھر سے مولا کے یہ انداز وِلا سیکھا ہے
کیا چھڑائے گا کوئی مجلس و ماتم ہم سے
ہم نے عباس سے دستورِ وفا سیکھا ہے

(۳۴)

جب سال گئے موسمِ غم آیا ہے
کب کوئی خیال بیش و کم آیا ہے
جی بھر کے عزادار کریں گے ماتم
پھر ہاتھ میں غازی کا عَلَم آیا ہے
عباس زیدی

(۳۵)

میں کون ہوں کیا ہوں، یہ ہے احساس مجھے
ہر لحظہ، مرے نام کا ہے پاس مجھے
چھُٹنے کا نہیں ماتمِ شبّیرؑ کبھی
رکھیں گے وفاداروں میں عباس مجھے

(۳۶)

الفت میں شہیدوں کی گرفتار ہوں میں
مجلس میں ہوں، پھر حاضرِ دربار ہوں میں
رکھنا مرے سر پر بھی عَلَم کا سایہ
مولا ترے بچوں کا عزادار ہوں میں

(۳۷)

اِک عمر ہوئی اشک فشانی کرتے
شبّیرؑ کی تشنگی کو پانی کرتے
یہ مجلسیں اب دل کو بہت بھاتی ہیں
نو سال ہوئے ہیں پیش خوانی کرتے

(۳۸)

۱۲/مارچ ۲۰۰۵ء

منبر پہ نشست ہے تو بالا ہوں میں
قسمت کی بلندی کا حوالہ ہوں میں
کچھ یوں ہی جرّی نام نہیں ہے میرا
غازیؑ کا عَلَم اُٹھانے والا ہوں میں

(۳۹)

ہر گھڑی ہر سماج شادی ہے اِک پرانا رواج شادی ہے
آج دن ہے بڑی مسرّت کا میرے مولاؑ کی آج شادی ہے

(۴۰)

شبّیرؑ کے غم میں جو گہر بار ہیں یہ ہر حال میں مظلوم کے غمخوار ہیں یہ
اتنا تو صلہ چاہنے والوں کو ملے مولا بھی کہیں، میرے عزادار ہیں یہ

(۴۱)

اسلاف سے جو شوقِ عزا پایا ہے مجلس میں مجھے کھینچ کے لے آیا ہے
نانا مرے مرثیہ کو ہیں دادا ذاکر میرا منصب بنا بنایا ہے

(۴۲)

مئے حُبِّ علیؑ میں پیتا ہوں آپ کہیئے کہ یہ شرابی ہے
بزدلوں سے علیؑ کو کیا نسبت جو جری ہے، وہ بوترابی ہے

(۴۳)

مجلس میں ہر اِک پیکرِ انوار ہے خوش جو اپنی جگہ ہے وہی کردار ہے خوش
وہ ماتمی دستہ ہو کہ منبر کی نشست ہر حال میں مولاؑ کا عزادار ہے خوش

(۴۴)

مارچ ۲۰۰۴ء

سادات کے اِک نخل کی میں شاخ ہری ہوں یہ گھر کا اثر ہے کہ بُرائی سے بَری ہوں
پَر دادا تھے زاہد کہ بڑے عالمِ دیں تھے وہ آغا رہوی تھے میں آغائے جری ہوں

(۴۵)

جری زیدی
جعفر زیدی

کیوں ہم نے زیادہ عمر پائی بھائی
اِک قہر ہے بھائی کی جدائی بھائی
تم آج کی مجلس میں بہت یاد آئے
پوتے نے رباعی جو سنائی بھائی

(۴۶)

یوں ذکر تو ہوتا ہی ہے اکثر گھر میں
خوابوں سے نظر آتے ہیں منظر گھر میں
آنکھیں بہت ڈھونڈتی ہیں ہر سال تمھیں
جب نصب علم ہوتے ہیں جعفر گھر میں

(۴۷)

میں اپنے مقدر کا سکندر بھی ہوں
سید بھی ہوں جانثارِ حیدرؑ بھی ہوں
پوشیدہ ہیں دادا کے بھی جوہر مجھ میں
جعفر کا میں پوتا بھی ہوں جعفر بھی ہوں

(۴۸)

میثم زیدی۔ باقر زیدی کے فرزندِ اکبر

ہے فیض بزرگوں کا، کہ خورسند ہوں میں
ماں باپ کے سائے میں، برومند ہوں میں
میثم ہوں، سدا مدحِ علیؑ کرتا ہوں
فرزند کے فرزند کا فرزند ہوں میں

''سخنِ ناتمام'' کلیم بھرتپوری کے پوتے، فیض بھرتپوری کے صاحبزادے اور میرے چھوٹے بھائی جعفر زیدی کا کلام ہے جو چودہ (۱۴) منقبتوں پچیس (۲۵) غزلوں اور ایک قطعہ پر مشتمل ہے۔

جعفر زیدی نے ۲۶ ستمبر ۱۹۳۸ء کو ریاست بھرتپور کی سادات کی حویلی میں آنکھ کھولی، نو سال کی عمر میں والدین کے ساتھ حیدرآباد دکن اور پھر کراچی آئے تعلیم کے بعد مرچنٹ نیوی میں ملازمت اختیار کی اور ۱۹۸۴ء میں دوسری ہجرت کر کے امریکہ کی ریاست میری لینڈ کو اپنی مستقل قیام گاہ بنالیا۔ گیارہویں مہینے کی گیارہویں تاریخ ہمارے خاندان میں بڑی اہمیت کی حامل ہے، اکرام حسین کے دو جڑواں بیٹے فرزند حسن فیض بھرتپوری اور انعام حسن زیدی نوید بھرتپوری گیارہ نومبر ۱۹۱۱ء کو بھرت پور میں پیدا ہوئے اگر ہندسوں میں لکھیں تو اسے اس طرح لکھا جائے گا۔ 11-11-11 یعنی دن، مہینہ اور سال سب میں ۱۱ کا ہندسہ آتا ہے، جعفر زیدی کا انتقال بھی 11-11-95 کو بہ عارضہ قلب میری لینڈ میں ہوا اور وہ وہیں لارل کے قبرستان میں دفن ہیں۔

جعفر زیدی پابندِ صوم وصلواۃ بھی تھے، حج وزیارات سے بھی مستفیض ہو چکے تھے، حقوق العباد کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اپنی حیات میں والدین کو بھی حج کرا چکے تھے، بڑے عاشقِ حسینؑ تھے، عزاداریِ امامِ مظلوم اُن کا خاص مشغلہ تھا۔ ذاکرِ حسینؑ تھے، مجلس میں مرثیہ پڑھنے کا بہت شوق تھا اور بہت اچھی طرح پڑھتے تھے۔ مجلسوں اور منقبتی محفلوں کی زینت تھے، جعفر اپنی ذات میں ایک انجمن تھا، دنیا دیکھ چکا تھا سب اچھے بُرے کی پہچان رکھتا تھا، سخن فہمی ورثہ میں ملی تھی، ادبی اور مذہبی محفلوں کی جان تھا، خاندان میں ہر دلعزیز اور پسندیدہ شخصیت کا مالک، ہر دکھی دل کی تسکین رسانی پر ہمہ وقت آمادہ سب کا ہمدرد، سب کے دُکھ میں برابر کا شریک، سب کی خوشی میں خوش، اُس کے سینے میں بڑا محبت بھرا دل

تھا، ضرورت مندوں کی دامے، درمے، سخنے مدد کر کے روحانی خوشی محسوس کرتا۔ بہت فعال اور محنت کش تھا، وہ خاندان کی نیک نامی، عزت اور سربلندی کا بہت خیال رکھتا تھا۔ خاندان کے کسی بھی فرد کی کامیابی کو اپنی کامیابی جانتا تھا۔ میری پہلی کتاب ''لذتِ گفتار'' کی رونمائی کی تقریب اُسی کی کاوشوں کا نتیجہ تھی۔ ایسی کوئی ادبی تقریب ابھی تک میری لینڈ میں نہیں ہوئی، پھر جب میری اس کتاب کو Best Book of the year کا ایوارڈ ملا تو اس نے اپنے گھر کے Basement میں ایک شاندار تقریب منعقد کی اور پھر خاندان بھر کے عشائیہ کا انتظام کیا جو آج تک سب کو یاد ہے۔ جعفر کے انتقال کے بعد میری کسی کتاب کی رونمائی ممکن نہ ہوئی۔

دادا ابا کا بیشتر کلام جو کلامِ کلیم کی صورت میں اس کتاب میں ہے وہ سب جعفر زیدی نے اپنی نوعمری میں ایک کاپی میں اسی عنوان کے تحت جمع کیا ہوا تھا اور اُس کاپی کی جلد پر کسی خطاط سے جلی حروف میں ''کلامِ کلیم'' لکھوایا تھا۔ وہ اگر یہ جمع آوری نہ کر چکا ہوتا تو یہ کچھ بھی دستیاب ہونا ممکن نہ ہوتا، ایک نوجوان پوتے کی اپنے دادا سے محبت کا یہ ایک ایسا پُر خلوص اظہار ہے جس کی جتنی بھی قدر کی جائے، کم ہے، والدِ محترم جناب فیضؔ بھرت پوری کے بارہ مرثیوں کی کتاب ''مراثیِ فیضؔ'' کے نام سے جعفر زیدی ہی نے ترتیب دے کر شایع کی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ دادا پوتے کی روحیں آج اس کتاب کی اشاعت پر ضرور اور بے حد شاد ہوں گی، کسی نے سچ کہا ہے۔

فخر ہوتا ہے گھرانے میں سدا ایک ہی فرد
قیس سا پھر نہ اُٹھا کوئی بنی عامر سے

نیکیوں کی دوڑ میں ہمیشہ آگے رہتا تھا، وہ نیکی کرنے پر بڑا حریص تھا

آسماں اُس کی لحد پر شبنم افشانی کرے

میں اپنے زبان و قلم کو اس قابل نہیں پاتا کہ وہ امت مسلمہ کے بطلِ جلیل، سید العلماء آیت اللہ سید عقیل الغروی کے لئے میرے احساسِ ممنونیت و سپاس کا مناسب اظہار کرسکیں، میں نے ان کو عشرۂ اول ماہِ محرم میں زحمت دی جب کہ مجھے ان کی گوناگوں مصروفیتوں کا شدید احساس بھی تھا اور یہ دیکھ بھی رہا تھا کہ فرصت کا وقت ہی وہ دولت ہے جس سے وہ ماہِ محرم میں محروم ہیں، ان کے سننے والے شائقین کے ہجوم، مجلسوں پر مجلسیں، مذاکرے، جلسے، Seminars، علمی مباحثے، Talk Shows اور T.V چینلز کے سماجی، مذہبی اور ادبی پروگرام، گھر پر ملاقات کے لئے آنے والوں کا اژدھام، یہ سب اس بات کے متقاضی تھے کہ انہیں وقت اور مہلت طلب زحمت نہ دی جائے بلکہ اُن کو سکون، راحت اور آرام فراہم کرنے کی ترکیبیں کی جائیں، چہ جائیکہ چار کتابوں کے برابر مسودہ انہیں دے دیا جائے کہ سرکار اس پر اپنی رائے کا اظہار کردیجے، یہ وہ تھا جو ہم نے کیا، اور اب انہیں دیکھئے کہ ایامِ عزا کی طوفانی مصروفیات کے باوجود 19 محرم کی صبح حیدرآباد کے لئے روانگی سے قبل اپنی تحریر مجھے دے بھی دی۔ میں نے شاید یہ شعر آج ہی کے لئے کہا تھا کہ۔

ایسے بھی لوگ ہیں زمانے میں
جن سے دنیا حسین لگتی ہے

میں اپنی اس زیادتی پر اور ان کی نوازش اور اعلیٰ ظرفی پر

شرمندگی کے احساس کے ساتھ ہمہ تن سپاس ہوں اور اپنے رب العزت سے اُن کی اور ان کے پورے خانوادے کی صحت وسلامتی اور خوشحالی کے لئے دعاگزار رہوں۔

میں خوب جانتا ہوں کہ ان کی توجہ، محبت اور عنایات کا کتنا مقروض ہوں اللہ اُنہیں اُن کے ارادوں میں کامیاب رکھے اور بلندیاں ہمیشہ اُن کی منتظر رہیں۔

عمِ محترم جناب ساحرلکھنوی، دبستانِ لکھنو کی روایات، شعر وادب اور زبان و بیان کے امین اور پاسدار ہیں۔ ان کے مرثیوں میں لکھنو کی زبان کا رچاؤ اور لفظوں کا برتاؤ خاص اہمیت کا حامل ہے۔ مرثیہ ان کے مزاج کا حصہ ہے یہی وجہ ہے کہ وہ رثائی ادب میں اپنا ایک منفرد اور ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ خداوندِ عالم ان کے سائے کو ہمارے سروں پر تادیر برقرار رکھے، آمین۔

جناب افتخار عارف وادیٔ شعر وادب میں قدم رکھتے ہی ان منزلوں تک پہنچ گئے جو کسی بھی شاعر کا ہدفِ آرزو ہوسکتا ہے۔ اُن کی پہلی ہی غزل نے ان پر مقبولیت اور عروج کے سارے دروازے کھول دئے جو اُن کا بجا طور پر حق ہیں۔ اپنی سرکاری ذمہ داریوں کے ساتھ، زبان وشعروادب سے اتنا ربط بطریقِ

احسن برقرار رکھنا انھیں کا کام ہے، خدا اُن کی توفیقات اور مدارج میں مزید اضافہ کرے وہ مشقِ سخن تا دمِ آخر جاری رکھیں اور اپنے بے مثال کلام سے شعر و ادب کو مالا مال کرتے رہیں۔ آمین۔ فلیپ کی تحریر کے لئے میں ان کا بے حد شکر گزار ہوں۔ جناب ڈاکٹر سید تقی عابدی نے گزشتہ پانچ برسوں میں دیکھتے دیکھتے جو کارنامے انجام دیئے ہیں، کون ہے جو اس اعزاز و امتیاز و افتخار سے واقف نہیں۔ اپنی انتھک اور بے لوث خدمت کی جو مثالیں انہوں نے قائم کی ہیں ان کی مثال نہ پہلے کہیں نظر آئی نہ اب کہیں ہے۔ فی زمانہ ایسے دیوانے کہاں ہوتے ہیں۔ اردو کی خدمت میں دامے درمے سخنے ہمہ تن اور ہمہ وقت مصروف ہیں اس لئے عدیم الفرصت یہ بھی بہت ہیں، گیتی بھابی ایرانی خاتون ہیں جنہوں نے ان کو گھر کے کام کاج سے فارغ کر کے اردو ادب کی خدمت کے لئے وقف کر دیا ہے۔ اللہ اُن کو خوش وخرم اور شادکام رکھے اور اُن کے ارادوں میں انہیں کامیاب کرے آمین۔ اس سلسلۂ سخن کے تمام افراد ان کی محبتوں اور عنایتوں کے مقروض ہیں اور رہیں گے۔

جناب ڈاکٹر ہلال نقوی کا حقیقت نگار قلم اربابِ ادب سے اپنی

دیانت اور سچائی کا لوہا منوا چکا ہے۔ بے دریغ سچ بولنے اور سچ لکھنے والا یہ شاعر، ادیب، دانشور، محقق اور نقاد نہ صرف پاکستان بلکہ ساری دنیائے اردو کے لئے بے مثل و بے مثال ہے۔ بڑی نو عمری میں مرثیہ پر .Phd کیا اور بہ حیثیت مُدیر رثائی ادب اپنی گراں مایہ خدمات سے نوازتے رہے، بحیثیت مرثیہ گو شاعر ان کا کلام بہ وجوہ کم ہے تاہم فکری اعتبار سے وہ ایک بڑا قیمتی سرمایہ ہے جو ان کی فکر و بیان کی قدرت پر دال ہے۔ زمانے کی مصلحت کوشیوں نے جوشؔ ملیح آبادی کو جو اپنی صدی کا سب سے بڑا شاعر ہے فراموش کر کے طاقِ نسیاں کی نذر کر دیا تھا۔ انہوں نے ایسے ہمت شکن ماحول میں سچائی اور راستی کی ایک اور مشعل روشن کی اور ''جوش شناسی'' کے نام سے چار ماہی جریدہ جاری کیا جو اپنے اہداف کو لے کر آگے بڑھ رہا ہے، ڈاکٹر کلبِ صادق نے ان کے لئے کیا خوب کہا تھا کہ یہ تخلص کے اعتبار سے ہلال ہیں مگر کارگاہِ ادب میں بدرِ کامل ہیں۔ اللہ انہیں صحت و سلامتی کے ساتھ خوشحال رکھے۔ آمین۔

میں نے جب بھی کوئی گزارش ان سے کی ہے انہوں نے ہمیشہ خوش اسلوبی سے پوری کی ہے آج پھر میں ان کی Flap کی

تحریر کے لئے ان کا ممنون ہوں۔

میرے کام کو آسان بنانے میں جناب ساجد رضوی کے ہمہ وقتی تعاون نے بڑا کام کیا ہے اور مجھے امید ہے کہ شاید اب اس کتاب میں اتنی غلطیاں نہ ہوں جتنی اگر یہ نہ ہوتے تو ہوسکتی تھیں۔ امریکہ میں جعفر کے بڑے بیٹے عمران نے جس طرح اس کتاب کے حوالے سے میری مدد پر آمادہ رہنے کا جو عملی مظاہرہ کیا ہے اُس کے لئے میں اُس کا بھی بہت ممنون ہوں اور بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں، پاکستان میں میری اس بار آمدِ راست میرے ہمنام بھائی باقر زیدی کے گھر اس وجہ سے بھی ہوئی کہ ان کے بیٹے علی باسط زیدی (گوشی) کا ہمہ وقتی ساتھ اور تعاون یہاں سے زیادہ کہیں اور ممکن نہ تھا یہ اس گھر کی اعلیٰ ظرفی، بڑائی اور سعادتمندی ہے کہ پہلا ناشتہ گوشی کے والد کے ہاتھوں ملتا ہے اور دوسرا گوشی کے ہاتھوں۔ میں بارگاہِ رب العزت میں اس گھر کے سکون اور خوشحالی کے لئے بھی دعا گو ہوں۔

باقر زیدی

کراچی۔۱۲/فروری ۲۰۱۱ء

تاثرات

سید العلماء آیت اللہ سید عقیل الغَرَوی

باسمہ سبحانہ وبحمدہ

سخنوری کا شجرۂ طیبہ لازوال اور سدا بہار ہے۔ حضرت ولی دکنی نے غلط نہیں کہا تھا

کہ ؎ تا قیامت کُھلا ہے بابِ سُخن

وہ بات جو بعض دانشوروں نے کہی ہے کہ ''اب شاعری کا دور ختم ہو چکا ہے'' وہ کسی اور حیثیت سے کہی ہے۔ وہ شاعری کی نسبت Pragmatic اپروچ رکھتے ہیں ورنہ جب تک انسان کا وجود ہے اور جب تک یہ انسانی وجود شعور و نطق کے اوصاف سے متصف ہے، شاعری کا سلسلہ جاری و ساری و باقی رہے گا۔

یہ جو ''اِک سلسلہ سُخن کا'' آپ کے سامنے ہے، یہ بھی اسی سلسلۂ نا متناہی کا ایک حصہ ہے اور تاریخی اور فنی دونوں حوالوں سے بڑا قیمتی حصہ ہے۔ اس سلسلہ سخن کی ہر کڑی اپنے اپنے زمان و مکان کے لحاظ سے انتہائی اہم، پُر معنویت اور دل آویز ہے! حضرت کلیم بھر تپوری، اُن کے فرزندِ ارجمند حضرت فیض بھر تپوری اور اُن کے فرزندِ ہُر ومند جنہیں مرحوم لکھتے ہوئے میرا بھی دل دُکھتا ہے، جعفر زیدی سے اِن میں سے ہر ایک اپنی جگہ ایک انجمن تھا! کلیم و فیض کا فیضانِ سُخن تو اپنی گہرائی اور گیرائی کے لحاظ سے مستقل مقالوں کا متقاضی ہے۔ جعفر زیدی کے شجرۂ سخن کو ابھی اور تناور اور بار ور ہونا تھا مگر قضا و قدر کا فیصلہ کچھ اور

تھا۔سو رِضاً بِقَضَائِہٖ وَ تَسْلِیْماً لِاَمْرِہٖ

مستحقِ صد آفریں ہیں اس سلسلہ سخن کے وارثِ ارجمند حضرت باقر زیدی، جن کی نجستہ وفرہیختہ شخصیت سخن آفریں ثقافت اور ثقافت آفریں سخن کا جیتا جاگتا سراپا ہے۔

اُن کی سب سے بڑی خوبی تو یہ ہے کہ

اُن کو آتے ہیں عشق کے آداب!

بلاشبہ وہ حرمتِ حسن وحرف جانتے ہیں!!

وہ تقریباً گزشتہ ربع صدی سے امریکہ کے دارالسلطنت واشنگٹن میں اردو شاعری کی جلاوطن حکومت کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہیں۔

میرے مطالعہ اور تجزیہ کی حد تک اس وقت شمالی امریکا میں مقیم اردو کے مہاجر شعراء میں جناب باقر زیدی شاعری کی بے لوث حقیقت کے سب سے بڑے امانت دار ہیں۔ وہ فکری اور فنی زاویوں سے اپنے معاصر شعراء پر نمایاں سبقت اور فوقیت رکھتے ہیں۔

اردو کے ''ادب المہجر'' کی جب بھی کوئی تاریخ لکھی جائے گی تو حضرتِ باقر زیدی کے تذکرے کے بغیر کوئی درجہءِ اعتبار نہیں پا سکے گی۔

تاثرات

ساحر لکھنوی

شاعری فنونِ لطیفہ میں سب سے زیادہ لطیف فن ہے۔ جس کا دائرۂ اثر دیگر فنون سے کہیں زیادہ وسعت رکھتا ہے۔ اس کے مزاج کی گوناگوں کیفیتیں اور اس کا تنوع اسے زندگی کے ہر رُخ پر جاری کرتا ہے۔ علم و ادب ہو کہ سیاست و معیشت، تاریخ ہو کہ حیات، صبر و شکر ہو کہ جور و جبر، عسرت ہو کہ عشرت، نور ہو یا ظلمت، محبت ہو یا نفرت، عشقِ حقیقی ہو یا عشقِ مجازی، بہار ہو یا خزاں، صحرا ہو کہ گلستاں، طلوعِ صبح ہو کہ آمدِ شبِ ہجراں، ملک ہو یا قوم، حکمران ہوں یا عوام، شاعری ہر جذبہ ہر کیفیت، ہر موضوع اور ہر واقعہ کو اپنے دامن میں سمیٹ لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ انسان کی حیات اور دنیاوی معاملات کا کوئی رُخ، کوئی گوشہ ایسا نہیں جو شاعری کی گرفت میں نہ آ سکتا ہو۔ اسی وجہ سے اردو ادب میں متعدد اصنافِ سُخن وجود میں آئیں تا کہ زندگی کے ہر رُخ کی آئینہ داری کا اہتمام ہو سکے۔

معروف اصنافِ شاعری میں رباعی، قطعہ، غزل، ہزل، نظم، قصیدہ، حمد، نعت، منقبت، سلام، نوحہ، مرثیہ، مثنوی و اسوخت (مرحوم) ترانے اور گیت وغیرہ شامل ہیں۔ نظم کی ضروریات اور وسعت کے اعتبار سے ہیئت میں بھی تنوع پیدا کیا گیا۔ چنانچہ ابیات، مثلث، مربع، مخمس، مسدس، ترکیب بند اور ترجیع بند

وغیرہ اظہار کی مختلف صورتوں کی تشکیل کرتے ہیں۔اب ان میں آزاد نظم اور نثری نظم وغیرہ بھی شامل ہوگئی ہیں۔اس طرح شاعری حیات وکائنات کے ہر موضوع اور ہر رخ کی آئینہ دار ہوگئی ہے۔اسی لئے اس کا دائرۂ اثر ہر فنِ لطیف سے زیادہ وسعت رکھتا ہے اور اظہار، ابلاغ کا موثر ترین ذریعہ ہے۔

یہی شاعری جب غزل کے روپ میں ڈھلتی ہے تو حسین ولطیف جذبات کی ترجمانی سے دل و دماغ کو سرور و کیف عطا کرنے کے ساتھ ساتھ زندگی کی المناکیوں کے بیان سے دلوں میں سوز وگداز بھی پیدا کردیتی ہے۔

اور جب شاعری حمد ونعت ومنقبت کے پاکیزہ لباس میں نظر آتی ہے تو ایمان کو تازہ کردیتی ہے۔ جب قصیدہ کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے تو بزبانِ حضرت جوش ملیح آبادی اسے چوتھی کی دلھن بنادیتی ہے۔

جب یہی شاعری سلام، نوحہ اور مرثیہ کا پیکر اختیار کرتی ہے تو تاریخ کے پس منظر میں احترام واجب اور طہارت وتقدس کی فضا میں مدح ورثاء کے ایسے جلوے دکھاتی ہے اور ایسے مرقع تخلیق کرتی ہے جن کو دیکھ کر کبھی دل سے آہ نکلتی ہے اور کبھی زبان سے واہ۔

شاعری اور اصنافِ شاعری پر گفتگو کا سبب ماضی وحال کے ایک ہی نسل وخاندان کے چار شعراء کے کلام کا ایک مجموعہ ہے۔ جو حضرت باقر زیدی نے بڑی کاوش اور سلیقے سے مرتب کیا ہے۔اس مجموعہ میں شاعری کے تقریباً سارے

اصناف کے رنگ اپنی بہار دکھا رہے ہیں۔ قطعات، رباعیات، غزلیں، نظمیں، سلام، مرثیے، حتیٰ کے تہنیتی شاعری کے نمونے کے طور پر ایک سہرا بھی مقیش کی لڑیوں کی طرح جگمگا رہا ہے۔ چار مختلف شاعر زمانوں کے تھوڑے بہت فرق کے ساتھ ایک جیسی فکر ونظر اور ایک ہی طرح کے علم و ہنر اور ایک ہی جیسے عقیدہ و عقیدت کے ساتھ اسی کی تصدیق کرتے ہیں کہ بیشک یہ ''اِک سلسلہ سُخن کا'' ہے۔ یہی سبب ہے کہ یہ مجموعہ کہیں یک رنگ اور کہیں ہم رنگ گلہائے سُخن کی تسکین بھی کرتا ہے۔ اور شوقِ سُخن کو مہمیز بھی۔ اس میں عشقِ حقیقی کے جذبات بھی کارفرما ہیں اور عشقِ مجازی کے بھی۔ عقیدہ وعقیدت کے مناظر بھی ہیں اور مودّت ومحبت کے مظاہر بھی۔ منازل مسرت وابتہاج بھی ہیں اور مقاماتِ آہ وفغاں بھی۔

اس مجموعے کے مرتب حضرت باقر زیدی شاعر دادا کے پوتے اور شاعر باپ کے بیٹے جو ایک خوش فکر وخوش گو شاعر ہیں۔ فنِ شاعری سے پوری طرح واقف بھی ہیں اور مختلف اصنافِ سُخن پر ماہرانہ دسترس بھی رکھتے ہیں۔ اپنے والد مرحوم حضرت فیضؔ بھرتپوری کے فرزندِ ارجمند اور شاعری میں صحیح معنوں میں ان کے جانشین ہیں۔ ان کی شاعری میں ایک لطف ہے، اِک کیفیت ہے، اِک سُرور ہے۔ لفظوں کا انتخاب، بندشوں کی چستی و درستی اور شعری جمالیات کے مرقعوں میں فکر وفن کا خوبصورت امتزاج ان کی شاعری کے خصوصیات میں سے ہے۔ زیرِ نظر مجموعہ میں خود ان کے کلام کا حصہ بہت کم ہے۔ اس میں صرف وہ قطعات

ورر باعیات جمع کی ہیں جو وہ اٹھارہ سال تک اپنے گھر کی مجالس میں پوتوں اور نواسوں وغیرہ کو پیش خوانی کے لئے لکھ کر دیتے تھے۔

رباعی فنی لحاظ سے ایک مشکل صنفِ سُخن ہے۔ اس کے مقررہ اوزان جامعیت اصولوں کی پابندی کے ساتھ رباعی کہنا اور کہیں ٹھوکر نہ کھانا صرف ان کے لئے ممکن ہے جو علمِ عروض پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ حضرت باقر زیدی کی رباعیات ان کی فنی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

اس مجموعہ کا سب سے زیادہ حصہ حضرت باقر زیدی کے پدرِ بزرگوار حضرت فیض بھرتپوری کے کلام پر مشتمل ہے جو تقریباً ساڑھے پانچ سو صفحات پر محیط ہے۔ اس میں مرحوم کے قطعات ور باعیات، منقبتیں، قصیدے، سلام اور مرثیے وغیرہ شامل ہیں۔ حضرت فیض بھرتپوری فنِ شاعری میں دسترس رکھنے والے ایک پختہ کار شاعر تھے اور اساتذہ کی صف میں شامل تھے۔ ان کی فکر میں تازگی، تخیل میں بلندی، بندشوں میں روانی اور لفظوں کے استعمال میں موقع و محل سے مطابقت اور ہم آہنگی سامعین سے داد طلب ہوتی تھی اور اب قارئین کے ذوق کی تسکین کا سامان بھی فراہم کرتی ہے۔ انہوں نے کسی حد تک مرثیہ میں رزمیہ کے انداز کو باقی رکھتے ہوئے جذبہ رجحانات کو بھی کامیابی کے ساتھ ہم آہنگ کیا۔ آج مرثیہ کے زوال کے اس دور میں ان کا رثائی کلام مرثیہ گوئی کے شائق حضرات کے لئے رہنمائی کا باعث ہوسکتا ہے۔

حضرت باقر زیدی کے برادرِ خورد حضرت جعفر زیدی مرحوم کا کلام ''سُخنِ ناتمام'' کے عنوان سے اس مجموعہ میں شامل ہے اور 112 صفحات پر مشتمل ہے جس میں چھ نعتیں اٹھائیس منقبتیں، سات سلام، بائیس غزلیں، اور ایک قطعہ شامل ہے۔ ان کے کلام کے مطالعہ سے قاری کے دل و دماغ کو ایک خوشگوار تاثر ملتا ہے۔ ان کے اشعار میں وہ ساری خوبیاں ہیں جو ایک اچھے شاعر کی پہچان بن جاتی ہیں۔ ان کے اشعار خود بالا علان یہ کہتے ہیں کہ وہ اسی سلسلہ سُخن کے شاعر تھے جو حضرت کلیم بھر تپوری سے حضرت باقر زیدی تک نسلاً بعد نسلاً پہنچا ہے۔ ان کے کلام میں بھی وہی شیرینی اور چاشنی ہے جو ان کے پدرِ بزرگوار حضرت فیض بھر تپوری اور برادرِ بزرگ حضرت باقر زیدی کے کلام کا خاصہ ہے۔ زندگی ان سے وفا کرتی تو وہ طُورِ سُخنِ کلیم پر اپنے حُسنِ کلام، فکری بصیرت اور فنی آگہی سے شعری جمالیات کے بہت سے چراغ روشن کرتے اور خود کو اپنے وقت کا کلیمِ طُورِ سخن ثابت کرتے۔

اس مجموعہ سُخن کا ایک حصّہ اس سلسلہ سُخن کے بانی، اس زنجیر کی پہلی کڑی، اس نظمِ شاعری کا مطلعِ اوّل اور اس سلکِ سُخن کے گوہرِ نایاب جناب اکرام حسین کلیم بھر تپوری کا کلام ڈیڑھ سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے جس میں قطعات و رباعیات کے علاوہ قصائد، مرثیہ، مسدس، غزلیں، سلام اور تین مرثیے شامل ہیں۔ چند قطعاتِ تاریخ بھی ہیں جن سے ان کے تاریخ گوئی کے ذوق و شوق کا پتہ بھی چلتا ہے۔ تقریباً تمام قصائد مقتضب ہیں۔ ایک تہنیتی نظم ''سہرا'' بھی آخر

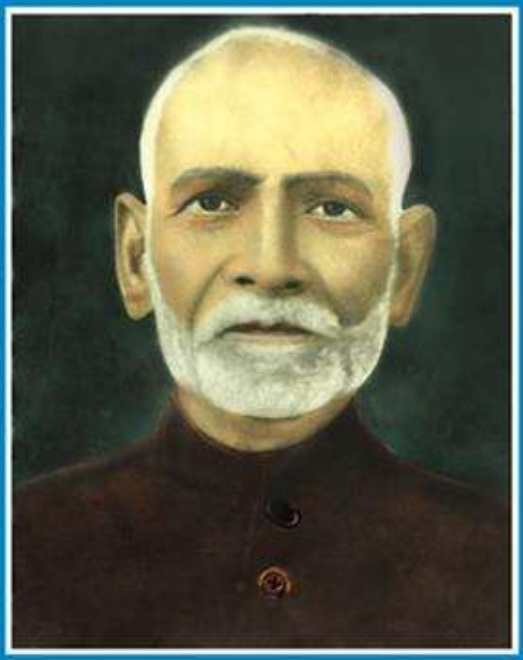
میں شامل ہے۔فطری طور پر ان کے کلام میں ان کے عہد کا رنگِ سُخن جھلکتا ہے۔ فکری اعتبار سے ان کے کلام میں عقیدہ وعقیدت کے والہانہ جذبات کے ساتھ مدح ورثاء میں جدتِ مضامین کا تاثر بھی ملتا ہے۔بعض مقامات پر انہوں نے قرآن وحدیث کے حوالوں سے اپنے فکر وفن کو مزین کیا ہے۔جس سے ان کی علمی منزلت واضح ہوتی ہے۔فنی طور پر ان کی بندشوں میں سلاست اور روانی پائی جاتی ہے۔ان کی قدرتِ کلام اور سلیقۂ اظہار سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے وقت کے ممتاز شعراء کی صفِ اوّل میں شامل ہوں گے۔

چونکہ یہ ایک ضخیم مجموعہ ہے جس میں مختلف اصنافِ سُخن میں چار شعراء کی تخلیقات شامل ہیں اس لئے میں نے اختصار کے خیال سے مثالوں میں اشعار درج کرنے سے گریز کیا ہے۔بصورتِ دیگر یہ تحریر بہت زیادہ طویل ہوجاتی۔ یوں بھی اشعار کا انتخاب محترم قارئین ہی پر چھوڑ دینا چاہئے جو اپنے اپنے ذوق کے مطابق اشعار کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

آخر میں حضرت باقر زیدی کو اس مجموعہ کی جمع آوری، ترتیب اور اشاعت پر مبارک باد پیش کرتا ہوں جو صرف ان کے بزرگوں وغیرہ کی خدمت نہیں ہے،شعروادب کی بھی اہم خدمت ہے۔ایسے گنج ہائے گراں مایہ کو تلاش کر کے آج کے باذوق قارئین اور خصوصاً شعرائے کرام تک پہنچانا قارئین کے ذوق پر جلا کرنے اور آج کی شاعری کی گرتی ہوئی حالت کو سنبھالنے میں مدد دینے کا بہترین ذریعہ ہے۔

کلامِ کلیم

سید اکرام حسین زیدی کلیم بھرتپوری کا مجموعہ کلام



تم جب آتے ہو تو وہ حال نہیں رہتا ہے
کیسے دِکھلاؤں تڑپنا تمہیں ارمانوں کا

کلامِ کلیم

سید اکرام حسین زیدی کلیم بھر تپوری کا مجموعہ کلام

تم جب آتے ہو تو وہ حال نہیں رہتا ہے
کیسے دکھلاؤں تڑپنا تمھیں ارمانوں کا

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صنف	صفحہ نمبر
1	آج وہ دن ہے سحر ہی سے مسرت عام ہے	قصیدہ معراج النبیؐ	1
2	ملی کعبے کو عظمت بن کے حیدرؑ کا زچہ خانہ	قصیدہ	3
3	آمد آمد ہے کسی کی شق ہے کعبے کی جدار	قصیدہ	5
4	خوشی کا یہ دن آج عام آ گیا	قصیدہ	7
5	مجھے منظور ہے اے طبع لکھنا وصف حیدرؑ کا	قصیدہ	8
6	خوشی اس بات کی سب سے زیادہ تھی پیمبر کو	قصیدہ	10
7	جی میں ہے دن عید کا ہے بزم رنداں بنے	قصیدہ در ذم	12
8	جب سے تجھ سے ساقیا صاحب سلامت ہو گئی	قصیدہ جناب فاطمہؑ	15
9	یہ دن برکت کا آیا رات بھی آئی سعادت کی	قصیدہ حضرت فاطمہؑ	17
10	گھر خداوند دو عالم کا بنانے والے	قصیدہ حضرت علیؑ	20
11	پلا ساقی مجھے اِک جام تو اپنی مودت کا	قصیدہ امام حسینؑ	21
12	یہ عشق آلِ نبیؐ سب کے کام آتا ہے	قصیدہ امام زمانہؑ	24
13	ہو گا ظاہر کبھی الفاظ کا عنواں ہو کر	قصیدہ امام زمانہؑ	27
14	واہ کیا مطلع قصیدے کا ہے وہ روئے حسینؑ	قصیدہ امام زمانہؑ	29
15	ہو طرز نعت نور حق جو بشر کی شکل نیاز میں	قصیدہ	32
16	چار جانب سے ہے مرغانِ چمن کی یہ پکار	قصیدہ	35
17	کچھ ایسے رنگ کی آئی مہ رجب میں بہار	قصیدہ	36
18	ہاں پھر اے ذہن رسا حسن ذکاوت دکھلا	مسدس امام زمانہؑ	39
19	محمد عصیاں اس لئے مجھ کو دم محشر نہیں	نظم	44
20	اے سلامی ذکر آلِ مصطفیٰؐ ایسا تو ہو	سلام	47
21	سلامی مرقد شہؑ سے بڑھی تو قبر مٹی کی	سلام	49
22	کہتا ہوں صاف بندہ ہوں میں بوتراب کا	سلام	51
23	جنگ کو خیمے سے جب ثانیِ جعفر نکلا	سلام	54
24	مصطفیٰؐ و مرتضیٰؑ اللہ کی ہیں شان دو	سلام	55
25	جب وغا کے لئے ہم شکلِ پیمبرؐ نکلا	سلام	57
26	طبع رنگین آج محمد مدحتِ حیدرؑ میں ہے	سلام	60
27	صلہ ولا کا جناں میں یہ بے حساب ملا	سلام	61
28	کون کہتا ہے کہ جنت کربلا سے کم نہیں	سلام	64
29	گلا کٹوا دیا اور اُف نہ کی شبیرؑ کیا کہنا	سلام	65

30	جفا میں جور میں ظلم وستم میں آہ و نالے میں	سلام	66
31	جبکہ گھوڑے سے گرا اُخر دلاور رن میں	مرثیہ	68
32	مومنو سبطِ پیمبرؐ سے وطن چھٹتا ہے	مرثیہ	73
33	اے مومنو ماتم ہے بپا کون و مکاں میں	مرثیہ	79
	قطعات و رباعیات		
34	نعتیہ	قطعات و رباعیات	87
35	منقبتی	قطعات و رباعیات	89
36	تواریخ	قطعات	112
37	متفرق	قطعات و رباعیات	115
	باب غزل		
38	فقط فغاں ہی نہیں ہے جو بار ہوتی ہے	غزل	120
39	چھوڑ دیتوں کو اب مجھے عشقِ خدا ہوا	غزل	122
40	شکوۂ بے جا ہے یہ کہنا کہ وہ مائل نہیں	غزل	124
41	کیا اے صبا نقاب اٹھایا نہ جائے گا	غزل	125
42	تری مہربانی سے رشکِ جناں ہے	غزل	126
43	جو میں تنگ آ کے کہہ دوں ترے ظلم کا فسانہ	غزل	127
44	قسم ہے رحم و کرم کی تم کو نظر سے نظریں لڑائے جانا	غزل	128
45	زباں سے کیوں کہے جب ہو نہ اختیار کی بات	غزل	130
46	اب نہ تنقید کر بہاروں پر	غزل	131
47	دامن نہیں رہا کہ گریباں نہیں رہا	غزل	133
48	ترے کوچے میں دن اس ہیرا پھیری میں گزر جانا	غزل	135
49	جو پی کے میکدے سے شب کو وہ میرے بھم نکلے	غزل	136
50	ڈوبی ہے یا کہ دامنِ ساحل میں رہ گئی	غزل	138
51	شق ہے سینہ غمِ فرقت سے جو دیوانوں کا	غزل	139
52	بتقریب نوید شادی سید اقبال حسین کاظمی و دختر	سہرا	140
53	کتنا باوضع ہے نوشاہ کے سر پر سہرا	سہرا	141

قصیدہ

درحالِ معراج النبیؐ

آج وہ دن ہے سحر ہی سے مسرت عام ہے
عیدِ میلادالنبیؐ کی روح پرور شام ہے

حالِ معراجِ نبیؐ لکھتا ہوں ساقی ہوشیار
آسماں پر اب دماغِ رندِ مے آشام ہے

لکھ رہا ہوں آج تیرہ سو برس پہلے کی بات
مے بھی اتنی ہی پرانی ہو تو تیرا نام ہے

خدمتِ قوسین میں پہنچے مرا پیکِ خیال
اب مئے توحید کا درکار مجھ کو جام ہے

اے جزاک اللہ فی الدارین خیرا ساقیا
تیرے میکش کی دُعا تجھ کو یہ صبح و شام ہے

آج وہ شب ہے کہ ملنے کو ہیں محبوب و حبیب
وصل کا عالم ہے فرقت کا نہیں یاں نام ہے

یہ وہ دن ہے جو کبھی دنیا میں آیا ہی نہیں
جو نہیں دیکھی ازل سے آج کی وہ شام ہے

طُور تک پہنچے جنابِ موسیِ عمراں فقط
قابِ قوسین آپ کی منزل کا ادنیٰ نام ہے

کہہ دیا موسیٰ سے فاخلع، وادیِ اقدس ہے یہ
زیرِ نعلینِ نبیؐ ہے عرش، یہ اکرام ہے

جب گئے تو عبد بن کر اور جب واپس ہوئے
رحمت اللعالمیں تا حشر ان کا نام ہے

پر سمجھ میں کچھ نہیں آتا ہے پردے کا سبب
خود بلانا خود ہی چھپنا یہ عجب ایہام ہے

کو بلایا چھپ کے اور چھپ کر گئے ہم سے رسولؐ
پر ہماری آنکھ میں سب راز طشت از بام ہے

یہ غلط ہے خواب میں حضرت گئے معراج کو
خود بعبدہٖ آیۂ قرآں میں صاف ارقام ہے

عبد ہو سکتا نہیں باہم نہ ہوں گر جسم و روح
خواب کہنا پھر حماقت ہے خیالِ خام ہے

چشمِ عالم سے شبِ اسریٰ کا پردہ تھا فقط
وصل کی شب ورنہ پردے کا بھلا کیا کام ہے

اے تعالی اللہ رسائی، اس جگہ پہنچے رسولؐ
واں ملائک کا پہنچنا بھی خیالِ خام ہے

کیوں نہ پھر نورِ خدا ذاتِ رسالت کو کہیں
اس بلندی پر پہنچنا کیا بشر کا کام ہے

بات پردہ کی جو تھی اپنی زباں میں سب کہی
راز ما اوحی ہے یہ خلوت اسی کا نام ہے

عرض کر بس اب حبیبِ کبریا سے اے کلیم
اب کراچی میں پریشاں آپ کا اکرام ہے

یاں سے اب پہنچوں مدینہ میں زیارت کے لئے
آپ کے قبضہ میں یہ سب گردشِ ایام ہے

مشہد و کرب و بلا پھر کاظمین و سامرہ
پھر نجف بھی یہ تمنائے دلِ ناکام ہے

قصیدہ

ولادتِ حضرت علی علیہ السلام

ملی کعبہ کو عظمت بن کے حیدرؑ کا زچہ خانہ
پئے تعظیم جھک جاتا ہے ہر اِک تاجِ شاہانہ
بپا ہے جشنِ نوروزی سجی ہے بزمِ رندانہ
ذرا اے ابرِ رحمت تو بھی آ بالائے میخانہ

ولادت ساقیِ کوثر کی سُن کر سارے عالم میں
سجایا جارہا ہے آج میخانہ پہ میخانہ
یہ مستی دید کے قابل ہے رندانِ طریقت کی
بنایا گھر خدا کا ساقیِ کوثر کا میخانہ
مئے حُبِّ علیؑ میخوار یوں تقسیم کرتے ہیں
لنڈھائے جارہے ہیں آج پیمانہ پہ پیمانہ
کیا در بند ساقی نے برائے جاہلِ مطلق
یہاں وہ رند آتا ہے ازل کا ہو جو فرزانہ
کُھلا ہے راستہ تسنیم و کوثر کا اسی جا سے
صراطِ مستقیمِ حشر ہے ساقی کا میخانہ

کسی کو کیا اگر میں بیٹھ کر کعبہ میں پیتا ہوں
مرے اللہ کا گھر میرے ساقی کا زچہ خانہ

علیؑ کی جانشینی اور غدیرِ خُم کا وہ میداں
نیا منبر بنا تھا جس کا ہے دنیا میں افسانہ

کچھ ایسے عبدیت کے بھاگئے انداز خالق کو
کہ گھر اپنا بنا ڈالا پئے حیدرؑ زچہ خانہ

نہ پہلی بار ہی تم لاسکے تھے تابِ نظارہ
کلیم اب طور پر ممکن نہیں دیدارِ جانانہ

علیؑ تشریف لائے اور بالیں پر یہ فرمایا
کلیم آئیں گے تیرے پاس مرقد میں نہ گھبرانا

قصیدہ

آمد آمد ہے کسی کی شق ہے کعبہ کی جدار
بزمِ اصنامِ حرم میں زلزلہ ہے بار بار
جُز علیؑ کس کو ملا کونین میں ایسا وقار
ہے کوئی جس کے لئے نازل ہوئی ہو ذوالفقار
اس کی طاقت کا بیاں کیا ہو جو دستِ کردگار
ایک انگلی پر علیؑ کی تھا درِ خیبر کا بار
ما سوائے مرتضیٰؑ کس کو ملا ہے یہ وقار
ہے زچہ خانہ کسی کا خانۂ پروردگار
بوترابی ہوں نہیں مطلق مجھے خوفِ فشار
میں سمجھتا ہوں ہو جو کچھ بھی مِرا انجامِ کار
اِک اشارے میں وہ پلٹے وزن جس کا بے شمار
مہر کی رجعت سے ثابت ہے علیؑ کا اقتدار
کوثر و فردوس و دوزخ کا ہے اِک بھائی قسیم
دوسرا ختمِ رسل اور شافعِ روزِ شمار
حق نے بخشی جُز علیؑ کس کو شجاعت کی سند
ہے کوئی دنیا میں ایسا ہو جو شیرِ کردگار

دو ہوا جب عمر ابنِ عبدِوَد بولے رسولؐ
ہے گراں کونین کی طاعت سے یہ حیدرؑ کا وار
کل شب ہجرت یہی بستر پہ ہوگا محوِ خواب
آج کعبہ میں جو ہے دوشِ محمدؐ پر سوار
ہے تولائے علیؑ جنت میں پہنچے گا کلیم
حق کی رحمت کا ہے ان کی دوستی پر انحصار
جب چلی عمر ابنِ عبدود پہ تیغِ آبدار
ایک سے دو کر گئی دم بھر میں مانندِ خمار
قول یہ جنگِ اُحد کا ہے جہاں میں یادگار
لا فتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار
آسماں والوں کی آتی تھی زمیں تک یہ پکار
لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

قصیدہ

خوشی کا یہ دن آج عام آگیا — کہ نورِ الٰہی تمام آگیا
پڑھی منقبت مرتضٰی کی جو میں نے — تو جنت کا مجھ کو پیام آگیا
یہ ارماں ہے آئے ندا غیب سے — چلو بیتِ حق میں امام آگیا
ہوئے کعبہ میں جبکہ پیدا علیؑ — بتوں پر زوالِ مدام آگیا
ہبل نے بتوں سے کہا بھاگ جاؤ — خدا کا مدار المہام آگیا
علیؑ آئے جب شور خیبر میں تھا — وہ بازوئے خیر الانام آگیا
نہیں فتح میں دیر اب کچھ نہیں — یداللہ لے کر حُسام آگیا
چلی مرتضٰیؑ کی جو خیبر میں تیغ — تو حارث بھی مرحب بھی کام آگیا
جو سچے محبّ آلِ احمدؐ کے ہیں — انہیں پر خدا کا سلام آگیا
مئے حب حیدرؑ کا میں مست ہوں — سرِ دست کوثر کا جام آگیا
شبیہہ پیمبرؐ جو میداں میں آئے — ہوا غُل رسولؐ انام آگیا
وسیلہ بنے میری بخشش کا آنسو — یہ رونا غمِ شہ میں کام آگیا
نکیرین نے مجھ سے پھر کچھ نہ پوچھا — زباں پر جو حیدرؑ کا نام آگیا
پلا ساقیا جامِ صہبائے نور — کہ در پر ترے تشنہ کام آگیا

بڑھی مدح گوئی سے مشقِ سخن
کلیم اب مزے پر کلام آگیا

قصیدہ

مجھے منظور ہے اے طبع لکھنا وصف حیدرؑ کا
قلم درکار ہے جس کے لئے جبریلؑ کے پر کا

رسوخ اتنا بڑھا اللہ سے خویشِ پیمبرؐ کا
شبِ معراج نکلا ہاتھ پردہ سے تو حیدرؑ کا

میں ہوں مداح اس کا جو ہے فاتح بدروخیبر کا
خدا کا شیر اور دستِ خدا، بھائی پیمبرؐ کا

ولادت پائی کعبہ میں شہادت پائی مسجد میں
مرید ایسا' یہ بندہ ہوگیا اللہ کے گھر کا

نبیؐ کے منتظر تھے، گود میں لیتے ہی حیدرؑ نے
جو کھولی آنکھ تو چہرہ نظر آیا پیمبرؐ کا

علیؑ سا بھائی جُز احمدؐ ملا کس کو زمانے میں
قوی رہتا ہے کتنا دل برادر سے برادر کا

علیؑ کے لہجے میں باتیں جو کیں حق نے محمدؐ سے
شبِ معراج ہاتھوں بڑھ گیا تھا دل پیمبرؐ کا

درِ شاہ نجف پر کیوں نہ جھک جائے جبیں میری
یہ حسرت ہے مرے دل میں یہ ارماں ہے مرے سر کا

عدالت کے لئے پیدا کیا تھا حق نے حیدر کو
یہ ظاہر کررہا ہے فیصلہ باز و کبوتر کا

صنم کعبے میں توڑے عمر و مرحب کے کئے ٹکڑے
شجاعت چومتی تھی ہاتھ دامادِ پیمبرؐ کا

علیؑ کے نام کو ہیبت خدا نے دی ہے کچھ ایسی
اتر آتا ہے جن شیشے میں دل ہلتا ہے پتھر کا

خدا کے گھر کا ظاہر راز ہوجائے گا دنیا پر
درِ علمِ نبیؐ توڑے گا جب دروازہ خیبر کا

قیامت خیز گرمی چشمہءِ فیضِ علیؑ جاری
غدیرِ خُم میں پانی آرہا تھا حوضِ کوثر کا

کلیم اللہ کا دیدار توبہ کر ارے توبہ
بہت ممکن ہے جلوہ طُور پر دیکھا ہو حیدرؑ کا

قصیدہ

خوشی اس بات کی سب سے زیادہ تھی پیمبرؐ کو
کہ میرے قوتِ بازو نے توڑا بابِ خیبر کو
خدا نے اس لئے پیدا کیا کعبے میں حیدرؑ کو
نہ تھا حسبِ مراتب زوج پیغمبرؐ کی دختر کو
ہوا جب فاطمہ بنتِ اسد پر دردِ زہ طاری
چلیں اپنے مکاں سے مضطرب اللہ کے گھر کو
جو پہنچیں نزد کعبہ دیکھتی ہیں در مقفل ہے
دعا کی کر مری مشکل کو آساں کھول دے در کو
یہ کہنا تھا کہ دیوارِ حرم میں در ہوا پیدا
ندا آئی کرو اس شمع سے روشن مرے گھر کو
سنی جس دم خبر پیدائش حیدرؑ کی احمدؐ نے
تو شکر حق ادا کرکے چلے اللہ کے گھر کو
اسی نورِ مجسم کا ملا جب دوسرا ٹکڑا
نبوت گود میں لائی امامت کے گُلِ تر کو
مسرت سے کھلی جاتی تھیں باچھیں شاد تھے حضرت
خدا کے گھر سے اپنی گود میں لائے برادر کو
یہ اِک پُر جوش لہجہ میں سُنا کہتے پیمبرؐ کو
کہ تنہا میرے بھائی نے اکھاڑا بابِ خیبر کو
یہ تھی تدریسِ علمِ حق چساتے تھے زباں اپنی
کیا علمِ لدنی اس طرح تفویض حیدرؑ کو

تعالی اللہ زورِ بازوئے حیدرؑ ذرا دیکھو
کئے اژدر کے دو ٹکڑے اکھاڑا بابِ خیبر کو
علیؑ کا مرتبہ اللہ اکبر کوئی کیا جانے
کلامِ حق کو دیکھو اور ارشادِ پیمبر کو
بھلا انسان اور مدحِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ
خدا قرآں میں کرتا ہے بیاں خود مدحِ حیدرؑ کو
غدیرِ خُم میں نعمت ختم کردی منکرو حق نے
پڑھو تم آیہ اکمل کو دیکھو شانِ حیدرؑ کو
یہ وہ مولودِ اعظم ہے کہ جس کا گیارھواں بیٹا
رکھے گا حشر تک قائم اِسی دینِ پیمبرؐ کو
ہوئیں جب راز کی باتیں اَحد میں اور احمدؐ میں
شبِ معراج سُن کر ہنس دئے آوازِ حیدرؑ کو
درِ کعبہ پہ کہتے تھے یہ جبریلِ امیں ہنس کر
خدا نے جانشیں بھیجا مبارک ہو پیمبرؐ کو
غدیرِ خُم میں احمدؐ نے بنایا اِک نیا منبر
فسانہ جس کا کرتا ہے بیاں اجلاسِ حیدرؑ کو
بلا لیجے کلیمِ زار کو جلدی نجف مولا
کسی صورت سے چین آتا نہیں ہے قلبِ مضطر کو

قصیدہ

جی میں ہے، دن عید کا ہے بزمِ رندانہ بنے
شیرِ حق ساقی پیمبرؐ پیرِ میخانہ بنے
ساقیِ کوثر بنے گا ساقیِ خُمِ غدیر
مستحق شرکت کا ہر اِک رندِ میخانہ بنے
پائے گا اوجِ خلافت آج شاہِ قُل کفا
پھر تو پاکستان میں بھی پاک میخانہ بنے
ساقیِ کوثر بنائے گا مئے خُم کی شراب
پھر نیا طینت کا اپنی اس کا پیمانہ بنے
امتحاں ہے آج رندوں کا دکھائیں اپنا ظرف
جوش میں رہتا ہے کون اور کون دیوانہ بنے
ہے عجب تاثیر اس مے کی کہ پی کر ایک گھونٹ
الفتِ ساقی میں ہر مے نوش مستانہ بنے
سال بھر کے بعد پینے کو ملی ہے خیر سے
پھر کہاں یہ دن کہ ایسی بزمِ رندانہ بنے
مصطفےٰؐ گھر سے خدا کے پھر کے آتے ہیں وطن
کیوں نہ ہو پھر عید، گلشن کیوں نہ ویرانہ بنے

دشت میں ہیں خیمہ زن شاہِ رُسل پیشِ غدیر
کیوں نہ رشکِ باغِ جنت پھر وہ ویرانہ بنے
حکم ہے ہوگی جماعت سے نمازِ ظہر اب
برسرِ منبر ہو خطبہ ایسا میخانہ بنے
ہے تعجب رند پڑھتے ہیں جماعت کی نماز
آج سے ساقی کی الفت دینِ رندانہ بنے
ساقیِ طیبہ بنے ہیں بادہ خواروں کے امام
ہر نمازی پر یہ واجب ہے کہ مستانہ بنے
قُل قُلِ مینا سے آتی ہے صدا یہ بار بار
خیر ہو خُم کی، سدا آباد میخانہ بنے
سجدہ گاہِ میکشاں تو بن گئی خُم کی زمین
چاہئے اِک دوسرے حق کا جلو خانہ بنے
کیوں نہ ہو خُم کی زمیں کعبہ کی ہمسر آج سے
یہ خلافت کی جگہ کعبہ زچہ خانہ بنے
دین کامل ہو یہیں اتمامِ نعمت ہو یہیں
مرضیِ حق ہے کہ فخرِ عرش ویرانہ بنے

تیرا وہ مہمان ہے، کر فخر اے خُمِ غدیر
جس کی خاطر خانہ کعبہ زچہ خانہ بنے
آئے منبر پر نبیؐ اُٹھ کر پس از ختمِ نماز
حمدِ رب میں گوہر افشاں شاہِ فرزانہ بنے
کی بیاں من کُنتُ مولاہُ کی آخر پھر حدیث
جس سے مولائے زمانہ شاہِ مردانہ بنے
گونج اُٹھا آسماں شورِ مبارکباد سے
زہر دشمن کو ہوا اور دوست مستانہ بنے
چاہتا ہوں یہ صلہ اِس نظم کا حق سے کلیم
یہ قصیدہ مغفرت کا میری پروانہ بنے

قصیدہ

بر ولادتِ فاطمہ زہراؑ

جب سے تجھ سے ساقیا صاحب سلامت ہوگئی
نورِ ایماں بڑھ گیا پاکیزہ طینت ہوگئی

سن کے احمدؐ کی زباں سے دیکھ کر تیری سخا
مختصر یہ ہے کہ آخر تجھ سے بیعت ہوگئی

تو بھی ساقیِ ازل ہے میں بھی ہوں مستِ ازل
اب ابد تک کے لئے باہم محبت ہوگئی

معنیِ تطہیر تو ہے غیر تیرے سب نجس
تیرا پیالہ پی کے میری بھی طہارت ہوگئی

مانگنے آئے فرشتے کس لئے مانگوں نہ میں
گند کچھ آلام سے میری طبیعت ہوگئی

مجھ کو لکھنا ہے قصیدہ آج اس تقریب میں
مصطفیٰؐ کے گھر میں دختر کی ولادت ہوگئی

یہ وہ بیٹی ہے جو بیٹے کا ہوئی نعم البدل
رحمت اللعالمینؐ پر اور رحمت ہوگئی

یہ وہ بیٹی ہے محبت جس کی تا روزِ جزا
فرض ہم پر ہوگئی اجرِ رسالتؐ ہوگئی
فاطمہؑ نورِ نبیؐ ہیں بضعۃ منّی گواہ
نور ہیں زہراؑ، لقب سے اور طلعت ہوگئی
خانہ زادِ حق علیؑ، زہراؑ نبیؐ کی لاڈلی
عقد سے باہم رسالتؐ اور امامت ہوگئی
دیکھئے زہراؑ نبیؐ کا نور، نورِ حق علیؑ
اس طرح نُورَین میں باہم قرابت ہوگئی
گھر خدا کے آئی بیاہی مصطفیٰؐ کی لاڈلی
اب تو اہلِ بیتؑ کی ثابت فضیلت ہوگئی
شان دونی ہوگئی پیدائشِ حسنینؑ سے
گود اب گویا رسالت کی امامت ہوگئی
ختم کرتے ہی قصیدہ دل پکار اٹھا کلیم
سب گنہ بخشے گئے قسمت میں جنت ہوگئی

قصیدہ

یہ دن برکت کا آیا رات بھی آئی سعادت کی
نبیؐ کے گھر خبر ہے آج دُختر کی ولادت کی
نبیؐ خوش تھے کہ بیٹی دی خدا نے اے زہے رحمت
مبارکباد دی جبریل نے آکر ولادت کی
انہیں کو بضعۂ منی کہا ختمِ رسالتؐ نے
یہ وہ ہیں جن سے جاری ہوگئیں نہریں امامت کی
پدر ختم رسل ہیں گیارہ بیٹے ہیں امام ان کے
وہ شوہر ہے کہ جس پر ختم ہے عزت ولایت کی
یہ وہ بیٹی ہے جس کے حق میں قرآں میں کہا حق نے
مودت اجر ہے اس کی محمدؐ کی رسالت کی
یہی بیٹی تو بدلے میں پسر کے دی ہے خالق نے
خدا نے رحمت اللعالمیں پر اور رحمت کی
نبیؐ نے بضعۂ منّی اسی بیٹی کو فرمایا
یہ بیٹی جڑ بنی کونین میں نسلِ امامتؑ کی
اسی بیٹی کو خالق نے فقط یہ مرتبہ بخشا
صدا تعظیم کرتے تھے نبیؐ خاتونِ جنت کی

اسی بیٹی کا بیٹا ہے جسے شبیرؑ کہتے ہیں

ازل میں بات رکھ لی جس نے امت کی شفاعت کی
نبی آئے بہت اِس شان کا کوئی نہیں آیا

یہ لے کر آئے دنیا میں سند ختمِ رسالتؐ کی
اتارا حق نے بعد ان کے علیؑ کو عین کعبہ میں

خلافت دی نبیؐ کی اور دی مسند امامت کی
ہوئے روشن زمین و عرش جب پیدا ہوئیں زہراؑ

ملائک حور و غلماں تھے بس اور چوکھٹ رسالتؐ کی
مشامِ جاں معطر کیوں نہ ہو پھولوں کی خوشبو سے

انہیں کے نور سے تخلیق کی ہے حق نے جنت کی
بہشت و کوثر و تسنیم پہ قبضہ ہے حیدرؑ کا

جنابِ فاطمہؑ مختار ہیں روزِ قیامت کی
اتارا پھر حسینؑ کو گھر میں حق نے بنتِ احمدؐ کے

کِھلی جاتی ہیں باچھیں خود بخود خویشِ رسالتؐ کی
یہ ہم شکلِ نبیؐ تھے خُلق بھی ویسا ہی پایا تھا

انہیں کی صلح کے قائل ہیں سب دیں کی حفاظت کی

ہیں سردارِ جوانانِ بہشت اس میں نہیں کچھ شک
ہے ارشادِ نبیؐ گنجائش اس میں کب ہے حجت کی
کیا پھر خلق حق نے پنجتنؑ کے نورِ آخر کو
کہ جس نے دینِ حق کی اپنا سر دے کر حمایت کی
حسینؑ منّی ختم المرسلیں نے ان کو فرمایا
انہیں سے تا قیامت نسل ہے قائم رسالتؐ کی
یہی سر تھا جو رکھا تھا شقی نے تخت کے نیچے
اسی سر سے تجلی بڑھ گئی تاجِ شفاعت کی
کلیمؔ اب دست بستہ عرض کر خاتونِ محشر سے
سند ہو وے عطا محشر میں مجھ کو باغِ جنت کی

قصیدہ

گھر خداوندِ دوعالم کا بسانے والے
آگئے فاطمہؑ کی گود میں آنے والے
جز علیؑ حق نے کسی کو نہ یہ رتبہ بخشا
ہیں یہی کوثر و تسنیم لُٹانے والے
اِک یہ ادنیٰ سا کرشمہ ہے تری قوت کا
انگلیوں پر درِ خیبر کو اٹھانے والے
دوشِ احمدؐ پہ رکھے پاؤں صنم بھی توڑے
پائی معراج نئی، کفر کے ڈھانے والے
تیرے کہنے سے ہر اِک کام نہ کیونکر ہوجائے
کہ ہیں اللہ و نبیؐ ناز اٹھانے والے
دیکھیں حیدرؑ کے طمانچے کو کوئی روک تو لے
اب ابوجہل کے آجائیں بچانے والے
تجھ کو اللہ کے بندوں نے خدا مان لیا
مرنے کے بعد نصیری کے جلانے والے
سوچ میں بیٹھے ہیں کس طرح علیؑ سے پوچھیں
لوٹ کر آئے ہیں معراج کے جانے والے
کون تھا کس نے دی حُر کو یہ سند بخشش کی
شہ مظلوم تھے، بگڑی کے بنانے والے
قدسی کہتے تھے زمیں والو جو ہیں زیرِ کساء
دیکھ لو یہ ہیں محمدؐ کے گھرانے والے
خوف کیا پُرسشِ اعمال کا ہو مجھ کو کلیم
چودہ معصومؑ ہیں فردوس دلانے والے

قصیدہ

درولادتِ حضرت امام حسین علیہ السلام

پلا ساقی مجھے وہ جام تو اپنی مودّت کا
کہ جس کی دُھن میں لکھوں مطلعِ ثانی ولادت کا

یہ شب آئی ہے برکت کی یہ دن آیا سعادت کا
کہ پیدا دوسرا بیٹا ہوا شاہِ ولایت کا

خدا کا شکر ہے وقت آگیا تیری ولادت کا
مکمل پنج سورہ بن گیا قراں کی صورت کا

یہ وہ فرزند ہے حامل ہے جو اسرارِ وحدت کا
کہ وارث ہے رسالتؐ کا امامتؑ کا ولایت کا

نہ کیوں سینہ ہو شق ہیبت سے شرک و کفر و بدعت کا
حسینؑ ابنِ علیؑ ضامن ہے تُو دیں کی حمایت کا

رسولؐ اللہ خوش ہیں شوق ہے دل میں زیارت کا
مکمل آج گلدستہ ہوا باغِ رسالتؐ کا

لئے بیٹھی ہیں اپنی گود میں شمعِ امامتؑ کو
شعاعِ حُسن سے روشن ہے گھر خاتونِ جنّت کا

علیؑ کا راحتِ جاں قوتِ بازوئے شہؐ ہے
کھلا ہے تیسرا گل آج بستانِ امامت کا
یہ تھی منظور خاطر فاطمہؑ زہرا کے جانی کی
قبالہ کردیا حق نے اسی کے نام جنت کا
حسب میں اور نسب میں اور نجابت میں طہارت میں
کوئی ثانی نہیں تیرا تو گوہر ہے شرافت کا
رسولؐ اللہ نانا اور علی بابا حسنؑ بھائی
وہ مادر ہے لقب جس کو ملا خاتونِ جنت کا
پدر ہیں ساقیِ کوثر تو نانا شافعِ محشر
محبوں کو ترے پھر خوف کیا روزِ قیامت کا
نہ اُترے آپؐ جب تک پشت سے نانا کی مسجد میں
بحکمِ رب رہا سجدہ میں سر ختمِ رسالتؐ کا
یزیدیت مٹا کرؑ نام قائم کر گیا اپنا
ترے اس عزم میں تھا راز پوشیدہ حقیقت کا
جو طالب ایک کا تھا سات بیٹے دے دیے اُس کو
بدل دینا تجھے مشکل تھا کیا راہب کی قسمت کا
اُمیدِ بخششِ اُمت ہے بے شک تم سے وابستہ
کہ تم جتنے بڑھے دل بڑھ گیا اتنا رسالتؐ کا
یزیدِ روسیہ کا نام لیوا تک نہیں کوئی
کروڑوں ہیں محب تیرے ثمر ہے یہ صداقت کا

نہ فرق آنے دیا تو نے خدا کے دین میں مولاؑ
قیامت تک رہا عالم میں چرچا تیری ہمت کا
بلاؤں پر بلائیں تھیں مگر رُخ پر بشاشت تھی
ترا صبر و تحمل بن گیا آئینہ قدرت کا
خدا سے لے کے وعدہ بخششِ امت کا نانا کی
مکمل کردیا محضر پیمبرؐ کی شفاعت کا
مثال انصار کی تیرے دو عالم میں نہیں ملتی
انہیں کے سر رہا سہرا وفا کا صبر و ہمت کا
ترے حملے وہ بھوک اور پیاس میں بے مثل تھے مولاؑ
رہے گا تا قیامت تذکرہ تیری شجاعت کا
حرم قیدی بنیں جانیں تلف ہوں گھر لٹے سارا
ترا ہی کام تھا واللہ سہنا اس مصیبت کا
ضعیفی اور تنہائی مدد کے کس سے طالب ہوں
جواں بیٹے کی میت اور وہ عالم یاس وحسرت کا
کلیمِ زار کی یہ عرض ہے مولاؑ بچے اکبرؑ
بلا لیجے مجھے مشتاق بے حد ہوں زیارت کا

قصیدہ

ولادتِ حضرت امام عصرؑ حجت اللہ عجل اللہ فرجہٗ

یہ عشقِ آلِ نبیؐ سب کے کام آتا ہے
ہر اِک کو خُلدِ بریں کا پیام آتا ہے

نگاہِ شوق خوشی کا مقام آتا ہے
الٹ کے پردۂ غیبت امامؑ آتا ہے

انہیں پہ حصر بس اسلام کی سلامتی ہے
یہ دینِ حق کا مدارالمہام آتا ہے

زمانِ کفر میں جیسے رسولؐ آئے تھے
یونہی یہ نائبِ خیرالانام آتا ہے

بھری ہے ظلم و ستم سے خدا کی ساری زمیں
دکھانے قسط و عدالت کو عام آتا ہے

لباس جسم پہ ختم الرُسل کا پہنے ہے
کمر میں باندھے علیؑ کی حسام آتا ہے

جمالِ شاہِ رُسل ہے جلالِ شیرِ خدا
کچھ اِس شِکوہ سے آخر امامؑ آتا ہے

خبر کے سنتے ہی تیاریاں ہیں محشر کی
عجیب ناز سے نازک خرام آتا ہے

محمدؐ آلِ محمدؐ کا ہے یہی دستور
وہی کہیں گے جو حق کا پیام آتا ہے

فلک سے آتی ہے پیہم صدا یہ ہاتف کی
جو غیب میں تھا تمھارا امامؑ آتا ہے

تو ہی مٹائے گا ادیانِ باطلہ کو تمام
کہ تو بحکمِ خدائے انام آتا ہے

کہا نبیؐ نے محمد ہیں مجھ سے بارہ اور
خدا کا جن پہ درود و سلام آتا ہے

ولائے آلِ محمدؐ ہے اور شکرِ خدا
یہ وہ عمل ہے جو محشر میں کام آتا ہے

ہمارے سامنے سے جامِ جم ہٹا ساقی
امامِ عصرؑ کی الفت کا جام آتا ہے

نبی کے بعد نبی جس طرح کہ آتے تھے
یونہی امامؑ کے بھی بعد امامؑ آتا ہے

ستارہ بُرجِ امامت کا بارہواں ہے یہی
سمٹ کے آخر نورِ تمام آتا ہے
خدا وہ دن بھی دکھائے کہ ہم سنیں یہ خبر
''نماز کعبے میں ہوگی امامؑ آتا ہے''
کلیم دیکھیے ہم کو بصورتِ موسیٰ
تجلی دیکھنے کا کب پیام آتا ہے
یہ آرزو ہے کہ پہنچوں درِ نجف پہ کلیم
کلام ہو یہ زباں پر غلام آتا ہے

قصیدہ

ہوگا ظاہر کبھی الفاظ کا عنواں ہوکر
وہ ابھی غیب میں ہے معنیِ قرآں ہوکر
تو وہ آئینہ کہ قرآن ہے جس کی تفسیر
معرفت کے لئے آیا مگر انساں ہوکر
تیرا جد مصحفِ ناطق ہے، تُو اس کا پارہ
یوں شبِ قدر میں نازل ہوا قرآں ہوکر
منتظر کب سے زمانہ ہے ذرا یہ تو سمجھ
چھپ گیا آنکھ سے تُو جلوۂ جاناں ہوکر
نور ہر وقت نظر آتا ہے مانا لیکن
نور بن جاتا ہے پردہ بھی درخشاں ہوکر
آنکھ میں نور ہے لیکن نظر آتا نہیں وہ
طالبِ دید یونہی رہ گئے حیراں ہوکر
دیکھ سکتی نہیں آنکھیں تو، مگر دل میں ہے نور
تُو یونہی دل میں چھپا جلوۂ ایماں ہوکر
غائب اللہ بھی ہے اور ہر اِک جا ہے ظہور
تُو بھی ظاہر ہے اسی طرح سے پنہاں ہوکر
جبکہ قرآن میں ہے یومنو بالغیب کا امر
اُس پہ لعنت ہے نہ مانے جو مسلماں ہوکر

تم کو چھپنا تھا تو پہلے سے خبر کردیتے
ڈھونڈھنے والوں کو حیراں کیا پنہاں ہوکر
آیۃ اللہ تجھے اس لئے کہتا ہے جہاں
آئے گا کعبہ سے تو بولتا قرآں ہوکر
شمعِ دیں ذات ہے تیری تو ہے غیبت فانوس
نور پھیلا ہے چراغِ تہہِ داماں ہوکر
صرف آغوشِ رسالتؐ کی کمی ہے ورنہ
تو بھی کعبہ سے نکلتا شہِ مرداں ہوکر
خوف میں نیند نہیں آتی مگر سوئے علیؑ
بسترِ ختمِ رسُل پر شہہ مرداں ہوکر
دل میں ہو اور نگاہوں سے تکلف یہ کیا
میزباں سے کوئی چھپتا نہیں مہماں ہوکر
دیکھو اچھا نہیں پردے میں زمانے کا نظام
تم کو کچھ اور نہ کہہ دے کوئی حیراں ہوکر
منتظر ہے ترے دیدار کا مدت سے کلیم
اَرنی کی ہے صدا موسیٰ عمراں ہوکر
ایک مدت سے یہی دل کی تمنا ہے کلیم
سر کے بل کرب و بلا پہنچوں خراساں ہوکر

قصیدہ

واہ کیا مطلع قصیدے کا ہے وہ روئے حسیں
دونوں مصرعے ابروئے پُر خَم ہیں بالائے جبیں

مطلعِ انور اگر کہیے تو زیبا ہے اُسے
چھوٹ سے جس کی منور ہوگئے دنیا و دیں

سنتے ہیں مغرب سے نکلے گا کسی دن آفتاب
میں یہ کہتا ہوں وہی سورج نہ ہو طالع کہیں

خانۂ کعبہ سے اُس خورشید کا ہوگا طلوع
کیونکہ یاں سے جانبِ مغرب ہے کعبے کی زمیں

سنتے ہیں اعجازِ ردِّ شمسِ حیدرؑ کو مگر
ہم بھی اِن آنکھوں سے دیکھیں رجعتِ مہر مبیں

دو زبانی پر قلم کو ہے تری مدحت میں عذر
اِک زباں والا کہاں تک ہو مضامیں آفریں

ایک جد پر تیرے، گو حق کی رسالتؐ ختم ہے
دوسرا جد ہے امامت میں امامِ اولیں

اس طرح اول بھی تو آخر بھی تو کہہ دوں نہ کیوں
اوّل و آخر خدا کی طرح تو ہے بالیقیں

سلسلہ ہے پھر امامت ہے وراثت میں تری
صاف ہے قرآں کی آیت نجعل ھُم وارثیں

انا انزلناہ تیری شان میں شامل ہوئی
قدر کی شب میں بنا تُو قدر کا مہرِ مبیں

آتے ہیں تجھ پر ملائک اور روح القدس بھی
شام سے تا مطلعِ فجر اے امامِ آخریں

چودہ معصومین میں شامل خدا کو کرلیا
پندرہ کو یوں ہوئی تیری ولادت بالیقیں

سُن رہے ہیں تیرہ صدیوں سے کہ آتا ہے کوئی
ایک دنیا منتظر بھی ہے مگر آتا نہیں

ہے ترے دیدار ہی کے ساتھ اِک اور آرزو
یہ کہ دنیا دیکھ لے اسلام ہی سچا ہے دیں

اب دکھا دے آکے حقانیتِ دینِ خدا
کیونکہ ہوگا ساری دنیا میں ترا ہی ایک دیں

میرے مولا بہر رب فرمایئے جلدی ظہور
بھر گئی ہے اب تو ظلم و جور سے ساری زمیں

شانِ مومن یومنو بالغیب ہے قرآں میں درج
غیبتِ کبریٰ پہ ہے اس وجہ سے اپنا یقیں
طول نے مجبور مجھ کو کردیا ورنہ کلیم
چاہتا تھا اور بھی لکھوں ثنائے شاہِ دیں
آیئے پردہ سے باہر جلد سب ہیں منتظر
راہ دیکھوں تابکے' اب صبر کی طاقت نہیں
اب زمانے کی بھی وسعت کی نہیں امید کچھ
کیونکہ ہے آخر زماں ذاتِ امامِ آخریں
کل قیامت کی ہوئی آخر یہ کب ہوتی ہے آج
صبر سے بیٹھے رہیں خاموش کب تک مومنیں
اب تمنا ہے یہی اور بس یہی مولا دُعا
ہم بھی ان آنکھوں سے دیکھیں رجعتِ مہرِ مبیں

قصیدہ

ہوئی طرزِ خلقتِ نورِ حق جو بشر کی شکلِ نیاز میں
تو بنا حقیقتِ کبریا وہی نورِ چشمِ مجاز میں

تُو خدا کے نور سے جب بنا تو بنا محمدِ مصطفیٰؐ
وہ ظہور ذات وصفات میں وہ ادائے ناز و نیاز میں

کیا تیرے نور کو خَلق جب تو بنا وہ نورِ حبیبِ رب
یہ محبتوں کا وفور تھا کہ رہا تو برسوں ہی راز میں

ترا نور جب ہوا ضوفشاں تو ہوئیں پھر اس میں ترقیاں
وہ ترقیاں ہوئیں جلوہ گر، اسی شانِ ذرہ نواز میں

وہی نور اولِ نور بھی وہی اوسط اور اخیر بھی
یہی کُلُّنا سے مراد ہے یہ حدیث ہے اسی راز میں

ہوئیں ختم جبکہ ترقیاں تو ہوا تمام وہ نورِ حق
جو ہوا تمامؐ بنا امامؑ اسی شانِ ذرہ نواز میں

کوئی کیا کرے گا تمیز پھر کہ مشابہت ہو جب اس قدر
وہی نام ہو وہی شکل ہو وہی نور پیکرِ راز میں

کوئی کہہ سکے گا یہ کس طرح کہ نہیں ہے صورتِ مصطفیٰؐ
وہی نورِ حق ہے جبین پر، وہی خَم ہے زُلفِ دراز میں

وہ پسر خدا نے تجھے دیا جو شرف تھا دونوں جہان کا
کہ امامِ امر و زمانہ ہے وہی اب عراق و حجاز میں

تجھے آج دن ہے تو عید ہے تجھے آج رات شب برات
مئے ناب کی ہے طلب مجھے تو ہی فتویٰ دے دے مجاز میں

مجھے سندھ میں وہ مئے عرب کہیں لا کے جلد پلا دے اب
وہی میکدہ جو حجاز میں اسے لا اٹھا کے جہاز میں

نہ وہ دل میں سوزِ الم رہے نہ جگر میں آتشِ غم رہے
یہ خدا ہی جانے اثر ہے کیا ترے آگ پانی کے راز میں

وہ ملا خلف تجھے ذی شرف جو ہے مجمع صفتِ سلف
کہ مشابہت میں رسولؐ ہے تُو امامِ دین کے ساز میں

اگر ایک جد ہے نبیِ حق تو امام دوسرا تیرا جد
یہ رسالت اور امامت اب ہوئیں تیرے ورثہ ناز میں

ملیں کیوں نہ ایسی شرافتیں کہ علیؑ کا نورِ نظر ہے تُو
وہ علیؑ کہ آ کے شہود میں بھی رہا ہے عالمِ راز میں

وہ علیؑ کہ جس پہ یہ شک رہا کوئی بندہ ہے کہ یہ ہے خدا
اُسے ہم بھی کہتے خدا مگر جو نہ دیکھ لیتے نماز میں

وہی نورِ حق وہی دستِ حق وہی سمعِ حق وہ زبانِ حق
اُسے حق کہیں گے نہ کس طرح کہ حقیقتیں ہیں مجاز میں

اُسی نور سے ہوئی ابتداء اُسی نور پر ہے اب انتہا
یہ ہیں وہ خدا کی مشیتیں جو نہاں تھیں پردۂ راز میں

جو پدر رسولؐ و امام ہوں تو پسر پہ کیوں نہ تمام ہوں
وہ شرافتیں کہ خدا کرے جنہیں حَصر ورثۂ ناز میں

تری ذات پر ہے قیامِ دیں تری ذات سے ہے نظامِ دیں
تو ہے اب جہاں میں امامِ دیں یہ ہے رازِ عمرِ دراز میں

یہ کلیمِ بے کس و بے نوا جو غم و الم میں ہے مبتلا
بسر اپنی عمر کر رہا ہے تری آرزوئے نیاز میں

قصیدہ

چار جانب سے ہے مرغانِ چمن کی یہ پکار
کہ چلو گلشنِ نرجس میں نئی آئی بہار

بیلیں انگڑائیاں لے کر جو چڑھی جاتی ہیں
ہے سوا صحن سے دیوارِ گلستاں پہ بہار

بطنِ نرجس سے ہوا بارھواں مولود وہ آج
کہ خبر دے گئے تھے جس کی رسولِ مختار

دین پر آئی سن اکسٹھ میں تباہی جیسی
سر کٹا کر ترے جد نے کیا زندہ اِک بار

پھر سے اسلام پہ آتا ہے وہی روزِ سیاہ
دینِ حق کا ہے امامت پہ تری دارومدار

واسطہ حق کا تجھے پردے سے باہر آجا
دینِ حق کا ہے تری ذات پہ موقوف سُدھار

ایک اسلام کے کر ڈالے بہتّر ٹکڑے
آکے ان جھوٹے مذاہب کو تُو کردے فی النار

گیارہ جد تیرے رسولوں سے ہیں رتبے میں سوا
بارھواں تو ہے جو غائب ہے بحکم غفار

وہ نہیں میں تیری غیبت سے جو انکار کروں
میرا ایماں ہے نہیں چودہ کا بے تیرے شمار

آپؐ کے در پہ کیا حق نے رسالت کو تمام
اور امامت ہوئی ختم آپؐ پہ با عزو وقار

سیر افلاک کی کی آپؐ کے جد نے مولا
کسی مرسل کو دیا حق نے نہ یہ عزو وقار

کردیا تم پہ تمام اپنی صفت کو حق نے
سب ہوں آگاہ کہ غیبت میں یونہی ہے غفار

رہی ہر پھر کے اسی گھر پہ خدا کی رحمت
تیرا جد عرش کا مالک تو زمیں کا مختار

تیرے ہی فیضِ قدم سے ہے زمانہ آباد
ورنہ آجاتی تباہی میں یہ امت بدکار

مجھ کو پامال زمانہ جو کرے کر ڈالے
میں نہ چھوڑوں ترا دامن جو بلا آئیں ہزار

تیرے آتے ہی زمانے نے بھی کروٹ بدلی
آگئی دینِ خدا میں وہی اگلی سی بہار

غیب میں رہ کے نہ کر نظم زمانہ آجا
کہیں کچھ اور نہ کہنے لگے تجھ کو سنسار

کوئی کہہ دے مرے مولا سے یہ منشائے کلیم
اپنے مداحوں میں فرمایئے میرا بھی شمار

قصیدہ

کچھ ایسے رنگ کی آئی مہ رجب میں بہار
خزاں کے بعد ہی عیدوں کا بندھ گیا اِک تار
رجب کی پہلی کو اور پانچویں کو دسویں کو
غرض کہ تیرھویں تک عیدیں مسلسل ہوئیں چار
منائیں عید نہ کیوں ہم، ہماری فطرت ہے
ہمارے عنصرِ تخلیق بھی ہیں خیر سے چار
ہوئیں پھر اور بھی دو عیدیں بعثت و معراج
غرض کہ سارے مہینے رہی رجب میں بہار
رجب گزر کے نظر آیا چاند شعباں کا
ہوئی دوبالا فضائے جہاں میں اور بہار
وہ تیسری کہ جو تھی نحس ہر مہینہ کی
بنایا فیضِ بہاراں نے سعد اُسے اِک بار
وہ گُل کِھلا کہ دو عالم کو کردیا روشن
جہاں میں رحمتِ حق اور شفیعِ روزِ شمار
نبیؐ کا نورِ نظر جانِ حیدرؑ و زہراؑ
حسنؑ کا بھائی جوانانِ خُلد کا سردار

حسینؑ ابنِ علیؑ افتخارِ کون و مکاں
کہ حُب و بغض کا جس کی صلہ ہے جنت و نار

اِسی بہار کا یہ سلسلہ رہا باقی
دکھائی پھر گُلِ نرجس نے پندرہ کو بہار

نزولِ سورہ والقدر ان کی شان میں ہے
یہی وہ بولتا قرآں ہے جس پہ دیں کا مدار

سلامتی ہے اسی سے تو صبحِ محشر تک
اسی سے باقی ہے دورِ زمانۂ دوّار

یہ بارہ پشت سے دنیا میں ہیں امامِ جہاں
نسب میں چودھویں پیڑی میں احمدِ مختارؐ

ظہور و غیب میں ہیں مثلِ خالقِ عالم
خدا کی شان' امامت کا غیب سے اظہار

جو اِن کے غیب پہ ایمان لائے وہ مومن
نہ لائے گر تو خدا کا بھی کردیا انکار

چھپے ہوئے تمھیں صدیاں گزر گئیں مولاؑ
اِس انتظار کی حد بھی ہے کوئی آخر کار

بدل دئے ہیں کتابِ خدا کے معنی و لفظ
عجیب کرتے ہیں تفسیر یہ وقود النار
ہزار کفر سے بد تر ہے یہ مسلمانی
جو بن رہے ہیں مسلماں یہ ان کے ہیں اطوار
عجیب حال مسلمانوں کا ہے اے مولا
بجز ظہور نہیں اور کوئی چارۂ کار
ہوئیں حضور کے نانا کی محنتیں برباد
نکالتے ہیں نئے دین اپنے دنیا دار
خدا کا شاہِ ولایت کا واسطہ مولا
کہ جلد خُذ بہ یَدی یا امامِ عالی وقار
مجھے بھی رنج و الم سے نجات حاصل ہو
تباہ حال ہے مداح بیکس و بے چار
کیا نصیب نے یاں تک مجھے نشانۂ غم
ملی ہے جگہہ جو رہنے کو بھی تو گولیمار
بس اب حضور گزارش کلیمِ زار کی ہے
دکھایئے ہمیں اب قسط و عدل کے آثار

مسدس

ہاں پھر اے ذہنِ رسا حُسنِ ذکاوت دکھلا اے زباں اپنی خداداد فصاحت دکھلا
غیب کی بات کو ظاہر بہ سلاست دکھلا اب اُٹھا پردۂ غیبت مجھے صورت دکھلا
غیب سے نورِ خدا آج تمام آتا ہے
لے زمانے میں زمانے کا امامؑ آتا ہے

اس کی تاثیر سے کونین ہے رشکِ گلزار غنچہ و گُل ہیں جو بے حد تو عنادل بھی ہزار
چشمِ نرگس کے اشارے ہیں تو سوسن کی پکار قابلِ دید ہے گلزارِ امامت کی بہار
باغ میں گُل کھلے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
انگلیاں سر و اٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

کچھ عجب رنگ سے آئی ہے رجب سے یہ بہار بندھ گیا بعدِ خزاں عیدوں کا پیہم اِک تار
پہلی کو پانچویں کو دسویں کو با عز و وقار الغرض تیرھویں تک عیدیں مسلسل ہوئیں چار
یوں ہر اِک عید میں اندازِ خود آرائی ہیں
جس طرح سلسلے سے چار کتب آئی ہیں

عید ہم کیوں نہ منائیں کہ ہے اپنی فطرت رنج میں رنج خوشی میں ہے خوشی کی عادت
سرخرو کیوں نہ ہوں ہے آلِ نبیؐ سے الفت حق نے کی چار عناصر سے ہماری خلقت
منتخب آلِ نبیؐ میں بھی بہ توقیر ہیں چار
علیؑ و فاطمہؑ و شبّرؑ و شبّیرؑ ہیں چار

چاند شعباں کا نظر آیا گزر کر جو رجب دُگنی اِس فصلِ بہاراں کی ترقی ہوئی اب
تیسری وہ مہ شعباں کی جو منحوس تھی سب نظرِ فیضِ بہاراں سے ہوئی سعد عجب
گُل کھلا وہ کہ دو عالم کے چڑھا سر بھی وہی
رحمتِ خلق وہی شافعِ محشر بھی وہی

قرۃ العینِ نبیؐ جانِ علیؑ و زہراؑ بھائی شبّر کا جوانانِ جناں کا آقا
خَلق میں نام حسینؑ ابنِ علیؑ ہے جس کا اوج وہ، صاحبِ معراج کے کاندھوں پہ چڑھا
حصر اس پر ہی نہیں دوش پہ آکر بیٹھے
سجدۂ حق میں بھی یہ دوشِ نبیؐ پر بیٹھے

پندرہ آگئی شعباں کی غرض آخر کار کِھل کے اِک دم گُلِ نرجس نے دکھائی وہ بہار
گِر گئے بس نظرِ خَلق سے سارے گلزار گھر پیمبرؐ کا بنا رشکِ جناں ایک ہی بار
چمنِ دہر کا اب نقش و نگار آخر ہے
کیونکہ گلزارِ امامت کی بہار آخر ہے

وہ بہار آخری آئی جو کہ آئی نہ کبھی دیکھی یہ فصل بھی یہ جلوہ نمائی نہ کبھی
غیبتِ حق نے مثال اپنی دکھائی نہ کبھی پھر سے بندوں میں ہوئی شانِ خدائی نہ کبھی
کیا نانا کو نبیؐ جد کو امامت بخشی
اب خدا پاس جو تھی اِن کو وہ غیبت بخشی

یہ وہ ہے آیا شبِ قدر میں مثلِ قرآں سورہ قدر کا مقصد ہے یہی راحتِ جاں
اس کو فرماتا ہے نور اپنا خدائے دو جہاں نورِ لا سے ہوئی تاریخ ولادت کی عیاں
خَلق کو آخری یہ حق کا پیام آتا ہے
دو سو چھپن میں یہی نورِ تمام آتا ہے

نور کے لفظ سے تاریخِ ولادت لکھی ماہِ شعبان تھا سن دو سو تھا چھپن ہجری
آج کرتا ہے تمام اس کو خدائے ازلی اسی تاریخ میں اس نور کی تولید ہوئی
جو ازل سے نہ کبھی آئی یہ وہ رات ہے آج
یہ وہ دولہا ہے کہ جس کی شبِ بارات ہے آج

آ گیا وقت پھرا ے ساقی مے خانہِ نور وہ پلا دے کہ اُترتے ہی گلے سے ہو سرور
جمع ہیں بزم میں اس وقت سب اربابِ شعور جامِ دل اِن کے تولا سے تری ہیں معمور

روزِ غیبت میں طلب مہرِ درخشاں کی ہے
کر دے ظاہر اُسے شیشے میں جو پنہاں کی ہے

وہ پلا شیشے میں جو تو نے بھری ہے ساقی طاقِ نسیاں پہ جو زاہد نے دھری ہے ساقی
دل تڑپتا ہے کہ وہ لال پری ہے ساقی یہی تسکیں دوِ دردِ جگری ہے ساقی

اپنی تر دامنی پر اپنے کو تائب دیکھوں
آنکھیں کھل جائیں تو میں جلوۂ غائب دیکھوں

ہاں پلا دے وہی مے جس کے ہیں منکر تر سے ابرِ رحمت کی طرح اوجِ سما سے برسے
فیض پائے ہیں سدا رندوں نے تیرے در سے واسطہ پوتے کا سیراب کر اب کوثر سے

جزر و مد میں ہو کہیں بحرِ عمیقِ رحمت
ایک ہی چھال میں ہم سب ہوں غریقِ رحمت

کس قدر نشہ سے ملتا ہے ترا غیب و ظہور کیونکہ پوشیدہ ہے دل کا نہیں کھلتا ہے سُرور
آنکھیں کر دیتی ہیں ظاہر کہ پیے ہے یہ ضرور جانتے ہیں اسے وہ رند جو ہیں اہلِ شعور

تیرے رندوں نے عجب مسلکِ عرفاں رکھا
دیدہ و دل میں تجھے ظاہر و پنہاں رکھا

اب نہیں وقت کہ رندوں کو پریشانی ہو تُو تو ہے عقدہ کشاء اس میں بھی آسانی ہو
تیری رحمت کی وہ اس وقت فراوانی ہو سر سے اونچا کرے اللہ کہیں پانی ہو

آخری بار ہے ارمان بھی سارے نکلیں
یاں اگر ڈوبیں تو کوثر کے کنارے نکلیں

ابتدا خُم سے ہے میخانوں کی با جاہ و حشم ہمتیں بڑھ گئیں میخانوں کی پھر تیری قسم
چودہ میخانے بنا ڈالے لگے ہاتھ بہم نیو کعبے سے رکھی سامرہ پہ ختم اِک دم
خستہ حالوں نے بصد عزو شرف سب میں بنائے
کربلا طوس و مدینہ و نجف سب میں بنائے

اِن بہاروں پہ نہ کی ساقی جو تو نے امداد آئے گی جائے طلب رند کے لب پر فریاد
شکر ہے ساقیِ سامرہ کی ہو عمر زیاد کردیا آخری میخانہ بھی جس نے آباد
آج منزل کا نشاں پا کے جمے بیٹھے ہیں
ہم بھی ہر پھر کے یہیں آ کے جمے بیٹھے ہیں

تجھ کو اے ساقیِ میخانہ الطاف و کرم جس میں لکھا ہے سقاہم اسی قرآں کی قسم
رب تجھے کہتا ہے رندوں کا خدائے عالم کہ یہاں لا وَنعم ہے نہ یہاں کیف نہ کم
تھوڑی تھوڑی ہی میں ہو جائیں گے سیراب بہت
پھنیاں پھنیاں ہی بھرا کرتے ہیں تالاب بہت

کرکرا نشہ مگر ہوگیا اس غم سے زیاد ہے عجب آپؐ کی غیبت سے زمانے میں فساد
اہلِ دنیا نے کئے دین تک اپنے ایجاد آپؐ کے ہوتے ہوئے دیں کی ہے لرزاں بنیاد
ہر مسلمان ہے اب حامیِ عصیاں مولا
کردیا خَلق میں قرآن کو ہذیاں مولا

ہیں عمل کفر کے اور دعویِ اسلام بھی ہے لمبی داڑھی بھی ہے اور مکر تہہِ دام بھی ہے
جبہ و سبحہ بھی غداریوں سے کام بھی ہے یہی معمول سحر کو بھی ہے اور شام بھی ہے
کیوں گنہ کے نہ ہوں عادی کہ وہ دہشت نہ رہی
حِلّتِ شرع کی بھی خَلق میں حرمت نہ رہی

آپ کے جد پہ نہ کیا کیا کئے امت نے ستم تین دن پیاسے رہے نکلا بہتر کا جو دَم
ایک ناوک میں ہوا اصغرِ بے شیر قلم انتقام ان سے بس اب لیجے نکل کر اِک دم

روز و شب ان کی عقیدت میں جفا کاری ہے
بنی عباس و امیہ کی پرستاری ہے

شکوہ امت کا کرے کیا یہ کلیمِ غمگیں بھر گئی ہے ستم و جور سے اب ساری زمیں
ہے یہی عرض کہ ظاہر ہو نہ کیوں خسروِ دیں اب بجز اس کے بظاہر کوئی چارہ ہی نہیں

کیا خدا جانے بُری اور بھی ملت ہوگی
نہ ہوئے آپؑ جو ظاہر تو قیامت ہوگی

نظم

فکرِ عصیاں اس لئے مجھ کو دمِ محشر نہیں
بخشوانے کو مرے کیا حیدرِ صفدر نہیں

اب سنیں تفسیرِ ما شُتِم محبانِ علیؑ
مدحِ حیدرؑ منزلِ تفسیر سے باہر نہیں

جس صفت کو لیجے ان کی ذات پر ہوگی وہ ختم
خَلق میں بعدِ نبیؐ اِن سے کوئی بڑھ کر نہیں

ناز بے جا ہے شجاعت پر تمھارا منکرو
بھاگنے والوں میں کوئی فاتحِ خیبر نہیں

ایک وہ ہیں غار میں رہتے رہے جو خوف سے
ایک یہ ہیں خوفِ جاں جن کو سر بستر نہیں

سو کے بستر پر نبیؐ کے شاہِ مرداں بن گئے
کیونکہ نیند آئی کسی کو خوف میں دم بھر نہیں

سبز چادر میں دکھایا معجزہ منہ ڈھانک کر
صبح تک سمجھا نہ کوئی بھی کہ پیغمبرؐ نہیں

سب قدوقامت وہی اس پر وہی اندازِ خواب
کیا حدیثِ لحمک لحمی کا یہ منظر نہیں

واہ رے شانِ علیؑ کعبے میں پیدا بھی ہوئے
اور پھر مشہور ابن اللہ تا محشر نہیں

گر فضیلت سے علیؑ کی منکرو منکر ہو تم
کہہ دو کعبے کو بھی پھر اللہ کا یہ گھر نہیں

منحرف ٹھہرو گے تم سمجھی نہ تم نے گر یہ بات
کعبہ بھی کعبہ نہیں گر قائلِ حیدرؑ نہیں

معجزہ ہے دوشِ حیدرؑ اور پائے مصطفیٰؐ
مثل اُشتر غار تک لانا کوئی مفخر نہیں

تھی نبوت سے امامت یاں قدِ آدم بلند
گھر خدا کے کیا یہ معراجِ شہِ صفدر نہیں

حق کے دو قرآن ہیں صامت ہیں اِک ناطق ہے ایک
فرق لیکن منزلت میں جن کی ذرہ بھر نہیں

لائے صامت کو بشکلِ وحی جبرئیلِ امیں
جس سے واقف خود ملک بھی غیرِ پیغمبرؐ نہیں

واہ رے قدرت کہ ناطق کو اتارا اپنے گھر
حجتِ حق پھر جہاں میں جز کوئی حیدرؑ نہیں

پہلے صامت سے کیا ناطق کو نازل اس لئے
یہ نہ کہہ دے کوئی، کیا سمجھیں کوئی مظہر نہیں

کعبہ ہے البیت کوئی اس کا گھر والا بھی ہو
اب تو اہلبیتؑ کوئی اور جُز حیدرؑ نہیں

مدح کی تعلیم پائی در سے حیدرؑ کے کلیم
اور دنیا میں اصول اس سے کوئی بہتر نہیں

سلام

اے سلامی ذکرِ آلِ مصطفیٰؐ ایسا تو ہو
خود خدا جس پر کہے صلِ علیٰ ایسا تو ہو

کشتیِ امت سنبھالے ناخدا ایسا تو ہو
ہو جو ہمنامِ خدا نامِ خدا ایسا تو ہو

دلبرِ زہراؑ کی الفت کا ملا حُر کو صلہ
نار سے بولی جناں بختِ رسا ایسا تو ہو

جُو حسینؑ ابنِ علیؑ ملتی نہیں ایسی مثال
سجدے ہوں خنجر تلے حق آشنا ایسا تو ہو

مرتضیٰؑ چالیس جا دعوت میں پہنچے ایک وقت
رد کوئی دعوت نہ کی معجز نما ایسا تو ہو

حضرتِ عیسیٰؑ پڑھیں گے پیچھے صاحبؑ کے نماز
مقتدی جس کے نبیؐ ہوں مقتدا ایسا تو ہو

آج تک قومِ نصیری کا عقیدہ ہے وہی
مان لیں بندے خدا، عبدِ خدا ایسا تو ہو

لے کے دریا بوند پانی کی نہ پی عباسؑ نے
ناز ہو جس پر وفا کو باوفا ایسا تو ہو

لا فتیٰ الا علیؑ لاسیف الا ذوالفقار
تیغ ایسی ہو تو پھر تیغ آزما ایسا تو ہو

ماہِ نو کو دیکھ کر کہتی تھی صغراؑ دل فگار
شاہ کا دیدار ہو ببرِ خدا ایسا تو ہو

ہو زیارت مجھ کو مولاؑ کی کہیں جلدی کلیم
کچھ اثر اپنا دکھا جائے دُعا ایسا تو ہو

سلام

سلامی مرقدِ شہؑ سے بڑھی توقیر مٹی کی
ہوئی خاکِ شفا مٹی سے یہ تقدیر مٹی کی

کفن پر جب مرے تحریر خاکِ کربلا دیکھی
فرشتے مسکرائے واہ رے تاثیر مٹی کی

کفن کو خاکِ پاکِ کربلا سے چاہئے لکھنا
ہے کافی مغفرت کے واسطے تحریر مٹی کی

ستاروں سے فزوں تابش میں ذرے کربلا کے ہیں
کہاں لکھا فلک کا اور کہاں تقدیر مٹی کی

لحد کو ضَرّہَ خاکِ شفا نے کردیا روشن
کوئی آکر یہاں دیکھے ذرا تنویر مٹی کی

کہاں ہیں کاتبِ اعمال دیکھیں تو ذرا آکر
لحد میں آکے مولاؑ نے وہ سب تحریر' مٹی۔ کی

ملا جب خاک میں خونِ شہیداں یہ شرف پایا
کہ عظمت کر رہا ہے ہر جوان و پیر مٹی کی

کفن لکھا ہوا خاکِ شفا سے تھا تو محشر میں
قبالہ بن گئی فردوس کا تحریر مٹی کی

مٹانے کے لئے اہلِ شقاوت بار بار اُٹھے
نہ دیکھی جاسکی قبرِ شہِ دلگیر مٹی کی

اٹھا کر اُمِ سلمیٰ نے جو دیکھا روزِ عاشورہ
لہو کی شکل میں صورت ہوئی تفسیر مٹی کی

کہا بانو نے دیکھا لاش کو جب شہؑ کے ہاتھوں پر
ہماری ساری محنت اصغرؑ بے شیر مٹی۔ کی

مٹانے کو نشاں اہلِ جفا نے کھود ہی ڈالی
بنائی تھی جو شہؑ نے تربتِ بے شیر مٹی کی

لعینوں کیوں سنانیں مارتے ہو جسمِ اکبرؑ پر
یہ تصویرِ محمدؐ ہے، نہیں تصویر مٹی کی

بہا تھا خون مقتل میں جہاں اکبرؑ کے زخموں سے
بلائیں لے رہی تھی شاہ کی ہمشیر، مٹی کی

زمینِ کربلا میں دفن ہیں زہراؑ کے مہ پارے
فلک رفعت ہوئی، اللہ رے توقیر مٹی کی

سلام

کہتا ہوں صاف بندہ ہوں میں بوترابؑ کا
کچھ ڈر نہیں ہے مجھ کو سوال و جواب کا

دیکھا جو حُسن اکبرؑ عالی جناب کا
غیرت سے زرد ہوگیا رُخ آفتاب کا

شاہد حدیثِ لحمک لحمی ہے منکرو
ہے خونِ شاہ خون رسالتؐ مآب کا

دینِ خدا جو باقی ہے اب تک زمانے میں
احسان ہے یہ سبطِ رسالتؐ مآب کا

دیکھو علیؑ کو مہرِ نبوتؐ پہ ہیں قدم
فرمایئے ہے رتبہ فزوں کس جناب کا

حُبِ ابو ترابؑ ہے وجہِ سکونِ قلب
محشر کا ڈر نہ خوف ہے روزِ حساب کا

نورِ علیؑ و نورِ محمدؐ جب ایک ہے
مدحِ علیؑ ہے وصف رسالتؐ مآب کا

اللہ رے جلالِ جنابِ ابو ترابؑ
تھرّا رہا ہے خوف سے تن آفتاب کا

حق ہے علیؑ کے ساتھ علیؑ حق کے ساتھ ہیں
فرماں ہے یہ جنابِ رسالتؐ مآب کا

مجبور ہیں عدو بھی جھکانے کو سر اُدھر
مولد ہے جو کہ خویشِ رسالتؐ مآب کا

جو مجلسِ حسینؑ میں آتا ہے مومنو
لاریب ہے جلیس رسالتؐ مآب کا

مولد نبیؐ کا ہو نہ سکا سجدہ گاہِ خَلق
مخصوص یہ شرف ہے فقط بوترابؑ کا

اصغرؑ کو بھیجتی ہیں پئے نصرتِ حسینؑ
یہ دل ربابؑ کا یہ جگر ہے ربابؑ کا

اصغرؑ پدر کے ہاتھوں پہ مقتل میں آئے ہیں
دھوکا ہوا عدو کو خدا کی کتاب کا

کھایا گلے پہ تیرِ ستم اور اُف نہ کی
کیا حوصلہ تھا اصغرؑ عالی جناب کا

کیوں شاق مرتضیٰ کی ولادت ہے کعبے میں
گھر ہے خدا کا اُس میں اجارہ جنابؑ کا

بن کر فقیر در پہ ملک آئے ہیں کلیم
یہ مرتبہ ہے بنتِ رسالتؐ مآب کا

جتنے نشے میں جانتا ہوں سب حرام ہیں
متوالا ہوں ازل سے غدیری شراب کا

خود مصطفےؐ نے پی ہے مباح و حلال میں
پینا ہے فرض عین غدیری شراب کا

سلام

جنگ کو خیمہ سے جب ثانیِ جعفرؑ نکلا
غُل ہوا فوج میں دیکھو وہ غضنفر نکلا

ہر گلی کوچے میں کوفے کے قیامت تھی بپا
قافلہ کرب و بلا کا جو کُھلے سر نکلا

یہ وصی میرا ہے مولائے جہاں ہے یہ علیؑ
کس جگہہ کس کی زباں سے سرِ منبر نکلا

عرش کی سیر کی باتیں بھی ہوئیں راز کی کچھ
جب نبیؐ لوٹے تو گرم آپؐ کا بستر نکلا

زور ایامِ رضاعت میں یہ تھا حیدرؑ کا
دو کیا پاس سے جھولے کے جو اژدر نکلا

سلام

مصطفیٰؐ و مرتضیٰؑ اللہ کی ہیں شان دو
ایک رحمت ایک نعمت ایک جاں انسان دو

منزلِ قرآں نبی ہیں معنیءِ قرآں علیؑ
کیا کتابِ حق کی ہیں تفسیریں عالی شان دو

مظہرِ اسلام احمدؐ منبعِ ایماں علیؑ
دین کے درجے ہیں یوں اسلام اور ایمان دو

شاہِ والا کی یہ ہٹ، باقی رہے دینِ رسولؐ
شمر کی یہ ضد کہ تم بیعت کرو ایمان دو

روکتے کیا احمدؐ و حیدرؑ کو اصنامِ حرم
لاکھ کافر ہوں تو کافی صاحبِ ایمان دو

آلِ احمدؐ کی وِلا ہو اور عمل بھی نیک ہو
بس یہی کافی ہیں بخشش کے لئے سامان دو

مصحفِ حق آلِ احمدؐ کا تمسک چاہئے
ہیں ہدایت کے زمانے میں یہی ارکان دو

خندق و خیبر کا فاتح جُز علیؑ ہوتا بھی کون
یہ عرب میں تھے لڑائی کے بڑے میدان دو
عرش پر احمدؐ گئے کعبے میں اُترے مرتضیٰؑ
سارے عالم میں یہی حق کے ہوئے مہمان دو
میری عترت اور کتابِ حق میں کچھ کرنا نہ فرق
ہیں رسولؐ اللہ کے امت کو یہ فرمان دو
حق نے صرف اِک مصحفِ ناطق پیمبرؐ کو دیا
اور بخشے فاطمہؑ کو بولتے قرآن دو
بخشواؤں جد کی اُمت شافع محشر بنوں
تھے حسینؑ ابنِ علیؑ کے دل میں یہ ارمان دو
حضرتِ زینبؑ کی دنیا میں نہیں ملتی نظیر
لعل جس نے اپنے بھائی پر کئے قربان دو
کربلا ہوتا ہوا پہنچوں خراساں بھی کلیمؔ
بس یہی مدت سے ہیں دل میں مرے ارمان دو

سلام

جب وغا کے لئے ہمشکلِ پیمبرؐ نکلا
شامی چلائے کہ دن میں مہِ انور نکلا

جب مدینہ سے دل و جانِ پیمبرؐ نکلا
روکے سب کہتے تھے لو نائبِ حیدرؑ نکلا

نا امیدی ہوئی بخشش سے گنہ گاروں کو
لال زہراؑ کا لئے قتل کا محضر نکلا

ہر مصیبت کے مقابل ہوئے بے خوف و ہراس
کون شبیرؑ سا دنیا میں غضنفر نکلا

اِک قیامت تھی بپا شام کے بازاروں میں
سورۂ کہف جو پڑھتا سرِ سروؑر نکلا

رائیگاں جد کی نہ محنت ہو رہے دینِ خدا
محضرِ قتل کی تکمیل کو اصغرؑ نکلا

بحرِ حق کا جو شناور تھا تو دو ہاتھ میں حرؑ
ڈوب کر خون میں اپنے لبِ کوثر نکلا

منکرو واقعہ معراج کا کیا بھول گئے
ہاتھ کس کا تھا وہ، جو پردے سے باہر نکلا

یوں تو کہنے کو عرب میں تھے ہزاروں ہی جری
شیرِ یزداں کا نہ آفاق میں ہمسر نکلا

آئے خیمے سے جو باہر شہؑ دیں بہرِ نماز
غُل تھا اعداء میں کہ وہ دین کا رہبر نکلا

کر کے پئے گھوڑے کو عباسؑ نے مارد سے کہا
جنگ کا دل میں جو ارماں تھا ستمگر نکلا

ہاں سنبھل ہوش میں آ اب تری باری آئی
وار کرنا تھا کہ پیروں کے تلے سر نکلا

بھاگ آئے وہ علم لے کے جو بنتے تھے جری
آخرش جنگ کو مولائے ابوذرؓ نکلا

مار کر مرحب و عنتر کو اکھاڑا در کو
پھول سے وزن میں کمتر درِ خیبر نکلا

تھا یہی دن کہ جو نازل ہوئی تھی نادِ علیؑ
مستحق اِس کرمِ حق کا بھی حیدرؑ نکلا

جانیں شیعوں کی نہ کیوں آپؑ پہ قرباں ہوجائیں
ہاتھ سے آپؑ کے اسلام سنور کر نکلا

لیلیٰ سر پیٹتی میت پہ یہ کہتی آئی
بیاہ کا دل میں جو ارماں تھا نہ اکبرؑ نکلا

ذبح کے بعد بھی یہ بغض، کہ گھوڑے دوڑائے
شہؑ کا پامالی کے قابل تنِ اطہر نکلا

لاشِ عباسؑ پہ رو رو کے یہ کہتے تھے حسینؑ
کوئی تجھ سا نہ وفادار برادر نکلا

آسماں پھٹ نہ پڑا ہائے زمیں شق نہ ہوئی
بے ردا بلوے میں زہراؑ کا بھرا گھر نکلا

ضد ہی کیوں کی گئی، جب دیکھنے کی تاب نہ تھی
کہئے ارمان کلیم آپ کا پتھر نکلا

سلام

طبع رنگیں آج فکر مدحتِ حیدرؑ میں ہے
خوشبوئے باغِ ارم کا گشت میرے گھر میں ہے

حیدرؑ و زہراؑ و حسنینؑ و محمدؐ ہیں بہم
جو ازل میں نور کا مجمع تھا وہ چادر میں ہے

مدح گویوں کا یہ رتبہ اہلِ محشر دنگ ہیں
جس کو دیکھو مسکراتا سایہ حیدرؑ میں ہے

ٹولیاں شیعوں کی ہیں ساقیِ محشر ساتھ ہیں
اشتیاقِ دید میں اِک جزرومد کوثرؑ میں ہے

نوجواں کی لاش پیری میں اٹھائیں کس طرح
فکر لے جانے کی خیمے میں دلِ سرورؑ میں ہے

قاسمِ نوشاہ کی میت کو یوں لائے حسینؑ
ٹکڑا ٹکڑا لاشۂ پامال کا چادر میں ہے

ہل گئیں خیبر کی چولیں کوہ کو جنبش ہوئی
آج عزمِ جنگ کس کا غزوۂ خیبر میں ہے

سلام

صلہ وِلا کا جناں میں یہ بے حساب ملا
کہ ساتھ حوروں کے کھویا ہوا شباب ملا

ہوئی زیارتِ حیدرؑ دَمِ سوالِ نکیر
ملے جو خاک میں ہم تو ابوترابؑ ملا

خدا کے پاس پہنچ تو گئے رسولِ کریمؐ
عبودیت کا مگر بیچ میں حجاب ملا

نکل کے فوجِ عدو سے حُر آیا حق کی طرف
یہ جاں نثار شہِؑ دیں کو لاجواب ملا

سوا علیؑ کے بھلا کس نے یہ شرف پایا
جہاں میں اِن کو ہی شیرِ خدا خطاب ملا

جمالِ حُسن میں محبوبِ حق کے تھے ثانی
پسر حسینؑ کو کیا رشکِ آفتاب ملا

خدا سے مانگو مگر واسطے سے حیدرؑ کے
اِدھر زبان سے نکلا اُدھر شتاب ملا

تھی سخت منزلِ اوّل لحد کے پاس تھا میں
کہ روشنی ہوئی فرزندِ بوترابؑ ملا

کہا کہ چین سے سو خوفِ باز و پُرس نہ کر
گناہ عفو ہوئے، مدح کا ثواب ملا

ملائے خاک میں سب حوصلے مرے دل کے
بڑھاپا آتے ہی کیا خاک میں شباب ملا

عدو تھے دیکھ کے حیراں حبیبؑ کے حملے
مدد جو پیری میں سروؑر کی کی، شباب ملا

جو پہنچا شاہ کی خدمت میں حُرِ نیک سیَر
ہراول ہوگیا لشکر کا یہ خطاب ملا

غضب ہے یاس سے بدلی امید صغراؑ کی
سنانی شہؑ کی سنی خط کا یہ جواب ملا

سناں کلیجے پہ کھا کر سدھارے سوئے جناں
غضب ہے خاک میں اکبرؑ کا یوں شباب ملا

وہ تین روز کی بھوک اور پیاس کی شدت
سوال کرتے تھے حضرتؑ مگر نہ آب ملا

زباں دکھانے پہ مارا لعیں نے تیرِ ستم
سوالِ آب پہ اصغرؑ کو یہ جواب ملا

طرح طرح کی پلائی علیؑ نے کوثر پر
ہر ایک گھونٹ مجھے بہتر از گلاب ملا

میں منتظر ہوں بلاؤگے کربلا کب تک
مرے سوال کا مولا نہ کچھ جواب ملا

میں ذاکر اور تو زاہد یہیں سرِ محشر
مرے حساب سے اپنا ذرا حساب ملا

میں وہ کلیم ہوں جس کا کلام سُن سُن کر
ازل میں ذاکرِ آلِ نبیؐ خطاب ملا

سلام

کون کہتا ہے کہ جنت کربلا سے کم نہیں
یہ زمیں وہ ہے کہ جو عرشِ عُلا سے کم نہیں

ہو دُعا میں جو ہمیشہ اوّل و آخر درود
عرش پر جانے میں یہ آہِ رسا سے کم نہیں

نورِ واحد سے محمدؐ اور علیؑ جب خلق ہوں
مرتضیٰؑ سے وہ تو یہ بھی مصطفیٰؐ سے کم نہیں

مر گیا جب دل تو کیا دنیا میں لطفِ زندگی
یاس کا ہونا تمنا میں قضا سے کم نہیں

کیا فضیلت دی خدا نے مرتضیٰؑ کو خلق میں
اس کے بندے مان ہی بیٹھے خدا سے کم نہیں

طوطیِ سدرہ نہ ہوں نازاں خدا کی حمد پر
میری مدّاحی بھی کچھ فضلِ خدا سے کم نہیں

گرچہ تھے طفل و جوان و پیر انصارِ حسینؑ
جنگ میں لیکن برابر تھے ذرا سے کم نہیں

تین دن سے اصغرؑ بے شیر نے پائی نہ بوند
یہ جوان و پیر سے اس سن میں پیاسے کم نہیں

کربلا پہنچادے گر بختِ رسا مجھ کو کلیمؔ
میں تو یہ سمجھوں کہ یہ فضلِ خدا سے کم نہیں

سلام

گلا کٹوادیا اور اُف نہ کی شبیرؑ کیا کہنا
بڑھادی آپؑ نے اسلام کی توقیر کیا کہنا

تری شرمندۂ احسان ہے اسلام کی فطرت
رضائے حق کی جیتی جاگتی تصویر کیا کہنا

حُرِ ذیجاہ نے جب شاہ کے قدموں پہ سر رکھا
ملائک نے کہا اللہ رے توقیر کیا کہنا

کریں گے اہلِ دل خاکِ شفا پر حشر تک سجدے
شہیدانِ وفا کے خون کی تاثیر کیا کہنا

زمیں سے عرش تک حُسنِ عمل کا وہ اُجالا ہے
دو عالم کہہ اٹھے اسلام کی تنویر کیا کہنا

رجز خوانی بنی معجز بیانی شہ کی مقتل میں
مخالف کہہ رہے تھے واہ رے تقریر کیا کہنا

غمِ راحت رساں انسانیت کو ناز ہے تجھ پر
شہیدِ کربلا کی آہِ پُر تاثیر کیا کہنا

ترا ماتم رہے گا حشر تک ہر ملک و ملت میں
یہ ہے مظلومیت کی قوتِ تسخیر کیا کہنا

منور کردیا کاشانۂ دل چشمِ گریاں نے
غمِ سبطِ نبیؐ کی چشمِ عالمگیر کیا کہنا

سلام

جفا میں جور میں ظلم و ستم میں آہ و نالے میں
غمِ سرورؑ سلامی فرض ہے ہر اِک حوالے میں

یہی لکھا ہے ہر تاریخ والے نے مقالے میں
نویں شب کو بہتّر چاند تھے مولاؑ کے ہالے میں

عجب تاثیر تھی اہلِ حرم کی آہ و زاری میں
کہ اب تک تاب سننے کی نہیں ہے سُننے والے میں

فدا شہؑ پر ہوئے سر دے دیا لیکن نہ منہ موڑا
کمال ایماں کا تھا ہر ایک پیاسے مرنے والے میں

بہار اپنی دکھائی اشک خونیِ شہِؑ دیںؑ نے
کِھلے ہیں کیا گُلِ رنگیں مرے دامن کے تھالے میں

وِلائے مرتضیٰؑ ہو یا شہِؑ مظلومؑ پر رونا
پھری ہیں رحمتیں حق کی اسی حیلے حوالے میں

فدا شہؑ پر ہوئے سر بھی کٹے لیکن نہ رن چھوڑا
وفا کے کیا نئے جوہر تھے ہر اِک مرنے والے میں

نہاں بھی اور عیاں بھی واہ رے محبوب کا پردہ
عجب چلمن بنائی غار پر مکڑی کے جالے میں

کلیجے پر سناں کھا کر علیؑ اکبر نے جاں دے دی
غضب کا زہر تھا اُس دشمنِ ایماں کے تھالے میں

تنِ شہؑ پر ہزاروں زخم تھے پر مسکراتے تھے
یہ جوشِ عشقِ خالق تھا شہادت پانے والے میں

خریدی جب زمینِ کربلا شہؑ نے تو زینبؑ نے
کہا اکبرؑ کا میرے نام ہو بھائی قبالے میں

عزادارِ شہ دیں مرثیہ خواں اور ثنا گو بھی
خدا کا فضل شامل ہے کلیم اپنے مقالے میں

مرثیہ۔۱

جبکہ گھوڑے سے گرا حر دلاور رن میں　　غل ہوا مارا گیا شاہ کا یاور رن میں
چُور شمشیر و تبر سے ہوا صفدر رن میں　　لاش پر اس کی گئے سبطِ پیمبرؐ رن میں
سر کو مہماں کے رکھا زانوئے نورانی پر
بوسہ شفقت سے دیا چاند سی پیشانی پر

رو کے فرمایا کہ اے مونس و غمخوار مرے　　ہائے کیا حال ہوا حر وفادار مرے
اے فدائی مرے اے یاور و انصار مرے　　ہائے اے عاشقِ جانباز مددگار مرے
میری الفت میں یہاں جان گنوائی بھائی
موت تجھ کو سپہہ شام سے لائی بھائی

آخری وقت میں شبیرؑ سے کچھ بات تو کر　　کوچ دنیا سے ہے بیکس سے ملاقات تو کر
ہے اجل سر پہ کھڑی حرف و حکایات تو کر　　ظاہر ارمانِ دلِ زار و خوش اوقات تو کر
درد دل میں ہے جو منہ سے نہیں بولا جاتا
کیا سبب ہے جو نہیں آنکھوں کو کھولا جاتا

دیکھ گھیرے ہے مجھے شام کا لشکر اے حر　　چل رہے ہیں تبر و نیزہ و خنجر اے حر
نزع میں ہے پسرِ فاتحِ خیبر اے حر　　اُٹھ کے مظلوم کی بیکس کی مدد کر اے حر
کیا پڑا خاک پہ اے شیرِ نری سوتا ہے
اب یہاں خاتمہ آلِ عبا ہوتا ہے

سہل کردے گا خدا منزلِ آخر اے حر
الوداع اے رہِ جنت کے مسافر اے حر
داغ کس کس کے لئے ہیں مری خاطر اے حر
لُٹ رہا ہے یہ غریب اور یہ صابر اے حر

ساتھ جو آئے تھے منہ موڑے چلے جاتے ہیں
قافلے والے ہمیں چھوڑے چلے جاتے ہیں

غش کے عالم میں سُنی اُس نے یہ آوازِ حزیں
کھول کر آنکھیں یہ کی عرض کہ اے قبلہ دیں
زخم وہ حلق پہ ہے بادشہِ عرش نشیں
جس کے باعث سے مجھے بولنے کی تاب نہیں

رہروِ منزلِ تسلیم و رضا ہوتا ہوں
قدمِ پاک سے حضرتؑ کے جدا ہوتا ہوں

شہ نے رومال کیا تیغ کے قبضہ سے جدا
اس کو حلقوم پہ مہماں کے بہ شفقت باندھا
اور فرمایا کہ یہ خلعتِ آخر ہے ترا
اور جو حسرت و ارماں ہو بیاں کر شیدا

ہے دمِ نزع تری کوئی تمنا باقی
پھر کہاں خلق میں یہ بیکس و تنہا باقی

ہورہا ہے چمنِ فاطمہؑ زہرا تاراج
صبح سے کٹتی ہے اولادِ رسولِ معراج
ننھے بچے ہیں مرے پانی کی خاطر محتاج
رانڈ ہوتی ہیں بہو فاطمہؑ زہرا کی آج

قیدِ ناموسِ محمدؐ کا ملال آتا ہے
تیری غربت کا مگر دل کو خیال آتا ہے

عرض کی اس نے کہ اے بادشہِ ارض وسما
والیِ ظلم و ستم ہے یہ سپاہِ اعداء
اپنی ناموس کا کچھ غم نہیں مجھ کو اصلا
رنج یہ ہے کہ بھرا گھر ہوا زہراؑ کا فنا

خانہ بربادیِ سادات کا غم ہے مجھ کو
قیدِ ناموسِ محمدؐ کا الم ہے مجھ کو

بس یہی ایک تمنا ہے شہنشاہِ حضور
درِ خیمہ پہ مری لاش کو لے جائیں حضور
تا کہ عریاں نہ کرے مجھ کو یہ فوجِ مقہور
ہووے پامالی سے محفوظ یہ بیکس مجبور
بعد مرنے کے مری عزت و حرمت بچ جائے
آبرو لاش کی حضرتؑ کی بدولت بچ جائے

یہ سُخن سنتے ہی گویا ہوئے سلطانِ زمنؑ
تیرے لاشے کو اٹھا لے گا یہ محبوسِ محن
ہوگا پامالی سے محفوظ تُو اے غنچہ دہن
کو کہ موجود نہیں یاں تری مادر نہ بہن
تیرے لاشے پہ وہ سب اشکوں سے منہ دھوئیں گی
تجھ کو شہزادیاں بھائی کی طرح روئیں گی

جس کا لاشہ نہیں اُٹھے گا وہ ہم ہیں بھائی
موردِ صدمہ و اندوہ و الم ہیں بھائی
بعدِ مُردن بھی عجب ظلم و ستم ہیں بھائی
تنِ مجروح کو عریانی کا غم ہے بھائی
ہاتھ بھی لاشہ بے سر کے قلم ہوویں گے
اور پامالِ جفا گھوڑوں کے ہم ہوویں گے

ذکر یہ تھا کہ اُسے موت کی ہچکی آئی
پتلیاں پھر گئیں آنکھوں کی گئی بینائی
مرگیا سیدِ مظلوم کا وہ شیدائی
شہ نے یہ دیکھ کے فرمایا کہ ہے ہے بھائی
کس مصیبت میں یہاں رُخ کو ہے موڑا تُو نے
کیوں تری بیکس و مظلوم کو چھوڑا تُو نے

لے چلے لاش کو مہماں کی اعزِ کونین
آ کے سیدانیوں سے بولے بصد شیون و شین
بی بیو آ کے کرو لاشہ مجروح پہ بین
یہ تری آ کے ہوا فوج سے مہمانِ حسینؑ
بال بکھرا دئے منہ آنسوؤں سے دھونے لگیں
لاش پر حُر کے نبیؐ زادیاں سب رونے لگیں

جس کے باعث سے یہ مہمان نے عزت پائی
جب کہ بے سر ہوا اللہ کا وہ شیدائی
لاش حضرتؑ کی کسی نے نہ وہاں اٹھوائی
ہائے وہ دشتِ بلا لاش کی وہ تنہائی
رحم شبیرؑ پہ کھایا نہ ستمگاروں نے
لوٹ لی لاش کی پوشاک جفا کاروں نے

عمرِ سعد نے یہ حکم سواروں کو دیا
جلد پامال کرو لاشِ شہنشاہِ ہدا
سُن کے یہ فوج سے در آیا سواروں کا پرا
قومِ حُر لاش پہ حُر کی ہوئی آکر یکجا
تنِ غازی کو نہ پابندِ الم ہونے دیا
حر کے لاشے کو نہ پامالِ ستم ہونے دیا

حُر کے لاشے کو سواروں نے بچایا ہے ہے
پر کوئی شہؑ کے بچانے کو نہ آیا ہے ہے
حقِ زہراؑ و محمدؐ کو بُھلایا ہے ہے
ہائے بے رحموں نے گھوڑوں کو اٹھایا ہے ہے
در پئے صدمہ و بیداد جفا کار ہوئے
مستعد لاش کی پامالی پہ اسوار ہوئے

دیکھا ناموسِ محمدؐ نے جو یہ ظلم و ستم
پڑ گیا خیمہ اطہر میں تلاطم اُس دَم
کہا سجادؑ سے بانو نے بہ چشمِ پُرنم
کچھ خبر ہے تمھیں مارے گئے سلطانِ اُمم
سرِ مظلوم سرِ نوکِ سناں ہوتا ہے
اور پامالی کا سامان وہاں ہوتا ہے

باپ کی لاش کو ایذا سے بچاؤ بیٹا
گِرد حضرت کے سواروں کو ہٹاؤ بیٹا
جا کے شبیرؑ کو مقتل سے اٹھاؤ بیٹا
کیا پڑے غش میں ہو امداد کو جاؤ بیٹا
یہ ستم اور جگرِ حیدرِ کرار کہاں
تنِ شبیرؑ کہاں اور سُمِ رہوار کہاں

اور یہ فریاد تھی زینبؑ کی دہائی بابا
لُٹ گئی دشت میں حضرت کی کمائی بابا
بے گُنہہ ذبح ہوا ہے مِرا بھائی بابا
اور لاشے پہ ہے اعداء کی چڑھائی بابا

تازہ بیداد و جفا عزبدہ جو کرتے ہیں
آیئے لاش کو پامال عدو کرتے ہیں

تھی یہاں آلِ محمدؐ پہ قیامت ہے ہے
واں ہوئی لاشہ شبیرؑ پہ بدعت ہے ہے
چُور زخموں سے ہوا سینہ حضرتؑ ہے ہے
بعد مرنے کے ہوئی اور یہ آفت ہے ہے

غول باندھے ہوئے اسوار پڑے پھرتے تھے
چاند سے سینے پہ رہوار پڑے پھرتے تھے

اے کلیم اب نہیں مقدورِ رقم تابِ بیاں
جس طرح لُٹ گئی اولادِ رسولؐ دوجہاں
نہ وہ سرکار رہی اور نہ وہ شوکت و شاں
ہوگیا فاطمہؑ زہرا کا بھرا گھر ویراں

قتل وارث ہوئے اور خیمے بھی تاراج ہوئے
سر برہنہ حرمِ صاحبِ معراج ہوئے

مرثیہ۲

مومنو سبطِ پیمبرؐ سے وطن چھٹتا ہے
سید و بیکس و مظطر سے وطن چھٹتا ہے
قاسم و اکبرؑ و اصغرؑ سے وطن چھٹتا ہے
ہائے عباسِ دلاور سے وطن چھٹتا ہے
در بدر کرتی ہے قسمت وطن آواروں کو
لپٹے جاتی ہے اجل فاطمہؑ کے پیاروں کو

دشتِ غربت میں شہنشاہِ اُمم جاتے ہیں
دکھ اُٹھانے کے لئے صاحبِ غم جاتے ہیں
اپنے مقتل کو شہیدانِ ستم جاتے ہیں
قید ہونے کے لئے اہلِ حرم جاتے ہیں
اہلِ بیتِ نبوی اشکوں سے منہ دھوتے ہیں
اپنی مظلومی پہ خود شاہِ زمن روتے ہیں

درودیوار سے آتی ہے صدائے شیون
شہہ سے رخصت کے لئے آتے ہیں یارانِ وطن
کہتے ہیں رو رو کے شیعہ یہی آپس میں سخن
دیکھئے پھر کے کب آتے ہیں شہنشاہِ زمنؑ
صاف بربادی کا سامان نظر آتا ہے
شہر تاراج و پریشان نظر آتا ہے

ابنِ زہراؑ سے مدینہ ہوا خالی ہے ہے
کوچ فرماتا ہے اِس دیس کا والی ہے ہے
آج چھٹتے ہیں شہِ دیں سے موالی ہے ہے
کس مصیبت میں پھنسے سیدِ عالیؑ ہے ہے
سبطِ احمدؐ کی جدائی سے جگر ہلتے ہیں
دیکھئے اپنے شہنشاہ سے کب ملتے ہیں

گھر سے روتے ہوئے باہر کبھی آتے ہیں حسینؑ
یاس کی باتیں محبوں کو سناتے ہیں حسینؑ
کبھی روتے ہوئے ماؤں میں جاتے ہیں حسینؑ
سینے سے فاطمہؑ صغرا کو لگاتے ہیں حسینؑ
کہتے ہیں رو کے نہ منہ اشکوں سے دھوؤ بیٹا
اس طرح آگے مسافر کے نہ روؤ بیٹا

ساتھ لے جانے میں کچھ عذر نہیں ہے دلبر فصل گرمی کی یہ ہے اور ہے بیماروں کا سفر
تم ہو بیمار تمھیں رہنا مناسب ہے گھر کہیں ایسا نہ ہو رستے میں تمھیں پہنچے ضرر
گرچہ تقدیر میں ملنا ہے تو پھر آئیں گے
دن جدائی کے بھی اے لعل گزر جائیں گے

وہ یہ کہتی تھی نہ کس طرح کروں آہ و بکا ہوتی ہے آج یہ بیمار مسیحا سے جدا
تڑپے کس طرح نہ سینے میں کلیجہ میرا ہائے چھٹتا ہے مرا چاہنے والا بابا
موردِ صدمہ و اندوہ و بلا ہوتے ہیں
آج سب کنبہ سے اِک بار جدا ہوتے ہیں

مجھ کو بھی ساتھ لو صدقے میں تمھارے بابا چھوڑ جاؤ نہ مجھے گور کنارے بابا
اے مرے چاہنے والے مرے پیارے بابا رحم احوال پہ فرماؤ ہمارے بابا
دلِ بیمار بہت سینے میں گھبرائے گا
چھوٹ کر اپنے مسیحا سے نہ چین آئے گا

بولے منہ چوم کے بیٹی کا یہ سلطانِ ہدا اپنی تنہائی کا غم کھاؤ نہ اے ماہِ لقا
دل کو بہلائیو ہمجولیوں سے اے صغراؔ ایک دن پاس بلالوں گا میں تجھ کو بیٹا
جس جگہ چین کسی شہر میں ہم پائیں گے
علی اکبر ترے لینے کو ضرور آئیں گے

تم سمجھنا نہ یہ دل میں کہ بھلا دیں گے تمھیں پاس اپنے کبھی اِک روز بلا دیں گے تمھیں
پیار سے اپنے کلیجے سے لگا دیں گے تمھیں گرچہ روٹھی ہوئی ہوگی تو منا دیں گے تمھیں
اب نہ بچھڑوں کے لئے آٹھ پہر رونا تم
اب نہ گوہ گوہ کے مرے واسطے جی کھونا تم

الغرض بیٹی کو سمجھا کے بہ چشمِ پُر نم　　جد کے روضہ پہ گئے روتے ہوئے شاہِ اُمم
عرض کی آیا ہے ملنے کو یہ محبوسِ الم　　ہوتا ہے روضۂ اقدس سے جدا یہ پُر غم

میری بربادی کا کوفہ سے پیام آیا ہے
آپؑ سے آخری رخصت کو غلام آیا ہے

ہے مرے سر کا طلبگار یزید بے پیر　　ہیں مرے قتل پہ آمادہ کئی لاکھ شریر
دیکھئے مجھ کو کہاں لے کے چلی ہے تقدیر　　ہوں عجب دُکھ میں گرفتار میں بیکس دلگیر

پنجۂ ظلم سے کس طرح اماں پائے حسینؑ
ننھے بچوں کو کہاں لے کے نکل جائے حسینؑ

فصل گرمی کی ہے اور ساتھ ہے بچوں کا سفر　　دیکھئے بنتی ہے کیا میرے جگر بندوں پر
آج جاتے ہیں وہ نکلے جو نہ گھر سے باہر　　آپؑ کے پیاروں پہ کیا وقت ہے اے خیرِ بشر

لُٹنے کو جاتی ہے کُنبے کی کمائی بابا
گھر اُجڑتا ہے مرا آج دہائی بابا

موت درکار ہے اے بادشاہِ عرش نشیں　　اپنے مرقد میں بلالو مجھے اے قبلہ دیں
تنگ دنیا سے ہوں رہنا مجھے درکار نہیں　　دھیان یہ ہے کہ نہ سیدانیاں لُٹ جائیں کہیں

پھر گیا بیکس و مضطر سے زمانہ نانا
اب سوا یاں کے نہیں میرا ٹھکانہ نانا

الوداع اے لحدِ پاکِ رسولؐ امجاد　　دیکھئے پھر کے بھی آتا ہے یہ بیکس ناشاد
اِک مرے سر کے لئے جمع ہیں لاکھوں جلاد　　ہوتی ہے آلِ شہنشاہِ دو عالم برباد

لے کے کنبہ کو میں آوارہ وطن ہوتا ہوں
اب جدا آپؑ سے اے شاہِ زمن ہوتا ہوں

اس طرح سے جو کئے سیدِ مظلوم نے بین ہو گئے قبر میں محبوبؐ الٰہی بے چین
آئی آواز کہ صدقے میں ترے نورالعین اے مرے بیکس و مضطر مرے مظلوم حسینؑ

اے مرے بے وطن و صابر و شاکر شبیرؑ
جاؤ مقتل کو خدا حافظ و ناصر شبیرؑ

تیری غربت کے میں صدقے مرے پیارے شبیرؑ اے مرے ظلم رسیدہ مرے بیکس دلگیر
لے چلی ہے تجھے روضے سے چھڑا کر تقدیر بے ترے چین کہاں مجھ کو بھی اے ماہِ منیر

شاق نانا کو جدائی ہے تمھاری بیٹا
ساتھ جاوے گی ترے روح ہماری بیٹا

سُن کے یہ روتے اُٹھے واں سے شہنشاہِ زمنؑ ماں کی تربت سے گئے ملنے کو باصد شیون
عرض کی آیا ہے رخصت کو یہ آوارہ وطن ہے عجب دکھ میں گرفتار یہ محبوسِ محن

ہجر کا دَور فلک نے ہمیں دکھلایا ہے
آخری ملنے کو مادر سے حسینؑ آیا ہے

نہ کہیں امن کا گوشہ ہے نہ راحت مجھ کو دیتے ہیں رنج و الم اہلِ شقاوت مجھ کو
لئے جاتی ہے کہاں دیکھئے قسمت مجھ کو جھیلنا ہووے گا اب صدمہءِ غربت مجھ کو

مبتلائے غمِ اندوہ و بلا ہے شبیرؑ
لے کے ناموس کو جنگل کو چلا ہے شبیرؑ

لحدِ پاک میں کس طرح تمھیں آئے گا چین وطن آوارہ ہوا آپؑ کا یہ نورالعین
کیوں نہ روضہ کی جدائی سے کروں شیون و شین پھر کے یثرب میں نہ آئے گا یہ مظلوم حسینؑ

وطن آواروں کو تسکین کہاں ملتی ہے
کہیں راحت نہ کہیں مجھ کو اماں ملتی ہے

الوداع اے لحدِ پاک بتولؑ عذرا الوداع اے جگر و جانِ رسولؐ دوسرا
الوداع اے مری سرتاج مری عقدہ کشا الوداع اے مری غمخوار مری ماں زہراؑ

ہاتھوں کو تربتِ اقدس سے لگا لو اماں
اپنے پیارے کو گلے آ کے لگا لو اماں

یہ سخن کہہ کے جو اٹھنے لگے شاہِ دلگیر اس گھڑی فاطمہؑ زہرا کا ہوا حال تغیر
ہاتھ زہراؑ کے نکل آئے وہیں بے تاخیر جھک گئے اور بھی تعویذِ لحد پر شبیرؑ

یاس و حسرت کے سخن مادر و لدار میں تھے
ہاتھ زہراؑ کے گلوئے شہ ابرار میں تھے

آتی تھی فاطمہؑ زہرا کی یہ رونے کی صدا ہائے اے بیکس و مظلوم غریب الغربا
تیری مظلومی کے قربان میں اے ماہِ لقا ہائے اے خستہ جگر اے مرے پیارے بیٹا

تُو سفر میں کہیں آرام نہیں پائے گا
واری زہراؑ کو لحد میں نہیں چین آئے گا

ہائے امت نے ستایا تجھے اے خستہ جگر ہائے یہ دشتِ پُر آشوب یہ گرمی کا سفر
ہائے اس دھوپ پہ کیا تجھ پہ بنے گی دلبر گھر سے جو نکلے نہ تھے دھوپ پڑے گی اُن پر

تُو اُدھر جاوے گا یاں خاک اڑاؤں گی میں
ذبح کے وقت ترے رونے کو آؤں گی میں

آئے پھر روتے ہوئے گھر میں امامِ اکرمؑ مل کے ایک ایک سے اسوار ہوئے اہلِ حرم
کوسِ رحلت ہوا راہی ہوئے سلطانِ اُمم پڑ گیا اہلِ مدینہ میں تلاطم اُس دم

اِک طرف پیٹ کے سر صاحبِ غم روتے تھے
اِک طرف محملوں میں اہلِ حرم روتے تھے

دُور تک ساتھ گئے روتے ہوئے اہلِ وطن
رخصت ایک ایک کو فرمانے لگے شاہِ زمن
ہو کے بیتاب یہ سب کرتے تھے آپس میں سخن
یا خدا جلد ہو پھر شہرِ مدینہ روشن
پھر مقدر شہہ والا سے ملاوے ہم کو
چاند سی شکلیں پھر اللہ دکھاوے ہم کو

اہلِ یثرب کو رہا ملنے کا ارماں ہے ہے
کربلا میں ہوا واں اور ہی ساماں ہے ہے
جانِ زہراؑ ہوا میدان میں بے جاں ہے ہے
اُٹھ گیا خلق سے شاہنشہ ذیشاں ہے ہے
پھر وطن میں نہ وہ اللہ کے پیارے آئے
ہائے یثرب میں نہ یثرب کے ستارے آئے

آئے یثرب میں نہ عباسِ دلاور ہے ہے
خاک میں مل گئے زہراؑ کے گلِ تر ہے ہے
نہ ملے آ کے بہن سے علی اکبرؑ ہے ہے
ہو گئے خاک میں پنہاں علی اصغرؑ ہے ہے
پھر مدینہ میں نہ مولاؑ کی سواری آئی
چُھٹ کے بھائی سے یداللہ کی پیاری آئی

رہ گئی ملنے کی امید دلوں میں یہاں آہ
مل گئے خاک میں افسوس وہاں وہ ذیجاہ
گھر کا گھر ہو گیا محبوبِ الٰہی کا تباہ
بادشاہِ دو جہاں مر گیا اِناللہ
لُٹ کے ہے ہے حرمِ احمدؐ مختار آئے
ننگے سر روتے ہوئے عابدؑ بیمار آئے

اب کلیمؔ جگر افگار کہے کیا روداد
جس طرح آئے مدینے میں جنابِ سجادؑ
ہو نہ سرکار کسی شاہ کا ایسے برباد
جس طرح ہو گئی ناموسِ محمدؐ ناشاد
ہوا تاراج گُلِ سیدِ والا ہے ہے
پھر نہ سرسبز ہوا گلشنِ زہراؑ ہے ہے

مرثیہ ۳

اے مومنو ماتم ہے بپا کون و مکاں میں　　مشغول ہیں سب نوحہ و فریاد و فغاں میں
گریاں ہیں رسولِ عربی باغِ جناں میں　　فریادؑ نہیں حیدرِ کرّار جہاں میں
شیعوں کو ہے غم بادشہ لم یزلی کا
ہر گھر میں ہے غُل ہائے علیؑ ہائے علیؑ کا

وہ اُٹھ گیا دنیا سے جو تھا خلق کا والی　　سر پیٹتے ہیں چار طرف شہؑ کے موالی
مسجد ہوئی ویران مصلے ہوئے خالی　　سوئے لحدِ پاک میں شاہنشہِ عالی
شہ کے لئے منہ اشکوں سے دھوتے ہیں نمازی
جب وقتِ نماز آتا ہے روتے ہیں نمازی

بیووں کا پرستار زمانے سے سدھارا　　محتاجوں کا غمخوار زمانے سے سدھارا
عالم کا مدد گار زمانے سے سدھارا　　شاہنشہ ابرار زمانے سے سدھارا
پیغمبرؐ برحق کا مکاں ہوگیا خالی
آقائے دو عالم سے جہاں ہوگیا خالی

اللہ کا وہ شیر جو تھا فاتحِ خیبرؔ　　مرحب سے پہلوان کو جس نے کیا بے سر
سر تا بہ قدم خون میں عنتر کو کیا تر　　بے جان کیا تیغ سے جنّات کا لشکر
اے مومنو وہ سیدِ ذیجاہ نہیں ہے
فریاد کہ اب خلق میں وہ شاہ نہیں ہے

سبطینِ پیمبرؐ کے گریبان ہیں پارا
شہزادیوں کو ضبطِ بُکا کا نہیں یارا
ایوانِ فلک جاہ عزا خانہ ہے سارا
مالک جو تھا اس گھر کا وہ دنیا سے سدھارا
وارث کے لئے اشکوں سے منہ دھوتی ہیں رانڈیں
ماتم کی بچھائے ہوئے صف روتی ہیں رانڈیں

جن لوگوں پہ مخفی تھی شہِ دیں کی سخاوت
خود جا کے مکانوں پہ دیا کرتے تھے حضرتؑ
کھانا انہیں جا جا کے کھلاتے تھے بہ شفقت
بے شاہ کے ان سب کی بہت غیر تھی حالت
شیعانِ علی اشکوں سے منہ دھوتے ہیں دیکھو
بیتاب ہیں آقا کے لئے روتے ہیں دیکھو

اب لکھتے ہیں یوں راقمِ اخبارِ غم آثار
دنیا سے اُٹھے جبکہ جنابِ شہِ ابرار
تابوت کے ہمراہ تھے سر کھول کے دیں دار
روتے تھے یتیم ایک طرف بادلِ خونبار
تسکین کسی طرح نہیں پاتی تھیں رانڈیں
تابوت کے ہمراہ چلی آتی تھیں رانڈیں

تابوت کا میں دھوم سے جانا کہوں کیونکر
وہ مومنوں کا شور مچانا کہوں کیونکر
محتاجوں کا وہ خاک اڑانا کہوں کیونکر
تربت میں وہ مولا کا چھپانا کہوں کیونکر
پیوندِ زمیں لاش ہوئی حق کے ولی کی
غُل تھا کہ چھپی خاک میں تصویر علی کی

دفنا کے پھرے گھر کو جو شہزادۂ ذی جاہ
کیا دیکھتے ہیں آن کے رستے میں وہ ناگاہ
ویرانے سے آتی ہے صدائے غمِ جانکاہ
کرتا ہے کوئی درد رسیدوں کی طرح آہ
معلوم یہی ہوتا ہے بے کس کی فغاں سے
جس طرح سے بچھڑے کوئی فرزندِ جواں سے

رو رو کے یہ کہتا ہے کہ اے خالقِ یکتا
کیا جانے مرے دوست پہ کیا حادثہ گزرا
گزرے ہیں کئی دن کہ وہ محسن نہیں آیا
کس دُکھ میں پھنسا ہائے مددگار ہمارا

اب مجھ کو خیال اپنی مصیبت کا نہیں ہے
پر اُس کی جدائی سے مری جان حزیں ہے

کیا ہوگیا بے چارہ پرستار ہمارا
کس غم میں ہوا آہ وہ غمخوار ہمارا
یا قید ہوا یارِ وفادار ہمارا
یا اُٹھ گیا دنیا سے مدد گار ہمارا

بہتر نظر آتی نہیں اسلوب کی صورت
کیا خاک میں پنہاں ہوئی محبوب کی صورت

یارب مجھے بچھڑے ہوئے یوسف سے ملادے
یارب مرے عاشق کی مجھے شکل دکھادے
یارب مجھے اُس پھول کی خوشبو کو سنگھادے
بیمار کو تقریرِ مسیحا کی سُنا دے

تسکین دلِ زار نہیں پائے گا یارب
بے اُس کے مجھے چین نہیں آئے گا یارب

شہزادوں نے جس دم یہ سنا نالۂ جانکاہ
فی الفور بھری سینہ پُر درد سے اِک آہ
شبّیرؑ سے بولے حسنؑ سیدِ ذی جاہ
معلوم نہیں کون ہے یہ بندۂ اللہ

کیا حادثہ اُس بیکس و مضطر پہ پڑا ہے
دیکھیں تو یہ کس دکھ میں گرفتار ہوا ہے

روتے ہوئے صحرا میں گئے جب بدلِ زار
دیکھا کہ ہے اِک غار میں درویشِ دل افگار
مجذوم ہے اندھا ہے نہ مونس ہے نہ غمخوار
سر خشت پہ رکھے ہوئے لیٹا ہے وہ بیمار

صدمہ ہے عجب اس کے دلِ زار و حزیں پر
ہر مرتبہ سر اپنا پٹکتا ہے زمیں پر

بولے یہ حسین اس سے کہ اے بندۂ دلور
کس دُکھ میں گرفتار ہے کیا بن گئی تجھ پر
کس کے لئے ٹکراتا ہے تُو سر کوزمیں پر
وہ کون ہے لیتا تھا خبر جو تری آکر
کس کے لئے بے چین تری جانِ حزیں ہے
کس کے لئے اس غار میں تو خاک نشیں ہے

کچھ اپنی حقیقت تو بیاں کر بچے اللہ
آتا تھا ترے پاس سدا کون وہ ذیجاہ
ہے جس کے قلق میں تجھے یہ نالہ جانکاہ
ویرانے میں کس شخص کی تُو دیکھتا ہے راہ
کس طرح گرفتارِ بلا ہو گیا بھائی
کس اپنے محبی سے جدا ہو گیا بھائی

کی عرض یہ درویش نے رو کر بہ دلِ زار
اِک سال سے اِس غار میں رہتا ہوں میں نا چار
اندھا ہوں، اپاہج ہوں نہ ہے دوست نہ غمخوار
آتا تھا مگر پاس مرے ایک مدد گار
اندھے پہ عجب مہر و محبت کی نظر تھی
ہر وقت مرے حال پہ شفقت کی نظر تھی

دیکھی نہیں اعلیٰ کی یہ ادنیٰ سے محبت
خادم کی طرح کرتے تھے ہر دم مری خدمت
نہ ماں کی یہ الفت ہے نہ ہے باپ کی شفقت
اِک بندۂ عاجز پہ جو کرتے تھے عنایت
کیا کیا نہیں مخلوق ہوئی کون و مکاں میں
دیکھے نہیں اس طرح کے بندے ہی جہاں میں

کھانا مجھے ہر روز کھلاتا تھا وہ ذی جاہ
ٹھنڈا مجھے پانی بھی پلاتا تھا وہ ذیجاہ
رومال مرے آگے ہلاتا تھا وہ ذی جاہ
اور دھوپ سے سایہ میں بٹھاتا تھا وہ ذی جاہ
آرام میں راحت میں مری جانِ حزیں تھی
تکلیف کسی طرح کی واللہ نہیں تھی

بارش ہو کہ آندھی ہو ہمیشہ اُنہیں آنا
ہر فصل کے میوے مجھے ہر بار کھلانا
باتیں کبھی تسکین و تشفی کی سُنانا
بھولا تھا مجھے اُس کی محبت میں زمانہ

فرماؤ نہ کس طرح سے فریاد کروں میں
اُس محسنِ عالم کو نہ کیوں یاد کروں میں

پھر رو کے حسنؔ نے کہا اے بندۂ داور
کیا نام تھا اُس شخص کا لِلّٰہ بیاں کر
وہ بولا کہ جب پوچھتا تھا نام میں مضطر
کہتے تھے مرے نام سے کیا کام برادر

امت میں محمدؐ کی ہوں اور زار و حزیں ہوں
میں بھی تو تری طرح سے اِک خاک نشیں ہوں

ہوں بندوں میں اللہ کے اِک بندۂ احقر
مسکین ہوں بیٹھا ہوں میں مسکینوں میں آ کر
محتاج ہوں الفت ہے غریبوں سے برادر
کچھ خواہشِ دولت ہے مجھے اور نہ طمعِ زر

خوشنودیٔ خالقؔ سحر و شام ہے مجھ کو
بتلا کہ مرے نام سے کیا کام ہے تجھ کو

بولے یہ حسنؔ نام سے واقف نہیں تو گر
اس شخص کے کچھ شکل و شمائل تو بیاں کر
کس شغل میں مشغول تھا وہ خاصۂ داور
اس نے کہا ہر وقت تھی تسبیح زباں پر

تھا کام اُسے حمدِ خدائے دوسرا سے
واللہ کہ وہ تھا کوئی خاصانِ خدا سے

جس وقت کہ اس غار میں آتا تھا وہ ذی جاہ
فی الفور وہ ہو جاتا تھا مانندِ شبِ ماہ
پاتا تھا عجب طرح کی لذت میں ہوا خواہ
ہوتی تھی عجب قلب کو تسکیں مرے واللہ

نہ درد کی ایذا نہ الم رہتا تھا مجھ کو
نہ بھوک کا نہ پیاس کا غم رہتا تھا مجھ کو

ان روزوں میں بھی سخت تر ڈر تھا انہیں آہ فرماتے تھے درپیش ہے ناچیز کو وہ راہ
نہ کوچہ سے واقف ہوں نہ رستے سے ہوں آگاہ نہ دوست کوئی پاس نہ ہمدرد ہے ہمراہ

ایک ایک گھڑی اُس کی قیامت کی گھڑی ہے
دل کانپتا ہے جس سے وہ منزل یہ کڑی ہے

اس وقت سے دل کو مرے وسواس تھا طاری گزرے ہیں کئی دن کہ خبر لی نہ ہماری
بے شک کسی آفت میں پھنسا عاشقِ باری بیساختہ آنکھوں سے مری اشک ہیں جاری

بے وجہ نہیں دل کو مرے رنج و تعب ہے
گر مر گیا وہ عاشق و شیدا تو غضب ہے

تب رو کے حسنؑ نے یہ کہا بادلِ جانکاہ اے شخص وہ بابا تھے ہمارے اسداللہ
زخمی ہوا انیسویں کو وہ شہ ذی جاہ بے رحم نے مسجد میں کیا قتل اُسے آہ

احمدؐ کے برادر تھے امامِ ازلی تھے
اے شخص ترے پاس جو آتے تھے علی تھے

انیسویں سے شہ پہ بہت ضعف تھا طاری ہر دم تھا لہو اُن کے سرِ پاک سے جاری
دو روز رہی گھر میں عجب گریہ و زاری اور شب سے تو بے چین تھا وہ عاشقِ باری

پابندِ غم و رنج و الم ہوگئے بھائی
اور آج تو بن باپ کے ہم ہوگئے بھائی

یہ سنتے ہی درویش نے بس پیٹ لیا سر بے ساختہ ٹکرانے لگا سر کو زمیں پر
کہتا تھا کہ ہے ہے مرے آقا مرے سرورؑ کیا جانتا تھا تم کو کہ ہو حیدرؑ صفدر

دنیا سے سوئے خُلد سفر کر گئے مولاؑ
بیمار تو جیتا رہا تم مر گئے مولاؑ

کھانا بصد الطاف کھلائے گا مجھے کون　　پانی کے بھرے جام پلائے گا مجھے کون
اور دھوپ سے سائے میں بٹھائے گا مجھے کون　　تقریر تشفی کی سنائے گا مجھے کون
بے قبلہ دیں خلق میں کیا جی کے کروں میں
تم سا مرا سرتاج اُٹھے اور نہ مروں میں

فرمایا حسنؑ نے کہ نہ ہو دل میں تو مضطر　　ہر حال میں لیویں گے خبر ہم تری آکر
زندہ نہیں دنیا میں اگر ساقیٔ کوثر　　حاضر تری خدمت کو ہیں ہم دونوں برادر
کس واسطے غربت میں ہراساں ہے بھائی
تو حیدرؑ کرّار کا مہمان ہے بھائی

چلّایا یہ درویش کرو اپنا یہ احساں　　پہنچا دو مجھے مرقدِ پُر نور پہ اس آں
حسرت ہے یہی اور یہی دل میں ہے ارماں　　ہوں قبرِ مطہر پہ مسیحا کے میں قرباں
بے شاہ کے آرام نہیں پائے گا درویش
آقا ہے جہاں میرا وہیں جائے گا درویش

شہزادوں نے پھر اُس کو اُٹھایا بہ دلِ زار　　تربت کے قریں لا کے یہ کرنے لگے گفتار
اے شخص یہی ہے لحدِ حیدرؑ کرّار　　سوتے ہیں اِسی خاک میں شاہنشہِ ابرار
کیا دیکھتا ہے سیدِ ابرار نہیں ہیں
آیا ہے تُو جس کے لئے وہ یار نہیں ہیں

درویش ہوا مرقدِ پُر نور پہ قرباں　　آتے ہی گرا قبرِ منور پہ وہ نالاں
یوں رویا کہ آخر کو ہوا جان سے بے جاں　　شہزادوں نے اُس کے بھی کیا غُسل کا ساماں
تربت سے ملی پائنتی خالق کے ولی کی
جنت کو سدھارا وہ محبت میں علی کی

اے مومنو اس وقت مرا حال ہے تغییر کی جس نے کہ محتاج کے تجہیز کی تدبیر
افسوس کہ بے غسل رہے حضرتِ شبّیرؑ سجدے میں خدا کے ہوئے ہے ہے تہہِ شمشیر
صدمے ہوئے کیا کیا تنِ صد پاش کے اوپر
فریاد ہے رہوار پھرا لاش کے اوپر

مظلومؑ کے لاشے کو کسی نے نہ اٹھایا سید پہ ترس ایک ستمگر نے نہ کھایا
سلطانِ دو عالم نے کفن تک بھی نہ پایا تربت میں نہ فرزندِ پیمبرؐ کو لٹایا
معصوم سے اعداء نے بڑی بے ادبی کی
مدفوں نہ ہوئی لاش حسینؑ ابنِ علیؑ کی

خاموش کلیم اب کہ قیامت کے ہیں آثار سر پیٹتے ہیں حیدرؑ صفدر کے عزادار
کر عرض یہ اللہ سے اے قادر و مختار اسلام کو ہو اوج ترقی ہو نمودار
سایہ ہو سروں پر علمِ فضل و کرم کا
ڈنکا ہو سدا شیعوں کے اقبال و حشم کا

قطعات و رباعیات

حضرت محمد مصطفیٰ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم

پاک ہے ذات تری اور گنہ گار ہوں میں
میرے خالق تری رحمت کا طلبگار ہوں میں
بخش دے میرے گنہ بہرِ رسولؐ الثقلین
آلِ اطہار کا ذاکر ہوں عزادار ہوں میں

☆

کروں میں اپنے پیمبرؐ کی مدح مشکل ہے
کہیں کتاب میں یاسیں کہیں مزمّل ہے
کسی نبیؐ کو نہ مہماں خدا نے اپنا کیا
یہ منزلت ہے کہ قوسین ان کی منزل ہے

☆

جب بیٹھتا ہوں لکھنے کو میں حالِ محمدؐ
پھر جاتے ہیں نظروں میں خد و خالِ محمدؐ
بے ساختہ دل سے یہ کلیم آتی ہے آواز
روحیک فدا صلِ علیٰ آلِ محمدؐ

☆

کس منزلِ رفعت پہ ہے قسمت اپنی
لائی ہے عجب رنگ محبت اپنی
محبوبِ خدا کے ہوئے طالب ہم بھی
اللہ سے ٹھہری ہے رقابت اپنی

درمدحِ حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ

☆

ولادت سے علیؑ کی رنگِ رُخ اصنام کا فق ہے
خدا کے نور سے ہر اک طرف کعبے میں رونق ہے
یہ بت کہتے تھے آپس میں نہ سمجھو خیر اب اپنی
ہماری کل ہے باری آج دیوارِ حرم شق ہے

☆

اِک ایسا وقت حرم کے لئے خراب آیا
بتوں کا ہوگیا قبضہ وہ انقلاب آیا
عروجِ کفر کی مٹی خراب کرنے کو
حریمِ لم یزلی میں ابوترابؑ آیا

☆

رجب کی تیرہ کو کعبے میں آفتاب آیا
وصیءِ ختمِ رُسل مالک الرقاب آیا
زمیں نے چومے قدم قدسیوں میں شور ہوا
بتو! حرم سے نکل جاؤ بوترابؑ آیا

☆

حیدرؑ کی جو کعبہ میں ولادت نہیں ہوتی
بُت خانہ بنا رہتا طہارت نہیں ہوتی
حیدرؑ کو پیمبرؐ جو وصی اپنا نہ کرتے
سچ کہتا ہوں تکمیلِ رسالت نہیں ہوتی

☆

خانہ معبود میں مشکل کشا آنے کو ہے
نفسِ پیغمبرؐ ہمارا پیشوا آنے کو ہے
ہے ولادت کی خوشی فرشِ زمیں سے عرش تک
آج کعبہ میں نصیری کا خدا آنے کو ہے

☆

سوائے مدحِ علیؑ کچھ زباں کو کام نہیں
یہ وہ کلام ہے جس میں کوئی کلام نہیں
میں وہ کلیم ہوں معراج جس کی ہے منبر
خدا کی دین ہے حیرت کا کچھ مقام نہیں

☆

علیؑ کوثر کے مالک ہیں ولیِ کبریا یہ ہیں
بغیرِ فصل بے شک جانشینِ مصطفیٰؐ یہ ہیں
نصیری دنگ ہوکر مان ہی بیٹھے خدا اِن کو
نہیں اِس میں ذرا شک مظہرِ ذاتِ خدا یہ ہیں

☆

جب چلی جنگِ اُحد میں تیغ شاہِ نامدار
ایک دو کا ذکر کیا گرتے تھے کٹ کر تین چار
خوفِ جاں سے دفعتاً آخر کیا سب نے فرار
کہتے تھے خوش ہو کے جبریلِ امیں یہ بار بار
''لافتیٰ الا علیؑ لا سیف الا ذوالفقار''

☆

بزمِ حیدرؑ میں مرا جوشِ ولا لایا ہے پھر
شکر ہے یہ دن مجھے خالق نے دکھلایا ہے پھر
بانیِ محفل شفا پائیں رہیں سامع بھی شاد
منقبت پڑھنے کلیمِ مدح خواں آیا ہے پھر

☆

کسی سے کارِ رسالتؐ تمام ہو نہ سکا
بجز جنابِ محمدؐ یہ کام ہو نہ سکا
سوائے ذاتِ علیؑ آج تک زمانے میں
کوئی بھی متقیوں کا امامؑ ہو نہ سکا

☆

علیؑ سے بڑھ کے زمانے میں کب دلیر ہوا
لقب انہیں کا دو عالم میں حق کا شیر ہوا
لڑا ہے عمر بنِ عبدِ وَدجو خندق میں
تھا کُلِ کفر تو ایمانِ کُل سے زیر ہوا

☆

قموس فتح ہو غیر از علیؑ، محال یہ تھا
بس ایک ضرب میں مرحب تھا دو، جلال یہ تھا
لرز رہا تھا وہ سب کوہ، کیا حقیقتِ در
ہوا پہ پاؤں تھے دَر ہاتھ پر کمال یہ تھا

☆

جو ملا مجھ کو وِلائے شہ صفدر سے ملا
گھر ملا خُلد میں جس کو بھی اسی گھر سے ملا
خوف کیا پُرسشِ اعمال کا ہو مجھ کو کلیم
میں جو حیدرؑ سے ملا خالقِ اکبر سے ملا

☆

آل کی مدح میں اِک شعر جو ڈھل جاتا ہے
دل پریشاں ہو جو غم سے تو بہل جاتا ہے
ٹھوکریں لاکھ زمانے کی ہوں خالق کی قسم
یا علیؑ کہتے ہی انسان سنبھل جاتا ہے

☆

جو گھر پر حق کے قابض تھے علیؑ نے وہ صنم توڑے
صفیں توڑیں دلِ کفار توڑے اور عَلم توڑے
جہاد ایسا کیا جنگِ اُحد میں شیرِ یزداں نے
کہ شورِ لافتیٰ لاسیف نے اعداء کے دم توڑے

☆

محبوبِ اِلٰہی کا دُلارا ہے علیؑ
اسلام کی قسمت کا ستارا ہے علیؑ
مولا بھی وہی ساقیءِ کوثر بھی وہی
تقدیر ہماری کہ ہمارا ہے علیؑ

☆

مئے حُبِّ علیؑ کا دَور جب رندوں میں چلتا ہے
لبِ میکش سے نامِ ساقیءِ کوثر نکلتا ہے
ثنا خوانوں کو ملتے ہیں یہ گوہر علم کے دَر سے
حجابِ نور سے یہ فیض کا دریا اُبلتا ہے



بحثِ نجراں کو رسولؐ دوسرا جاتے ہیں
گود میں نانا کی شاہِ شہداء جاتے ہیں
انگلی تھامے ہوئے شبّر ہیں عقب میں زہراؑ
پیچھے اُن سب کے شہ عقدہ کشا جاتے ہیں

حضرت امام حسن علیہ السلام

سیرت میں اور خُلق میں ثانی نبیؐ کے ہیں
اوصاف بھی تمام حسنؑ میں ولی کے ہیں
رہبر بھی دینِ حق کے ہیں سردارِ خُلد بھی
زہراؑ کی ہیں یہ جان تو بیٹے علیؑ کے ہیں

حضرت امام حسین علیہ السلام

چمن میں فاطمہؑ زہرا کے پھر بہار آئی
نسیمِ صبح یہ چاروں طرف پکار آئی
ورودِ حضرت شبّیرؑ ہے کہ دنیا میں
بہار بن کے محمدؐ کی یادگار آئی

☆

ہیں اہلِ بیتِ رسولؐ خدا ثنا کے لئے
یہ مرتبے ہیں کہاں اور انبیاء کے لئے
حسینؑ آپؑ کے صبر و رضا کا کیا کہنا
جفائیں جھیل گئے مرضیءِ خدا کے لئے

☆

گرے جو اشکِ عزا مجلسِ عزا کی قسم
گُہر بنیں گے وہ رومالِ فاطمہؑ کی قسم
جو آنکھیں روئیں گی دنیا میں شہؑ کے ماتم میں
جناں میں جائیں گی ہنستی ہوئی خدا کی قسم

☆

حق پہ مٹ جانے کو جب مالکِ اُمت کہہ جائے
بھوک اور پیاس کا غم قلب نہ کیونکر سہہ جائے
کس بشاشت سے بہم کہتے تھے انصارِ حسینؑ
جان جائے مگر اسلام تو باقی رہ جائے

☆

ناؤ اسلام کی طوفاں سے بچانے والے
تھے حقیقت میں محمدؐ کے گھرانے والے
مر کے تو آج بھی زندہ ہے خدائی میں حسینؑ
خود ہی دنیا سے مٹے تجھ کو مٹانے والے

☆

گرسنہ تشنہ شہِ مشرقین کو مارا
جنابِ فاطمہؑ کے نورِ عین کو مارا
رسولؐ کے تھے صحابی بھی اور حافظ بھی
غضب ہے گھیر کے سب نے حسینؑ کو مارا

☆

مخدومہ کونین کے دلبر ہیں حسینؑ
اور تاجِ رسالتؐ کے بھی گوہر ہیں حسینؑ
لٹوادیا گھر بخششِ اُمت کے لئے
نانا کی طرح شافعِ محشر ہیں حسینؑ

☆

سوئی ہوئی دنیا کو جگانے والے
جاگے ہوئے فتنے کو سلانے والے
سو چین کی نیند اے حسینؑ ابنِ علیؑ
اسلام کو اسلام بنانے والے

☆

دل کھول کے شبیرؑ کو رونے نہ دیا
داغِ غمِ عصیاں کو بھی دھونے نہ دیا
کیا جلد یہ ایامِ عزا ختم ہوئے
دامن کو بھی تر اشکوں سے ہونے نہ دیا

☆

گلے کو اپنے تہہِ تیغ کوئی دھر نہ سکا
کوئی بھی غرق بہ خوں ہو کے یوں ابھر نہ سکا
نہ پھیری آخری دم تک زبان بچپن کی
تِری طرح کوئی ایفائے عہد کر نہ سکا

☆

اے! آنکھ ہے دنیا میں یہ رتبہ تیرا
گوہر سے بھی پُر آب ہے قطرہ تیرا
روتی ہے جو دن رات تُو شہؑ کے غم میں
موقوف رہا حشر پہ خندہ تیرا

☆

نماز و روزہ و حج و زکواۃ خمس و جہاد
یہ مانا ہیں عملِ خیر پر رہے یہ یاد
ولائے آلِ محمدؐ نہ دل میں ہو تو کلیم
یہ سب نماز و اصول و فروع بے بنیاد

☆

سکونِ دل متزلزل جفا سے ہو نہ سکا
جدا حسینؑ رضائے خدا سے ہو نہ سکا
نہالِ دیں کو بہتر کے خون سے سینچا
کیا وہ کام کہ جو انبیاء سے ہو نہ سکا

☆

شاہؑ کہتے تھے اگر ہوں ذبح حق کی راہ میں
غم نہیں جائیں حرم گر محفلِ گمراہ میں
دی ہوئی عزت خدا کی لے بھی سکتا ہے کوئی
فرق آ سکتا نہیں تو قیر و عز و جاہ میں

☆

فضلِ حق سے ختم احمدؐ پر نبوت ہو گئی
اور علیؑ کو دی ہوئی حق کی امامت ہو گئی
عدل اور توحید کا اسلام میں ڈنکا بجا
کربلا میں، گھر میں زہراؑ کے قیامت ہو گئی

☆

ہے عزم حمدِ خدا نعتِ مصطفیٰؐ بھی لکھوں
ثنائے شبّر و شبّیر و مرتضیٰؑ بھی لکھوں
جنابِ فاطمہؑ کی مدح فرض جانتا ہوں
اور اس کے بعد غمِ شاہِؑ کربلا بھی لکھوں

حضرت عباسؑ

شیرِ اسداللہ ہیں عباسِ علیؑ
واللہ حق آگاہ ہیں عباسِ علیؑ
وہ شاہِ رُسل کے، یہ علمدارِ حسینؑ
خورشید۔ علیؑ ماہ ہیں عباسِ علیؑ



ہیں شیرِ الٰہی کے غضنفر عباسؑ
رتبے میں ہیں جعفرؑ کے برابر عباسؑ
پایا جو عَلَم فوجِ حسینی کا کلیم
سب کہتے ہیں، تھے ثانیِ حیدرؑ عباسؑ



بے مثل زمانے میں وفادار ہوئے
غازی ہوئے صفدر ہوئے جرار ہوئے
حیدرؑ رہے جس طرح نبیؐ پر قرباں
عباسؑ فدائے شہ ابرار ہوئے

☆

سب شیرِ الٰہی کی تواں رکھتے ہیں
جوہر بھی شجاعت کے عیاں رکھتے ہیں
عباسِ علیؑ ضیغمِ حیدرؑ ہیں کلیم
جعفر کا علم اپنا نشاں رکھتے ہیں

دَرشانِ حضرت حُرؑ

کون کہتا ہے کہ حُرؑ صاحبِ توقیر نہیں
فضلِ معبود تھا یہ حاصلِ تدبیر نہیں
عفو تقصیر ہوئی شاہؑ نے جنت بخشی
ایسی بنتی ہوئی دیکھی کوئی تقدیر نہیں

امامِ عصر علیہ السلام

یہ دن ہے عید کا لاریب انبیاء کی قسم
ولادتِ جگر و جانِ مصطفیٰؐ کی قسم
یوں اپنے غیب کو ظاہر کیا زمانے پر
خدا نے غیب میں رکھا انہیں خدا کی قسم

☆

نور کی بارش ہے ہر سو جگمگاتی رات ہے
شب کے خود انداز بتلاتے ہیں کوئی بات ہے
غیب سے آئی ندا حیراں نہ ہو مسرور ہو
وہ امامؑ آیا کہ غیبت حق کی جس کے ساتھ ہے

☆

غیبت کی کبھی ختم بھی مدت ہوگی
اسلام کی کیا اور سوا گت ہوگی
پردے سے جو باہر وہ نکل آئیں کلیم
کیا ہوگا، یہی ہوگا، قیامت ہوگی

☆

انوارِ امامت کا تتمہ یہ ہیں
خالق کی طرف سے اہلِ ذمہ یہ ہیں
نانا کی طرح پایا نواسے نے عروج
وہ ختمِ رُسل ختمِ ائمہ یہ ہیں

☆

ببرِ حق فاطمہؑ کے راج دُلارے آجا
ذات سے تیری ہیں وابستہ سہارے آجا
سوکھ کر تیری محبت میں ہوئے ہیں کانٹا
لے رہے ہیں ترے بیمار سنبھالے آجا

☆

برتر نہیں کوئی انبیاء کی مانند
پَر کم ہیں ائمہءِ ہُدا کی مانند
کیا شان امامت کی ہے دیکھو تو کلیم
یہ حاضر و غائب ہیں خدا کی مانند

☆

احمدؐ کو تو خالق نے رسالتؐ دے دی
حیدرؑ کو رضا اور امامت دے دی
یوں حق نے کیا صفاتِ ذاتی کو تمام
جو رہ گیا آخر اُسے غیبت دے دی

ثنائے اہلِ بیتؑ

ثنائے آلِ محمدؐ کروں تو زیبا ہے
نجات کے لئے کافی یہی وسیلہ ہے
بغیر اِن کی وِلا کے نجات ناممکن
کلیم کہیئے نہ ایماں سے جو عقیدہ ہے



ترقی کی منزل دوبالا رہے
چمکتا مقدر کا تارا رہے
نہیں مالِ دنیا تو غم کیا کلیم
علیؑ اور محمدؐ کا سایا رہے



کروں میں مدحِ ائمہ یہی ہے کام مِرا
ہر ایک شخص کے دل میں ہے احترام مِرا
حسد رکھیں تو رکھیں شوق سے کلیم عدو
رقم ازل سے ہے مدّاحِ شاہؑ نام مِرا

☆

کروں میں حمدِ خدا مدحِ بوترابؑ کروں
حیات وموت کو میں اپنی کامیاب کروں
ہزار دل غمِ افلاس سے ہو پژمردہ
میں خوش ہوں سہہ کے جو غم طعمۂ ثواب کروں

☆

جو عقیدہ ہے مِرا اُس کو خدا جانتا ہے
حق کا محبوب رسولؐ دوسرا جانتا ہے
پنجتن پر نہیں موقوف، ہیں چودہ شاہد
ان میں ہر ایک مجھے اہلِ وِلا جانتا ہے

☆

بغیر حکمِ خدا کوئی مر نہیں سکتا
زباں کسی کی کوئی بند کر نہیں سکتا
جواب دے گا نکیرین کو ہر اِک مومن
مطیعِ آلِ محمدؐ تو ڈر نہیں سکتا

☆

زمین تھی نہ فلک تھا نہ لوح تھی نہ قلم
وحوش و جن و مَلک تھے نہ حضرتِ آدم
نہ شمس تھا نہ قمر تھا نہ ہاویہ نہ اِرم
بتا ہی دوں نہ میں جب کیا تھا کبریا کی قسم
خدا کے نور سے پیدا ہوئے یہ پانچوں تن
''محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ حسینؑ و حسنؑ''

فخر الذاکرین

عوض یہ مرثیہ خوانی کا لاجواب ملا
کہ ایک ذرہ کو اعزازِ آفتاب ملا
کلیم حضرتِ عباسؑ کی عنایت ہے
کہ فخرِ ذاکریں کا اب مجھے خطاب ملا

☆

عجیب مرتبہ و اوج و احتشام دیا
کلیم کو شرفِ منزلِ کلام دیا
علیؑ کا لطف و کرم اس کو میں سمجھتا ہوں
جہاں میں آپ نے گمنام کو یہ نام دیا

☆

عیاں ہے گلشنِ احمدؐ کا خوشہ چیں ہوں میں
خدا بھی جانتا ہے کامل الیقیں ہوں میں
دیا ہے حضرتِ عباسؑ نے خطاب مجھے
میں فخر کیوں نہ کروں فخرِ ذاکریں ہوں میں

☆

کیونکر نہ مجھ کو باعثِ صد افتخار ہو
اِک بندۂ ذلیل کا جب یہ وقار ہو
بخشیں خطاب مجھ کو علمدارِ شاہِ دیں
کیوں فخرِ ذاکریں میں نہ میرا شمار ہو

☆

ثنائے شبّرؑ و شبیرؑ ہے شعار مِرا
اسی سبب سے تو دنیا میں ہے وقار مِرا
حسود ہمسری میری کریں معاذاللہ
ازل سے مرثیہ خوانوں میں ہے شمار مِرا

☆

خوشا قسمت یہ رتبہ بھی بروئے عام بخشا ہے
کہ جس قابل نہ تھا میں وہ مجھے انعام بخشا ہے
نشاں قائم کیا میرا علمبردارِ حضرتؑ نے
کہ فخرِ ذاکریں کا آپؑ ہی نے نام بخشا ہے

☆

کیوں نہ تصنیف مری سُن کے وہ حیراں ہوجائیں
آپ ہی آپ جلیں آپ پشیماں ہوجائیں
ذوق ہے جن کو سخن سے وہ مری نظم سنیں
جو حسد رکھتے ہیں وہ سر بہ گریباں ہوجائیں

☆

گو مرثیہ پڑھنے کی توانائی نہیں
پر موت کی ہچکی تو ابھی آئی نہیں
پھر کس لئے آخرت کا ساماں نہ کروں
بے مدحِ علیؑ حشر میں شنوائی نہیں

☆

شہرہ مری طبع کی روانی کا ہے
پیری میں بھی کیف نوجوانی کا ہے
مقبولِ خلائق نہ سُخن کیوں ہو کلیم
صدقہ یہ علیؑ کی مدح خوانی کا ہے

☆

مرثیہ سب پڑھ سکوں مجھ میں تو یہ قوت نہیں
سامعیں برداشتہ اور وقت میں وسعت نہیں
مختصر پڑھنا ہی بہتر اور مناسب ہے کلیم
مجلسِ غم کب ہے وہ جس میں کہ کچھ قدغت نہیں

☆

بچپن دیکھا شباب دیکھا ہم نے
اتنا تو ہے یاد خواب دیکھا ہم نے
سب لطف گئے ساتھ جوانی کے کلیم
پیری میں یہ انقلاب دیکھا ہم نے

☆

پہلی سی طبیعت میں روانی نہ رہی
جو مایہ ناز تھی جوانی نہ رہی
یاد اس کی جب آتی ہے تو روتا ہوں کلیم
پیری آتے ہی لن ترانی نہ رہی

☆

کیا خوف ہے کیوں خوف سے تھرّاتا ہوں
کچھ قوت و طاقت میں کمی پاتا ہوں
پیری تو جوانی سے گرانقدر نہیں
کیا بوجھ پڑا ہے کہ جھکا جاتا ہوں

☆

کر دیا ضعف نے گرچہ مری حالت کو تباہ
خیر جو کچھ ہو مددگار ہے میرا اللہ
جانتا ہوں کہ کوئی فصل اب آنے کی نہیں
کر رہا ہوں میں بڑے چاؤ سے پیری سے نباہ

☆

کیا جو عمر کا خود اپنی غور کر کے حساب
عدد جو عین کے نکلے تو دل ہوا بیتاب
خیال آیا کہ بوڑھا کہے نہ کوئی ہمیں
فریب دینے کو دنیا کے کرلیا ہے خضاب

☆

نالہ و شیون دلیلِ سوزِ پنہانی نہیں
عشق کو رسوا کرے یہ فعلِ انسانی نہیں
ہر بُنِ مو سے لہو ٹپکے مگر اُف تک نہ ہو
ضبط سے بڑھ کر کوئی دنیا میں قربانی نہیں

☆

ہوس یہ دل میں تھی دنیا ہو کس طرح حاصل
اسی خیال سے اسلام میں ہوئے شامل
اجاڑا کھیتی کو زہرا کی چھینا باغِ فدک
یہ دینِ حق میں عقیدت سے کب ہوئے داخل

☆

دو وصف نہ ہوں جس میں وہ مومن ہی نہیں
سچ کہتا ہوں اس کا کوئی ضامن ہی نہیں
ہے شرط تولّا و تبرّا کی کلیم
بے اس کے تو بخشش کبھی ممکن ہی نہیں

قطعاتِ تواریخ

سید موسیٰ رضا رضوی شاد

عزائے شاہؑ کی زینت بڑھے یہ تھی نیت
کلیم جانتا ہے کی ادا ہر اِک خدمت
ملک لحد میں بھلا پوچھتے بھی کیا تم سے
صلے میں مدح کے موسیٰ رضا ملی جنت

۱۹۵۴ء

☆

ملی ہے ذاکر و مدّاح کو بحکمِ صمد
جنابِ شاہِ شہیداں نے کی عطا یہ سند

۱۳۷۱ھ

نجات ہوگئی حاصل بلا سوال و جواب
جناں میں شاد ہیں موسیٰ رضا بشدّ و مد

۱۹۵۴ء

صابرہ خاتون

دخترِ ختمِ رسالتؐ کی گئیں خدمت کو آج
صابرہ خاتون پہنچیں گلشنِ جنت کو آج
تیغِ غم سے کردئے ہیں قطع کیا پائے طرب
واہ رے رحمت سدھاریں منزلِ رحمت کو آج

۱۹۵۵ء

صغیر فاطمہ

جون کی چھبیس اور اُنیس سو انچاس سن
تیرہ سو اڑسٹھ تھا سن شعباں کی اٹھائیس تھی
دے کے داغ اپنا صغیرِ فاطمہ پہنچیں جناں
صاحبِ عظمت تھی یہ اور قابلِ تقدیس تھی

محمد کاظم والد سید ابو طالب نقوی (چیف کمشنر)

دل میں تھی آلِ رسالت کی جو الفت قائم
شہرۂ خلق رہے مومنِ کامل دائم
باغِ فردوس میں ہیں والدِ اے ئی نقوی
رحمتِ رب ہے کہ یا فیض محمد کاظم

۱۹۵۴ء

سید محمد کاظم نقوی

تھی نو وہ ربیع الاوّل کی جب باپ کا سایہ سر سے اُٹھا
تیرہ سو چوہتر ہجری تھی جب رونقِ محفل گھر سے اُٹھا
نام اِن کا محمد کاظم تھا نقوی تھے نسب میں صلِ علیٰ
جنت میں گئے جب اُن کے قدم تعظیم کو رضواں در سے اُٹھا

سید محسن جعفری

تھی آمنہ کی جو الفت دل کی کلیاں کھل گئیں
رحمتِ حق یوں بڑھی عصیاں کی چولیں ہل گئیں
بعد مرنے کے زیارت جد کی بھی حاصل ہوئی
تم کو محسن جعفری جنت میں حوریں مل گئیں

۱۹۵۵ء

سید آلِ حسن زیدی برادر کلیم بھرتپوری

مارچ کی اِکیس تھی اُنیس سو پچپن تھا سَن
یوم دوشنبہ تھا بھائی کا سہا رنج و محن
پہنچے جنت میں ولائے پنجتن کے فیض سے
خلد تو ہے ارثِ جدّی آپ کی آلِ حسن

۱۹۵۵ء

متفرقات

جور و جفا کی ظالم حد بھی ہے یا نہیں ہے
مسلک میں تیرے شاید رحم و وفا نہیں ہے
کیوں بندگانِ حق کا خوں کر رہا ہے ناحق
بھولا ہوا ہے ایسا گویا خدا نہیں ہے

☆

مشاعرہ نہ بناؤ عزائے شاہ کو تم
بٹھاؤ منبرِ حق پر نہ اہلِ جاہ کو تم
خوشامدوں کے لئے تو بہت سے میداں ہیں
خدا کے واسطے چھوڑو نہ اپنی راہ کو تم

☆

کمالِ علم نہیں طاقتِ کلام نہیں
سوائے لاف زنی کچھ زباں کو کام نہیں
وہ مرثیہ پڑھے جو لغو گو ہو خود رو بھی
عزائے شاہؑ کا افسوس احترام نہیں

☆

بے سیکھے ہوئے کیسے وہ ماہر ہوجائیں
خواننده نہیں تو عیب ظاہر ہوجائیں
گر مرثیہ پڑھنا ہے تو استاد بنائیں
خودرو کبھی ممکن نہیں ذاکر ہوجائیں

☆

نو روز دن ہے عید کا اس میں نہیں کلام
وجہ قبولِ توبہءِ آدمؑ علیؑ کا نام
میدانِ خُم میں حکمِ خدا سے رسولؐ نے
اپنا وصی علیؑ کو بنایا ہے لا کلام

☆

چھوڑا بتوں کو اب مجھے عشقِ خدا ہوا
بے دیکھی شے پہ دل ہوا مائل یہ کیا ہوا
رہتی ہے لاگ ڈانٹ رقیبوں سے آئے دن
چاہت میں اِن حسینوں کی جھگڑا سدا ہوا
کل تک تو پی شراب حسینوں میں بیٹھ کر
شہرت ہے آج شیخ بھی اب پارسا ہوا

☆

شبِ فرقت کی بے چینی کا سارا ماجرا کہنا
اگر تو کہہ سکے قاصد تو اس سے بھی سوا کہنا
وہ جب آتے ہیں دل قابو میں رہتا ہی نہیں میرا
مجھے دشوار ہوجاتا ہے حرفِ مدعا کہنا
جو خوش پائے انہیں اے قاصدِ فرزانہ و عاقل
مری تسلیم کہیو پھر تو میرا مدعا کہنا

☆

تمام عمر گنوائی سیاہ کاری میں
مآل سوچ کے کر بندۂ خدا توبہ
ہے کیا عجب کہ جو آجائے جوش میں رحمت
ہر اِک گناہ کی گر ہو جدا جدا توبہ

☆

طلسم ہوشربا شیخ کو دکھا ساقی
لگا کے آنکھ میں مٹی شراب خانے کی
ہزار چاند لگے اور حُسنِ دلکش میں
جو زلف یار کبھی منتشر ہوا نے کی

وہاں یہ کہتے تھے غم کی نہ داستاں کہیے
یہ روزِ حشر ہے اب تو ذرا یہاں کہیے
کوئی زمانے میں ہمدرد و مہرباں ہی نہیں
کسے سنایئے رودادِ غم کہاں کہیے

تھپیڑوں سے طوفاں کے کیا ڈر ہو اس کو
جو کشتی کو کھیوے خدا کے سہارے
نہ قائم رہے ایک دن بھی تم اُن پر
وہ پیمان جو تھے ہمارے تمھارے

غزل۔۱

فقط فغاں ہی نہیں ہے جو بار ہوتی ہے
ہر ایک بات انہیں ناگوار ہوتی ہے

وہ آتے ہیں نہ سحر آشکار ہوتی ہے
وبالِ جاں کا شبِ انتظار ہوتی ہے

ترے حجاب کے صدقے تری ادا کے نثار
نقاب اٹھا کہ نظر بے قرار ہوتی ہے

خبر ہو کیا انہیں رنگِ چمن کی اے صیاد
جنہیں کہ قید میں فصلِ بہار ہوتی ہے

ہمیں ہے تکملۂ حُسن و عاشقی کرنا
ہوا کرے جو خلش بار بار ہوتی ہے

کچھ اس ادا سے وہ انگڑائی لے کے ہنستے ہیں
نثار دل تو نظر بے قرار ہوتی ہے

عجیب کشمکشِ مرگ و زیست میں ہے مریض
وہ آتے ہیں نہ رواں جانِ زار ہوتی ہے

ہوائے تُند پھر اس پر ہے زور طوفاں کا
خدایا یوں بھی کہیں ناؤ پار ہوتی ہے

تجھے خبر نہیں توہین کر نہ اے واعظ
یہ دُخترِ زر تو بڑی پردہ دار ہوتی ہے

زمیں پہ اشک سرِ بزم غیر اب نہ گرا
کہ خاک آبروئے چشمِ زار ہوتی ہے

کلیم طور سے اٹھو کہ اب وہ بات گئی
عیاں تجلی کہیں بار بار ہوتی ہے

غزل۔۲

شکوۂ بے جا ہے یہ کہنا کہ وہ مائل نہیں
سچ تو یہ ہے تجھ میں اے دل جذبہ کامل نہیں

حال دل کہنا یہاں میرے لئے مشکل نہیں
عرصہ محشر ہے ظالم یہ تری محفل نہیں

قبرِ مجنوں پر یہ کہتا ہوں کہ راہِ عشق میں
اُٹھ کہ میرے ساتھ کوئی رہروِ منزل نہیں

کس طرف کشتی لئے جاتا ہے کھول آنکھیں ذرا
ناخدا طوفان کی موجیں ہیں یہ ساحل نہیں

دھڑکنیں سینے کی دیکھی تھیں تو کچھ کرتے علاج
اُٹھ کے بالیں سے چلے جانا دوائے دل نہیں

یا دوائے درد دیجے یا مٹا دیجے ہمیں
کشمکش کی زندگی سے تو کوئی حاصل نہیں

جب سے منہ تم نے لگایا ہے نہیں ملتا مزاج
تھا کبھی پہلے مگر اب یہ تمھارا دل نہیں

کوہ پر فرہاد اور صحرا میں مجنوں رہ گیا
عشق کی اُن کے یہ حد ہے اپنی یہ منزل نہیں

ناخدا قسمت میں چکر ہو تو اس کا کیا علاج
اُس طرف جاتی ہے کشتی جس طرف ساحل نہیں

تجھ کو گر لایا گیا پیشِ خدا بہرِ شناخت
صاف کہہ دوں گا سرِ محشر کہ یہ قاتل نہیں

عشق کی دنیا میں کیوں ہے دوسرے دل کی تلاش
کیا پسندِ خاطرِ سرکار میرا دل نہیں

روئیدادِ قتل خود خنجر کہے گا روزِ حشر
لاکھ تم اپنی کہے جانا کہ میں قاتل نہیں

ناز و انداز و حیا شوخی شرارت بانکپن
اِن اداؤں پر نہ ہو مائل تو پھر وہ دل نہیں

اِن دنوں میرے مقدر سے ہوا بھی ہے خلاف
دیکھتا ہوں جس طرف کوسوں کہیں ساحل نہیں

اہلِ فن سے بے تکلف کیوں نہیں کہتے کلیم
اس ردیف و قافیہ میں شعر کچھ مشکل نہیں

غزل۔۳

کیا اے صبا نقاب اٹھایا نہ جائے گا
دیدارِ حُسنِ یار دکھایا نہ جائے گا

وحشی کو چھیڑیے نہ خدا کے لئے حضور
بگڑا اگر تو ہوش میں لایا نہ جائے گا

دامن بچا کے قتل کرو ورنہ روزِ حشر
خونِ شہیدِ ناز چھپایا نہ جائے گا

منظور گر نہیں ہے علاجِ مریضِ غم
کیا خاک میں بھی تم سے چھپایا نہ جائے گا

آنکھوں سے پٹّی باندھ لو منظر ہے خوفناک
خنجر گلے پہ تم سے چلایا نہ جائے گا

چھوڑا ہے تاک کر نگہِ انتخاب نے
ناوک سے ان کے دل کو بچایا نہ جائے گا

کاندھا نہ دو چلو تو جنازے کے ساتھ ساتھ
مانا یہ بار تم سے اٹھایا نہ جائے گا

اے برق آشیاں کی طرح اب قفس بھی پھونک
کیا چار تیلیوں کو جلایا نہ جائے گا

پامال کیں تمام امیدیں کلیم کی
یہ کیا کہا کہ خواب میں آیا نہ جائے گا

غزل۔۴

تری مہربانی سے رشکِ جناں ہے
یہ دنیا حقیقت میں جو خاکداں ہے

مجھے فرصتِ دیر و کعبہ کہاں ہے
جہاں سر جھکادوں وہاں آستاں ہے

بتا پیشِ حق تو ہے، میں کیا کہوں گا
جو پوچھا گیا تیرا قاتل کہاں ہے

وہ ہیں محوِ تکمیل، بزمِ عدو میں
انہیں کیا خبر ہے کوئی نیم جاں ہے

بنا تو لوں میں، رازدارِ محبت
مگر مجھ کو دل پر بھروسہ کہاں ہے

نہ دے مجھ کو صیاد جھوٹی تسلّی
کہاں ہے نشیمن دھواں ہی دھواں ہے

کلیم اہلِ فن کہتے ہیں نام سُن کر
ضعیفی ہے لیکن طبیعت جواں ہے

غزل۔۵

جو میں تنگ آکے کہہ دوں ترے ظلم کا فسانا
تُو ہی منصفی سے کہہ دے تجھے کیا کہے زمانا

مجھے یاد ہے ابھی تک ترے جور کا زمانہ
مری اشکِ غم کی بارش ترا بجلیاں گرانا

وہ سنیں خدا کی قدرت مرے ہجر کا فسانا
میں یہ خواب دیکھتا ہوں کہ بدل گیا زمانا

مرے دل کی آہ سُن کر یہ جگر پہ ہاتھ کیوں ہے
تمھیں بارہا کہا تھا نہ غریب کو ستانا

سرِ شام ہی سے قسمت ہے عجیب کشمکش میں
مجھے شوقِ قصّہ غم، انہیں نیند کا بہانا

تمھیں حشر میں کہاں تک، کوئی ڈھونڈھتا پھرے گا
وہاں اتنی بھیڑ ہوگی کہ نہیں ہے کچھ ٹھکانا

یہ نگاہِ قہر اب کیوں مرے دل سے بچ رہی ہے
کبھی چوکتا نہیں تھا ترے تیر کا نشانا

نہ خزاں سے مجھ کو مطلب نہ بہار سے تعلق
کہ مرے نصیب میں ہے نہ قفس نہ آشیانا

ہے کلیم عشقِ کامل نہ چھٹے گا اُن کا دامن
مجھے کیا غرض کسی سے مجھے کچھ کہے زمانا

غزل۔٦

قسم ہے رحم و کرم کی تم کو نظر سے نظریں لڑائے جانا
فروغِ حُسن و ادا سے پیہم، دلوں پہ بجلی گرائے جانا

غرض ہے ظلم و ستم سے تم کو، ہمیشہ مجھ کو ستائے جانا
پسِ فنا بھی لگا کے ٹھوکر، نشانِ تربت مٹائے جانا

اسی عمل سے تو کر رہا ہوں، میں تکملہ حسن و عاشقی کا
وہ روٹھنا بار بار ان کا، وہ میرا اُن کو منائے جانا

مِری وفا کا اثر تو دیکھو، وہ آج مجھ سے یہ کہہ رہے ہیں
زمانہ بدلے نہ تم بدلنا، یونہی محبت نبھائے جانا

ستم کو عینِ کرم سمجھ کر، مزے محبت کے لے رہا ہوں
تمہیں قسم ہے ہمارے سر کی، جہاں تلک ہو ستائے جانا

ہے کس کے جلوے کی دل میں خواہش، جو طور جاتے ہو روز مرہ
کلیم آنکھوں سے کیوں نہ جاؤں، جو منتوں سے بلائے جانا

غزل۔۷

زباں سے کیوں کہے جب ہو نہ اختیار کی بات
ابھی کی بات ہے منصور اور دار کی بات

سنیں گے آکے وہ شب ہائے انتظار کی بات
نہ اعتبار کے قابل نہ اعتبار کی بات

اب اُن سے چھوٹ کے یاد آئی اُن کے پیار کی بات
خزاں کے عہد میں ہے موسمِ بہار کی بات

بتاؤں کیا میں تمھیں چشمِ اشکبار کی بات
نہ میرا دخل نہ کچھ میرے اختیار کی بات

جو پوچھنا ہے مِرے دل سے پوچھ سکتے ہو
کہ دل کے ہاتھ ہے اب جبر اور اختیار کی بات

چمن سے اب نہ تعلق نہ آشیاں سے غرض
قفس میں رہ کے سناؤں میں کیا بہار کی بات

جنابِ شیخ یہ کل کس سے لڑ رہی تھی نظر
چھپاؤ لاکھ چھپے گی کبھی نہ پیار کی بات

نہ جانے کیا کہا غربت میں پھوٹ کر رویا
سُنی جو آبلہ پا نے نوکِ خار کی بات

کبھی تھا رونقِ گلشن پہ اب ہوں سنگِ قفس
یہ ذکر تو ہے خزاں کا وہ تھی بہار کی بات

مقامِ حشر ہے ڈرتا ہوں فیصلہ کیا ہو
کہوں تو کیسے کہوں اُس جفا شعار کی بات

ہزار نقشے چمن کے کھنچے تصور میں
قفس میں یاد اگر آگئی بہار کی بات

وہ ہیں سکون کے حامل وہ درد کیا جانیں
کہ بے قرار سمجھتا ہے بے قرار کی بات

کلام کیوں نہ ہو مقبولِ عام تیرا کلیم
خدا سے طور پہ ہوتی تھی تری پیار کی بات

غزل۔۸

اب نہ تنقید کر بہاروں پر
ساقیا رحم بادہ خواروں پر

غم تو ہے شامِ غم کے ماروں پر
یہ اُداسی ہے کیوں ستاروں پر

پہلے اہلِ وفا کی قدر نہ کی
روتے پھرتے ہو اب مزاروں پر

کتنا پُر ضو ہے میرا داغِ جگر
کیف طاری ہے چاند تاروں پر

عشق کا جزر و مد معاذاللہ
بے دھڑک چڑھ گیا ہوں دھاروں پر

بعدِ مُردن نہ پھول ہیں نہ چراغ
حسرتیں ہیں فقط مزاروں پر

فصلِ گُل میں ہمیں تباہ نہیں
بجلیاں گِر پڑیں ہزاروں پر

ہائے وہ دن کہ جب اسیر ہوئے
آرہا تھا چمن بہاروں پر

وقتِ بد میں جو ساتھ دیں نہ کلیم
خاک ڈالو تم ایسے یاروں پر

غزل۔۹

دامن نہیں رہا کہ گریباں نہیں رہا
وحشت سے قبل کون سا ساماں نہیں رہا

گیسوٗ نقابِ عارضِ تاباں نہیں رہا
قرآں سپردِ حافظِ قرآں نہیں رہا

تیری رہِ طلب میں پریشانِ جستجو
کافر نہیں رہا کہ مسلماں نہیں رہا

کاندھا لگا کے ہٹ جو گیا وہ پری جمال
میرا جنازہ تختِ سلیماں نہیں رہا

تم مجھ سے عہد کر کے بھی دشمن کے گھر گئے
سوچو ذرا تو دل میں کہ ایماں نہیں رہا

کچھ انقلاب ایسا ہوا حسن و عشق میں
اب وحشیوں کو ذوقِ بیاباں نہیں رہا

گھبرا گئے وہ شوق مرے دل کا دیکھ کر
ترکش میں ان کے جب کوئی پیکاں نہیں رہا

چھوڑا بتوں کو جب سے پرستش خدا کی کی
پچھتا رہا ہوں اب کہ مسلماں نہیں رہا

تھا سجدہ گاہِ خلق کبھی اُف رے انقلاب
نام و نشانِ کوچۂ جاناں نہیں رہا

رونق چمن کی تھی ان ہی تنکوں پہ منحصر
گھر کیا جلا وہ رنگِ گلستاں نہیں رہا

یہ کہہ کے اٹھ گئے میری بالیں سے چارہ گر
صحت کا اب مریض کی امکاں نہیں رہا

کیوں ٹھوکریں لگاتے ہو پیہم زمین پر
اب تو نشانِ قبر مری جاں نہیں رہا

کشتی کے ڈوبنے کا مجھے کچھ نہیں ملال
خوش ہوں کہ ناخدا کا تو احساں نہیں رہا

رخصت جنوں نواز بہاریں ہوئیں کلیم
اب وحشیوں کو ذوقِ بیاباں نہیں رہا

غزل۔۱۰

ترے کوچے میں دن اس ہیرا پھیری میں گزر جانا
اُدھر سے اِس طرف آنا اِدھر سے پھر اُدھر جانا

نہیں منظور الفت میں مجھے گھبرا کے مر جانا
شکستِ عشق کہلائے گا یوں جی سے گزر جانا

بہارِ گُل میں کیوں حکمِ رہائی دے دیا مجھ کو
مرے صیاد نے شاید مجھے بے بال و پر جانا

ارے ظالم کدورت تیرے دل میں اب بھی باقی ہے
بچا کر اپنا دامن میری تربت سے گزر جانا

وہ دنیا تھی جہاں مقتول کی چلنے نہ دیتے تھے
یہ محشر ہے یہاں تو خونِ ناحق سے گزر جانا

انہیں ہاتھوں سے جن ہاتھوں سے مٹی دے کے جاتے ہو
کبھی آنا تو میری قبر پر دو پھول دھر جانا

طوافِ کعبہ کرتے اور ترے عاشق ارے توبہ
حرم سمجھے ترا گھر، سنگِ اسود، سنگِ در جانا

ترے رحم و کرم ظلم و ستم کی کشمکش میں ہوں
نہ قابو زندگانی پر نہ اپنے بس میں مر جانا

مریضِ غم کی بالیں پر وہ اک دم کو چلے آئیں
مجھے آسان ہو جائے گا جینا اور مرجانا

فقط میکش کے جانے سے یہ تھا میخانے کا عالم
صراحی کا اُبلنا اور پیمانے کا بھر جانا

میں طوفاں میں رہا ساحل پہ جا پہنچیں مِری نظریں
کنارا کر گئیں آفت میں جن کو معتبر جانا

خدا کے واسطے زحمت نہ کر دم توڑ لینے دے
حیاتِ نو ہے چارہ گر مصیبت سے گزر جانا

کم از کم پوچھتے آنا، سبب بجلی کے گرنے کا
کلیم اب کے اگر ہووے تمھارا طور پر جانا

غزل۔۱۱

جو پی کر میکدے سے شب کو ہم دونوں بہم نکلے
عدو کی غیر ایسی ہوگئی حالت کہ دم نکلے

کلیسا دیر و کعبہ ہی نہیں مخصوص ہر اِک جا
تجھے ڈھونڈا نہ پایا، پر ترے نقشِ قدم نکلے

نہیں اس کے سوا اب اور کوئی آرزو میری
تماشائی ہو تُو، میرا تری چوکھٹ پہ دم نکلے

وہ منظر دیکھ لیں آنکھوں سے اپنی میرے مرنے کا
سرِ بالیں وہ بیٹھے ہوں کہ جانِ پُر اَلم نکلے

رُکا ہے پتلیوں میں دَم ترے بیمارِ الفت کا
جو تُو بالیں پہ آجائے تو آسانی سے دَم نکلے

کلیمؔ، اللہ سے مانگو دعا ہاتھوں کو پھیلا کر
مزارِ اقدسِ شاہِ شہیداں پر ہی دم نکلے

غزل۔۱۲

ڈوبی ہے یا کہ دامنِ ساحل میں رہ گئی
کشتی وفا کی کون سی منزل میں رہ گئی

غم موت کا نہیں ہے مجھے چارہ گر مگر
حسرت کسی کے دیکھنے کی دل میں رہ گئی

کیونکر کروں شکایتِ گرداب ناخدا
کشتی الجھ کے دامنِ ساحل میں رہ گئی

کس سے رکھیں امید کہ دیوے جنوں میں ساتھ
جب گردِ کارواں رہ منزل میں رہ گئی

گو ڈوبتا رہا پہ کنارے پہ تھی نظر
حسرت لپٹ کے دامنِ ساحل میں رہ گئی

بالیں پہ وقتِ نزع وہ آئے مریض کی
مرنے کی آرزو دلِ بسمل میں رہ گئی

فرطِ خوشی سے کہہ نہ سکے حرفِ مدعا
دل کی جو آرزو تھی وہی دل میں رہ گئی

اُس کی خلش نے کاٹ دی آخر شبِ فراق
وہ نوکِ تیر جو کہ مرے دل میں رہ گئی

پیہم اُسے جلاتی رہی برق اے فلک
حسرت جو آشیانے کی تھی دل میں رہ گئی

ٹھکرا کے قبر کو مری جھلّا کے یہ کہا
اب بھی کوئی تمنّا ترے دِل میں رہ گئی

بیٹھے وہ میرے پہلو میں دشمن کے سامنے
آج آبرو کلیمؔ کی محفل میں رہ گئی

بیٹھا جو تھک کے راہ روِ عشق میں کلیمؔ
حسرت لپٹ کے دوریِ منزل میں رہ گئی

غزل۔۱۳

شق ہے سینہ غم فرقت سے جو دیوانوں کا
صاف مطلع ہے مرے چاک گریبانوں کا

ڈر عدو کا ہے نہ اندیشہ ہے دربانوں کا
میں ہوں اور تم ہو تقاضا ہے یہ ارمانوں کا

آہ مجنوں سے نہ اک دم بھی تھا لیلیٰ کو قرار
راستہ ناپتی پھرتی تھی بیابانوں کا

تم جب آتے ہو تو وہ حال نہیں رہتا ہے
کیسے دکھلاؤں تڑپنا تمھیں ارمانوں کا

سہرا۔۱

بتقریب نوید شادی سید اقبال حسین کاظمی و دختر سید ارشاد حسین زیدی

نگہِ شوق کا شکوہ ہے میانِ محفل
کیوں مِری آرزوئے دید میں ہیں پھول مخل

ناخدا قلزمِ شادی میں نہ کیوں شاد ہو دل
آئی ارمانوں کی کشتی جو قریبِ ساحل

بارشِ نور ہے محفل میں ہر اِک سُو دیکھو
حُسنِ نوشہ سے ضیا پاش ہے ماہِ کامل

سر پہ نو شاہ کے سہرا ہے بہ اقبالِ حسینؑ
باپ کی جان ہے اور ماں کا تمنا بھرا دل

ہو مبارک تِری قسمت کا ستارا چمکا
یہ وہ شب ہے کہ ہوئی مسندِ شاہی حاصل

ہے بَنا میرا نواسہ تو بَنی ہے پوتی
للہ الحمد مجھے دوہری خوشی ہے حاصل

ہے دُعا میری بَنا اور بَنی شاد رہیں
عیش میں عمر بسر اِن کی ہو ربِّ عادل

دیکھ کر حسن و جمالِ رُخ نوشہ کو کلیم
تارے شرما سے گئے ہوگیا مہتاب خجل

سہرا۔۲

کتنا با وضع ہے نوشاہ کے سر پر سہرا
زلف سے بڑھ نہ سکا بال برابر سہرا

جب رکھا سامنے نوشاہ کے لا کر سہرا
خوش ہوا اتنا ہوا جامہ سے باہر سہرا

رعبِ حُسنِ رُخِ نوشاہ کا اللہ رے اثر
رات بھر سامنے کانپا کیا تھر تھر سہرا

اے قمر بامِ فلک پر ہوں تصدق تارے
رُخ سے اُلٹے جو یہ رشکِ مہِ انور سہرا

پَرتوِ حسن سے نوشہ کے چمک اٹھا ہے
ہے ضیا میں مہ و خورشید سے بڑھ کر سہرا

تیرے سہرے کا پڑا عکس جو اے ماہِ جبیں
بن گیا عقدِ ثریا کا فلک پر سہرا

حُسن سے اپنے فزوں دیکھ کے نوشہ کا جمال
شرم کے مارے اٹھاتا ہی نہیں سر سہرا

کیوں نہ تسخیر کرے دِل کو ترا بھولا پن
منہ پہ نوشاہ کے کہتا ہے یہ ہنس کر سہرا

تاب اتنی کہاں دیکھیں جو ترا حُسنِ ملیح
اہلِ محفل کا تو کیا ذکر، ہے ششدر سہرا

بہرِ حفظِ نظرِ بد یہ نئی کی تدبیر
بڑھ گیا اتنا گرا پاؤں پہ آکر سہرا

ہوگیا یوں رُخِ نوشاہ کے آگے آگے
جیسے اِس منزلِ شادی کا ہے رہبر سہرا

کیسی مالن نے بھی پائی ہے طبیعت موزوں
رات کی رانی کا لائی ہے بنا کر سہرا

باپ ماں بھائی احباء و اعزاء خوش ہیں
دیکھ کر چاند سے چہرہ پہ منور سہرا

ہے دعا میری ترقی ہو تری عمر بڑھے
تو بھی دیکھے یوں ہی فرزند کے سر پر سہرا

حُسن میں شمس ہے دولہا تو مہِ نو ہے بنی
یہ ضیا بار یا دن رات منور سہرا

یہ تعلی نہیں دراصل حقیقت ہے کلیم
دیکھیں کہہ دے کوئی اس سہرے سے بڑھ کر سہرا

باقیاتِ فیضؔ بھرتپوری

سید فرزند حسن زیدی فیضؔ بھرتپوری کا مجموعہ کلام



ڈھونڈتے ڈھونڈتے حشر تک آ گیا ہوں
نہ جانے محبت کی منزل کہاں ہے

باقیاتِ فیضؔ بھر تپوری

سید فرزند حسن زیدی فیضؔ بھر تپوری کا مجموعہ کلام

ڈھونڈتے ڈھونڈتے حشر تک آ گیا ہوں
نہ جانے محبت کی منزل کہاں ہے

فہرست

نمبر شمار	عنوان		صفحہ نمبر
1	فیضؔ بھرتپوری اور اُن کا فن	پروفیسر منظور حسین شورؔ	1
2	مرثیہ بعنوانِ ''تبرک'' کا مختصر جائزہ	مقام حسین جعفری	5
3	یادیں	راہیؔ جہانگیرآبادی	16
4	قطعہ تاریخ وفات فیضؔ بھرت پوری	ساحرؔ لکھنوی	18
5	قطعہ تاریخ وفات فیضؔ بھرت پوری	باقرؔ زیدی	20
6	معجزہ عالمِ مبارک بقلم فیضؔ بھرتپوری	فیضؔ بھرت پوری	22
7	خدائے عزّ وجل کا مکان ہے کعبہ	نظم (کعبہ)	26
8	درمدحِ حضرت ابوطالب علیہ السلام	قطعات	30
9	درمدحِ سرورِ کائنات صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم	قطعات	33
10	جس نے بھی پیا بادۂ عرفانِ محمدؐ	نعت	36
11	سچ بات تو یہ ہے عالم میں بندہ کوئی ایسا ہو نہ سکا	نعت	38
12	بصد جان ودل ہوں نثارِ مدینہ	نعت	40
13	نہ کیجے اس پہ تعجب کہ ابتدا بھی نہیں	نعت	42
14	ملک کیوں نہ ہوں مدح خوانِ محمدؐ	نعت	44
15	آلِ نبیؐ سے ترکِ مودّت نہ کیجئے	نعت	46
16	درمدحِ حضرت خدیجہ علیہ السلام	قطعات	48
17	کچھ کم جو ہوئی یورشِ آلام کی شدّت	قصیدہ حضرت خدیجہؑ	49
18	درمدحِ حضرت فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا	قطعات	52
19	قیامِ محشر تلک نہیں ہے حسب نسب میں جواب زہراؑ	منقبت	54

20	مرکزِ تطہیر ہیں جانِ طہارت فاطمہؑ	منقبت	55
21	درمدحِ امیر المومنین حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ	قطعات	57
22	جب خدا کے گھر میں پیدا شیرِ یزداں ہوگیا	منقبت	66
23	مجھے حاصل زیارت کا شرف ہوگا فنا ہوکر	منقبت	68
24	کرے دعویٰ سلونی کا سرِ منبر تو ہم جانیں	منقبت حضرت علیؑ	71
25	خلوصِ دل سے جو مولاؑ تمھارا نام لیتے ہیں	منقبت حضرت علیؑ	73
26	ملائک تہنیت کو عرش سے سوئے زمیں آئے	منقبت حضرت علیؑ	74
27	پھرے جب حجِ آخر سے نبیؐ پہلے کہاں ٹھہرے	منقبت حضرت علیؑ	76
28	دوشِ نبیؐ پہ پائے جناب امیرؑ ہے	منقبت حضرت علیؑ	78
29	صحابہ کو نبیؐ نے مژدۂ نو یوں سنایا ہے	منقبت حضرت علیؑ	79
30	بتاؤ زیب دیتا ہے علیؑ کے ماسوا کہنا	منقبت حضرت علیؑ	81
31	درمدحِ حضرت امام حسن علیہ السلام	قطعات	85
32	روئے شبّرؑ دیکھنا روئے پیمبرؐ دیکھنا	منقبت امام حسینؑ	86
33	ہوا جو گردشِ دوراں سے دل مرا رنجور	منقبت امام حسینؑ	88
34	پہلے امام کو جو نصیری خدا کہیں	منقبت امام حسینؑ	90
35	حسینؑ کے وصف اس سے ہی عیاں ہیں۔	منقبت امام حسینؑ	91
36	نسبت جو پھول کو ہے بہارِ چمن کے ساتھ	منقبت امام حسینؑ	93
37	چلے تھے آج ہم اچھی گھڑی کے ساقیا گھر سے	منقبت امام حسینؑ	95
38	جو یاں غمِ شبّرؑ میں گریاں نظر آتا ہے	منقبت امام حسینؑ	99
39	فیضؔ یاں مدحِ حسینؑ کو مائلِ تحریر ہے	منقبت امام حسینؑ	101
40	درمدحِ حضرت امام حسین علیہ السلام	قطعات	103
41	نبیؐ کا دین کبھی اوج پر نہیں جاتا	منقبت امام حسینؑ	114
42	اثر مٹی کو بخشا ہے شفا کا	منقبت امام حسینؑ	116

43	بے جرم خوں حسینؑ کا پہلے بہا دیا	منقبت امام حسینؑ	118
44	بہر سجدہ جب قدم پر شاہؑ کے سر رکھ دیا	منقبت امام حسینؑ	120
45	جو شخص پاسباں ہے درِ بوترابؑ کا	منقبت	123
46	نہ کیوں کون و مکاں میں شور ہو اُس کی امامت کا	منقبت	126
47	کیا کرو گے فیضؔ آخر جانب زر دیکھ کر	منقبت	128
48	ہر داستانِ صبر کا عنواں حسینؑ ہیں	منقبت	131
49	گھر جس کے دل میں کر گئی الفت حسینؑ کی	منقبت	132
50	وردِ زباں جو مدحتِ ابنِ علیؑ ہوئی	منقبت	134
51	یہ پوچھنا ہے تیسری شعباں کی سحر سے	منقبت	138
52	دل مرا مائل ہے قرآں کی تلاوت کے لئے	منقبت	141
53	فقط یہ رتبہ ءِ آلِ عباؑ ہے	منقبت	143
54	حکمِ خالق سے یہ مضموں سورۂ کوثر میں ہے	منقبت	146
55	کب وہ خوبی مہ و خورشید کی تنویر میں ہے	منقبت	148
56	صلِ علیٰ کی ہر دم آواز آرہی ہے	منقبت	150
57	پسر عقیل کے روشن ضمیر ہیں مسلمؑ	منقبت	152
58	نہ ہوتے گر محمدؐ ہوتے کب کون و مکاں پیدا	منقبت	154
59	در مدحِ جناب زینبؑ	قطعات و رباعیات	155
60	خیال رکھتے تھے اتنا امامؑ زینبؑ کا	منقبت	156
61	در مدحِ علی اکبرؑ	قطعات و رباعیات	158
62	چھیڑ دیتا ہے کوئی محفل میں جب ذکرِ شباب	منقبت	161
63	محوِ حیرت کیوں نہ ہو دنیائے فانی دیکھ کر	منقبت	165
64	نظر بدلے ہوئے عنوان اب دنیا میں آتے ہیں	منقبت	167
65	ہے یہ تھوڑی سی ریاضت پہ عنایت تیری	منقبت	170

66	جس کی شہرت دو جہاں میں عام ہے	منقبت	173
67	درمدحِ حضرت قاسمؑ و حُرؑ علیہم السلام	قطعات ورباعیات	178
68	عونؑ و محمدؑ و علی اصغرؑ	قطعات ورباعیات	179
69	درمدحِ جنابِ عباسؑ	قطعات ورباعیات	181
70	جس دل میں نہیں عشق اگر تام وفا کا	منقبت	186
71	ہے وظیفہ یہ عباسِ جری کے نام کا	منقبت	189
72	جب بھی مقصود ہو عباسؑ کی مدحت کرنا	منقبت	190
73	پھیلا جو اشکِ غم تو اِک عالم بنا دیا	منقبت	192
74	اگرچہ جان سے اپنی گزر گئے عباسؑ	منقبت	194
75	بے وفا دنیا میں یوں نامِ وفا ہے محترم	منقبت	196
76	اسی باعث تو پُر تنویر ہے عباسؑ کا پرچم	منقبت	197
77	انجم میں ملے گی نہ کہیں شمس و قمر میں	منقبت	199
78	گر کوئی انسان یہ پوچھے کہ کیا عباسؑ ہیں	منقبت	201
79	صبر میں آئینہ عِ سبطِ نبیؐ عباسؑ ہیں	منقبت	202
80	جب اُس سے پوچھا کہ عباسؑ کا جواب نہیں	منقبت	204
81	پائی ہے وہ جراتِ شیرِ خدا عباسؑ نے	منقبت	206
82	مشک کہتی ہے کہ عباسؑ کو سقّا کہیے	منقبت	208
83	لپٹی ہوئی جس شخص کے قدموں سے وفا ہے	منقبت	210
84	اس شیر پہ یہ خالقِ اکبر کی عطا ہے	منقبت	212
85	باقی جہاں میں جس سے محبت کا نام ہے	منقبت	214
86	جو بھی عالی ظرف ہیں اُن کو وفا سے پیار ہے	منقبت	216
87	اس حقیقت سے کسی کو تھا نہ اب انکار ہے	منقبت	218
88	بہر صورت یہ اپنا فیصلہ اے فیضؔ ناطق ہے	منقبت	220

89	درمدحِ امامِ زمانہ	قطعات ورباعیات	221
90	نبیؐ کے دین کا جب آخری یہ تاجدار آیا	منقبت	225
91	کسی کے ہجر نے ایسا کیا مجھے بیمار	منقبت	227
92	جن وملک، نہ حور ندرضواں سے پوچھئے	منقبت	230
93	آمدِ مولاؑ پہ، بے خود اس قدر ہو جائے گی	منقبت	232
94	لب پہ اُن کا نام ہے اور یاد اُن کی دل میں ہے	منقبت	235
95	فصیبا کیوں نہ بڑھ جائے بھلا اپنا سکندر سے	قصیدہ	238
96	قصیدہ ساقیا لکھنا ہے مجھ کو مدحِ حیدرؑ میں	قصیدہ	240
97	کب سے تڑپ رہا ہے دل، کشتۂ انتظار کا	قصیدہ امام زمانہؑ	242
98	یہ جستجو تھی کہ کیا ہے غمِ جہاں کا بدل	قصیدہ امام حسنؑ	244
99	جنابِ ساقیِ کوثر عطا ہو جام فرصت میں	قصیدہ امام حسینؑ	249
100	راز کھلتا نہیں کچھ پھرتی ہیں یہ کیوں آزاد	قصیدہ	251
101	اسی خیال میں بیٹھا ہوا تھا میں ششدر	قصیدہ	255
102	کیا جو گردشِ دوراں نے تنگ حد سے زیاد	قصیدہ حضرت علی اکبرؑ	260
103	طبیعت یک بیک آلامِ دنیا سے جو گھبرائی	قصیدہ	263
104	عجیب دور ہے یہ دور بھی خدا کی قسم	قصیدہ حضرت عباسؑ	266
105	طولِ شبِ فراق سے دل کو رہا نہ جب قرار	قصیدہ حضرت عباسؑ	273
106	ہوا جو روزِ ازل انقسامِ حسن و جمال	قصیدہ حضرت علی اکبرؑ	276
107	لکھتا ہوں میں قصیدہ اُس شمعِ ہدایت کا	قصیدہ حضرت علی اصغرؑ	278
108	ہوئی باغِ رضاؑ میں جب بہارِ جاوداں پیدا	قصیدہ حضرت محمد تقیؑ	279
109	نہیں وقت اب کہ وجودِ حق ہو حجابِ عمرِ دراز میں	قصیدہ امام زمانہؑ	280
110	مل گیا قسمت سے ایسا نا خدا میرے لئے	سلام	281
111	کہا سجادؑ نے بابا اٹھاؤں میں نظر کیونکر	سلام	283

112	کم ہے یہ کہنا کہ مولا باب خیبر لے چلے	سلام	285
113	ابھی منہ فق ہو لکھوں وصف شہ کے لب کا ندا ں کا	سلام	287
114	جو محبّ احمدؐ کا اور آلِ عباؑ کا ہو گیا	سلام	288
115	سلامی رنج و غم کی کربلا میں انتہا ہو لی	سلام	290
116	داغِ ماتم لئے سینے پہ جو دلگیر گئے	سلام	291
117	فیضؔ اب کرنا رقم مدحِ پیمبرؐ چاہئے	سلام	293
118	قبر میں اصغرِ بے شیر تھے سرور باہر	سلام	295
119	سلامی جو محبّ دل سے ہوا شاہِ شہیداں کا	سلام	298
120	فوجِ ستم شعار کے جب دَل کے دَل گئے	سلام	301
121	قیصر کوئی، کسی کو مسلماں بنا دیا	سلام	303
122	خیبر لئے ہوئے درِ خیبر لئے ہوئے	سلام	306
123	قبر میں جاتے ہی اپنا پیشوا مل جائے گا	سلام	310
124	خاقاں سے پوچھئے نہ سلیماں سے پوچھئے	سلام	313
125	ترقی پر طبیعت ہے سلامی مدحِ حیدرؑ میں	سلام	314
126	نہ جلا گھر کہ رواں شاہؑ پہ خنجر نہ ہوا	سلام	315
127	نبی کا دین کبھی اوج پر نہیں جاتا	سلام	316
128	تھی ان دو کی کرب و بلا کو ضرورت	سلام	318
129	متفرق	قطعات	319
130	نسیم امروہوی	قطعہ تاریخ	329
131	نجم آفندی	قطعہ تاریخ	331
132	یارب بڑی نعمت ہے امید کا بر آنا	نوحہ	333
133	جہاں میں چھا گئے شاہِ اُمم آہستہ آہستہ	نوحہ	334
134	ہو کہ زخمی جو گرا فاطمہؑ کا ماہ جبیں	نوحہ	335

135	آنکھ صرفِ ماتم و گریہ رہے گی حشر تک	نوحہ	337
136	ظاہر ا بچے کو شہؑ پانی پلانے آئے ہیں	نوحہ	338
137	بین تھے یہ ماں کے تربت پر اندھیری رات ہے	نوحہ	339
138	اب اثر اُلٹا نظر آتا ہے ہر تدبیر کا	نوحہ	341
139	اہلِ بیتِ مصطفیٰؐ شام کے دربار میں	نوحہ	343
140	میں خاک پائے لختِ دلِ بوترابؑ ہوں	مرثیہ۔۱	344
141	مائلِ مدحتِ حیدرؑ ہے طبیعت میری	مرثیہ۔۲	360
142	عشقِ اسلام میں سرشار ابوطالبؑ ہیں	مرثیہ۔۳	374
143	خادم ہے پُر خلوص تو وہ بے نظیر ہے	مرثیہ۔۴	391
144	نگینِ تاجِ سخن مجھ کو کربلا سے ملا	مرثیہ۔۵	402
145	چودہ صدیوں کے میں حالات رقم کرتا ہوں	مرثیہ۔۶	419
146	خلق میں آئینہءِ خُلقِ پیمبرؐ ہیں حسینؑ	مرثیہ۔۷	435
147	ہر ایک شاخِ شجر حاصلِ بہار ہے آج	مرثیہ۔۸	450
148	اے کلک بوستانِ سخن کو سنوار دے (واقعہ ٹھیڑی)	مرثیہ۔۹	464
149	مجھ کو سب خسروِ اقلیمِ سخن کہتے ہیں بعنوانِ تبرک	مرثیہ۔۱۰	484
150	فلسفہ رسمِ تبرک کا بیاں کرتا ہوں فلسفہءِ تبرک	مرثیہ۔۱۱	502
	باب غزل		
151	لو آنکھوں ہی آنکھوں میں ستم ڈھا گئیں آنکھیں	غزل۔۱	518
152	بھروسہ ہے مجھے جذبِ محبت پر دکھا دوں گا	غزل۔۲	519
153	شبِ وصال حیا اُن کو آئی جاتی ہے	غزل۔۳	520
154	کیوں نہ پھر زیست سے ہو یاس مریضِ غم کو	غزل۔۴	521
155	میں طوفاں میں خوش ہوں نظر تو وہاں ہے	غزل۔۵	522
156	نزع کے وقت جو اُس شوخ کا آنا ہو جائے	غزل۔۶	524

157	کیا اے صبا نقاب اٹھایا نہ جائے گا	غزل۔۷	527
158	کہا تھا شامِ وصال اُن سے کہ عرض کرنی ہیں چند باتیں	غزل۔۸	528
159	چلے آؤ بوقتِ جانکنی تم اور عدو مل کے	غزل۔۹	529
160	پژمردہ بے سبب نہیں تربت کے چار پھول	غزل۔۱۰	530
161	خوب ہونے پر بھی لاحاصل ہے فرزانے کی بات	غزل۔۱۱	531
162	تمھاری یاد میں کیا اس کے ماسوا کرتے	غزل۔۱۲	533
163	عیادت کو جو آیا دلربا آہستہ آہستہ	غزل۔۱۳	534
164	بکھرائے ہوئے زلف سرِ شام تو آیا	غزل۔۱۴	536
165	سکوں حاصل ہو اور پھر ہو مصیبت ہائے غرقت سے	غزل۔۱۵	538

فیضؔ بھرتپور اور اُن کا فن

پروفیسر منظور حسین شورؔ علیگ

''اے کلک بوستانِ سخن کو سنوار دے''

یہ جناب فیضؔ بھرت پوری کے مرثیہ ''گنجِ شہیداں'' کی اس تاریخی نگارش کا اولین مصرعہ ہے لیکن اگر مرثیہ کو تشبیہاً سورج تصور کیا جائے تو اس مصرعہ کو اس کی پہلی کرن سمجھنا چاہئے جیسے مجسمہ تراش اپنے تراشے ہوئے مجسموں کے تناسبِ اعضاء اور ان کے خد و خال کی ریزہ کاری سے خود بخود متعارف ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جناب فیضؔ بھرت پوری کی معنوی شخصیت کا آئینہ دار خود ان کا مرثیہ ہے۔ اس ضمن میں ابتداً اس حقیقت کا اظہار بے محل نہیں کہ اگر عہدِ گزشتہ اور عہدِ حاضر کے مرثیے کا موازنہ کیا جائے تو دکن۔ عادل شاہی اور بیجا پوری عہد سے لے کر انیسویں صدی کے نصف ثانی یعنی میر ببر علی انیسؔ اور مرزا سلامت علی دبیرؔ کے دور تک اور انیسؔ و دبیرؔ کے عہد سے لے کر دورِ حاضر تک مرثیے کا میدان کثیر التعداد شہسواروں کی جولاں گاہ بنا رہا لیکن مرثیے کی تاریخ کے اس طویل عرصے کا اگر تجزیاتی جائزہ لیا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ مرثیے کی تاریخ نے دو نوعیتوں کے مرثیہ نگار پیدا کئے۔ ایک وہ جو میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ کے دبستانوں کی روایتی نمائندگی کرتے رہے دوسرے وہ جن کے یہاں مرثیے کا مزاج بنیادی طور پر تو کلاسیکی نظر آتا ہے لیکن اس میں فکر کے اجتہاد اور تجدد کا ایک ایسا رنگ جھلکتا ہے جس میں مرثیے کا مقصد صرف شہدائے کربلا کی

یا دمیں عزاداری تک ہی محدود نہیں ہوتا بلکہ مرثیہ نگاری کے اس عظیم مقصد کے ساتھ ساتھ رسولؐ اور آلِ رسولؐ کے کردار کی روشنی میں انسانیتِ عظمیٰ کی مثبت تاویل اور تعمیر ہوتا ہے۔ دورِ جدید میں مرثیہ نگار کے اس خصوصی مطمعِ نظر نے اس صنفِ سخن کی گیرائی کو اس قدر عالمگیر بنا دیا ہے کہ مرثیے کی ہمہ جہتی ایک ہی وقت تاریخ۔ مذہب۔ معاشرہ۔ سیاست۔ انقلاب اور نفسیات کے اس اجتماعی شعور کو اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے جس کے بغیر نہ انسانیت کا ارتقاء ممکن ہے نہ اس کی تعمیر۔ نفسِ مرثیہ کے متعلق عام لوگوں کی یہ رائے کہ یہ خاص صنفِ سخن محض عزا اور بکا کے گرد گردش کرتی ہے اور اس پر اس معنی میں ادب کا اطلاق نہیں ہوتا جس کو زندگی کی ترجمانی کہا جاتا ہے تعصب اور تنگ نظری پر قائم ہے۔ ورنہ حقیقتاً مرثیہ اور صرف مرثیہ اس قدر پہلو دار اور جامع صنفِ ادب ہے جو عرفانِ ذات، عرفانِ کائنات اور عرفانِ ربانی سب پر مشتمل ہے اس کی مقصدیت یقیناً شہدائے کربلا اور ائمہ اطہار کی مقدس یادگار کو ابدالآباد تک زندہ رکھنا ہے لیکن اس تاریخی روایت کی تہ میں جو سب سے عظیم اجتماعی جذبہ کارفرما ہے وہ رسولؐ اور آلِ رسولؐ کے اُسوۂ حسنہ کی روشنی انسانیتِ عظمیٰ کی تاویل اور اس کی تعمیر و تطہیر ہے اس جذبے کی حدت اگر آلِ رسولؐ کی مظلومیت پر قلبِ مومن کو پگھلا دے تو اس کو شرافتِ نفس کا جبلی تقاضا سمجھنا چاہئے کیونکہ مظلوم کے ساتھ ہمدردی جوہر انسانیت کا وہ خاصہ ہے جس کے بغیر انسانیت تو انسانیت نبوت بھی مکمل نہیں ہوتی۔ انسانیت

کی یہی وہ ملکوتی صفت ہے جو کفر و ایمان۔ حق و باطل اور نور و ظلمت کے درمیان خطِ امتیاز کھینچ کر حسینؑ کو یزید اور مصطفےٰؐ کو ابولہب سے جدا کر دیتی ہے یہ تو تھا قدیم اور جدید مرثیہ نگاری کا ایک اجمالی جائزہ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مرثیے کو ادبیت اور رثائیت دونوں کے امتزاج سے عزاداری اور انسانیتِ عظمیٰ کی تعمیر دونوں کا کارگر وسیلہ بنا دینا ہے۔ ''معجزہ گر نیست کرامات ہست'' اگر ناممکن نہیں تو اتنا دشوار ضرور ہے کہ مرثیہ نگار اس وقت تک اس سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا جب تک مرثیے کی غیر معمولی استعداد کے ساتھ توفیقِ ربانی شامل نہ ہو۔ دورِ حاضر میں اس سعادتِ دارین سے جو لوگ بہرہ ور ہیں ان میں جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے فرقِ مراتب کے ساتھ جوشؔ ملیح آبادی کا نام آتا ہے۔

جناب فیضؔ بھرت پوری اپنے عہد کے مرثیہ نگاروں میں ایک ایسے مقام پر کھڑے نظر آتے ہیں جہاں زندگی کے مختلف گوشوں کا گہرا مطالعہ بشریت کی تہذیب کا پختہ شعور۔ فکر کی بلوغت۔ تاریخی بصیرت اور زبان کی پاکیزگی کے ساتھ مطالب کے اظہار کا سلیقہ ان کی شاعرانہ شخصیت کو اور زیادہ نمایاں کر دیتا ہے۔ میں نے ان کا مرثیہ ''تاریخ ظلم یا گنجِ شہیداں'' کے مطالعے سے محسوس کیا ہے کہ فیضؔ بھرت پوری کے کلام کی فعالیت کا راز ان کی اس زبان میں پوشیدہ ہے جو بظاہر بہت سادہ دکھائی دیتی ہے لیکن واقعات اور جذبات نگاری کے معاملے میں سلیس اور سادہ زبان کو برتنے کا سلیقہ درحقیقت ایک ایسا ملکہ ہے جو

بڑی ذہانت اور مزاولت چاہتا ہے۔

''گنجِ شہیداں'' میں فیضؔ صاحب کا یہ کہنا کہ ؎

''مسجد خدا کی مقتلِ سادات ہوگئی'' یا ؎ مارواسی کو جس کو ہو نسبت حسینؑ سے''

ایسی سادہ زبان ہے جس کے ہر لفظ سے تازہ خون ٹپکتا دکھائی دیتا ہے اور جس کا ہر مصرعہ انسانی بربریت اور یزیدی استبداد کے خلاف ایک بغاوت کا چیلنج ہے یہ وہ اندازِ فکر ہے جس کو اگر انسانیت کی تہذیب اور قومیت کی اصلاح کا اجتہاد کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ فیضؔ صاحب کے اس احساس سے کہ

؎ دنیا کا غم نہیں غمِ سَرور کا داغ ہے
روشن ہے آندھیوں میں یہ ایسا چراغ ہے

یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شاعر ماضی اور حال کے آئینے میں حق وصداقت کا ایک ایسا عکس دیکھ رہا ہے کہ قیامت تک نہیں دھندلا سکتا۔

مرثیہ بعنوانِ تبرّک کا مختصر جائزہ

مقام حسین جعفری

سیّد فرزند حسن نام المتخلص بہ فیضؔ بھرتپوری اس عہد کے جانے پہچانے اور مشہور مرثیہ نگار ہیں ان کا کلام قریب قریب ہر صنفِ سخن میں موجود ہے۔ انہوں نے سلام و مرثیے بھی کہے۔ قطعات بھی لکھے، قصیدے بھی کہے اور رباعیاں بھی لکھیں ان کے مراثی کا مطالعہ ان کی زباں دانی، سلیقہ مندی اور ان کے کمال کی عکاسی کرتا ہے۔ حسنِ بیان، شیرینی زبان، بندشِ اشعار اور قدرتِ اظہار کی جس قدر تعریف کی جائے وہ کم ہے ان کے مرثیوں کو پڑھ کر یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے انیسؔ کا مطالعہ بالاستیعاب کیا ہے اور ان کے جوہرِ فن کو اپنی روح میں جذب کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

مجھے فیضؔ صاحب کی قصیدہ خوانی کی محفلوں میں بھی شرکت کا موقع ملا اور ان کی متعدد مجلسوں میں بھی شریک ہوا۔ منجملہ ان کے ایک وہ مجلس تھی جس میں فیضؔ صاحب نے اپنا نو تصنیف مرثیہ پڑھا جس کا مطلع ہے

''مجھ کو سب خسروِ اقلیمِ سُخن کہتے ہیں''

اس مرثیے میں بیاسی (۸۲) بند ہیں۔ مرثیے کے چہرے میں شاعر نے عزاداری اور مجلس و ماتم سے اپنے شغف کا اظہار کیا ہے اور اس کا بھی اعتراف کیا ہے کہ اسی درس گاہ سے مستفید ہوئے اور انیسؔ مرحوم کی تاسی کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

ساتواں بند:

مرثیہ گوئی میں کرتا ہوں میں تقلیدِ انیسؔ جو بہ ہر زاویہ اقلیمِ سخن کا ہے رئیسؔ
ہے زباں جس کی سلیسؔ اور بیاں بھی ہے نفیسؔ ہو نہ ہم پلہ کبھی مل کے کہیں گردس بیس

غیر کی طرزِ بیاں میں یہ روانی ہی نہیں
یہ وہ شاعر ہے کہ جس کا کوئی ثانی ہی نہیں

نویں بند میں فیضؔ صاحب نے ذاکرِ امام حسینؑ کے کردار کی رفعت اور عظمت کا تذکرہ کیا ہے جو اعلیٰ اخلاقی اقدار کا حامل، خلوص کا قائل، تصنع و بناوٹ سے کوسوں دور تھا۔ اب بھی تاریخ کے اوراق میں وہ نقش ونگار محفوظ ہیں اکثر وبیشتر مجالس میں مرثیہ خوانی ہوتی تھی۔

مجلسِ غم میں وہ ذکرِ شہدا کرتے تھے
پر ساشبیرؑ کا زہراؑ کو دیا کرتے تھے

سامعین بھی خلوص کے جذبے سے سرشار تھے اس لئے وہ مآل مجلس سے بھی مثاب ہوتے تھے۔

حق میں ذاکر کے عزادار دُعا کرتے تھے
ختمِ مجلس پہ تبرک بھی دیا کرتے تھے

اس لئے بچے بھی اس مکتب میں بڑے شوق سے آتے تھے بہت سی کام کی باتیں ان کے کانوں میں پڑ جاتی تھیں جو ان کی زندگی کو سنوارنے میں بہت مفید ثابت

ہوتیں۔ بقول شاعر تبرّک تقسیم نہ کرنے کے مضر نتائج برآمد ہوئے۔

گیارہویں بند میں تلخ حقائق کی ترجمانی ہے ذاکروں کے کردار پر بھرپور تبصرہ ہے۔ اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے معاشرے کے افراد میں گھٹن کے اثرات رونما ہو رہے ہیں۔

اب خطیبوں کا یہ عالم ہے کہ خالق کی قسم کرکے طے پیشگی لیتے ہیں یہ پڑھنے کی رقم
سخت برہم ہوں اگر دیجئے پیسے کچھ کم ذکرِ شبیرؑ میں کرتے ہیں سیاست مدغم

شیرِ مادر کی طرح ہضم یہ کر جاتے ہیں
اب تو علامہ تبرّک کی رقم کھاتے ہیں

چھوٹا منہ اور بڑی بات کے پیشِ نظر میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہنا چاہتا بلکہ اس ضمن میں سید العلی کا بیان نقل کر رہا ہوں۔ تاکہ نفسِ موضوع کی وضاحت ہو سکے۔

تذکرۂ امام حسینؑ کے لئے جو مجمع ہو اس کا نام اصطلاحی طور پر مجلس 'امام رضا علیہ السلام کی حدیث سے ہی ماخوذ ہے' آپ نے عملی طور پر بھی خود مجلسیں کرنا شروع کر دیں جن میں کبھی خود ذاکر ہوئے اور دوسرے سامعین جیسے ریّان بن شبیب کی حاضری کے موقع پر جو آپ نے مصائب امام حسینؑ بیان فرمائے اور کبھی عبداللہ بن ثابت یا دعبلِ خزاعی ایسے کسی شاعر کی حاضری کے موقع پر اس شاعر کو حکم ہوا کہ تم ذکرِ امام حسینؑ میں اشعار پڑھو وہ ذاکر ہوا اور حضرت سامعین میں داخل ہوئے۔

دعبل کو حضرت نے بعدِ مجلس ایک قیمتی حُلّہ بھی مرحمت فرمایا جس کے لئے دعبل نے یہ کہہ کر عذر کیا کہ مجھے قیمتی حُلّہ کی ضرورت نہیں ہے اپنے جسم کا اُترا ہوا لباس مرحمت فرمایئے تو حضرت نے ان کی خوشی پوری کی۔ وہ حُلّہ تو انہیں دیا ہی۔ اس کے علاوہ ایک جبہ اپنے پہننے کا بھی مرحمت فرمایا۔

اس سے ذاکر کا بلند طریقہ کار کہ اسے کسی دنیاوی انعام کی خاطر یا معاذاللہ اجرت طے کر کے ذاکری نہیں کرنا چاہئے اور بانیِ مجلس کا طریقہ کار کہ وہ بغیر طے کئے ہوئے کچھ بہ طور پیش کش ذاکر کی خدمت میں پیش کرے دونوں امر ثابت ہیں۔

بخوشی کوئی رقم دے اسے کر لیجے قبول

یہی شاعر کا بھی نظریہ ہے۔

عزادار ذاکرِ امام حسینؑ کی آرام و آسائش کا خیال رکھتا ہے اس کی خاطر مدارات میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا۔ ان تمام باتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے 'ذاکرین' کی یہ دلی خواہش ہوتی ہے اور اس کا وہ اظہار بھی کرتے رہتے ہیں کہ ان کی مٹھی گرم کی جائے۔ شاعر کے نقطۂ نظر سے ذاکروں کا یہ طریقہ بہیمانہ ہے اور یہ عزاداروں پر ایک قسم کا جرمانہ ہے۔ ان حالات نے شاعر کو بے چین کر دیا اور خطیبوں سے طنز آمیز لہجے میں کہا:

پیسے لے لے کے مجالس جو پڑھا کرتے ہو
کیا یونہی اجر رسالتؐ کا ادا کرتے ہو

بیسویں بند میں علم کے معیار گر جانے کا تذکرہ ہے اور خود ساختہ علّامہ کے کردار پر طنز ہے۔

دین کے علم کا کچھ ایسا گرا ہے معیار دھم سے جس طرح گرے دیت کی کوئی دیوار
عالموں میں ورقِ سادہ کا ہوتا ہے شمار ملتا جلتا سا ہے بوجہل سے ان کا کردار

خود ستائی کی عبا جہل کا عمامہ ہے
جس کو دیکھو وہی اِس دور میں علّامہ ہے

علم کی عظمت کا کیا کہنا لیکن ذاکرِ حسینؑ اس کو تجارت تصور کرتا ہے اور ایسی تجارت جس میں خسارے کا کوئی امکان نہیں۔ اسی لئے جوشؔ یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ:

عشرۂ ماہِ محرم عید ہے ان کے لئے

ایک زبان کے الفاظ جب دوسری زبان کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں تو ان کے تلفظ میں بھی فرق آجاتا ہے اور معنی میں بھی۔

مثلاً ''مولانا'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ہمارے آقا لیکن اُردو زبان میں ہر کس و ناکس کے لئے یہ لفظ بولا جاتا ہے جس نے ڈاڑھی رکھ لی ہو۔

اسی طرح علّامہ کے معنی اس دور میں بدل گئے ہیں ہر وہ شخص جس نے منبرِ رسولؐ پر چند احادیث پڑھ دیں اسے علّامہ کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔

یہ امر بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ:

ہیں دھواں دھار تقاریر میں یہ سب ہشیار
ان کو علاّمہ نہ کہیئے کہ یہ سب ہیں فنکار

یہ اَنَا کے مرض کا شکار ہیں اور ان کے سروں پر ہمہ اوقات شہرت کا بھوت سوار رہتا ہے ان کی زیست تصنع اور بناوٹ کی رہینِ منّت ہے۔

نوحہ خوانوں کا بھی اس دور میں یہ حال ہے کہ مفت کے مال کو اکلِ حلال تصوّر کرتے ہیں اور تو اور

بنتِ حوّا نے بھی اب پاؤں نکالے ایسے مجلسیں پڑھنے کے کرتی ہیں طلب یہ پیسے
یہ سمجھ کر کہ یہ حقدار ہیں اس کی جیسے کسبِ زر کے یہ نکالے ہیں طریقے کیسے
رٹ کے مجلس یہ امیروں میں تو پڑھ لیتی ہیں
عذر سو طرح کے مفلس سے یہ گڑھ دیتی ہیں

شاعر کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ذاکرین نے یہاں مجلس پڑھنے کے منہ مانگے دام وصول کر لئے تو حشر میں ان کے لئے کیا رہ گیا۔ شاعر کی نظر میں ایسے بھی ذاکرینِ امام حسینؑ ہیں جن کی مساعی قابلِ صد تحسین ہیں۔

بند نمبر۔۳۲

اور کچھ دیکھے ہیں ایسے بھی جہاں میں مومن سن کی کچھ قید نہیں ہے وہ جواں ہوں کہ مُسن
ذکرِ شبیرؑ میں مشغول ہیں ہو رات کہ دن مِتِ کش قوم سے اُجرت کے ہیں یہ سب محسن
مجلسِ شاہِ شہیداں یہ پڑھا کرتے ہیں
ذکرِ شبیرؑ کا یہ مُفت کیا کرتے ہیں

اس کا گراں قدر اجر اُن کو بارگاہِ رسالت سے ضرور ملے گا۔

بعض ذاکر ایسے بھی ہوتے ہیں جو سرِ منبر تحت اللفظ خوانی میں اداکاری اور گلوکاری کے جوہر دکھا کر سامعین کو محظوظ کرتے ہیں شاعر کے حساس دل کو صدمہ پہنچا اور اس نے اپنی قلبی کیفیت کو یوں نظم کیا۔

بند نمبر۔ ۲۶

اس حقیقت سے کوئی کر نہیں سکتا انکار کچھ وہ ہیں جن کو بہر طور ہے گانا درکار
نہ شریعت سے نہ کچھ شرع سے ان کو سروکار ان کی نظروں میں نہیں نام کو منبر کا وقار
خواہشِ داد میں کم بخت مرا کرتے ہیں
شعر یہ گا کے جو منبر پہ پڑھا کرتے ہیں

راقم الحروف نے اہلِ لکھنو کے بزرگ اور مقتدر حضرات اور خاندانِ انیسؔ کے چند افراد سے دریافت کیا سب نے متفقہ طور پر فرمایا کہ انیسؔ یا ان کے خاندان کے کسی فرد یا شاگرد نے نہ تو مرثیہ اور نہ سلام منبر پر ترنّم سے پڑھا۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ اس سے منبر کا وقار مجروح ہوتا ہے اگر رسولِ اکرمؐ کے منبر کا وقار برقرار رکھنا ہے تو ذاکرین کا فرض ہے کہ منبر پر بیٹھ کر فنِ موسیقی کا مظاہرہ نہ کریں۔

یہ امر مسلّم ہے کہ زندگی کی سیاسی، معاشی اور سماجی قدریں نہایت تیزی سے بدل رہی ہیں لیکن احکامِ الٰہی اٹل ہیں غنا کا حرام ہونا معتبر احادیث سے ثابت ہے پھر برسرِ منبر معاذاللہ۔

بند ۴۲ سے بند ۵۰ تک شاعر نے فلسفہ گریہ پر نہایت سلیقہ سے بحث کی

ہے گریہ وزاری ایک فطری امر ہے بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو روتا ہے اگر وہ نہ روئے تو اس کا شمار زندوں میں نہیں ہوتا ،رونا زندگی کی نشانی ہے۔

حضرت آدمؑ سے گریہ کی ابتدا ہوئی۔ انبیاء، اولیاء، جن و ملک سبھی روئے ،حضرت خاتم النبینؐ نے بھی گریہ فرمایا ان کے اہلبیت علیہم السلام بھی روئے ہم بھی کربلا کے خونچکاں واقعات کو سُن کر گریہ کرتے ہیں اور انشاءاللہ قیامت تک غمِ حسینؑ میں آنکھیں خون آلود اور اشکبار رہیں گی۔

بعض جدید مرثیہ نگار فلسفہءِ گریہ کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے لیکن یہ ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیئے کہ مرثیہ کے قوام میں گریہ شامل ہے رثائیت کے بغیر مرثیہ کو مسدّس کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ جدید مرثیہ نگاروں نے رزمیہ مضامین کی طرف بھی بہت کم توجہ کی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اب میدانِ کارزار کی کیفیت بدل چکی ہے ان دنوں نہ تو شمشیر زنی کا رواج ہے اور نہ نیزہ بازی کا نہ لڑائی کے داؤ پیچ رہے اور نہ دست بدست جنگ کا دستور باقی رہ گیا۔ لیکن رزمیہ شاعری مرثیے کے اجزائے ترکیبی میں شامل ہے اس لئے اسے بالکل تو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

رزمیہ شاعری میں تلوار اور رہوار کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ تلوار کی تعریف دراصل تلوار چلانے والے کی توصیف ہوتی ہے۔ حضرت علی اکبرؑ میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے یہ کیفیت بند نمبر ۷۰ میں ملاحظہ فرمایئے۔

ان کے شبدیز کی سُرعت کی تھی بیٹھی ہوئی دھاک رہ گئی پیچھے ہوا تھک کے تو اُڑنے لگی خاک
تیغ اور اسپ نے مل کر کیا فوجوں کو ہلاک خون پیتی نہ تھی گیتی کہ لہو تھا ناپاک

پر نہ تھے دونوں کے فوجوں پہ اُڑے جاتے تھے
مار دیتے تھے۔کچل دیتے تھے۔تڑپاتے تھے

شاعر نے پہلے مصرعہ میں محاورہ نظم کیا ہے دوسرے مصرعہ میں اپنے مشاہدے کا ثبوت دیا ہے تیسرے مصرعہ معرکہ کارزار کی مرقع کشی ہے نہایت اختصار کیساتھ چوتھا مصرعہ حُسنِ تعلیل کی عمدہ مثال ہے پانچویں مصرعہ میں شاعر نے ''پر'' کے لفظ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مصرعہ کو معنویت بخشی ہے۔ چھٹے مصرعہ میں دشمنوں کی زبوں حالی اور سیہ بختی کا تذکرہ ہے حضرت علی اکبرؑ کے حملوں کا یہ اثر ہوا کہ اَجل نے دشمنوں کو ہر طرف سے گھیر لیا۔رہوار بھی اپنے شہسوار کے اشاروں پر عمل پیرا تھا۔مندرجہ بالا بند ایجاز کی بھی عمدہ مثال ہے۔

حضرت علی اکبرؑ تیغِ آبدار کے جوہر دکھا رہے تھے میدان میں تاحدِ نظر لاشوں کے انبار ہی انبار نظر آ رہے تھے۔شام کی فوجوں نے دہائی کی آوازیں بُلند کیں رحمۃ اللعالمین کے نواسے کا رِدعمل ملاحظہ ہو۔

بڑھ کے شبّیرؑ یہ چلائے کے اے ماہِ لقا
رحم لازم ہے کہ یہ اُمّتِ جد ہے بیٹا

حضرت علی اکبرؑ شبیہہ پیمبرؐ نے تیغ روک لی فوج کے نرغے میں گھر گئے تیغ و تبر

کے وار برداشت کرتے رہے۔ بعد ازاں ایک شقی نے برچھی کا وار کیا۔ زمین پر تشریف لائے اور امام حسینؑ کو آواز دی۔

بند نمبر ۷۳

کان میں آئی شہِ دیں کی جو آوازِ پسر پھینک کر سر سے عمامے کو گرے ریتی پر
پھر چلے پکڑے کمر رن کو شہِ جن و بشر یہ وہ صدمہ تھا پڑا جس سے بصارت پہ اثر

نظر آتا جو نہ تھا نورِ نظر کا لاشہ
ڈھونڈتے پھرتے تھے مقتل میں پسر کا لاشہ

مندرجہ بالا بند میں شاعر نے الفاظ کی مدد سے امام حسینؑ کی قلبی کیفیات کی کامیاب مصوری کی ہے شاعر نے ایسی تصویر کھینچی ہے جس میں حرکت بھی ہے الفاظ کی صناعی کا یہ ایسا حُسن ہے جو مصوری پر سبقت لے گیا۔

بین :۔ امامِ مظلوم جوان پسر کے لاشے کو جب خیمے میں لے گئے تو وہاں کہرام مچ گیا بعد ازاں وہ لاش کو خیمے کے باہر لے گئے۔

بند نمبر ۔۸۳

بولے رُخ کر کے یہ مقتل کو امامِ کونینؑ اے حبیبؑ آؤ۔ مرا دل ہے نہایت بے چین
اے بنی عوسجہؑ ۔ سنتے نہیں تم شبیون و شین اُٹھ کے آجاؤ جو تم سب۔ پئے امدادِ حسینؑ

دھوم سے میّتِ ناشاد کو اُٹھواؤں میں
اپنے ہاتھوں سے جواں لال کو دفناؤں میں

فیض بھرتپوری قدیم مرثیے میں جدیدیت کی رُوح پھونکنے کے قائل ہیں اور وہ

اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہوئے۔اس لئے کہ ان کی تخئیل وفکر میں گیرائی کے ساتھ گہرائی بھی ہے انہوں نے جدّت پسندی کو اپنایا اورمرثیے میں نئی شاہراہیں نکالیں۔

ان کے مرثیے میں رفعتِ تخئیل اور شدّتِ احساس کے علاوہ سلاقی ذوق اور دقتِ نظر کے جوہر نمایاں ہیں۔اس فنِ کمال میں ان کی علمیت اور خداداد متانت اور سادگی کے ساتھ ان کے مخصوص اطوار اور کردار کو بھی دخل ہے۔

یادیں

راہیؔ جہانگیر آبادی

آپ کی یاد نے تڑپایا تو آپ ہی کی مراثیِ فیضؔ جلد دوئم پڑھنے لگا۔ مرثیہ نمبر تین کے مطلع کے بند کا چوتھا مصرعہ پڑھا ہی تھا کہ بخدا کسی طاقتِ غیبی نے مجھے میرا دل پکڑ کر جھنجھوڑا اور کہا کہ یہی تو مصرعہ ہے جو فیضؔ صاحب بھرتپوری مرحوم نے اپنی تاریخِ وفات پر لکھا ہے۔ اسوقت علامہ رضی جعفر صاحب قبلہ مدظلہ العالی مجتہد العصر میرے روبرو تشریف فرما تھے۔ میں اس غیبی طاقت کے جھنجھوڑنے پر مصرعے کے حروف کا حساب لگائے بغیر علامہ صاحب قبلہ سے مخاطب ہوا کہ دیکھئے دربارِ خداوندی میں فیضؔ صاحب بھرتپوری اعلی اللہ مقامہ کی مقبولیت کہ ان کی وفات کی تاریخ کے سلسلہ میں خود ان ہی کا شاندار مصرعہ نکل آیا۔ میں نے یہ بات علامہ صاحب قبلہ سے کہہ تو دی مگر دل ہی دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر حساب لگانے پر میری بات غلط ہوگئی تو کیا ہوگا۔ مگر دل ہی دل میں خدا کے حضور منت بھی مان لی۔ اب جو حساب لگایا تو ایک مرتبہ، دو مرتبہ، تین مرتبہ حساب لگا کر جائزہ لیتا رہا ہر مرتبہ ۱۹۸۹ء ہی نکلتا رہا۔ علامہ صاحب قبلہ بھی حیران ہو کر دعائے مغفرت کرنے لگے اور انہوں نے بھی مرحوم کی مقبولیت کی داد دی۔

کیا کم شرف ہے یہ کہ علیؑ کا غلام ہوں

۱۹۸۹ء

فیضؔ بھائی آپ یہ مصرع کہتے نہ کہتے حضرت علی علیہ السلام کی غلامی کا شرف تو آپ کو حاصل ہی تھا۔ مگر مصرعہ بتا رہا ہے کہ یقیناً حضرت علی علیہ السلام نے بھی آپ کو اپنی غلامی میں قبول فرمالیا ہے۔ فیضؔ بھائی ایک مومن دوسرے کی شفاعت کرے گا۔ آپ تو مقربِ بارگاہِ قاسمِ نار و جنت ہو ہی گئے۔ اپنے چھوٹے بھائی کو شفاعت کے وقت اسی طرح یاد رکھئے گا جس طرح آپ نے زندگی میں اس کو گلے لگا کر عزت و ہمت افزائی فرمائی تھی۔ میں تا حیات آپ کو یاد کروں گا، میں پھر تنہا رہ گیا۔

قطعہ تاریخِ وفات جناب فیضؔ بھرتپوری مرحوم

ساحرؔ لکھنوی

مزاجِ مدح سرائے حسینؑ بھی ہے عجب
نہ اس کو موت کی پروا نہ زندگی کی طلب
ملے گا تیوروں میں اس کے خاص تیکھا پن
غلامیٔ شہِ مرداں ہے جس کا خاص سبب
یہ اس کی جرأتِ حق گوئی اس سے کہتی ہے
ہو لاکھ حاکمِ جابر کوئی، کسی سے نہ دب
بس ایک دھن کہ جیوں تو حسینؑ کی خاطر
مروں تو یوں کہ ہو بہر ثناء ادھر سے طلب
عجب ہے شوقِ حضوری میں اس کی بیتابی
اسی پہ جان دیئے دیتا ہے یہ بندۂ رب
جبھی تو دہر سے کس شوق سے سدھارے ہیں
جنابِ فیضؔ بھرتپوریٔ ثنا مشرب
یوں آخرت کے سفر پر چلے ہیں وہ جیسے
شعاعِ نور رواں ہے میانِ ظلمتِ شب
ہے آگے آگے تجلی ولائے حیدرؑ کی
ضیائے مدحتِ آلِ رسولؐ ان کے عقب
انہیں خوشی کہ بر آئی مراد، ہم کو یہ غم
اِک اور مرثیہ گو اُٹھ گیا جہاں سے غضب

رُندھی رُندھی سی ہے ساری فضائے شعر و سخن
بجھی بجھی سی ہے پھر آج شمعِ بزمِ ادب

ہم ان کے صدمہءِ فرقت سے دل ملول و حزیں
وہ خوش کہ مل گئی خلدِ ولا کی بزمِ طرب

ہر اِک طرف سے اُٹھی ہوگی اِک صدائے درود
وہ باریاب ہوئے ہوں گے بزم خُلد میں جب

وہ ہوں گے مجمعِ رنداں میں یوں لب کوثر
نظر بہ ساقی و شیشہ بدست و جام بلب

انہیں فضاؤں میں گونجے گی اِک صدائے فیضؔ
ملا تھا مرثیہ گوئی کا جو تجھے منصب

ہو زیبِ منبرِ جنت بھی آج پیشِ حضورؐ
یہاں بھی مرثیہ نذرِ حسینؑ ہو بہ ادب

فضا تجلیءِ مدحت سے جگمگا اُٹھے
ورق ہو مدح کا آئینہ، بزمِ خلد' حلب

ملے بہ فیضِ شہیدانِ کربلا وہ مقام
کہ جس کو دیکھ کے حیراں ہوں اہلِ خلد بھی سب

جبھی تو مصرعِ تاریخ یہ ملا ساحرؔ
''جناں کو فیضؔ گئے مرثیہ سنانے اب''

۱۹۸۹ء

آسماں کی طرح

باقرؔ زیدی

تھے جو کل تک متاعِ جاں کی طرح
آج ہیں حسنِ داستاں کی طرح

ان کے اٹھنے سے یوں ہوا محسوس
فصلِ گُل جیسے ہو خزاں کی طرح

دوستوں کے لئے ہمہ ایثار
فیضؔ تھے فیضِ بیکراں کی طرح

سچّے ہمدرد ایک مخلص دوست
وقت پر یارِ مہرباں کی طرح

وہ زمانے کی دھوپ میں ہم پر
سایہ گستر تھے سائباں کی طرح

خوش قدم، خوش مزاج و خوش قامت
پیرِ دانا مگر جواں کی طرح

ان کو حاصل تھی دولتِ ایماں
وہ مہکتے تھے گلستاں کی طرح

مجلسوں میں وہ اِک بزرگِ خلیق
کارِ ہستی میں نوجواں کی طرح

خود وہ اپنا مزاج رکھتے تھے
کیوں کہیں ہم کہ تھے فلاں کی طرح

تھے وہ فکرِ انیسؔ سے مانوس
مرثیے ان کے ارمغاں کی طرح

مرثیہ گوئی ان کا ایماں تھا
مرثیہ تھا عزیز جاں کی طرح

حُسنِ خُلق اور حرفِ حق کی طرف
وہ بلاتے رہے اذاں کی طرح

مرثیہ گوئی کے افق پر ہیں
آج بھی مہرِ ضو فشاں کی طرح

مرثیے کی زمین پر باقرؔ
فیضؔ دائم ہیں آسماں کی طرح

سنہ ۱۴۰۹ھ

معجزہ علمِ مبارک

بقلم فیض بھرت پوری

حضرت ابوالفضلِ العبّاس علیہ السلام

بھرت پور مشرقی راجپوتانہ میں ایک ریاست ہے۔ یہاں پر جاٹ خاندان کی حکومت تھی مسلمان بہ اعتبارِ قابلیت اعلیٰ اور ذمہ دار عہدوں پر فائز تھے۔

''برسات کے پورے موسم میں بارش نہیں ہوئی''

۱۹۲۷ء میں ریاست بھرت پور میں برسات کے پورے موسم میں بارش نہیں ہوئی۔ باشندگانِ ریاست قحط کے خطرے سے سخت پریشان تھے۔

اہلِ ہنود نے ریاست کے اخراجات پر ''ہَون'' کیا لیکن نہ ایک قطرہ بارش ہوئی اور نہ بادل ہی آسمان پر نظر آئے۔ زرد بوندیں آسمان سے برسیں اور ہزار ہا سبز رنگ کے ٹڈے فضا اور زمین پر نظر آئے۔ ہندو مذہب کی ایک مخصوص عبادت اور شب بیداری کا (اکھنڈ کیتن) بھی مسلسل تین شب و روز برپا رہی۔ اور راجہ اندر کو جو اہلِ ہنود کے عقیدے کے مطابق بارش کا دیوتا ہے۔ بید مارے گئے لیکن تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ مایوسی ان کے چہروں سے آشکار تھی۔

''بارش کے لئے مخصوص عبادت (نمازِ استسقاء) لیکن بے سود''

حضراتِ اہلِ تسنن نے نمازِ جمعہ کے بعد بارش کے واسطے دعائیں کیں اور عید گاہ میں نمازِ استسقاء ادا کی لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔

''جلوسِ علمِ مبارک''

آخر کار حضرات تشیع نے ریاست کے صدر ''مسٹر ہین کاک'' سے جلوسِ علمِ

مبارک حضرت عباس علیہ السلام کربلا لے جانے کی اجازت چاہی جو منظور ہوئی۔

۲۹ر اگست مطابق ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ کو یکشنبہ تھا۔ چلچلاتی دھوپ اور جُھلسا دینے والی لُو چل رہی تھی۔ پنڈتوں اور جوتشیوں نے ۲۹ر اگست کے متعلق پیش گوئی کی تھی کہ اس دن بارش کا قطعی امکان نہیں ہے۔ اسی دن شیعہ حضرات نے محلّہ گھیر سید صاحب۔ محلّہ بدہ کی ہاٹ اور محلّہ ندیا سے دن کے دو بجے جلوسِ علمِ مبارک برآمد کیا اور کربلا کی جانب جو شہر سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ روانہ ہوئے۔ یہ جلوس نوحہ خوانی اور ماتم کرتا ہوا شہر اور بازار کے مخصوص مقامات سے گزرا۔

جب جلوس شہر پناہ کی حدود سے باہر نکلا تو بادِ مخالف چل رہی تھی لیکن جلوس اس سے بالکل بے نیاز ہو کر کربلا کی سمت بڑھتا رہا۔ اور بالآخر چھ بجے شام کو کربلا پہنچ گیا۔

''جب تک بارش نہیں ہوگی ماتم ختم نہیں ہوگا''

جونہی جلوس کربلا پہنچا۔ ہوا رُک گئی۔ ماتمی دستہ اس مقام پر جہاں تربتیں دفن ہوتی ہیں جمع ہوا اور تقریباً نصف گھنٹہ تک ماتم کرتا رہا۔ اور اعلان کر دیا کہ جب تک بارش نہیں ہوگی ماتم ختم نہیں ہوگا۔

''بارانِ رحمت''

شیعہ حضرات ابھی نوحہ خوانی، ماتم اور دعاؤں میں ہی مشغول تھے یکا یک بھرت

پور کے شمال میں بھورے رنگ کی گھٹا نظر آئی۔ اور چشمِ زدن میں پوری ریاست پر محیط ہوگئی۔ اور موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ یہ نظارہ قابلِ دید تھا جتنی شدت سے بارش ہورہی تھی اسی شدت کے ساتھ ماتم برپا تھا۔ آبِ باراں اسقدر خنک اور سرد تھا کہ بہت سے طفل اور ضعیف العمر اس کی تاب نہ لا سکے اور کانپنے لگے۔ ہر چہار طرف پانی ہی پانی تھا۔ جے۔ ایچ انفینٹری کے افسران نے جو کوٹھی ''موتی جھیل'' میں مقیم تھے۔ متاثرین کو کمبل اور آگ فراہم کی اور انہوں نے واضح الفاظ میں کہا کہ شیعوں کے دیوتا کائنات پر پورا پورا تصرف رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ خدائے بزرگ و برتر کے مطیع اور اُس کے احکامات کی پوری پوری پابندی فرماتے تھے۔ اور اپنی زندگیاں اس کی راہ میں قربان کردی ہیں۔

''آبِ باراں سڑکوں پر''

بارش ختم ہونے پر جلوس کربلا سے واپس ہوا۔ تو شہر کی سڑکوں پر اب بھی پانی بہہ رہا تھا۔ دوکاندار بلا لحاظِ ملّت شرکاءِ جلوس کو شہر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ کر دکانوں سے اتر پڑے اور ایک ہندو بنیے نے اپنے دوسرے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ لالہ دیکھ یہ ہیں۔ ''جو پیاسے سے پانی مانگنے گئے تھے اور پیاسے نے بھی ایسا پلّوں دھار پانی برسایا کہ مجا آ گیا'' اور وہ شیعوں کے اماموں کی عظمت و اختیار کے قائل ہوگئے۔

''شیعوں کے ممنونِ احسان''

اس سال میں صرف یہی ایک بارش ہوئی جو پورے سال کی ضرورت کیلئے وافی

ثابت ہوئی اور ریاست کو قحط سے بچالیا۔ صدر ریاست مسٹر پین کاک اور والیِ ریاست مہاراجہ برج اندر سنگھ اور اعلیٰ حکام بہت متاثر ہوئے۔ اور بارش کی برکت کے لئے شیعہ حضرات کے ممنون ہوئے۔

مجلس

دوسرے دن کربلا میں مجلس برپا کی گئی جس میں راقم العجزہ نے چند قطعات اس واقعہ سے متاثر ہوکر کہے تھے پڑھے۔

قطعہ

ہر قوم نے کیں دعائیں بارش کے لئے
آمادہ ہوئے ہر ایک کوشش کے لئے
اللہ نے کی دُعائے سادات قبول
شبیر کو لائے جو سفارش کے لئے

قطعہ

جنگ کو فتح کیا شاہ نے بے سر ہوکر
قطرہ پانی نہ پیا۔ مالکِ کوثر ہوکر
فیضؔ بارش کے لئے شیعوں نے ماتم جو کیا
ابر بھی رویا شریکِ غمِ سرورؑ ہوکر

قطعہ

شیعوں کو ملا فیض یہ کس کے گھر سے
عزت ہوئی حاصل یہ علیؑ کے در سے
صدقے میں حسینؑ ابنِ علیؑ کے اے فیضؔ
گر ابر کو حکم دیں تو پانی برسے

قطعہ

قومِ سادات نے بہ سوزِ دلی
کی دعا جب پئے نبیؐ و علیؑ
اپنی قدرت دکھائی خالق نے
پانی برسا کے آبرو رکھ لی

کعبہ

خدائے عزّ و جل کا مکان ہے کعبہ
زمین پر ہے مگر آسمان ہے کعبہ

بنائے دستِ نبیؑ خشتِ اولِ تہذیب
بشر کے واسطے پہلا مکان ہے کعبہ

یہ چشمۂ برکت بھی ہے اور ہدایت بھی
حیات و مرگ میں انساں کی جان ہے کعبہ

یہ معجزہ نہ سمجھئے تو اور کیا کہیئے
کہ سب سے پیر ہے اور پھر جوان ہے کعبہ

بنا گئے ہیں خلیل و ذبیح سے معمار
وہ خاص خلّت و ہمت کی شان ہے کعبہ

یہ آنے والوں کو دعوت جو ہے طہارت کی
خلیلِ پاک کی گویا زبان ہے کعبہ

زمیں کی ناف اور عبدِ مناف کی میراث
جہاں کی شان محمدؐ کی آن ہے کعبہ

جو بتکدہ تھا بنو جُرہم و خُزاعہ کا
وہ اب شکستِ بتاں کا نشان ہے کعبہ

یہیں علیؑ سرِ دوشِ نبیؐ نظر آئے
زمین کے مہ و خور کا قِران ہے کعبہ

خدا نے جس کی قسم کھائی ہے زروئے شرف
قسم خدا کی وہی آستان ہے کعبہ

وہ والد اور وَلَد بھی ہیں اس قسم میں شریک
جو شانِ کعبہ ہیں اور ان کی شان ہے کعبہ

علیؑ ہوں یا کہ محمدؐ، خلیلؑ ہوں کہ ذبیح
بجائے خود بھی تو یہ خاندان ہے کعبہ

بڑا مزہ ہے یہاں حج میں ترکِ لذّت کا
عجیب نعمتِ عقبیٰ کا خوان ہے کعبہ

صمیمِ قلب سے آ، جنسِ مغفرت لے لے
خلوصِ دل کا بڑا قدردان ہے کعبہ

شکار جس کی حدوں میں ہے منع، جنگ حرام
وہ جائے امن وہ دارالامان ہے کعبہ

ضمیر کانپ اٹھے ہو یہاں جو عزمِ گناہ
خود اپنی اس عظمت کا بیان ہے کعبہ

گدا و شاہ کا جس میں لباس تک یکساں
حقوقِ ناس کا وہ پاسبان ہے کعبہ

رجوعِ قلب سے جب رُخ کیا سکون ملا
دلِ ضعیف کا تاب اور توان ہے کعبہ

خدا کا گھر اسے کہتے ہیں جب تو حق یہ ہے
مکان کاہے کو ہے لا مکان ہے کعبہ

بہت گراں ہے جو تطہیرِ نفس کا سودا
اس ایک جنس کی سستی دُکان ہے کعبہ

نبیؐ کا قبلہ یدُاللہ کا زچہ خانہ
بس اب میں کیا کہوں کس کا مکان ہے کعبہ

فورِ درد میں کیوں مضطرب ہو بنتِ اسد
یہاں تو آؤ تمھارا مکان ہے کعبہ

خلیلؑ آپ کی محنت بروئے کار آئی
کہ میہماں ہیں علیؑ میزبان ہے کعبہ

امینِ عقدہ کشائی کی ہے ولادت گاہ
اسی سبب سے تو دارالامان ہے کعبہ

اگر یہ چرخ پہ ہوتا نہ جانے کیا ہوتا
زمیں پہ ہو کے بھی جنت نشان ہے کعبہ

جہاں سے چل کے پڑے ٹھیک زد پہ تیری دعا
خدا شناس کی ایسی کمان ہے کعبہ

غلاف سب جسے کہتے ہیں یہ غلاف نہیں
سفینہ آلِ نبیؐ بادبان ہے کعبہ

سیہ لباس جو ہے فیضؔ مثلِ اہلِ عزا
جوازِ ماتمِ شہؑ کا نشان ہے کعبہ

قطعات ورباعیات

درمدحِ ابو طالبؑ



جو ماہ ہے اس کو ماہ کہو ہر حال میں ہالہ ہالہ ہے
ہر پست رہینِ پستی ہے، ہر طرح سے اعلیٰ اعلیٰ ہے
ایمانِ سلف سے ہٹ کر ہے ایمانِ ابو طالبؑ پہ نظر
اے فیضؔ یہ ہم پہچان گئے کچھ دل میں کالا کالا ہے



اس حقیقت سے کوئی شخص بھی انجان نہیں
دین سے جس کا تعلق نہیں ایمان نہیں
سُن نصیحت مِری، بدخواہ ابو طالبؑ کے
گر یہ کافر ہیں تو پھر کوئی مسلمان نہیں

☆

ہر اِک مسلم ہے زیرِ بارِ احسانِ ابوطالبؑ
نبیؐ کے بعد کب کوئی ہے ہمشانِ ابوطالبؑ
پڑے ہیں تہرے پردے تیری آنکھوں پر تعجب کے
تجھے کیونکر نظر آئے گا ایمانِ ابو طالبؑ

☆

ہوگیا دوبھر تجھے پہچاننا انسان کا
کیا ترے سینے میں دل ہے معترض شیطان کا
جو ہوا کعبہ میں پیدا ہے ابو طالبؑ کا لال
گُلِ ایماں کے پدر پر شک ہوا ایمان کا

☆

ابو طالبؑ کے جو ایمان پہ شک لائے گا
پھر مسلمان نہ دنیا میں نظر آئے گا
تنگ دل تنگ نظر اُن پہ تُو کیچڑ نہ اچھال
ورنہ ایمانِ نبیؐ میں بھی خلل پائے گا

☆

حبیبؐ کبریا ہیں مرتبہ دانِ ابو طالبؑ
نبیؐ سے پوچھ جاکر منکرِ شانِ ابو طالبؑ
یہاں ہے نورِ ایماں اور تجھے ظلمت نے گھیرا ہے
نظر اندھے کو کیونکر آئے ایمانِ ابو طالبؑ

☆

ہنس کے ہر گردشِ ایام کو ٹالا جس نے
مثلِ اولاد بھتیجے کو سنبھالا جس نے
غور سے منکرِ ایمانِ ابو طالبؑ سُن
یہ وہ ہیں رحمتِ کونینؐ کو پالا جس نے

☆

حق کے مہماں رہے چوبیس پہر کعبے میں
غیر ممکن ہے نجاست کا گزر کعبے میں
خانہ حق میں ہے فرزند ابوطالبؑ کا
کیا تولد ہوا کافر کا پسر کعبے میں

☆

پیروِ بو جہل ہے اور ہمنوا شیطان کا
بات جو حق ہے کہے یہ فرض ہے انسان کا

ڈھونڈتا ہے عیب، ایمانِ ابوطالبؑ میں یوں
دیکھ کر تُو آئینہ اسلام کے ایمان کا

درمدحِ سرورِ کائناتؐ

خود سراپا نور ہے اور نور کی تنویر ہے
بولتا قرآن ہے قرآن کی تفسیر ہے

رحمتِ کونینؐ فخرِ انبیاء کیونکر نہ ہو
جس پہ خود نازاں مصور ہے یہ وہ تصویر ہے

☆

گم ہے گر کشتیِ اسلام کا لنگر کہیئے
دل یہ کہتا ہے کہ بہتر سے بھی بہتر کہیئے

ذہن تھک جائے تو اے فیضؔ بہ فیضِ معبود
ان کو محبوبِؐ خدا شافعِ محشر کہیئے

☆

خدا کے بعد سب اِن سے وقار میں کم ہیں
دوائے درد ہیں داروئے صدمہ و غم ہیں
خدا گواہ ہے فیضؔ عطائے ربِ کریم
بشر کے بھیس میں یہ رحمتِ دو عالم ہیں

☆

مخلوق میں ہر ایک سے بڑھ کر ہیں پیمبرؐ
دنیا کے لئے رحمتِ داور ہیں پیمبرؐ
کافی ہے یہی نعتِ محمدؐ کے لئے فیضؔ
محبوبِ خدا، شافعِ محشر ہیں پیمبرؐ

☆

اے فیضؔ یہ ہیں مرتبہ دانِ اسلام
ہے اِن کی بدولت ہی تو شانِ اسلام
ہے مدحِ پیمبرؐ میں یہ حرفِ آخر
یہ بانیِ اسلام ہے جانِ اسلام

کیا تم کو بتائیں ہم کہ کیا ہیں احمدؐ
بندوں کے لئے حق کی عطا ہیں احمدؐ
اب اِس سے سوا فیضؔ انہیں کیا کہیئے
کیا حُسن ہے محبوبِ خدا ہیں احمدؐ

نبیؐ حبیبِ خدا ہیں تمہیں خبر ہی نہیں
مرے خیال میں تم بالغ النظر ہی نہیں
اگر رسولؐ ہے تم جیسا اے جہاں والو
تو سب رسول ہو تم میں کوئی بشر ہی نہیں

بشر ہے خاطی پیمبرؐ ہیں صاحبِ معراج
نبیؐ کی طرح بھی محبوبؐ کبریا ہے کوئی
بشر رسولؐ ہے تم جیسا گر، تو بتلاؤ
نبیؐ کی طرح سے معراج پر گیا ہے کوئی

نعت

جس نے بھی پیا بادۂ عرفانِ محمدؐ
وہ ہو کے رہا خلق میں سلمانِ محمدؐ

رحمت کی گھٹا زلفِ پریشانِ محمدؐ
جنت کی سند سایۂ دامانِ محمدؐ

قرآن ہے اور عترتِ ذیشانِ محمدؐ
یہ جسمِ محمدؐ ہے تو وہ جانِ محمدؐ

ہونے کو پیمبر بھی ہیں مُرسل بھی نبی بھی
لاکھوں میں نہیں ایک بھی ہمشانِ محمدؐ

کہنے کو ہے اللہ کا بھیجا ہوا لیکن
قرآن حقیقت میں ہے قرآنِ محمدؐ

کافی ہے یہ اِک مدح کہ محبوبِ خدا ہیں
گر لفظ میسر نہیں شایانِ محمدؐ

کچھ میں ہی نہیں کہتا ہوں قرآں بھی ہے شاہد
اللہ کا فرمان ہے فرمانِ محمدؐ

اِس مدح کے صدقے میں ملی ہے یہ فضیلت
اللہ بھی اور میں بھی ثناء خوانِ محمدؐ

وہ طالبِ دنیا ہیں یہ عقبیٰ کے طلبگار
افضل ہیں شہنشاہوں سے دربانِ محمدؐ

پہچاننا ہے حق کو تو پہچانو نبیؐ کو
اللہ کا عرفان ہے عرفانِ محمدؐ

محشر کی انہیں فکر نہ دوزخ کا ہے کھٹکا
جو ہوگئے وابستۂ دامانِ محمدؐ

پہنچے معہ نعلین سرِ عرش پیمبرؐ
اے منکرِ اوصاف یہ ہے شانِ محمدؐ

کہنے لگے رضواں سے ملک دیکھ کے مجھ کو
جانے دو یہ ہے فیضؔ ثناء خوانِ محمدؐ

نعت

سچ بات تو یہ ہے عالم میں بندہ کوئی ایسا ہو نہ سکا
کونین کی رحمت ہو نہ سکا محبوبؐ خدا کا ہو نہ سکا

ما بعد ہر اِک پیغمبر کے یہ آئے بظاہر دنیا میں
اس پر بھی وقار وعظمت میں ہمسر کوئی اِن کا ہو نہ سکا

واللیل نبیؐ کی زلفیں تھیں والشمس تھا چہرہ احمدؐ کا
لاکھوں ہی پیمبرؑ آئے مگر اِن کا سا سراپا ہو نہ سکا

نعلین کو پہنے پہنچے یہ جس وقت کہ عرشِ اعظم پر
اِک شور ملائک میں یہ ہوا ہمسر کوئی اِن کا ہو نہ سکا

یہ نورِ خدا تھے سر تا پا اور نور مبرا وزن سے ہے
یوں نقشِ کفِ پا گیتی پر احمدؐ کا ہویدا ہو نہ سکا

معراج کی شب میں خالق نے جب عرش پہ اُن کو بلوایا
وہ راز فلک کا کون سا تھا جو اِن پہ ہویدا ہو نہ سکا

لاکھوں ہی پیمبر بھیجے ہیں قدرت نے بنا کر دنیا میں
نبیوں میں مگر کوئی بھی نبی محبوب خدا کا ہو نہ سکا

ہر چیز وہی تھی پیشِ نظر پہلے کی جو دیکھی بھالی تھی
معراج کی شب میں میرا نبیؐ مسحورِ نظارا ہو نہ سکا

محبوبِ خدا تھے پیغمبرؐ اور آلؑ سے ان کو الفت تھی
جیسے کہ نواسے تھے اِن کے بیٹا بھی کسی کا ہو نہ سکا

اِک نور کے یہ دو ٹکڑے تھے محبوبِ خدا اور دستِ خدا
جُز حیدرِ صفدر کوئی بھی داماد نبیؐ کا ہو نہ سکا

تکمیل کو دیں کی خالق نے مخصوص مقامِ خُم کو کیا
یہ فخر اُسی کو حاصل ہے اعلان کسی جا ہو نہ سکا

ہاں مہدیؑ دیں کے قدموں سے یہ فخر رہے گا تا بہ ابد
تا حشر امامت جس کی رہے مُرسل کوئی ایسا ہو نہ سکا

یہ وجہِ وجودِ عالم ہیں، اِن سے ہی قیامِ دنیا ہے
اے فیضؔ یہی وہ بندہ ہے ثانی کوئی جس کا ہو نہ سکا

نعت

بصد جان و دل ہوں نثارِ مدینہ
اگر دیکھ لوں میں دیارِ مدینہ

کہاں تک بیاں ہو وقارِ مدینہ
گیا عرش پر تاجدارِ مدینہ

چمن پھر چمن ہے یہ صحرا کی رفعت
ہے رشکِ چمن خارزارِ مدینہ

حقیقت میں ہے سرمۂ چشمِ مومن
جسے کہہ رہے ہو غبارِ مدینہ

سکوں دل کو ملتا ہے اِس سر زمیں پر
رہِ خُلد ہے رہگزارِ مدینہ

زمانے کی شاہی ہے ٹھوکر میں اِن کی
ہے اِس شان کا تاجدارِ مدینہ

شہنشاہ اِس جا جھکاتے ہیں سر کو
یہ ہے لشکر و اقتدارِ مدینہ

یہ نعلین پہنے سرِ عرش پہنچے
یہ ہے رفعتِ تاجدارِ مدینہ

بلا لیجئے اپنے روضے پہ مولاؐ
کہاں تک کروں انتظارِ مدینہ

سرِ طور موسیٰ سرِ عرش احمدؐ
یہ ہے رفعتِ تاجدارِ مدینہ

شہنشاہِ کون و مکاں ہیں محمدؐ
نہیں یہ فقط تاجدارِ مدینہ

دُعا ہے زیارت بہ فیضِ خدا ہو
ہے جس جس کا دل بے قرارِ مدینہ

نعت

نہ کیجئے اِس پہ تعجب کہ ابتدا بھی نہیں
بشر کے علم میں احمدؐ کی انتہا بھی نہیں

سیاہ ہوتا ہے سایہ نہ کر نبیؐ میں تلاش
یہ نورِ حق ہیں انہیں اُس سے واسطہ بھی نہیں

دفاعِ درد کو پیتا ہوں اِس کو دُرد سمیت
مئے ولائے محمدؐ کو چھانتا بھی نہیں

جہاں میں آئے ہیں لاکھوں ہی انبیاء لیکن
کسی کو ان کے مقابل میں مانتا بھی نہیں

شفیعِ روزِ جزا ہوں گے رحمتِ کونین
اسی لئے مجھے ڈر حشر کا ذرا بھی نہیں

میانِ راہ مدینہ ہے گامزن دن رات
اگر رسا نہیں نالہ تو نارسا بھی نہیں

رُخِ حضور پہ جن کی نظر رہی تا عمر
نماز ایسے بشر کی کوئی قضا بھی نہیں

سُخن میں اُس کے کسی کو کلام ہو کیونکر
بغیر مرضیِ خالق جو بولتا بھی نہیں

مدینہ کرب و بلا یثرب و نجف بطحا
جناں کا ان کے سوا اور راستہ بھی نہیں

عروسِ خُلد کے مالک ہیں صاحبِ معراج
پھر ایسا بعدِ نبیؐ دوسرا ہوا بھی نہیں

نبیؐ کو اپنا سا کہتا ہے گر بشر کوئی
میں ایسے شخص کو انسان مانتا بھی نہیں

وہ منہ دکھائیں گے محشر میں کیا پیمبرؐ کو
جنہوں نے اجرِ رسالتؐ ادا کیا بھی نہیں

بقیہ زیست میں دیدارِ مصطفیٰؐ کرلوں
سوائے اِس کے مِرے لب پہ اور دُعا بھی نہیں

اثر جو خاکِ مدینہ کو حق نے بخشا ہے
جہاں میں فیضؔ کوئی ایسا کیمیا بھی نہیں

نعت

ملک کیوں نہ ہوں مدح خوانِ محمدؐ
سرِ عرش دیکھی ہے شانِ محمدؐ

سرِ بزم ہوں نعت خوانِ محمدؐ
درود اب پڑھیں عاشقانِ محمدؐ

ہے ہر وقت لب پر کلامِ الٰہی
زبانِ خدا ہے زبانِ محمدؐ

یہ نعلین پہنے سرِ عرش پہنچے
نمایاں ہے اِس سے ہی شانِ محمدؐ

حبیبؐ خدا ہیں یہ محبوبِؐ رب ہیں
ملک کیوں نہ ہوں پاسبانِ محمدؐ

وہ پہنچے فلک پر یہ دوشِ نبیؐ پر

یہ شانِ علیؑ ہے وہ شانِ محمدؐ
ہے لے دے کے اب تو یہی دل کی خواہش
جبیں سے ملوں آستانِ محمدؐ
علیؑ فاطمہؑ اور شبیرؑ و شبرؑ
یہی ہیں فقط رازدانِ محمدؐ
علیؑ ہیں وصی بعد میرے یہ سُن لو
یہ کہتی ہے خُم میں لسانِ محمدؐ
علومِ نبیؐ یوں لئے جارہے ہیں
علیؑ چوستے ہیں زبانِ محمدؐ
سرِ طور موسیٰؑ سرِ عرش احمدؐ
وہ ہے شانِ موسیٰؑ یہ شانِ محمدؐ
یہ بیدار بختی ہے فرشِ نبیؐ پر
علیؑ سو رہے ہیں بہ شانِ محمدؐ
ہیں موسیٰؑ سرِ طور گویا خدا سے
سرِ عرش احمدؐ یہ شانِ محمدؐ
حقیقت ہے اے فیضؔ قرآں کی اتنی
کلامِ خدا ہے زبانِ محمدؐ

نعت

بَرمصرعِ طرح ۔ اقوالِ مصطفٰےؐ میں بغاوت نہ کیجئے

منعقدہ بَرمکان مشہود جعفری ۔۱۲۴، پیر کالونی مورخہ ۱۹ر جنوری ۱۹۸۴ء وقت ۵ بجے شام

آلِ نبیؐ سے ترکِ مودّت نہ کیجئے
اقوالِ مصطفٰےؐ سے بغاوت نہ کیجئے

بے حُبِّ اہلِ بیتؑ تو طاعت نہ کیجئے
اِس طرح ضائع اپنی عبادت نہ کیجئے

گر حکمِ جانشینِ حیدرؑ ہے نا پسند
کیجئے نبیؐ سے ہم سے شکایت نہ کیجئے

ذاتِ نبیؐ ہے رحمتِ کونین لاکلام
اغیار کو تو شاملِ رحمت نہ کیجئے

جو ہو خلافِ عقل و خرد سر بسر ضعیف
منبر سے وہ بیان روایت نہ کیجئے

لوٹیں جو گھر شریفوں کے اور مسجدیں جلائیں
ترتیب اس طرح کی جماعت نہ کیجئے

آلِ نبیؐ بدلتے ہیں تقدیر لا کلام
لازم ہے پھر کہ شکوۂ قسمت نہ کیجئے

قران و اہلِ بیتؑ گئے چھوڑ کر نبیؐ
ایسی امانتوں میں خیانت نہ کیجئے

جو جیسا ہوگا ویسا کہے گا اُسے جہاں
کس نے کہا بُروں کی مذمّت نہ کیجئے

جس جا نبیؐ و آلِ نبیؐ کا نہ ذکر ہو
للّٰہ ایسی بزم میں شرکت نہ کیجئے

جو بھی اصولِ دینِ پیمبرؐ کے ہو خلاف
تعلیم ایسی پیرِ طریقت نہ کیجئے

دل سے ہر اِک فضیلتِ حیدرؑ کو مانیے
اِس باب میں تو عذرِ سماعت نہ کیجئے

مسلم ہو اور دعویِٰ انسانیت ہے گر
مثلِ یزید و شمر شقاوت نہ کیجئے

بد اصل پر اثر ہو یہ ممکن نہیں ہے فیضؔ
کم ظرف کو کبھی بھی ہدایت نہ کیجئے

یہ شغل وہ ہے جو کہ عبادت سے کم نہیں
اے فیضؔ نعت گوئی میں غفلت نہ کیجئے

قطعات

دَرمدحِ جنابِ خدیجہ علیہ السلام

☆

مصطفیٰؐ شوہر ہیں جو قرآن کی تفسیر ہیں
اور وہ داماد ہیں جو شاہِ خیبر گیر ہیں
غیر ممکن ہے خدیجہؑ کی زمانے میں نظیر
فاطمہؑ دُختر نواسے شبّرؑ و شبیرؑ ہیں

☆

کفوِ احمدؐ ہیں، علیؑ کی ساس زہراؑ کی ہیں ماں
ہیں نواسے شبّرؑ و شبیرؑ سردارِ جناں
ہر دُعا ہوگی خدیجہؑ کے توسّل سے قبول
فیضؔ اِن کا آستاں ہے پنجتنؑ کا آستاں

قصیدہ

دَرمدحِ جنابِ خدیجہ صلواۃ اللہ علیہا

بَرمصرعِ طرح:۔ خالق کی محبت ہے خدیجہؑ کی محبت

کچھ کم جو ہوئی یورشِ آلام کی شدّت
آمادہ ہوئی مدحِ خدیجہؑ پہ طبیعت
قرطاس پہ رُکتی نہیں خامہ کی روانی
پھر اور یہ کیا ہے جو نہیں حُسنِ عقیدت
بے زر کوئی تحریک نہیں چلتی جہاں میں
تبلیغ ہوئی ان کی ہی دولت کی بدولت
ہر وقت رہیں خدمتِ محبوبِ خدا میں
پچیس برس اِن پہ رہا سایہ رحمت
شکوہ کبھی فاقوں کا زباں پر نہیں لائیں
کس درجہ تھیں شائستہ آدابِ محبت
تھے لازم و ملزوم نبیؐ اور خدیجہؑ
وہ اِن کی ضرورت تھے تو یہ اُن کی ضرورت

اَوروں کی طرح گھر سے نہ نکلیں کبھی از خود
اس درجہ تھیں یہ پیروِ احکامِ شریعت
اِک قول سے محبوبؐ خدا باپ ہیں سب کے
کم ہے جو کہا جائے انہیں مادرِ اُمّت
گنجینہِ عصمت تھی ملی اِن کو وہ دُختر
جو طاہرہ تھی آیہ تطہیر کی صورت
ہر آن رہے الفتِ اولادِ خدیجہؑ
کرنا ہے اگر تم کو ادا اجرِ رسالتؐ
یہ آٹھ پہر دیکھتی تھیں رؤے پیمبرؐ
یہ جملہ عبادات سے افضل تھی عبادت
اِس بی بی کا شوہر ہے نبیؐ فاطمہؑ دُختر
وہ شافعِ اُمّت ہیں یہ خاتونِ قیامت
اب اس کے سوا مدحِ خدیجہ میں کہوں کیا
یہ اُس کی ہیں ہمراز جو ہے شافعِ اُمّت
اِن ہی کی نواسی تھی وہ جس کشتہ غم نے
خطبوں سے ہلا ڈالی تھی کوفے کی حکومت

نانی ہیں یہ سردارِ جوانانِ جناں کی
وا اِن کے لئے آٹھ پہر ہے درِ جنّت

اے منکرِ اوصافِ خدیجہؑ ترے حق میں
لعنت ہے جو دنیا میں تو عقبیٰ میں ندامت

افلاس کا اے فیضؔ مجھے ڈر نہیں مطلق
زردار ہوں میں مدحِ خدیجہؑ کی بدولت

کرتے تھے بیاں بیویوں سے مدح پیمبرؐ
یاد آتی تھی جس وقت خدیجہ کی محبت

اُس مادرِ خوش ذات کو کیا آپ کہیں گے
ہے پارۂ دل جس کا کہ خاتونِ قیامت

زر دے کے غریبوں کو یہ خود ہوگئیں مفلس
یہ دولتِ ایثار تھی دولت کی بدولت

محبوبِ خدا اس کو نہ محبوب رکھیں گے
جس کو نہیں اولادِ خدیجہؑ سے محبت

ایثار کیا اتنا کہ خود ہوگئیں محتاج
اغیار بھی اِس بات کی دے دیں گے شہادت

مقبول دُعا فیضؔ کی فرمایئے بی بی
تا عمر نظر آئے نہ افلاس کی صورت

قطعات

در مدح فاطمہ زہراؑ صلواۃ اللہ علیہا



جس کی شامل ہے مودّت دین میں ایمان میں
کس کا منہ ہے حرف لائے کچھ جو اس کی شان میں
ہل اتی پڑھ کر بتا اے منکرِ وصفِ علیؑ
مدح میں کس کی قصیدے آئے ہیں قرآن میں



آغوش میں بتول کو حضرت لئے ہوئے
بیٹھے ہیں دو جہان کی دولت لئے ہوئے
بابا شفیعِ حشر ہیں بیٹی بھی شافعہ
رحمت ہے اپنی گود میں رحمت لئے ہوئے

نسوانِ دو عالم سے فزوں تر یہ ہیں
ہاں زینبؑ و حسنینؑ کی مادر یہ ہیں
کیونکر نہ ہو ذات اِن کی خدا کو محبوب
پروردۂ آغوشِ پیمبرؐ یہ ہیں

☆

نسوانِ دو عالم سے ہیں برتر زہراؑ
پروردۂ آغوشِ پیمبرؐ زہراؑ
کیونکر نہ ہو ذات اِن کی خدا کو محبوب
ہیں زینبؑ و حسنینؑ کی مادر زہراؑ

☆

باعثِ زینتِ رسالتؐ ہے
زیرِ پا گردشِ قیامت ہے
جس کو کہتے ہیں فاطمہؑ زہراؑ
اصل میں مخزنِ امامت ہے

منقبت

قیام محشر تلک نہیں ہے حسب نسب میں جوابِ زہراؑ
نبیؐ کی بیٹی علیؑ کی زوجہ کنیزِ باری جنابِ زہراؑ

نہ ایسی زوجہ نہ ایسا شوہر جہاں میں ممکن ہے تا بہ محشر
کیا تھا عقدِ علیؑ کی خاطر خدا نے خود انتخابِ زہراؑ

بھٹک رہا ہے زمانے بھر میں بتولؑ کے در پہ دیکھ جا کر
جہاں پہ بیش از طلب ملے گا حقیقتاً ہے وہ بابِ زہراؑ

حصولِ زر کو غلط حدیثیں بیان کی ہیں جو منبروں سے
رہیں گے محشر تلک وہ عالم سقر میں زیرِ عتابِ زہراؑ

نبیؐ کی یہ پارۂ جگر ہے نثار تطہیر سر بہ سر ہے
طواف کرتی ہے جس کا عصمت وہی ہے اے دل نقابِ زہراؑ

رقم کیا ہے یہ راویوں نے تضاد اِس میں ذرا نہیں ہے
نبیؐ کے لہجہ کا آئینہ تھا حسینؑ تھا ایسا خطابِ زہراؑ

یہ بات دعوے سے کہہ رہا ہوں گئی بصارت بھی لوٹ آئے
لگائے نابینا آنکھ میں گر ترابِ بابِ جنابِ زہراؑ

خدا کا بھیجا ہوا ہے قرآں مگر ہے صامت، ہے سب کا ایماں
یہ سب پہ روشن ہے لال اِن کے ہیں گویا ناطق کتابِ زہراؑ

منقبت

در مدح جنابِ فاطمہؑ زہراؑ بنتِ رحمتِ کونین



مرکزِ تطہیر ہیں جانِ طہارت فاطمہؑ
گود میں یٰسیں کی ہیں قرآں کی صورت فاطمہؑ

اس سے بڑھ کر ہو نہیں سکتا کسی کا بھی شرف
رحمتِ کونین کی ہیں وجہِ راحت فاطمہؑ

ہم تو ہم اغیار بھی ہیں معترف اس بات کے
مرکزِ عصمت ہیں اور جانِ شرافت فاطمہؑ

شانِ زہراؑ میں حقیقت میں ہے یہ محکم حدیث
یعنی محبوبِؐ خدا کی ہیں بضاعت فاطمہؑ

تھا توکل در حقیقت نقطۂ معراج پر
مطمئن تھیں فقر و فاقہ میں نہایت فاطمہؑ

گو ہیں مشہورِ جہاں سبطِ پیمبرؐ اِن کے لعل
ہیں مگر لختِ دلِ شاہِ رسالتؐ فاطمہؑ

ہیں زنانِ دوجہاں میں بے مثال و بے نظیر
کم ہے گر کہہ دوں کہ ہیں رازِ مشیت فاطمہؑ

دنگ رہ جائیں حقیقت میں شہنشاہِ زماں
فقر میں رکھتی ہیں وہ شانِ ریاست فاطمہؑ

یہ شرف وہ ہے جو ہے مخصوص اِن کی ذات سے
ہیں پدر رحمت تو ہیں آثارِ رحمت فاطمہؑ

کر کے بیٹے سے سفارش بخشوائیں گی ہمیں
حشر میں دکھلائیں گی شانِ شفاعت فاطمہؑ

اِس سے روشن ہے جہاں پر باپ بیٹی کا وقار
ہیں نبیؐ رحمت تو ہیں رحمت کی صورت فاطمہؑ

باپ ختم المرسلیں، شوہر وصی، بیٹے امام
اِن فضائل میں ہیں یکتا در حقیقت فاطمہؑ

بات جو کہہ دی وہی پوری بحکمِ حق ہوئی
سچ تو یہ ہے فیضؔ ہیں منشائے قدرت فاطمہؑ

قطعات

دَرمدح امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام

اس حقیقت سے نہیں ممکن کسی کو انحراف
بات جو سچ ہے سُنا دوں کیوں نہ سب کو صاف صاف
گھر بھی ہے خالق کا حیدرؑ کا زچہ خانہ بھی ہے
ہم تو اُمت ہیں نبیؐ نے بھی کیا اِس کا طواف



کچھ یہ کہتے ہیں کہ قرآں ہیں علیؑ
دینِ احمدؐ کے نگہباں ہیں علیؑ
کیا ہیں حیدرؑ یہ بتائیں گے نبیؐ
ماورائے عقلِ انساں ہیں علیؑ



مدحتِ حیدرؑ میں سرگرمِ سُخن ہے زندگی
جادۂ طاعت پہ پیہم گامزن ہے زندگی
منکرِ اوصافِ حیدرؑ خود ہی گِن کر دیکھ لے
پنج حرفی ہے عطائے پنجتن ہے زندگی

☆

نسبت نہ اِن کو دیجے تجلّیِ طور سے
للّٰہ کام لیجئے عقل و شعور سے
آغوشِ مصطفٰےؐ میں علیؑ ہیں تو یوں کہو
کعبہ میں نصف نور ملا نصف نور سے

☆

اِک نور کے ہیں ٹکڑے اور ضو میں برابر ہیں
محبوبِ خدا وہ ہیں یہ حیدرؑ صفدر ہیں
آخر شبِ ہجرت کے بستر سے یہ ظاہر ہے
جاگیں تو یہ حیدرؑ ہیں سوئیں تو پیمبرؐ ہیں

☆

تھی یہ رضواں کی تمنا مالکِ روزِ شمار
خُلد کی زینت بنے اِک نقشِ دستِ کردگار
خط پرِ جبرئیلؑ پر خیبر میں دے کر ایک بار
دے دیا رضواں کو حیدرؑ نے یہ کتبہ زر نگار
شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار
لا فتیٰ الا علیؑ لا سیف الا ذوالفقار

☆

کیا پوچھتے ہو مجھ سے، کیا حیدرؑ صفدر ہیں
قرآں میں رقم اِن کے اوصاف مکرر ہیں
یہ تو شبِ ہجرت کے بستر سے بھی روشن ہے
جاگیں تو یہ حیدرؑ ہیں سوئیں تو پیمبرؐ ہیں

☆

عنوانِ فتح قلعہءِ خیبر لئے ہوئے
ہاتھوں میں فرقِ مرحب و عنتر لئے ہوئے
یہ بھی ہے کم، میں مدحتِ مولا میں گر کہوں
پلٹے علیؑ وقارِ پیمبرؐ لئے ہوئے

☆

ہجرت کی شب رسول کا بستر لئے ہوئے
نفسِ نبیؐ ہیں مرضیِ داور لئے ہوئے
اللہ رے مرتضیٰؑ کی یہ بیدار بختیاں
سوئے بھی ہیں تو شانِ پیمبرؐ لئے ہوئے

☆

منقبت اِن کی نقش دل پر ہے
ہاتھ سے جن کے فتحِ خیبر ہے
وقتِ مشکل ہے لب پہ نادِ علیؑ
فیضؔ یہ سنّتِ پیمبرؐ ہے

☆

مہماں ہو تم تو خانۂ پروردگار میں
دَر پر نبیؐ کھڑے ہیں عجب انتشار میں
جلد آ حرم سے دیر نہ کر ورنہ مصطفیٰؐ
پڑھنے لگیں گے نادِ علیؑ انتظار میں

☆

تھے مرتضیٰؑ و پیمبرؐ میں ایسے راز و نیاز
کُھلا نہ آج تک اہلِ جہاں پہ جس کا راز
پڑھوں گا میں بھی یہ کعبہ ہو یا زچہ خانہ
رسولؐ بھی تو اسی سمت پڑھ رہے ہیں نماز

☆

ہم فخر کریں جتنا اے فیضؔ وہ زیبا ہے
حیدرؑ کے سوا کس کا بندوں میں یہ رُتبہ ہے
جھکتے ہیں پئے سجدہ اس سمت مسلماں سب
حیدرؑ کا زچہ خانہ اسلام کا قبلہ ہے

☆

یہ حقیقت ہے کہانی ہے نہ افسانہ ہے
خانہءِ حق اسداللہ کا کاشانہ ہے
ایسے انسان کو کیا کہہ کے پکاریں اے فیضؔ
سجدہ گاہِ دو جہاں جس کا زچہ خانہ ہے

☆

کیا ہے حُبِّ حیدرؑ نے اسے مدہوش و دیوانہ
بھلا پڑھ دے نہ کیونکر فیضؔ یہ اِک شعر مردانہ
علیؑ سے کد جو رکھتے ہیں بنالیں دوسرا کعبہ
انہیں کا ہے زچہ خانہ انہیں کا ہے یہ کاشانہ

☆

یہ تاجِ شرف زیبا ہے قاتلِ عنتر پر
اِک مرتبہ کہنے پر چڑھ جائے جو خیبر پر
احمدؐ کا وصی یہ ہے اے فیضؔ ادھر دیکھو
تلواروں کے سائے میں سوتا ہے جو بستر پر

☆

شاہوں کے واسطے نہ تونگر کے واسطے
نبیوں کے واسطے نہ پیمبرؐ کے واسطے
در لاکھ بند کیجئے کعبہ مگر حضور
مخصوص ہے ولادتِ حیدرؑ کے واسطے

☆

غم نہیں مجھ کو بُرا گر عاقل و دانا کہیں
مبتلائے عشقِ حیدرؑ یا کہ دیوانہ کہیں
میں بہر صورت پئے سجدہ جھکوں گا اُس طرف
اہلِ دنیا اس کو کعبہ یا زچہ خانہ کہیں

یہ کعبہ تھا یہ کعبہ ہے نہ بَن مبہوت و دیوانہ
مسلمانوں کا قبلہ ہے علیؑ کا ہے یہ کاشانہ
پئے سجدہ جھکی جاتی ہے دنیا جان کر کعبہ
حقیقت میں ہے یہ اے فیضؔ حیدرؑ کا زچہ خانہ

نصیب حج ہو جسے اس پہ ہے خدا کا کرم
مگر یہ بات رہے یاد کبریا کی قسم
نہ ہوگا کچھ بھی تو اس دوڑ دھوپ سے حاصل
علیؑ سے بغض اگر ہے نہ کر طوافِ حرم

پایا شَرَف یہ قدرتِ ربِّ جلیل سے
کعبے میں دَر بنا ہے انہی کی سبیل سے
پیدائشِ علیؑ نے مکمل کیا اِسے
جو بات رہ گئی تھی جنابِ خلیلؑ سے

☆

خدا کے گھر میں جو پیدا یہ خوش جمال ہوا
نصیب کعبے میں اصنام کو زوال ہوا
زباں چسانے کے اے فیضؔ یہ ہی معنی ہیں
امامت اور رسالت کا اتصال ہوا

☆

خاموش مومنین ہیں کیسا ہے یہ جمود
ارواحِ انبیاء کا ہے اِس بزم میں ورود
اے فیضؔ ہے یہ مدح وصیِ رسولؐ کی
پڑھتے ہیں جن کے نام یہ جن و ملک درود

☆

منبر نشیں ہوں اوج پہ ہر دم نگاہ ہے
لب پر مِرے قصیدۂ شیرِ اِلٰہ ہے
حاصل بلندیاں ہیں علیؑ کا غلام ہوں
پستی تو کیا تصورِ پستی گناہ ہے

علیؑ مرتضٰی کو حق نے کیا نایاب دولت دی
اِنہیں پیغمبروں پر اور اماموں پر فضیلت دی
غدیرِ خُم کا کیا احوال لکھوں مختصر یہ ہے
بحکمِ حق رسولؐ اللہ نے اِن کو خلافت دی



کس طرف جھکتے ہو کیا کرتے ہو کیا جانا ہے
ہاں میں اب سمجھا کہ اللہ کا گھر مانا ہے
یہ تو سچ ہے کہ یہ کعبہ ہے مگر سنیے تو
دھیان اتنا رہے حیدرؑ کا زچہ خانہ ہے

بَر مصرعِ طرح ۔ آ گئے حیدرؑ زمانے میں چراغاں ہوگیا
۱۲ مئی بروز جمعرات بوقت ۴ بجے شام ۔ اردو نگر ملیر کراچی

منقبت

جب خدا کے گھر میں پیدا شیرِ یزداں ہوگیا
کفر ڈر سے کافروں کے دل میں پنہاں ہوگیا
آ گئے حیدرؑ زمانے میں چراغاں ہوگیا

خانۂ حق میں چراغِ دیں فروزاں ہو گیا
جو خلوصِ دل سے حیدرؑ کا ثنا خواں ہوگیا
حشر میں اس شخص کی بخشش کا ساماں ہو گیا

جب علیؑ کا نور کعبے میں نمایاں ہو گیا
بُت پریشاں ہوگئے اور کفر حیراں ہو گیا
مدحتِ حیدرؑ میں جب بھی میں غزل خواں ہو گیا

نجمِ قسمت اوج پر تا حدِّ امکاں ہو گیا
کفر سے جب کافروں کا عہد و پیماں ہو گیا
نصرتِ دیں کو مقابل کُلِّ ایماں ہو گیا

فیضؔ حیدرؑ سے ہر اِک رشکِ سلیماں ہو گیا
کوئی قنبرؑ کوئی بوذرؑ کوئی سلماں ہوگیا
بُت شکن کے پاؤں پر طاقِ حرم سے بُت گرے
خانۂ حق میں فروغِ دینِ یزداں ہو گیا

جب یہ پوچھا ہو گیا کعبہ بتوں سے پاک کیا
بدحواسی سے یہ بولا کفر، ہاں ہاں ہو گیا

دوشِ احمدؐ پر علیؑ ہیں یا یہ کہہ لیجے حضور
نورِ حق پر نورِ حق، قرآں پہ قرآں ہو گیا

دوشِ پیغمبرؐ پہ پائے مرتضیٰؑ کو دیکھ کر
کفر چلایا مرے مٹنے کا ساماں ہو گیا

مہد میں جب کلّہِ اژدر علیؑ نے دو کیا
پھر تو ہر اِک معرکہ بازیِ طفلاں ہو گیا

یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں ہر اِک وصف علیؑ
قلبِ دشمن کے لئے خارِ مغیلاں ہو گیا

اب تو کہنا ہی پڑے گا بُت شکن ہیں مرتضیٰؑ
جب یہ سب تطہیرِ کعبہ سے نمایاں ہوگیا

جب سے دل میں ہوگئی الفت علیؑ کی موجزن
خانہِ ویراں بھی صد رشکِ گلستاں ہو گیا

آئیں گے مولاؑ زیارت ہوگی تُربت میں نصیب
اِس عقیدے کے سبب مرنا بھی آساں ہو گیا

جب عطائے مرتضیٰؑ میری طلب سے بڑھ گئی
فیضؔ کو تب شکوۂ تنگیِ داماں ہو گیا

خوبیِ تقدیر سے ہے اوج پر اپنا نصیب
فیضؔ بابِ علم سے میں بھی سخنداں ہو گیا

برمصرعِ طرح: ؎ علیؑ دنیا میں آئے جانشینِ مصطفیٰؐ ہوکر

۱۲ر مئی ۱۹۸۳ء بروزِ جمعرات بوقت ۴ر بجے شام۔ بمقام اردو نگر ملیر، کراچی

منقبت

مجھے حاصل زیارت کا شرف ہوگا فنا ہو کر
لحد سے خُلد پہنچوں گا نجف اور کربلا ہو کر

وقارِ فاطمہؑ بنتِ اسد اس سے نمایاں ہے
دیا رستہ جدارِ خانۂ کعبہ نے وا ہو کر

یہ شانِ بے نیازی دیکھئے مولائے قنبرؑ کی
کہ محوِ طاعتِ حق ہیں نُصیری کے خدا ہو کر

علیؑ ہیں کُلِ ایماں قولِ پیغمبرؐ سے ثابت ہے
جدا حق سے رہے یہ، اور نہ حق اِن سے جدا ہو کر

میں شہرِ علم ہوں حیدرؑ ہیں دَر احمدؐ نے فرمایا
رہیں گے تا بہ محشر علم کی یہ انتہا ہو کر

وہ ابن الوقت ہے عینک ہے آنکھوں پر تعصب کی
علیؑ سے بغض ہو جس کو حقیقت آشنا ہوکر

زیارت قبر میں ہو گی مجھے مولائے قنبرؑ کی
قضا جتنے ہیں سجدے سب ادا ہوں گے فنا ہو کر

رسولوں کی مدد کی ہے یہ روشن ہے زمانے پر
رہے دنیا میں یہ مشکلکشائے انبیاء ہو کر

فنا کے بعد جاؤں گا میں سیدھا حوضِ کوثر پر
نجف، مکہ، مدینہ، شام، کوفہ، کربلا ہو کر

رقم ہے جا بجا مدحِ علیؑ قرآں کے سینے پر
کہیں تو اِنّما ہو کر کہیں پر ہَل اَتیٰ ہو کر

طلب سے بھی زیادہ بخش دیتے ہیں علیؑ مجھ کو
جھکا لیتا ہوں جب نظروں کو محوِ التجاء ہو کر

یہ ہٹ دھرمی نہیں تو کیا ہے جھانک اپنے گریباں میں
مخالف ہے علیؑ کا اور حقیقت آشنا ہو کر

مِری قسمت میں ہے، ہوگی زیارت مجھ کو مولاؑ کی
لحد میں جاؤں گا جب دارِ فانی سے رہا ہو کر

تمنا دید کی بعدِ سلامِ شوق کہہ دینا
اگر بادِ صبا جانا نجف ہو، کربلا ہو کر

کہا کاہن نے مرحب سے نہ لڑنا جنگ حیدرؑ سے
کہ واپس جائیں گے میداں سے یہ خیبر کشا ہو کر

بھلا اسلام سے کیا واسطہ ہے بُت پرستوں کو
دلوں میں ان کے ہیں اصنام پوشیدہ خدا ہو کر

سرِ محشر گواہی دے گا بڑھ کر خونِ ناحق کی
ہے اب بھی دستِ قاتل پر لہو رنگِ حنا ہو کر

عبث مت جانیو اشکِ غمِ شبیرؑ اے منکر
نظر آئیں گے روزِ حشر دُرِ بے بہا ہو کر

حقیقت میں وہی تو بھیس میں انساں کے شیطاں ہیں
جنھیں دعویٰ وفا کا ہے وفا نا آشنا ہو کر

یہ مدّاحِ علیِ مرتضیٰؑ ہے سب پہ روشن ہے
رہے گا فیضؔ زندہ روزِ محشر تک فنا ہو کر

بَرمصرع طرح ۔ کرے دعویٰ سلونی کا سرِ منبر تو ہم جانیں

منقبت

کرے دعویٰ سلونی کا سرِ منبر تو ہم جانیں
کوئی دکھلادے ہم کو ہمسرِ حیدرؑ تو ہم جانیں

حسینؑ ابنِ علیؑ کی طرح کوئی دین کی خاطر
کٹائے سجدۂ خالق میں اپنا سر تو ہم جانیں

پڑھے شاہِ شہیداں کی طرح جو کہف کا سورہ
کسی انسان کا نوکِ سناں پر سر تو ہم جانیں

حسینؑ ابنِ علیؑ کے ماسوا غربت کے عالم میں
لٹا دے دیں کی خاطر کوئی اپنا گھر تو ہم جانیں

یہ شاہِ کربلا کا حوصلہ تھا اب کوئی انساں
پسر کے قلب سے کھینچے سناں بڑھ کر تو ہم جانیں

کیا عباسؑ نے دریا پہ قبضہ اور رہے پیاسے
جہاں میں ہو کوئی ایسا وفا پیکر تو ہم جانیں

علیؑ کے ماسوا اے منکرِ اوصاف کعبے میں
کسی کے پاؤں ہوں دوشِ پیمبرؐ پر تو ہم جانیں

اُحد کی بدر کی صفین و خندق اور خیبر کی
بجز حیدرؑ کسی نے جنگ کی ہو سر تو ہم جانیں

حسیں لاکھوں ہیں لیکن آج تک بعدِ نبیؐ کوئی
ہو اکبرؑ کی طرح ہمشکلِ پیغمبرؐ تو ہم جانیں

دمِ مُردن نوازا حضرتِ شبیرؑ نے حُر کو
دکھا دو سر کسی کا زانوئے شہؑ پر تو ہم جانیں

علیؑ و شبّرؑ شبّیرؑ کی مانند دنیا میں
کوئی ہو گر سوارِ دوشِ پیغمبرؐ تو ہم جانیں

نبیؐ کی بزم میں شرکت اگرچہ اِک فضیلت ہے
میسر ہو رسولِؐ پاک کا بستر تو ہم جانیں

شجاعت ہے رگ و پے میں تو پھر کفارِ مکہ کو
سُنائے توبہ کی آیات کو پڑھ کر تو ہم جانیں

یہاں داد و دہش سے کر لیا دنیا کو گرویدہ
شفاعت کو بھی آؤ بر سرِ محشر تو ہم جانیں

علیؑ تو پھر علیؑ ہیں فیضؔ ہم کہتے ہیں دعوے سے
دکھا دے کوئی ہم کو ثانیِ قنبرؑ تو ہم جانیں

منقبت

خلوصِ دل سے جو مولاؑ تمھارا نام لیتے ہیں
گریباں بڑھ کے وہ طوفانِ غم کا تھام لیتے ہیں

نظر ساحل ہی ساحل آئیں گے ہر موجِ طوفاں میں
نہ گھبرا نامِ مولاؑ اے دلِ ناکام لیتے ہیں

فرشتو ہے یہ عنوانِ جوابِ پُرسشِ پیہم
علیؑ والے بہر منزل علیؑ کا نام لیتے ہیں

بقدرِ ظرف پیتے ہیں سمجھ اور بُوجھ کر ساقی
ہم اُن میں سے نہیں جو لڑ کھڑا کر جام لیتے ہیں

ہم اتنے باخبر رہتے ہیں مے پی کر بھی اے زاہد
کوئی مے نوش گرتا ہے تو اٹھ کر تھام لیتے ہیں

تمھارے ہجر میں خاموش رہنا غیر ممکن ہے
خلش بڑھتی ہے جب دل کی تمھارا نام لیتے ہیں

کوئٹہ ۲۳/اگست ۱۹۷۲ء

مصرعِ طرح:۔ خدا کا شکر کعبے میں امامِ اوّلیں آئے

منقبت

ملائک تہنیت کو عرش سے سوئے زمیں آئے
خدا کے گھر میں جب بنتِ اسد کے مہ جبیں آئے

کچھ ایسی شان سے یہ نیّرِ چرخِ بریں آئے
اٹھا یہ شور کعبے میں امامِ اوّلیں آئے

ازل میں تھے تو یہ ہی رونقِ عرشِ معلّٰے تھے
بنے کعبے کی زینت جب یہ بالائے زمیں آئے

نظر آئی خدا کے گھر میں جب تسکین کی صورت
تو آغوشِ نبیؐ میں مثلِ قرآنِ مبیں آئے

زچہ خانہ علیؑ کا بن گیا اسلام کا قبلہ
بڑھی کعبے کی رونق جب امیرالمومنیںؑ آئے

نبیؐ لاکھوں ہی آئے ہیں مگر تاریخ شاہد ہے
خدا کے گھر میں آئے تو امیرالمومنیںؑ آئے

خدا شاہد ہے کعبے میں علیؑ کی دیکھ کر صورت
پئے سجدہ صنم طاقوں سے بالائے زمیں آئے

ولادت کے لئے کعبہ شہادت کے لئے مسجد
خدا والے علیؑ کے ماسوا ایسے کہیں آئے

کوئی سمجھے نہ سمجھے ہم مگر اتنا سمجھتے ہیں
خدا کے گھر حبیبؐ کبریا کے جانشیں آئے

بحکمِ شرع حج اُس شخص کا واللہ ناقص ہے
طوافِ خانہ کعبہ اگر کر کے نہیں آئے

بنا دیوارِ کعبہ میں نیا اِک در پئے حیدرؑ
بہ فیضِ حق خدا کے گھر میں کعبے کے مکیں آئے

حقیقت میں یہی اے فیضؔ معراجِ عبادت ہے
جہاں ہو نقشِ پا اُن کا وہیں کھنچ کر جبیں آئے

منقبت

پھرے جب حجِ آخر سے نبیؐ پہلے کہاں ٹھرے
غدیرِ خُم کی منزل پر شہِ کون و مکاں ٹھرے

نبیؐ اِس سر زمیں پر آئے تو نازل ہوا آیہ
مع اصحابِ پیغمبرؐ وہیں پر بے گماں ٹھرے

کجاووں سے کیا تعمیر منبر سب صحابہ نے
پہنچ کر عرشۂ منبر پہ شاہِ دو جہاں ٹھرے

علیؑ کی جانشینی کا کیا اعلان منبر سے
وصیِ مصطفٰےؐ مولا علیؑ با عزّ و شاں ٹھرے

علیؑ کو جب بحکمِ رب پیمبر نے کہا مولا
تو دامادِ نبیؐ اسلام کی روحِ رواں ٹھرے

علیؑ نے گلشنِ دینِ نبیؐ کی آبیاری کی
جہاں پر ہو بہارِ دائمی کیونکر خزاں ٹھرے

ازل سے تا ابد زندہ رہے گا نام حیدرؑ کا
علیؑ کے جس قدر دشمن تھے بے نام و نشاں ٹھرے

اُسی سے بغض ہے تجھ کو ارے او عقل کے دشمن
کہ جس کا آستاں سجدہ گہہِ کروبیاں ٹھرے

میں جن کے بحرِ الفت میں ازل سے غرق ہوں یارب
اُسی ساحل پہ میری کشتیِ عمرِ رواں ٹھرے

مِری فکرِ رسا پرواز پر ہو گر کمر بستہ
نہ بالائے زمیں ٹھرے نہ زیرِ آسماں ٹھرے

ابھی تو لے رہی ہے جائزہ عرشِ معلّٰے کا
خدا جانے مِری فکرِ رسا جا کر کہاں ٹھرے

ہیں ختمِ انبیاء آکر میانِ راہ کیوں رُکتے
یہ اُس سے بھی گئے آگے ملک جا کر جہاں ٹھرے

یہی اے فیضؔ ہے روزِ ازل سے اپنی فطرت میں
کریں کیونکر نہ مدحِ مرتضٰی جب مدح خواں ٹھرے

ہو ماضی کا زمانہ فیضؔ یا ہو حال و مستقبل
علیؑ ہر دور میں انسانیت کے رازداں ٹھرے

☆

اسیرِ جہلِ خرد کے خلاف کرتا ہے
اصولِ عقل سے بھی انحراف کرتا ہے

یہ تیرا حج نہیں آتا سمجھ میں اے حاجی
مکیں سے کد ہے مکاں کا طواف کرتا ہے

منقبت

دوشِ نبیؐ پہ پائے جنابِ امیرؑ ہے
روشن حرم میں جیسے سراجِ منیر ہے
دل جس کا زلفِ عشقِ علیؑ میں اسیر ہے
وہ حریت بدوش ہے دل کا امیر ہے
ہے بزم میں یا رزم میں یا گوشہ گیر ہے
ہر حال میں علیؑ ولی ہی امیر ہے
ہم کیا ہیں وحی کہتی ہے حیدرؑ کے باب میں
یہ دو جہاں میں بعدِ نبیؐ بے نظیر ہے
کعبے کے بُرج میں ہے مہ و مہر کا قِراں
یا گود میں نبیؐ کے نبیؐ کا وزیرؑ ہے
خود فاقہ کر کے بخش دے کھانا یتیم کو
بتلاؤ فقر میں کوئی ایسا امیر ہے
سُن کر نبی کے منہ سے یدُ اللہ کا خطاب
یہ ماننا پڑے گا علیؑ دستگیر ہے
دو ٹکڑے ایک نور کے ہیں احمدؐ و علیؑ
بس اتنا فرق ہے یہ نبیؐ وہ وزیرؑ ہے
سجدے کے اِک نشاں سے نجومِ فلک ہیں ماند
یہ فیضؔ خاکِ پائے جنابِ امیرؑ ہے
منبر سے جارہی ہے صدا میری عرش پر
دیکھو یہ فیضؔ مدحِ جنابِ امیرؑ ہے

بَرمصرعِ طرح: ؎ رجب کی تیرھویں کو نورِ حق کعبے میں آیا ہے
بَرمکان جناب مشہود جعفری۔ پیر کالونی۔ ۱۳ر مئی ۱۹۸۲ء

منقبت

صحابہ کو نبیؐ نے مژدۂ نو یوں سُنایا ہے
یہی قرآنِ ناطق ہے خدا کے گھر جو آیا ہے

امینِ وحی نے مژدہ پیمبرؐ کو سنایا ہے
رجب کی تیرھویں کو نورِ حق کعبے میں آیا ہے

ہُمک کر جب ولی آغوشِ پیغمبرؐ میں آیا ہے
نگاہیں چہرۂ یٰسیں پہ تھیں قرآں سنایا ہے

وہی ہے سابق الاسلام چڑھ کر دوشِ احمدؐ پر
بتوں کو خانۂ معبود سے جس نے اٹھایا ہے

شبِ ہجرت نبیؐ نے کی تاسّی ابو طالبؑ
علیِ مرتضیٰؑ کو اپنے بستر پر سلایا ہے

قریبِ خانہ معبود جب بنتِ اسد پہنچیں
ہوئی دیوار شق یا یہ کہ کعبہ مسکرایا ہے

عَلَم اسلام کا دے کر ہر اِک کو جنگِ خیبر میں
صحابہ کا نبیؐ نے زورِ ایماں آزمایا ہے

گرے طاقِ حرم سے بُت زمیں پر رعبِ حیدرؑ سے
ہُمک کر جب ولی آغوشِ پیغمبرؐ میں آیا ہے

نبیؐ کے دوش پر ہے بُت شکن اللہ کے گھر میں
کسی نے جُز علیؑ یہ مرتبہ دنیا میں پایا ہے

ہے مدحت مرتضیٰؑ کی ماورائے حدِ امکانی
سمندر کا کبھی کوزے میں پانی بھی سمایا ہے

رہے سینہ سپر آٹھوں پہر محبوبِ خالق کے
علیؑ کو یوں سمجھ لیجے کہ پیغمبرؐ کا سایہ ہے

جہادِ بدر میں اصحاب ان کو چھوڑ کر بھاگے
علیؑ نے دین اور پیغمبرؐ دیں کو بچایا ہے

نہ کر خیبر شکن کو صف میں شامل بُت پرستوں کی
کہ وہ ہے گُلِ ایماں اور انہوں نے دین ڈھایا ہے

عیاں یہ خانہ زہراؑ کی عظمت ہے زمانے پر
کہیں آیا نہ آیا اور یہاں قرآن آیا ہے

قلم برداشتہ مدحت رقم کرتا ہوں حیدرؑ کی
یہ شہرِ علم کے در سے ہی میں نے فیضؔ پایا ہے

منقبت

بتاؤ زیب دیتا ہے علیؑ کے ماسوا کہنا
ولیِ حق، وصیِ مصطفیٰؐ شیرِ خدا کہنا

یزیدِ روسیہ نے جب نہ زینبؑ کا سُنا کہنا
کہا شبیرؑ کے سر نے بہن پیشِ خدا کہنا

کہا شہ نے میانِ شام و کوفہ کربلا کہنا
ہماری داستانِ غم کو زینبؑ جا بجا کہنا

وصی کہنا شریکِ کارہائے مصطفیٰؐ کہنا
خدا کو نور کہہ لینا نہ حیدرؑ کو خدا کہنا

کیا راہب کو شہ نے صاحبِ اولاد کیا کہنا
یہ وہ بندہ ہے جس کا مانتا ہے کبریا کہنا

ولی کہنا علیؑ کو مظہرِ ذاتِ خدا کہنا
خدا کا نور کہہ لینا نہ اِن کو کبریا کہنا

علیؑ کی منزلت کی حد اگر کچھ ہے تو بس یہ ہے
انہیں سب کچھ خدا و مصطفیٰؐ کے ماسوا کہنا

جنابِ حضرتِ عیسیٰؑ تمھیں انصاف سے کہہ دو
خدا کے گھر میں جو پیدا ہو اس بندے کا کیا کہنا

جوابِ حضرتِ عباسؑ ناممکن ہے ناممکن
کٹے شانوں سے تاریخِ وفا لکھی ہے کیا کہنا

بُھلا دیتا زمانہ داستانِ کربلا لیکن
اسے زندہ رکھا زینبؑ ترے خطبوں کا کیا کہنا

مزاراتِ شہیدانِ وفا ہیں قلبِ مومن میں
بجا ہے کعبہ دل کو جوابِ کربلا کہنا

بُرا کیوں مانتے ہو یہ حقیقت عینِ فطرت ہے
بُرا کہنا بُروں کو اور اچھوں کو بھلا کہنا

جو غربت میں لٹائے گھر، کٹائے سر کو سجدے میں
مناسب ہے اُسی بندے کو شاہِ کربلا کہنا

ہم حق پر ہیں کہا زینبؑ نے دربارِ یزیدی میں
بہت مشکل تھا ایسے وقت میں سچ بات کا کہنا

کہا شہؑ نے کہ کرلو صبر دنیا چند روزہ ہے
تمھیں جو کچھ بھی کہنا ہے بہن روزِ جزا کہنا

بلا کر اُن کو خیبر میں نبیؐ نے ہم کو بتلایا
اگر منزل کڑی آئے علیؑ مرتضیٰ کہنا

اشارے سے کیا پانی طلب تھی مصلحت اس میں
نہ سُن سکتی تھی غُل میں فوج اس معصوم کا کہنا

سُنا فوجِ شقی نے گو صدا پہنچی نہ کانوں تک
عجب انداز کا تھا اصغرِ معصوم کا کہنا

سرِ شبیر آتے ہی سناں پر دفن تھی بیعت
تدبّر اور سیاست کا شہِ والا کی کیا کہنا

زباں ہونٹوں پہ پھیری تھی یہ تاریخوں میں لکھا ہے
علی اصغرؑ ترا طرزِ سوالِ آب کیا کہنا

فرشتے خوش ہوئے ایسے بلا پُرسش ہوئے واپس
لحد میں کام آیا واقعاتِ کربلا کہنا

وہ مجلس پڑھ رہا ہوں سامعیں جس کے فرشتے ہیں
عزا خانہ بنی ہے فیضؔ کی تُربت کا کیا کہنا

لحد میں پنجتنؑ آئیں اگر یہ فیضؔ خواہش ہے
عزادارِ شہیدِ کربلا کا ماننا کہنا

فرشتے قبر میں جب پُرسشِ اعمال کو آئیں
فضائل پنجتنؑ کے فیضؔ بے چون و چرا کہنا

نبوت ناز برداری پہ جن کی فخر کرتی ہے
میں حیراں ہوں کہ اُس بندے کو کیا اے کبریا کہنا

سوارِ دوشِ پیغمبرؐ کا سر ہے نصب نیزے پر
تلاوت کررہا ہے آیہ قرآں کی کیا کہنا

ہو مسجد، باغ نصرانی کا یا تختِ خلافت ہو
بہر صورت علیؑ کو دینِ حق کا پیشوا کہنا

کہا شہؑ نے کہ زینبؑ لاغر و بیمار ہے صغراؑ
مفصّل کچھ نہ کہنا مختصر سا ماجرا کہنا

زبانِ بے زبانی سے سوالِ آب کرتے ہیں
بُھلا سکتی ہے دنیا اصغرؑ معصوم کا کہنا

خدا کی ذات کے مظہر معینِ انبیاء بھی ہیں
علیؑ کو یوں نصیری نے بجا سمجھا خدا کہنا

مجرب آزمودہ اور یہ سستا سا نسخہ ہے
اگر منزل کڑی آئے علیؑ مرتضیٰؑ کہنا

شریکِ نور جو برسوں رہا ہے بزمِ وحدت میں
بجا ہے فیضؔ اُس کو جانشینِ مصطفیٰؐ کہنا

قطعات در مدح امام حسن علیہ السلام



خلافِ وحی نہ لائے کبھی زباں پہ سخن
رہِ حیات میں دونوں کا ایک سا تھا چلن
جواب اُس کا نہ اُس کی نظیر دنیا میں
جہادِ حضرتِ شبیرؑ اور صُلحِ حسنؑ



اہلِ دنیا حسنؑ سبز قبا کہتے ہیں
ان کے ہی بھائی کو شاہِ شہداء کہتے ہیں
ان کی توصیف کو الفاظ کہاں سے لاؤں
باپ وہ پایا کہ کچھ لوگ خدا کہتے ہیں

بَرمصرعِ طرح:۔ اہلِ ایماں اسوۂ شبیرؑ و شبرؑ دیکھنا

بَرمکان مشہود جعفری پیر کالونی ۳۰ مئی ۱۹۸۵ء

منقبت دَرمدح امام حسن علیہ السلام

روئے شبرؑ دیکھنا رؤے پیمبرؐ دیکھنا
دل یہ کہتا ہے، یہ منظر زندگی بھر دیکھنا

دل کو بھاتا ہی نہیں ہے جانبِ زر دیکھنا
جب میسّر ہوگیا رؤے ابوذر دیکھنا

ہے اگر منظور اوصافِ پیمبرؐ دیکھنا
اہلِ ایماں اسوۂ شبیر و شبر دیکھنا

شافعِ روزِ جزا کے زیرِ سایہ پاؤگے
شانِ مدّاحِ حسنؑ کو روزِ محشر دیکھنا

ہو بہو تصویرِ پیغمبرؐ ہے سر سے پیر تک
آج آغوشِ نبیؐ میں وہ گلِ تر دیکھنا

دیکھ لو اہلِ جہاں ہر پھر کے کردارِ حسنؑ
گر تمھیں مقصود ہے خُلقِ پیمبرؐ دیکھنا

آئے گا لطفِ عبادت سلسلہ در سلسلہ
دیکھ کر شکلِ حسنؑ شکلِ پیمبرؐ دیکھنا

گوہرِ اشکِ غمِ شبّر ہیں یہ انمول ہیں
دل کی آنکھوں سے انہیں اے بندہ پرور دیکھنا

جو سدھاریں گے جہاں سے لے کے نامِ مجتبیٰ
خُلد میں ہاتھوں میں اُن کے جامِ کوثر دیکھنا

صاف بخشا جاؤں گا ہوگی نہ مجھ سے باز پُرس
آنسوؤں کی قدرو قیمت روزِ محشر دیکھنا

مسکراتا ہے عجب انداز سے مولودِ نو
رحل پر قرآں ہے آغوشِ پیمبرؐ دیکھنا

تو سہی اِک سانس میں پی لوں بہتر جامِ مے
دورِ اوّل کی طرح دورِ مکرّر دیکھنا

ہوں غلامِ پنجتن اور ہاتھ میں خالی ہے جام
اس طرف بھی اِک نظر ساقیِ کوثر دیکھنا

اس سے بڑھ کر فیضؔ کیا لکھئے ثنائے مجتبےٰ
ہے عبادت کے برابر روئے شبّر دیکھنا

منقبت

ہوا جو گردشِ دوراں سے دل مِرا رنجور
تلاشِ صبر و سکوں میں نکل گیا تھا دور
نظر نہ آتے تھے کوسوں کہیں خوشی کے چراغ
چہار سمت تھا تاریکیِ اَلم کا وفور
حواسِ خمسہ میں کچھ ایسا پڑ گیا تھا خلل
غم و خوشی کا نہ تھا قلبِ مضطرب کو شعور
نظر نہ آتی تھی دل کو قرار کی صورت
دہک رہی تھی کلیجے میں آگ مثلِ تنور
حیات و موت مساوی تھی ایسا عالم تھا
نہ غم میں لذتِ غم تھی نہ کیف میں تھا سُرور
خوشا نصیب کہ جا نکلا جانبِ گلشن
ترانہ سنج تھے ہر سمت شاخِ گُل پہ طیور
فضا جو بدلی تو اُبھرا سوال یہ دِل میں
اِس انقلاب کا آخر کوئی سبب ہے ضرور
صدائے ہاتفِ غیبی نے دل کیا مسرور
ہوا ہے لختِ دلِ مرتضیٰ کا آج ظہور

جو گوش زد ہوئی پیدائشِ حسنؑ کی خبر
درود پڑھنے لگے وجد میں تمام طیور
ملا ولادتِ شبّرؑ سے دل کو ایسا سُرور
پیے بغیر ہی مدّاح ہوگیا مخمور
یہ سر سے ناف تلک تھے شبیہِ پیغمبرؐ
حسنؑ تھا نام حسینوں میں تھے بہت مشہور
حسنؑ کی ذات تھی مستجمعِ صفاتِ خدا
خدا کے دین کے منوالئے سبھی منشور

بَر مکان جناب عالی جونپوری لانڈھی ۲۰ ستمبر ۱۹۷۵ء
بَر مصرعِ طرح:۔ ذکرِ حسینؑ جو آئے تو صلِ علیٰ کہیں

منقبت

پہلے امامؑ کو جو نصیری خدا کہیں
پھر دوسرے امامؑ کو بتلاؤ کیا کہیں

اِس بزمِ منقبت میں ہم ایسے کو کیا کہیں
سردارِ بزمِ خُلد جسے مصطفیٰؐ کہیں

کیا منقبت ہم اُن کی اب اس سے سوا کہیں
نامِ حسینؑ جو آئے تو صلِ علیٰ کہیں

چیدہ نہ سمجھیں کیوں انہیں ہم کائنات میں
جب مصطفیٰؐ زباں سے انہیں مجتبیٰ کہیں

سجدہ انہیں روا نہیں یہ جانتے ہیں ہم
سر خود بخود جھکا ہے عقیدت کو کیا کہیں

صلحِ حسنؑ ہے صلحِ پیمبرؐ کا آئینہ
اِس کو بجا کہیں تو اُسے بھی بجا کہیں

بعد از نبیؐ ہیں بس وہی حق گو جو خَلق میں
پہلا کہیں علیؑ کو انہیں دوسرا کہیں

اپنی زبانِ پاک سے فرمائیں جو حسینؑ
سب اس سخن کو قولِ حسینؑ برملا کہیں

جو انقلابِ وقت کے دھارے کو موڑ دے
ہم فیضؔ ان سے کیوں نہ دلی التجا کہیں

بَر مکان مشہود جعفری۔ پیر کالونی۔ مورخہ ۲۲ رمئی ۱۹۸۶ء بروز جمعرات بوقت ۷ ربجے شب

مصرعِ طرح: ؎ حسینؑ امن واماں کا سائباں ہیں

منقبت

حسینؑ کے وصف اس سے ہی عیاں ہیں
مشیت کے یہی تو رازداں ہیں

غمِ شبّرؑ میں جو آنسو رواں ہیں
مہ و انجم سے بڑھ کر ضوفشاں ہیں

مشیت کے وہی تو رازداں ہیں
ملائک جن کے در کے پاسباں ہیں

نبیؐ کی آلؑ کے جو مدح خواں ہیں
بَری نارِ سقر سے بے گماں ہیں

نہیں الفت اگر آلِ نبیؐ سے
نماز و روزہ و حج رائیگاں ہیں

جنھیں آلِ محمدؐ سے ہے نسبت
وہی دینِ نبیؐ کے پاسباں ہیں

انہیں کی ذات سے ہے دین قائم
جو بندے اور خدا کے درمیاں ہیں

انہیں کے دَم سے شمعِ دیں ہے روشن
شریعت کے یہی تو پاسباں ہیں

کریں خود فاقے اوروں کو کھلائیں
بشر ایسے زمانے میں کہاں ہیں

اب اس سے بڑھ کے کیا ہو مدح اِن کی
حسینؑ اسلام کی روحِ رواں ہیں

وقارِ خانۂ شبّرؑ تو دیکھو
یہاں سجدہ کناں کروبیاں ہیں

بسا رکھا ہے اپنے دل میں اُن کو
اگرچہ وہ نگاہوں سے نہاں ہیں

حسینؑ کی صلح نے ثابت کیا ہے
حسینؑ امن و اماں کے سائباں ہیں

یہی تو ہے عطیہ پنجتنؑ کا
کلامِ فیضؔ میں جو خوبیاں ہیں

منقبت

درمدحِ حضرت امام حسن علیہ السلام

نسبت جو پھول کو ہے بہارِ چمن کے ساتھ
وہ حُسن کو لگاؤ ہے روئے حسنؑ کے ساتھ

عباسؑ اس طرح تھے حسینؑ و حسنؑ کے ساتھ
جس طرح مرتضیٰؑ تھے رسولِ زمنؐ کے ساتھ

پھر تا بہ زیست پاس نہ آئیں گی الجھنیں
نامِ حسنؑ کا ہو جو وظیفہ لگن کے ساتھ

دعویٰ یہ مجھ کو اپنی عقیدت کے بل پہ ہے
کوثر پہ دیکھ لینا مجھے پنجتنؑ کے ساتھ

صلحِ حسنؑ ہے صلحِ پیمبرؐ کا آئینہ
نعتِ نبیؐ بھی ہوتی ہے مدحِ حسنؑ کے ساتھ

حسنینؑ و فاطمہؑ ہیں کساء میں نبیؐ علیؑ
نام اِن کا لب پہ آئے نہ کیوں پنجتن کے ساتھ

یہ سر سے تا بہ ناف شبیہِ رسولؐ تھے
کردار ملتا جُلتا رسولِؐ زمن کے ساتھ

ہم پلّہ جہادِ حسینی ہے لا کلام
کر لیجئے مقابلہ صلحِ حسنؑ کے ساتھ

یہ پانچ، بارہ، چودہ، بہتّر کا فیض ہے
کوثر پہ میں ملوں گا اسی انجمن کے ساتھ

پیہم صدا درود کی آئے گی عرش سے
ذکرِ حسینؑ کروں گا جو صوتِ حسنؑ کے ساتھ

عزت نہ خاک میں تری ملتی معاویہ
پابند خود کو رکھتا جو صلحِ حسنؑ کے ساتھ

پُشتی پہ تھے حسنؑ تو فرشتوں کو قبر میں
میں نے دئے جواب بڑے بانکپن کے ساتھ

پیرو حسنؑ کا حامیٔ امن و اماں ہوں میں
رکھتا نہیں حسد میں کسی ہم سخن کے ساتھ

کی جب بھی زندگی میں مقدر نے یاوری
روؤں گا میں لپٹ کے مزارِ حسنؑ کے ساتھ

یہ فیضِ درسِ صلحِ حسنؑ ہے خدا گواہ
مجھ کو دلی خلوص ہے ہر ہم سخن کے ساتھ

ہوجاؤں فیضؔ میں بھی علمدارِ صلح و امن
دو گام گر چلوں پسرِ بُت شکن کے ساتھ

منقبت

چلے تھے آج ہم اچھی گھڑی کے ساقیا گھر سے
ہوئی مُڈ بھیڑ آتے ہی یہاں مینا و ساغر سے

ہیں بادہ خوار پیمانہ بکف مشغولِ مے نوشی
اٹھا رکھا ہے میخانہ کو سر پر ذکرِ شبّرؑ سے

ملائک شکلِ انساں میں ہیں پیمانہ بکف حاضر
شمیمِ خُلد مہکی ہے ہر اِک کے جسمِ اطہر سے

طبیعت سیر ہونے پر سرِ عرشِ بریں جا کر
کیا آگاہ سب کو اس نویدِ روح پرور سے

حسنؑ پیدا ہوئے ہیں فاطمہؑ زہراؑ بہت خوش ہیں
جونہی پہنچی خبر یہ خانہ بنتِ پیمبرؐ سے

کیا ساماں فراہم تہنیت کا پھر تو رضواں نے
لئے گُل باغِ جنت سے تو دھوئے آبِ کوثر سے

چُنے کچھ کشتیوں میں تحفۂ خوشرنگ منگوا کر
ستارے چرخ سے بوگُل سے اور گوہر سمندر سے

مناسب جو بھی سمجھا لے لیا اس نے اسی شے کو
اجالا شمس سے اور چاندنی ماہِ منور سے

پئے نازک بدن نازک سے نازک چن لئے تحفے
نزاکت گُل سے شوخی حُسن سے بو مشک و عنبر سے

کئے پھر منتخب گلہائے رنگیں بہرِ گلدستہ
لکھا نامِ حسنؑ ابنِ علیؑ جبرئیل کے پَر سے

چلا بے ساختہ سوئے زمیں شوقِ زیارت میں
پہنچتے ہی جبیں مَس کی درِ بنتِ پیمبرؐ سے

گزارش دست بستہ خدمتِ حیدرؑ میں کی آکر
مبارکباد کو آیا ہے خادم عرشِ داور سے

پئے اسپند رکھ کر اخگروں کو آتشِ گُل پر
کہا یارب بچانا اس کو چشمِ فتنہ پرور سے

کہاں رضواں کہاں میں عشق لیکن عشق ہے پھر بھی
زیارت کے لئے بے چین ہو کر میں چلا گھر سے

نہ تھا شایاں جو خالی ہاتھ بہرِ تہنیت جانا
چلا میں نقدِ جاں لے کر مبارکباد کو گھر سے

نظر ملتے ہی سر کو رکھ دیا پائے مبارک پر
سخی نے بھر دیا دامن کو میرے لعل و گوہر سے

کلیم و طُور کا نقشہ ابھی آنکھوں میں پھر جائے
ہٹا کر دیکھئے دامن ذرا روئے منور سے

انہیں کی شان میں قرآنِ صامت اِک قصیدہ ہے
مدارج پوچھنے ہیں ان کے گر پوچھو پیمبرؐ سے

لیا آغوش میں شبیرؑ کو اُٹھ کر پیمبرؐ نے
مگر آنسو نکل آئے نبیؐ کے دیدۂ تر سے

خوشی کے وقت آنسو غم کے میں محوِ تحیر تھا
کہا دل نے کہ بڑھ کر پوچھ لے محبوبِؐ داور سے

گزارش پر مری روکر پیمبرؐ نے یہ فرمایا
یہ ہوگا سر زمینِ کربلا پر ذبح خنجر سے

رہے گا میرا بچہ تشنہ لب نرغے میں فوجوں کی
بجھے گی پیاس اس تشنہ دہن کی آبِ خنجر سے

حرم قیدی بنیں گے گھر لُٹے گا دشتِ ویراں میں
دہم ہوگی محرم کی نہ کچھ کم روزِ محشر سے

مشیت نے عطا وہ کردیا سجاد و زینبؑ کو
جو حصہ صبر کا کچھ بچ گیا تھا ابنِ حیدرؑ سے

نہ اب تا حشر ایسا انقلاب آئے گا دنیا میں
بہتر متیں اٹھیں گی اِک دن میں بھرے گھر سے

بچا لے گا بھنور سے کشتیِ اسلام سر دے کر
جہاد اس کا رہے گا تا بہ محشر فتنہ و شر سے

کرے گا زیرِ خنجر رن میں ایسا آخری سجدہ
کہ حد مل جائے گی جس کی حدودِ روزِ محشر سے

خوشی سے ان کا ننھا سا کلیجہ پھول جاتا تھا
نبیؐ کی گود میں آتے تھے جب آغوشِ مادر سے

بصد اخلاص فوراً ہی فراہم کرلئے اس نے
پئے خلقِ مجسم امن و صلح حق کے دفتر سے

شمار اپنا ہوا ہے جب سے ان کے مدح خوانوں میں
مقدر فیضؔ اپنا بڑھ گیا بختِ سکندر سے

خیر پور میرس مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۷۵ء
مصرعِ طرح:۔ دنیا کو رُخِ زہرا شاداں نظر آتا ہے

منقبت

جو یاں غمِ شبّرؑ میں گریاں نظر آتا ہے
وہ گلشنِ جنت میں خنداں نظر آتا ہے

جو بھی درِ شبّرؑ کا درباں نظر آتا ہے
قنبرؑ نظر آتا ہے سلماں نظر آتا ہے

صورت وہ حسنؑ کی ہے قرآں سے ملا دیکھو
اِس آئینہ حق میں ایماں نظر آتا ہے

اِک صلحِ محمدؐ تھی اِک صلحِ حسنؑ لیکن
دونوں ہی کا پس منظر یکساں نظر آتا ہے

حق نے یہ شرف بخشا اولاد کو حیدرؑ کی
صورت سے ہر اِک گویا قرآں نظر آتا ہے

آغوشِ پیمبرؐ میں بیٹھے ہیں حسنؑ گویا
سرسبزیٔ اُمت کا عنواں نظر آتا ہے

جاں دے کے بچاتے ہیں یہ دینِ پیمبرؐ کو
نانا پہ نواسے کا احساں نظر آتا ہے

سر شاہ کے قدموں پر اور مدحِ حسینؑ لب پر
تربت میں بھی بخشش کا ساماں نظر آتا ہے

پھر جاتا ہے آنکھوں میں کردارِ حسینؑ اے دل
جس جنگ میں صلح کا امکاں نظر آتا ہے

وہ غنچہ اوّل ہے یہ نخلِ امامت کا
آلام میں گھر کر بھی خنداں نظر آتا ہے

جس شخص کے سینے میں ہے شمعِ وِلا روشن
چہرہ اُسے شبّرؑ کا ہر آں نظر آتا ہے

ناوک جو چلاتا تھا تابوت پہ شبّرؑ کے
وہ بھیس میں انساں کے شیطاں نظر آتا ہے

تابوتِ حسینؑ میں یہ پیوست جو ہیں پیکاں
قتلِ علی اصغرؑ کا عنواں نظر آتا ہے

اے فیضؔ فضیلت ہے یہ مدحتِ شبّرؑ سے
لینے کو جو آتا ہے رضواں نظر آتا ہے

بَرمکان مشہود جعفری ۔پیرالٰہی بخش کالونی ۔مورخہ ۱۶؍جون ۱۹۸۱ء بعد افطارِ صوم

مصرعِ طرح: ؎ مصطفیٰ آئینہ ہیں حُسنِ حسنؑ تنویر ہے

منقبت

دَرمدحِ امام حسن علیہ السلام

فیضؔ یاں مدحِ حسنؑ کو مائلِ تحریر ہے
اُس طرف جاری جناں میں قصر کی تعمیر ہے

صدقِ دل سے جو غلامِ شبّرؑ و شبیرؑ ہے
کربلا مسکن ہے اُس کا اور ارم جاگیر ہے

مصطفیٰؐ آئینہ ہیں حُسنِ حسنؑ تنویر ہے
یا یہ کہہ لیجے وہ قرآں اور یہ تفسیر ہے

خلق میں مثلِ نبیؐ یہ صاحبِ شمشیر ہے
اُس کا ہے یہ پارۂ دل جو کہ خیبر گیر ہے

ہے شریکِ پنجتنؑ اوّل تو ہے دوئم امامؑ
فیضِ حق سے اس قدر یہ صاحبِ توقیر ہے

انبیاء کے وصف اِن میں بھی ہیں مثلِ مرتضیٰؑ
خُلقِ پیغمبرؐ کی یہ منہ بولتی تصویر ہے

تاب لا سکتا تھا اس کی جنگ کی کیونکر کوئی
جس کی ضربِ صلح سے قلبِ عدو نخچیر ہے

میں ہر اِک مسلم نُما کافر کو کرتا بے نقاب
کیا کروں خُلقِ حسنؑ کی پاؤں میں زنجیر ہے

ہیں براہِ راست پہلے جانشینِ مرتضیٰؑ
کوئی ایسا بھی جہاں میں صاحبِ توقیر ہے

کس لئے چارہ گرو منت کش درماں ہوں میں
خاکِ پائے مجتبیٰؐ میرے لئے اکسیر ہے

لب پہ ہو خُلقِ حسنؑ کا تذکرہ آٹھوں پہر
گردشِ دوراں سے بچنے کی یہی تدبیر ہے

صنعتِ تجنیسِ خطّی اس کو کہتے ہیں عوام
حُسن پڑھ لیتے ہیں اکثر گو حسنؑ تحریر ہے

لاش پر تیروں کی بارش ہوگئی معصوم کی
یہ تو بتلائے کوئی کس جرم کی تعذیر ہے

ایسی ہستی کا نہیں کونین میں کوئی نظیر
جس کے مسکن پر نزولِ آیہ تطہیر ہے

فیضؔ سردار جوانانِ جناں کا ہے غلام
اس کی قسمت میں ازل سے خُلد کی جاگیر ہے

قطعات ورباعیات

درمدحِ حضرت امام حسین علیہ السلام



نگاہِ دل سے میں تنویر دیکھ لیتا ہوں
ملے نہ اصل تو تصویر دیکھ لیتا ہوں
بصد خلوص میں آنکھوں کو بند کر کے فیضؔ
جمالِ شبّرؑ و شبیرؑ دیکھ لیتا ہوں



عراقیوں سے جو پوچھا کہو کہاں ہیں حسینؑ
ملا جواب یہ تربت ہے اور یہاں ہیں حسینؑ
مگر یہ فیضؔ کا دعویٰ ہے اور درست بھی ہے
جہاں ہے آخری حد صبر کی وہاں ہیں حسینؑ



ہجومِ غم میں بھی گھر کر اَلم نہیں ہوتا
گلہ ستم کا خدا کی قسم نہیں ہوتا
غمِ حسینؑ سے جن کے قلوب ہیں معمور
انہیں زمانے کا پھر کوئی غم نہیں ہوتا



واقعاتِ کربلا سُن کر نہ ہو کیوں دل کباب
یہ وہ قربانی ہے دنیا میں نہیں جس کا جواب
فیضؔ اِس غم میں کہ پیاسے قتل سرور ہوگئے
تا بہ محشر پھوٹ کر روئیں گے دریا کے حباب



شبیہہِ صبر رن میں شہ نے ایسی بے گماں کھینچی
فلک پر بھی کسی نے اور نہ زیرِ آسماں کھینچی
کسی نے جُز حسینؑ ابنِ علیؑ اے فیضؔ دنیا میں
گلے سے تیر بیٹے کے کلیجے سے سناں کھینچی



روزِ عشرہ زیرِ خنجر یوں پڑھی شہ نے نماز
ہوگیا سجدہ مشیت کی نظر میں سرفراز
ایسا صابر جُز حسینؑ ابنِ علیؑ ممکن نہیں
صبر ہے قربان جس پر صبر کو جس پر ہے ناز

☆

روزِ عشرہ عرش پر کہتے تھے یہ کروبیاں
اس جگر کا صابر و شاکر دو عالم میں کہاں
کھینچتے ہیں کربلا میں یا علیؑ کہہ کر حسینؑ
گردنِ اصغرؑ سے ناوک قلبِ اکبر سے سناں

☆

نہ پوچھ اے ہمنشیں کیا فرق ہے اغیار اور ہم میں
وہ لہو و لعب پر مائل تو ہم مشغول ماتم میں
عجب اعجاز رکھا ہے خدا نے چشمِ پُر نم میں
طبیعت ہوگئی ہلکی جو دو آنسو بہے غم میں

☆

افتخارِ کشورِ اسلام ہے تاجِ حسینؑ
ہم ہیں کس گنتی میں دینِ حق ہے محتاجِ حسینؑ
اِن کا سر نوکِ سناں پر اور وہ پہنچے عرش پر
وہ تھی معراجِ محمدؐ یہ ہے معراجِ حسینؑ

☆

بغیر دیکھے بتادوں لحد میں کیا ہوگا
ہر اِک کو خوف سوال و جواب کا ہوگا
مگر بہ صوتِ حسینؑ حسبِ ذوقِ دیرینہ
مِری زباں پہ شہ دیں کا مرثیہ ہوگا

☆

کبھی مظلوم ظالم کی اطاعت کر نہیں سکتے
خلافِ دین و احکامِ شریعت کر نہیں سکتے
یزید اتنا نہ سمجھا ہیں شہؑ دیں سبطِ پیغمبرؐ
یہ بیعت لے تو سکتے ہیں یہ بیعت کر نہیں سکتے

☆

قربانیِ شہؑ پیشِ نظر رکھ کر دیکھ
پلکوں پہ بھی اشکوں کے گہر رکھ کر دیکھ
بگڑی ہوئی تقدیر سنور جائے گی
شبیرؑ کے آستاں پہ سر رکھ کر دیکھ

☆

پنجتنؑ پر بہ دل و جاں جو فدا ہوجائیں
ہیں جو احکامِ مودّت وہ ادا ہوجائیں
فیضؔ نکتہ ہے یہ ثابت بہ حسابِ ابجد
نار ہے، نور سے گر پانچ جُدا ہوجائیں

☆

جو باشعور ہے وہ واقفِ حقیقت ہے
ہر ایک فعل شہیدوں کا حق کی حجت ہے
سرِ حسینؑ جو قرآن خواں ہے نیزے پر
یہ اے یزید جوابِ سوالِ بیعت ہے

☆

تھے عراق و شام و کوفہ جن کے زیرِ اقتدار
آج بے نام و نشاں ہیں سب وہ ننگِ روزگار
کشتگانِ فوجِ باطل کی نہیں قبریں کہیں
آج تک اس سرزمیں پر ہیں شہیدوں کے مزار

☆

کام آئے دین کے ایسے ہیں یہ ماہِ تمام
ایک ہے ان میں سے آقا ایک ہے ان کا غلام
دونوں عالم میں نہیں ہے فیضؔ دونوں کی نظیر
ایک شاہِ کربلا اور ایک حرِّ نیک نام

☆

سُنا دو فیضؔ کا پیغام یہ زمانے کو
دبا سکو گے نہ اِس غم بھرے فسانے کو
اُبھر کے کہتا ہے ہر سال ماتمِ شبّیرؑ
مٹو گے خود جو اٹھو گے اسے مٹانے کو

☆

مہرِ مادر میں ہو اور پائے نہ دلبر پانی
فیضؔ کی آنکھوں سے گر جائے نہ کیونکر پانی
یاد آجاتی ہے جب تشنگیِ سبطِ رسولؐ
حلق میں میرے اٹک جاتا ہے اکثر پانی

☆

یہ مرثیہ بکف جو بصد زیب و زین ہے
مدّاح ہے غلامِ شہِ مشرقین ہے
بولی نجات کھول دے رضواں درِ بہشت
یہ فیضؔ فیضیاب بہ فیضِ حسینؑ ہے

☆

سر دے کے گھر لٹا کے شہِ مشرقین نے
حق کو بچایا فاطمہؑ کے نورِ عینؑ نے
پیغمبروں سے ہو نہ سکا جو خدا گواہ
وہ کام کربلا میں کیا ہے حسینؑ نے

☆

خنجر تلے عبادت خالق کی ہورہی ہے
یہ بندگی نہیں ہے معراجِ بندگی ہے
مقتل میں کربلا کے کب تھا نشیب اتنا
شاید زمین وزنِ سجدہ سے دب گئی ہے

☆

کچھ یہ کہتے تھے کہ خالق کی عطا ہے گود میں
بعض کہتے تھے کہ فخرِ انبیاء ہے گود میں
چوم کر معصوم کا منہ ناگہاں بولی نجات
کشتیِ دینِ خدا کا ناخدا ہے گود میں

☆

تھی گفتگو جو صبر دکھائے وہ ہے حسینؑ
ایوبؑ کی نظر کو جھکائے وہ ہے حسینؑ
اِک بار مسکرا کے شہادت نے دی صدا
جو کربلا کو خُلد بنائے وہ ہے حسینؑ

☆

بے مثل تھا عمل وہ شہِؑ مشرقین کا
باعث جو کرب کا بھی ہے اور دل کے چین کا
گو جُزوِ بندگی تو سبھی رُکن ہیں مگر
سجدے میں یاد آتا ہے سجدہ حسینؑ کا

☆

کہہ کر اِک مرثیہ بعنوانِ حسینؑ
پہنچا درِ جنت پہ ثنا خوانِ حسینؑ
رضواں کو ندا آئی قدم لے بڑھ کر
یہ فیضؔ ہے فیضیابِ فیضانِ حسینؑ

☆

وہ قدر وہ توقیر مجھے آج ملی
مٹی میں بہائے مسند و تاج ملی
منبر پہ قدم دل میں علیٰ عرش پہ سر
مدّاحِ شبیرؑ سے معراج ملی

☆

ملا وہ اوج شہیدوں کے آستانے کو
کہ آسماں بھی ہے مجبور سر جھکانے کو
جوابِ حضرت شبیرؑ لائے گا کیونکر
نظیر حُر کی میسر نہیں زمانے کو

☆

مٹ چلا تھا جان دے کر غیر فانی کردیا
ایک دن میں دینِ حق کو جاودانی کردیا
فیضؔ تھا یہ عزمِ مستحکم کا تیرے اے حسینؑ
دَم میں طوفانِ بلا کو جس نے پانی کردیا

☆

مردِ مومن کے عقائد کا ہے حاصل کربلا
دین اِک راہ سفر ہے جس کی منزل کربلا
فیضؔ یہ دراصل سب فیضِ غمِ شبیرؑ ہے
ہے عزاخانہ ہر اِک سینہ تو ہر دل کربلا

☆

کرتے ہیں جو اب لوگ بیانِ اسلام
ڈھونڈے سے بھی پاتے نہ نشانِ اسلام
سر دے کے بچالیا فنا ہونے سے
شبیرؑ حقیقت میں ہے جانِ اسلام

☆

وہ اہلِ درد ہیں جو رسمِ مجلس کو سمجھتے ہیں
فضا غم کی نظر آئی انہیں اللہ کے گھر میں
یہ ہم کو درس دیتا ہے غلافِ خانہ کعبہ
سیہ پوشی مناسب ہے غمِ سبطِ پیمبرؐ میں

☆

اٹل ہے دین کا قانون، ہل نہیں سکتا
کہ ٹاٹ شال دوشالے میں سِل نہیں سکتا
محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ حسینؑ و حسنؑ
یہ پنجتنؑ ہیں چھٹا اِن میں مِل نہیں سکتا

☆

ہے اِن کے سبب دہر بھی، دیں کی تنویر
باقی ہے اِسی دم سے، نبیؐ کی توقیر
شبیرؑ نے جاں دے کے بچایا اسلام
اسلام مٹاؤ تو مٹے گا شبیرؑ

منقبت

نبیؐ کا دین کبھی اوج پر نہیں جاتا
اگر حسینؑ کا نیزے پہ سر نہیں جاتا

جو سیر ہو کے بھی پی لیتا اصغرؑ معصوم
یزید نہر کا پانی اُتر نہیں جاتا

درِ علیؑ پہ میں دھونی رمائے بیٹھا ہوں
تلاشِ حق میں اِدھر اور اُدھر نہیں جاتا

عزائے سبطِ نبیؐ جس جگہ نہیں ہوتی
اُدھر کو طائرِ فکر و نظر نہیں جاتا

غمِ حسینؑ میں گریاں رہے جو آٹھ پہر
اُس آنکھ کا کبھی نورِ بصر نہیں جاتا

ہے دل میں جلوہ فگن حُسنِ ہم شبیہہِ نبیؐ
فرازِ طُور پہ ذوقِ نظر نہیں جاتا

جو دینِ حق کے ہیں دشمن یزید کے پیرو
غمِ حسینؑ تو ایسوں کے گھر نہیں جاتا

اگر یہ حق پہ نہ ہوتے تو فوجِ شام سے حُر
سوئے حسینؑ کبھی ٹوٹ کر نہیں جاتا

حسینؑ سر نہ کٹاتے جو دینِ حق کے لئے
جہاں سے معرکۂ خیر و شر نہیں جاتا

غمِ حسینؑ کا درماں نہیں زمانے میں
یہ درد وہ ہے جو اے چارہ گر نہیں جاتا

جہاں پہ ذکرِ شہِ کربلا نہیں ہوتا
اس انجمن میں کوئی دیدہ ور نہیں جاتا

جہاں سے جاؤں گا میں زیرِ سایۂ شبیرؑ
سفر پہ کوئی بلا راہبر نہیں جاتا

درِ بہشت پہ رضواں نہ کرتا استقبال
براہِ کرب و بلا فیضؔ گر نہیں جاتا

بَرمکان سیٹھ جعفر کوئنس روڈ کراچی۔ ۲۵ر اپریل ۱۹۸۵ء

مصرعِ طرح:۔ محافظ آ گیا دینِ خدا کا

منقبت در مدحِ امام حسین علیہ السلام

اثر مٹی کو بخشا ہے شفا کا
یہ صدقہ ہے شہیدِ کربلا کا

یہ ہے اعجاز مولا کی عطا کا
قصیدہ حق سے آیا ہل اتی کا

محافظ ہے وہی دینِ خدا کا
جو بیٹا ہے محمدؐ مصطفےٰؐ کا

اُسے کیا خوف ہو روزِ جزا کا
جو پیرو ہے شہیدِ کربلا کا

وہ دشمن ہے خدا و مصطفیٰؐ کا
کیا حق غصب جس نے فاطمہؑ کا

اشارہ پاتے ہی فکرِ رسا کا
قصیدہ لکھ دیا شاہِ ہُدا کا

جو ہے محبوب محبوبِؐ خدا کا
وہی مختار ہے روزِ جزا کا

جو ہے مختار اقلیمِ وفا کا
وہ بھائی ہے شہیدِ کربلا کا
لکھوں کیا وصف شاہِ کربلا کا
ہے رہبر جادۂ صبر و رضا کا
اُسے کیا کوئی سمجھے جو بشر ہو
خدا بھی اور بندہ بھی خدا کا

بر مکان نیر اسعدی ۔ پیر کالونی ۔ ۸/ دسمبر ۱۹۸۳ء بروز جمعرات ۸/ بجے شب
مصرع طرح: ؎ باطل کو شہؑ نے لوحِ جہاں سے مٹا دیا

منقبت

بے جرم خوں حسینؑ کا پہلے بہا دیا
کس کام کا یزید نے گر خوں بہا دیا

قائم وہی رکھیں گے عزاداریِ حسینؑ
اللہ نے جنہیں دلِ درد آشنا دیا

عابدؑ سے پھر نہ طالبِ بیعت ہوا یزید
زنجیر کی صدا نے وہ فتنہ دبا دیا

کس کس کے سنگِ در پہ بدلتی ہیں قسمتیں
اُس گھر کا ہل اتی نے اتر کر پتا دیا

کٹوا کے سر کو سجدۂ حق میں حسینؑ نے
دنیا کو بندگی کا سلیقہ سکھا دیا

حُر آتشِ جحیم سے آزاد ہوگیا
سنگِ درِ حسینؑ پہ جب سر جھکا دیا

مرضیِ حق خرید لی دے کر متاعِ زیست
واقف ہیں سب جو سبطِ نبیؐ نے لیا دیا

اب بھی ہے محوِ طاعتِ حق فاطمہ کا لال
سجدے کی حد کو حشر کی حد سے ملا دیا

پہنچا جو نوکِ نیزہ پہ سبطِ نبیؐ کا سر
فرقِ یزید حشر تلک کو جھکا دیا

ایسا کوئی بشر تو بتاؤ بجز حسینؑ
جس نے بقائے دیں کے لئے سر کٹا دیا

سجدے میں سر نبیؐ کے نواسے کا کاٹ کر
امت نے مصطفیٰؐ کو یہ اچھا صلہ دیا

وہ جس نے حق سے لے کے دیا حق کی راہ میں
آئے گا کام حشر میں اس کا لیا دیا

اس کو نہ کیوں محافظِ دینِ خدا کہیں
قرآن نوکِ نیزہ پہ جس نے سُنا دیا

آیا نظر جو نقشِ کفِ پا حسینؑ کا
سر ہم نے بہر سجدہ وہیں پر جھکا دیا

عشرے کے روز عصر سے پہلے حسینؑ نے
لاشیں اٹھا کے گنجِ شہیداں بنا دیا

ہجرِ پدر میں فیضؔ سکینہؑ نے دے کے جاں
زندان کو مقامِ زیارت بنا دیا

برمکان نیر اسعدی۔ این۔ ۲۸۔ پیر کالونی۔ یکم دسمبر ۱۹۸۴ء
مصرعِ طرح:۔ جب گلا سبطِ نبیؐ نے زیرِ خنجر رکھ دیا

منقبت

بہرِ سجدہ جب قدم پر شاہ کے سر رکھ دیا
مثلِ حُر میرے مقدر کو بدل کر رکھ دیا

جب قدم منبر پہ لے کر نامِ حیدرؑ رکھ دیا
کھول کر مدحت کا پھر دفتر کا دفتر رکھ دیا

جب نظر آئے کسی جا نقشِ پائے بو ترابؑ
اس زمیں پر ہم نے سجدے کے لئے سر رکھ دیا

مرحب و عنتر کو مارا سر کیا خیبر کا باب
پھر اُسی در کو علیؑ نے پُل بنا کر رکھ دیا

ضربِ حیدرؑ سے نہ کٹ جائے کہیں گاوِ زمیں
بڑھ کے جبریل امیں نے اپنا شہپر رکھ دیا

کہتے تھے عباسؑ ہم پیچھے کبھی ہٹتے نہیں
جب قدم بہرِ جہادِ حق بڑھا کر رکھ دیا

کیوں نہ ٹھکراتے حقارت سے جہاں کا مال و زر
نام جب ماں باپ نے اِن کا ابوذرؓ رکھ دیا

بابِ خیبر کلِ ایماں نے جو توڑا غل ہوا
کاٹ کر حیدرؑ نے کلِ کفر کا سر رکھ دیا

چیر ڈالا کلہ اژدر علیؑ نے مہد میں
فاطمہؑ بنتِ اسد نے نام حیدرؑ رکھ دیا

اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا مآلِ زندگی
کربلا کو کعبہ دل پر بنا کر رکھ دیا

شہ رگِ اسلام کٹنے سے بچانے کے لئے
سبطِ پیغمبرؐ نے سر کو زیرِ خنجر رکھ دیا

اس سے بڑھ کر اور کیا کرتا ستم شمرِ لعیں
کاٹ کر سر شاہ کا نوکِ سناں پر رکھ دیا

خطبہ زینبؑ بھی تھا آئینہ ضرب علیؑ
شام و کوفہ کی حکومت کو الٹ کر رکھ دیا

ظلم کی حد ہے حرم کے سامنے دربار میں
شمر نے طشتِ طلا میں شاہ کا سر رکھ دیا

جب کہا اُس سے بیاں کر داستانِ کربلا
اشکِ غم آنکھوں نے پلکوں پر سجا کر رکھ دیا

ہے حقیقت میں مآلِ ضربتِ صمِ حسینؑ
نام تک بیعت کا دنیا سے مٹا کر رکھ دیا

قیدیِ زنداں تھے پھر بھی سیدِ سجاد نے
جس قدر فتنے اٹھے اُن کو دبا کر رکھ دیا

جب پسر وَد کا مقابل کلِ ایماں کے ہوا
کاٹ کر حیدر نے کلِ کفر کا سر رکھ دیا

حکم خالق کا ہوا لے جا اسے رضواں بہشت
مدح کا دفتر جو میں نے پیشِ داور رکھ دیا

حرملا نے تیر پھینکا جانبِ شبیرؑ جب
زد پہ اصغرؑ نے گلا اپنا ہمک کر رکھ دیا

تھیں قضا جتنی نمازیں ہوگئیں وہ سب ادا
آستانِ شاہؑ پر جب فیضؔ نے سر رکھ دیا

یوں دیا زینبؑ نے خطبہ شام کے دربار میں
خاک میں زَعمِ حکومت کو ملا کر رکھ دیا

فیضؔ اس فعلِ حسن میں زندگی کی ہے بسر
حمد و نعت و مدح کا دفتر سجا کر رکھ دیا

بر مکان نیر اسعدی۔ پیر کالونی۔ یکم دسمبر ۱۹۸۴ء

مصرعِ طرح: ؎ ہم پر ہے فیضِ سبطِ رسالتمآبؐ کا

منقبت

جو شخص پاسباں ہے درِ بوترابؑ کا
رُخ موڑ دے گا دہر کے ہر انقلاب کا

زاہد نہیں ہے خوف مجھے کچھ عذاب کا
پیتا ہوں روز جام وِلا کی شراب کا

ہے فیضؔ پر یہ فیضؔ رسالتمآبؐ کا
پیری کے دور میں بھی ہے عالم شباب کا

سر کٹ گیا جو سبطِ رسالتمآبؐ کا
دہشت سے زرد ہوگیا رخ آفتاب کا

سبطِ نبیؐ نے ریشِ مبارک پہ مل لیا
اصغرؑ کے خوں سے کام لیا ہے خضاب کا

جھولا جھلاتی رہتی تھی خالی بصد اَلم
اصغرؑ کے بعد شغل یہی تھا ربابؑ کا

لاتے ہیں قتل گاہ سے لاشِ پسر حسینؑ
پیری کے دوش پر ہے جنازہ شباب کا

اصغرؑ پدر کی گود میں پیاسے ہوئے شہید
مُرجھائے جس طرح سے شگوفہ گلاب کا

ٹکرا رہا ہے ساحلِ دریا سے اپنا سر
تشنہ لبوں کے غم میں یہ عالم ہے آب کا

ششماہے تھے کہ تیر سے اصغرؑ ہوئے شہید
مادر کو انتظار تھا اُن کے شباب کا

خیبر کا در علیؑ نے تو شہؑ نے اٹھائی لاش
وہ باعثِ سکوں یہ سبب اضطراب کا

پھر جاتے ہیں نظر میں علی اکبرؑ و سناں
چھڑتا ہے ذکر بزم میں جب بھی شباب کا

منکر نکیر قبر سے ہنستے چلے گئے
جس دم قصیدہ میں نے پڑھا بوترابؑ کا

کُھل جائے گا یہ رازِ مودّت ہے چیز کیا
کیجئے مطالعہ کبھی اُم الکتاب کا

یوں جارہے ہیں اکبرؑ ذیشاں پئے جہاد
خیمے سے جارہا ہے جنازہ شباب کا

تربت میں محوِ دیدِ رُخِ مرتضیٰ ہوں میں
منکر نکیر وقت نہیں یہ حساب کا

اصغرؑ کا رتبہ ناقۂ صالح سے کم نہیں
لاریب یہ ورق ہیں خدا کی کتاب کا

ڈالے ہیں موتی تحفہ زہراؑ کے واسطے
ممنون فیضؔ کیوں نہ ہو چشمِ پُر آب کا

کی مدحِ پنجتنؑ میں بسر زندگی تمام
دھڑکا نہیں ہے فیضؔ کو یومِ حساب کا

بَرمکان مرزا محمد جعفر انچولی۔ مورخہ ۱۶/اپریل ۱۹۸۶ء ۸/بجے شب

مصرعِ طرح: ؎ کِھلا ہے تیسرا غنچہ گلستانِ امامت کا

منقبت

نہ کیوں کون و مکاں میں شور ہو اُس کی امامت کا
علیؑ کا لال پروردہ ہے آغوشِ رسالتؐ کا

اسی پر گامزن ہوں جو کہ ہے جادہ عدالت کا
اُسی کی مدح کرتا ہوں جو ہے حقدار مدحت کا

اسی سے آپ اندازہ لگالیں شہؑ کی عظمت کا
کہ دشمن بھی سمجھتا ہے انہیں سردار جنت کا

وظیفہ لب پہ ہو آٹھوں پہر بس ان کی مدحت کا
یہی آئینِ الفت ہے تقاضا ہے محبت کا

تہِ خنجر گلا سجدے میں سر اور یادِ حق دل میں
نہیں ہے انبیاء تک میں جواب ان کی عبادت کا

مساوی کردیا طفل و جوان و پیر کا جذبہ
رہے گا تا بہ محشر تذکرہ اِن کی قیادت کا

جو لے کر ساتھ جائے گا سند ان کی محبت کی
اسی کو فیضؔ پہنچے گا سرِ محشر شفاعت کا

لگی تھی تیغ فرقِ مرتضیٰؑ پر عین سجدے میں
ملا شبیرؑ کو ورثے میں یہ رتبہ شہادت کا

نبیؐ خوش ہیں علیؑ ہیں شاد اور مسرور ہیں زہراؑ
کِھلا ہے تیسرا غنچہ گلستانِ امامت کا

کوئی واقف نہ تھا پہچانتا ہے اب ہر اِک مومن
وسیلہ بن گئی ہے مدحتِ شبیرؑ شہرت کا

کسی کو خوفِ دوزخ ہو تو ہو مجھ کو نہیں مطلق
لحد میں دیں گے پروانہ مجھے شبیرؑ جنت کا

جمی ہیں چہرۂ شبیرؑ پر یٰسین کی نظریں
کِھلا ہے تیسرا غنچہ گلستانِ امامت کا

صفِ باطل سے آیا ٹوٹ کر شبیرؑ کی جانب
سبق دنیا کو حُر نے دے دیا حق کی رفاقت کا

ضعیفی میں جواں کی لاش لاتے ہیں شہِؑ والا
کہو ایوبؑ سے دیکھیں یہ منظر استقامت کا

پسر خیبر شکن کے تھے کمر میں تیغ حیدرؑ کی
اگر یہ چاہتے تختہ اُلٹ دیتے حکومت کا

منقبت

کیا کروگے فیضؔ آخر جانبِ زر دیکھ کر
جب غنی دل ہوگیا روئے ابوذرؓ دیکھ کر

تابِ نظارہ نہ جب پائی رُخِ شبیرؑ کی
چاند بدلی میں چھپا روئے منور دیکھ کر

دوشِ محبوبؐ خدا پائے علیؑ مرتضیٰ
یاد آہی جاتے ہیں اللہ کا گھر دیکھ کر

لختِ دل کا لختِ دل یکلخت ہے زہراؑ کا لال
خوش نبیؐ ہیں دوہری خوشیاں مکرر دیکھ کر

ہے شرف کی انتہا کرتے ہیں وا آنکھیں حسینؑ
روئے حیدرؑ دیکھ کر روئے پیمبرؐ دیکھ کر

جم گئیں یٰسیں کی نظریں جب رُخِ شبیرؑ پر
مسکرائے مصطفیٰؐ بیٹے کے تیور دیکھ کر

ہر کسوٹی پر اترتا ہے مرا حُسنِ کلام
جوہری گوہر پرکھتے ہیں تو جوہر دیکھ کر

وقتِ آخر فرقِ حُرؑ ہے زانوئے شبیرؑ پر
محوِ حیرت ہے جہاں حُرؑ کا مقدر دیکھ کر

خُلد چلتا ہوں فرشتو قبر سے اِس شرط پر
جاؤں گا میں تربتِ سبطِ پیمبرؐ دیکھ کر

ہو نہ ہو یہ مجھ پہ فیضِ حضرتِ شبّیرؑ ہے
شاد ہوجاتے ہیں محفل میں سخنور دیکھ کر

قبر میں شبّیرؑ جنت کی سند دیتے ہیں فیضؔ
محوِ حیرت ہیں مَلک تیرا مقدر دیکھ کر



مسکرائے جب نبیؐ بیٹے کے تیور دیکھ کر
ہنس دئے شبّیرؑ بھی روئے پیمبرؐ دیکھ کر

مدحتِ شبّیرؑ کو مضمونِ نَو لا کر مَلک
سب کو دیتے ہیں مگر ظرفِ سخنور دیکھ کر

ایک زانو پر حسنؑ ہیں ایک زانو پر حسینؑ
سورتیں قرآں کی پڑھتے ہیں پیمبرؐ دیکھ کر

حق نے محبوبِؐ خدا کو دیں بچانے کے لئے
دو نواسے دے دئے بہتر سے بہتر دیکھ کر

تب پیوں گا پیاس جب اپنی بجھالیں گے حسینؑ
کہہ کے یہ منہ حُر نے پھیرا جامِ کوثر دیکھ کر

ایک بیٹے کی طلب پر سات بیٹے دے دئے
سبطِ پیغمبرؐ نے راہب کو مکدّر دیکھ کر

سوچ کر یہ میں بچاؤں گا نبیؐ کے دین کو
ہنس رہے ہیں حضرتِ شبیرؑ محضر دیکھ کر

سر بلندی دینِ احمدؐ کی نگاہوں میں پھری
سر شہِ مظلوم کا نوکِ سناں پر دیکھ کر

تھیں قضا جتنی نمازیں ہوگئیں وہ سب ادا
گوشہ تربت میں روئے ابنِ حیدرؑ دیکھ کر

شافعِ محشر قسیمِ نار و جنت مقتدا
منتخب ہم نے کیا ہے ایسا رہبر دیکھ کر

لیں گے بوسے اُن کی آنکھوں کے فرشتے قبر میں
آئے ہیں جتنے بھی مومن قبرِ سروؑ دیکھ کر

بولا رضواں خدمتِ شبیرؑ میں چلئے جناب
آنکھ میں اشکِ غمِ سروؑ کے گوہر دیکھ کر

میرے دامن میں بھری ہے دولتِ مدحِ حسینؑ
رشک کرتا ہے سکندر بھی مقدر دیکھ کر

یاد آتی ہے اسیری دُخترِ شبیرؑ کی
شام کا بازار اور زندان کا در دیکھ کر

فیضؔ کو بھی ہو عطا نقدِ سخن حیدرؑ کے لعل
لے کے کاسہ آگیا ہے علم کا در دیکھ کر

بَرمکان بقانظامی مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۸۵ء

مصرعِ طرح:۔ کعبے کی آبرو کے نگہباں حسینؑ ہیں

منقبت

ہر داستانِ صبر کا عنواں حسینؑ ہیں
دنیا میں اس وجہ سے نمایاں حسینؑ ہیں

اپنے لہو سے سینچا ہے اسلام کا شجر
دینِ نبیؐ کا تیرِ تاباں حسینؑ ہیں

قرآں کی رُو سے زندۂ جاوید ہے شہید
کہنا نہ بھول کر بھی کہ بے جاں حسینؑ ہے

سینے پہ شمر حلق پہ خنجر غضب کی پیاس
اور اس پہ محوِ طاعتِ یزداں حسینؑ ہیں

امت نے خوب اجرِ رسالتؐ ادا کیا
تشنہ دہن ہیں خون میں غلطاں حسینؑ ہیں

ہے ان کی ذات باعثِ تخلیقِ کائنات
پر کربلا میں بے سروساماں حسینؑ ہیں

اپنے لہو سے لکھی ہے تفسیر صبر کی
قرآں نبیؐ ہیں معنیِ قرآں حسینؑ ہیں

بَرمکان خواجہ علی صاحب آر۔۹۲۱، بلاک ۱۸، فیڈرل بی ایریا کراچی

بَرمصرعِ طرح:۔ الفت رسولؐ کی ہے محبت حسینؑ کی

منقبت

گھر جس کے دل میں کر گئی الفت حسینؑ کی
اُس کے نصیب میں ہے شفاعت حسینؑ کی

روئے بھی اور خوش بھی رسولِؐ خدا ہوئے
جس دَم سُنی نویدِ ولادت حسینؑ کی

زہراؑ نے پوچھا حزن و مسرت کا جب سبب
فرمایا رن میں ہوگی شہادت حسینؑ کی

زہراؑ، حسنؑ، رسولِؐ خدا، مرتضیٰ علیؑ
پہلے ہوئی انہی کو زیارت حسینؑ کی

جس کی مثال مل نہیں سکتی ہے تا بہ حشر
تھی کربلا میں ایسی قیادت حسینؑ کی

یہ بات منّیت سے ہے ثابت خدا گواہ
الفت رسولؐ کی ہے محبت حسینؑ کی

عباسؑ، حُرؑ، حبیبؑ کا آئے گا لب پہ نام
جب بھی بیان ہوگی شہادت حسینؑ کی

پیہم فصیلِ کوفہ سے ٹکرائی فوجِ شام
تھی شدتِ عطش میں یہ قوت حسینؑ کی

گردن پہ تیغ، سجدے میں سر، دل میں یادِ حق
تھی انبیاء سے بڑھ کے عبادت حسینؑ کی

گر جائے گی نظر سے تجلّی برقِ طُور
گر ہوگئی نصیب زیارت حسینؑ کی

یاں پڑھ کے دیکھ آیہ تطہیر معترض
قرآن میں رقم ہے طہارت حسینؑ کی

اب بھی جہاں میں سینکڑوں شمر و یزید ہیں
اسلام کو ہے اب بھی ضرورت حسینؑ کی

رضواں پکارا کر نہ تعجب گناہگار
لائی ہے تجھ کو خُلد میں الفت حسینؑ کی

اے فیضؔ مجھ کو نارِ جہنم کا ڈر نہیں
لے جائے گی جناں میں محبت حسینؑ کی

بَر مکان سیٹھ جعفر کوئنس روڈ کراچی مورخہ ۱۰ر مئی ۱۹۸۴ء
مصرعِ طرح:۔ پیدائشِ حسینؑ کو چودہ صدی ہوئی

منقبت

وردِ زباں جو مدحتِ ابنِ علیؑ ہوئی
کُل زندگی میں بات یہ اِک کام کی ہوئی

تھی جو قناتِ خیمۂ سرورؑ جلی ہوئی
اس سے سوادِ دیں میں بڑی روشنی ہوئی

ابنِ علیؑ سے تجھ کو اگر دشمنی ہوئی
اے مدعی حیات کے یہ خودکشی ہوئی

ایسی نہ انبیاء سے عبادت کبھی ہوئی
پیشانیٔ حسینؑ ہے اب تک جھکی ہوئی

کہہ لیجئے حسینؑ کو چودہ صدی ہوئی
حد عمر کی ہے حشر کی حد سے ملی ہوئی

آلِ نبیؐ گئی جو مدینے کٹی ہوئی
پیدا نبیؐ کی قبر میں اِک تھرتھری ہوئی

قرآں کی رُو سے زندۂ جاوید ہے شہید
شبیرؑ کی حیات کو چودہ صدی ہوئی

اُس دن سے جبکہ قتل ہوئے شاہِ کربلا
شمعِ لحد نبیؐ کی ہے اب تک بجھی ہوئی

درماں ہے جس کا صرف عزاداریِ حسینؑ
وہ چوٹ ہے ہمارے جگر پر لگی ہوئی

پیاسے تھے حُر پیا نہیں کوثر پہ جامِ آب
جب تک حسینؑ کی نہ جناں واپسی ہوئی

بعدِ فنا بھی محوِ عبادت حسینؑ ہیں
سجدے کی حد ہے حشر کی حد سے ملی ہوئی

جو ظلم کربلا میں ہوئے اہلِ بیتؑ پر
وہ داستاں ہے صفحۂ دل پر لکھی ہوئی

چودہ سو سال ہوگئے قتلِ حسینؑ کو
لیکن صفِ عزا ہے ابھی تک بچھی ہوئی

مجھ سے ہوئی نہ پُرسشِ اعمال قبر میں
تھی خاکِ کربلا جو بدن پر مَلی ہوئی

بالیں پہ وقتِ نزع مِری آگئے حسینؑ
اے موت تیرے آنے کی بے حد خوشی ہوئی

آٹھوں پہر زباں پہ ہے مدحت حسینؑ کی
اس شغل میں ہے فیضؔ بسر زندگی ہوئی

مدّاح ہوں حسینؑ کا پھر خوفِ حشر کیا
تقدیر میں ازل سے ہے جنت لکھی ہوئی

میں پڑھ رہا ہوں مرثیہ تُربت میں شاہؑ کا
اِک بھیڑ ہے فرشتوں کی اس دَم لگی ہوئی

عشرے کو استغاثہِ شبیرؑ الاماں
ہے آج تک جہان میں ہلچل مچی ہوئی

جس سمت چاہے گردشِ دوراں کو موڑ دے
جس کی جبیں ہے شاہؑ کے در پر جھکی ہوئی

جن کی نظر میں قاتل و مقتول ایک ہیں
اُن کو اصولِ دیں کی نہ کچھ آگہی ہوئی

جاؤں گا بعدِ دفن لحد سے سوئے عراق
سرحد ہے کربلا کی ارم سے ملی ہوئی

گھر کر گئی ہے دل میں شہادت حسینؑ کی
یہ داستانِ غم ہے اگرچہ سُنی ہوئی

سینہ تنا ہے فخر سے صبرِ حسینؑ کا
ظلم و ستم کی آنکھ ہے اب تک جھکی ہوئی

جس دن سے کی ہے مدحِ شہنشاہِ کربلا
اُس روز سے جناں کی سند ہے ملی ہوئی

نام و نشاں نہیں کہیں قبرِ یزید کا
ہے تربتِ حسینؑ ابھی تک سجی ہوئی

کیوں لعن پڑھ کے شمر سے میں لوں نہ انتقام
مدت سے ہے یہ آگ جگر میں لگی ہوئی

خیبر میں آگئے پئے امداد مرتضیٰؑ
جاری نبیؐ کے لب پہ جو نادِ علیؑ ہوئی

ممکن نہ تھا کہ راہ پہ آتی سپاہِ شام
مُہرِ منافقت تھی دلوں پر لگی ہوئی

وہ مشک جو کہ دی تھی سکینہؑ نے بہرِ آب
عباسؑ کے عَلم سے ہے اب تک بندھی ہوئی

کیا خوب جارہے ہیں بھگوڑے سوئے قموص
خیبر کو فتح کرنا بھی اِک دل لگی ہوئی

بستی اُجڑ گئی جو پسِ قتلِ شاہِ دیں
وہ کربلا ہے فیضؔ کے دل میں بسی ہوئی

پھر آگے کیا ہو فیضؔ یہ خالق کو علم ہے
اہلِ سخن میں بات ہے اب تک بنی ہوئی

بمقام علی مسجد قصبہ کالونی۔ مئی ۱۹۸۲ء
مصرعِ طرح:۔ دنیا نے لیا کام بہت فکر و نظر سے

منقبت

یہ پوچھنا ہے تیسری شعباں کی سحر سے
ایسا کوئی مولود بھی گزرا ہے نظر سے

شبیرؑ کے شیدائی گزرتے ہیں جدھر سے
بُو گلشنِ فردوس کی آتی ہے اُدھر سے

الفت ہے جنہیں فاتحِ خیبر کے پسر سے
مانندِ ابوذرؓ انہیں نفرت رہی زر سے

وہ عقدے جو کھلتے ہی نہیں تیغ و سپر سے
حل کرلیا کرتا ہوں انہیں فکر و نظر سے

اشکوں کی جھڑی غم میں لگی دیدۂ تر سے
دل خوش ہوا اب ابرِ فلک برسے نہ برسے

شبیرؑ مع اہلِ حرم نکلے جو گھر سے
انجام پہ نظریں رہیں آغازِ سفر سے

بندش ہو اگر رسمِ عزائے شہِؑ دیں پر
مومن نکل آتے ہیں کفن باندھ کے سر سے

میں پیروِ اخلاقِ حسینی ہوں سراسر
دشمن کو بھی دیکھا تو محبت کی نظر سے

مل جائے گا کچھ وسعتِ دامن سے زیادہ
مانگو تو ذرا فاطمۂ زہراؑ کے پسر سے

کس طرح پسِ مرگ رہا کرتے ہیں زندہ
دنیا کو ملا درس یہ شبیرؑ کے در سے

ہے عیبِ کلف ماہ میں یہ رجس سے ہیں پاک
نسبت نہ انہیں دیجئے للہ قمر سے

پڑھنے کے لئے آگیا فردوس سے رضواں
لکھی جو ثنا شاہ کی جبرئیل کے پَر سے

شبیرؑ کو بیٹھا ہوا دیکھا جو مَلک نے
دیکھا کئے صورت مِری دُزدیدہ نظر سے

کردارِ یزیدی مجھے لکھنا ہے بہ تفصیل
یہ بوجھ بھی اِک روز اُتر جائے گا سر سے

اُٹھا کوئی بد بخت جو شبیرؑ کے در سے
گِر جائے گا واللہ دو عالم کی نظر سے

الفت ہے جنھیں سیم و زر و لعل و گہر سے
ذی فہم گرادیتے ہیں ایسوں کو نظر سے

ہاں ڈوب کے خود اپنے لہو میں شہِ دیں نے
اسلام کی کشتی کو نکالا ہے بھنور سے

در در کی کبھی ٹھوکریں کھائے گا نہ وہ شخص
وابستہ جو ہو جائے گا شبیرؑ کے در سے

حسنینؑ کے نانا ہی تو ہیں شافعِ محشر
ڈرتے ہی نہیں پیروِ شبیرؑ سقر سے

پھر زہرِ ہلاہل کی ضرورت نہیں رہتی
مرجائے اگر دشمنِ اسلام شکر سے

ہیں خادمِ دیرینہ درِ سبطِ نبیؐ کے
کر لیجئے معلوم یہ سب شمس و قمر سے

قدرت مجھے حاصل ہے ہر اِک صنفِ سُخن پر
یہ بات تو پوشیدہ نہیں اہلِ نظر سے

لیتے ہی قلم ہاتھ میں لکھتا ہوں قصیدہ
یہ قوتِ گویائی ملی علم کے در سے

میں پنجتنِ پاک کا کہتا ہوں قصیدہ
یہ فیضؔ ملا فیض مجھے عِلم کے در سے

بَرمکان سیٹھ جعفر بھائی کوئنس روڈ ۱۹۸۲ء
آ گئے شبیرؑ ایماں کی حفاظت کے لئے

منقبت

دل مِرا مائل ہے قرآں کی تلاوت کے لئے
دے زباں یا رب نبیؐ کی شہؑ کی مدحت کے لئے

دیں نے جب آواز دی اپنی حفاظت کے لئے
ہوگئے سینہ سپر شبیرؑ نصرت کے لئے

کربلا میں کہہ رہا ہے چیخ کر کردارِ حُرؑ
دل کلیجہ چاہئے حق کی حمایت کے لئے

اس پہ مرتے ہیں لحد میں ہوگا دیدارِ حسینؑ
اور ہوں گے جان جو دیتے ہیں جنت کے لئے

کھنچ گیا نظروں میں نقشہ سجدۂ شبیرؑ کا
جب بھی سر سجدے میں رکھا ہے عبادت کے لئے

منحرف تطہیر کا آیہ ہے جن کے واسطے
اُن سے استفسار کرتا ہے طہارت کے لئے

صفحۂ دل پر رقم ہے داستانِ کربلا
یہ کتابت شام بھیجوں گا اشاعت کے لئے

تھیں قضا جتنی نمازیں ہوگئیں وہ سب ادا
سر لحد میں پائے شہؑ پر ہے عبادت کے لئے

حلق پر خنجر ہے سر سجدے میں دل میں یادِ حق
ایسا انساں چاہئے ایسی عبادت کے لئے

اس کی سرکوبی کو آ ہی جائیں گے آخر امامؑ
اب یزیدِ وقت اٹھے تو بغاوت کے لئے

عرش ہو یا نوکِ نیزہ منزلِ معراج ہیں
وہ نبوت کے لئے اور یہ امامت کے لئے

پوچھنا جو کچھ ہے جلدی پوچھ لو منکر نکیر
مجھ کو اب جانا ہے جنت شہؑ کی مدحت کے لئے

فیضؔ کی خواہش ہے ارضِ کربلا پر اے حسینؑ
صرف دو گز ہی زمیں مل جائے تربت کے لئے

منقبت

فقط یہ رتبہ آلِ عباؑ ہے
رضا ان کی رضائے کبریا ہے

یہ اِک ادنیٰ سا وصفِ مرتضیٰؑ ہے
مِرا مولاؑ نصیری کا خدا ہے

لحد میں پائے شہؑ پر سر رکھا ہے
قضا سجدہ ادا بعدِ قضا ہے

یہی فیضِ شہیدِ کربلا ہے
کہ اس کی خاک مدفن میں شفا ہے

شہیدوں کے لہو کا جو دیا ہے
مسلسل آندھیوں میں جل رہا ہے

غمِ شہؑ میں جو مومن مر گیا ہے
قضا کیسی اسے کہئے بقا ہے

نجف ہے سامرہ ہے کربلا ہے
یہیں سے خُلد کو رستہ گیا ہے

اسی کی ذات سے دیں کی بقا ہے
جو محبوبِ حبیبِ کبریا ہے

وِلا کی راہ سے جو ہٹ گیا ہے
جہنم اس کی قسمت میں لکھا ہے

غمِ شہؑ میں جو مصروفِ بُکا ہے
وہ کوئی ہو درِ فردوس وا ہے

جناں جو کربلا ہو کر گیا ہے
مِرا دیکھا ہوا وہ راستہ ہے

ہمیں یہ درس قرآں نے دیا ہے
خطا ان میں جو ڈھونڈھے پُر خطا ہے

درِ شبیرؑ پر جا کر رُکا ہے
یہی تو ہل اتی کا منتہا ہے

پئے سجدہ جہاں سر جھک گیا ہے
نشانِ پائے شاہِ کربلا ہے

کیا ہو زیرِ خنجر جس نے سجدہ
کوئی ایسا میانِ انبیاء ہے

عدوئے آل بھی واقف ہیں اس سے
عطا کا ماحصل ہی ہل اتی ہے

پڑھا ہے کہف کا سورہ سناں پر
یہ اعجازِ شہیدِ کربلا ہے
سنور جاتی ہے قسمت جس جگہ پر
درِ شاہِؑ شہیدِ کربلا ہے
رہے گا تا ابد یہ فیضؔ قائم
غمِ سبطِؑ نبیؐ بے انتہا ہے

قطعہ

آیاتِ خدا شانِ مشیت دیکھو
اور رحل پہ قرآن کی صورت دیکھو
ہیں زینتِ زانوئے پیمبرؐ شبیرؑ
آغوشِ رسالت میں امامت دیکھو

☆

ایک ہیں مشکلکشاء اور اِک وفا کے ہیں امامؑ
فرق ذرہ بھر نہیں گفتار اور کردار میں
فیضؔ تا محشر یہ منظر اب نہ آئے گا نظر
ہے علمبردار آغوشِ علمبردار میں

بَرمکان سیٹھ جعفر بھائی کوئنس روڈ کراچی مورخہ ۱۷/اپریل ۱۹۸۶ء بوقت ۹/بجے شب
مصرعِ طرح:۔ خونِ سروڑ موجزن اسلام کے پیکر میں ہے

منقبت

حکمِ خالق سے یہ مضموں سورۂ کوثر میں ہے
دشمنِ آلِ نبیؐ شامل صفِ ابتر میں ہے

خونِ سروڑ موجزن اسلام کے پیکر میں ہے
اس وجہ سے استقامت دین کے پیکر میں ہے

خون جس کا موجزن اسلام کے پیکر میں ہے
لعل ایسا بے بہا آغوشِ پیغمبرؐ میں ہے

پشت پر میت جواں کی اور قائم ہیں حواس
استقامت کس قدر لختِ دلِ حیدرؑ میں ہے

اس کی قیمت روزِ محشر دیں گی بنتِ مصطفیٰؐ
مدحتِ شبیرؑ کا سودا جو میرے سر میں ہے

تیغ تھی گردن پہ سر سجدے میں دل میں حق کی یاد
شہؑ کا وہ سجدہ رقم اسلام کے دفتر میں ہے

گو تن و سر میں جدائی کربلا میں ہوگئی
اب بھی خم شبیرؑ کا سر طاعتِ داور میں ہے

دیکھ لیتی گر زلیخا اِن پہ ہوجاتی نثار
وہ کشش وہ حُسن روئے سبطِ پیغمبرؐ میں ہے

منکرِ اوصافِ سبطِ مرتضیٰ سُن غور سے
مدحتِ شبیرؑ پنہاں سورۂ کوثر میں ہے

گردشِ دوراں نظر مجھ سے ملا سکتی نہیں
جشنِ میلادِ شہِ دیں آج میرے گھر میں ہے

اب کبھی بھی اُٹھ نہیں سکتا ہے بیعت کا سوال
حشر تک قائم امامت شاہِ دیں کے گھر میں ہے

گود میں نانا کی جلوہ گر ہے سردارِ جناں
دولتِ کونین اب آغوشِ پیغمبرؐ میں ہے

ٹوٹ کر آئے گا اِک دن خدمتِ شبیرؑ میں
ایک ایسا بے بہا دُر شام کے لشکر میں ہے

وہ تو تھی جائے عمل یہ ہے عدالت کا مقام
خوبیٔ کرب و بلا کب عرصہ محشر میں ہے

موج اس کی قبر سے لے جائے گی فردوس میں
فیضؔ اتنا زور تو اشکِ غمِ سرورؑ میں ہے

سرزمینِ کربلا پر دفن ہو میت مری
آرزو کتنی حسیں میرے دلِ مضطر میں ہے

در حقیقت فیضؔ حیدرؑ کی غلامی کا شرف
حشر تک کے واسطے اب قبضہِ قنبرؑ میں ہے

بر مکان منور عباس صاحب ایڈوکیٹ انچولی مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۸۵ء بوقتِ ۴ بجے شام
مصرعِ طرح:۔ صبر میں بھی ہے وہی کاٹ جو شمشیر میں ہے

منقبت

کب وہ خوبی مہ و خورشید کی تنویر میں ہے
جس قدر نور و ضیاء چہرۂ شبیرؑ میں ہے

یوں رواں اپنا قلم مدحتِ شبیرؑ میں ہے
اتنی سُرعت نہ کسی تیر نہ شمشیر میں ہے

ناصرانِ شہِؑ دیں رزم میں ہم پلّہ ہیں
جوش جو طفل و جواں میں ہے وہی پیر میں ہے

مجھ سے کیا پوچھتے ہو خاکِ شفا کی تاثیر
کیمیا میں یہ اثر اور نہ اکسیر میں ہے

قولِ احمدؐ سے ہیں سردارِ جوانانِ بہشت
باغِ جنت بخدا قبضۂ شبیرؑ میں ہے

اپنے کردار سے ثابت یہ کیا سرورؑ نے
صبر میں بھی ہے وہی کاٹ جو شمشیر میں ہے

اُس تلک گردشِ دوراں کا پہنچنا ہے محال
جو عزادار ہے وہ سایۂ شبیرؑ میں ہے

گو رہا ہوگئے بیڑی کے نشاں باقی ہیں
پائے سجادؑ پسِ مرگ بھی زنجیر میں ہے

کھینچ کر تیر کیا دفن شہؑ والا نے
آج تک زخم مگر گردنِ بے شیرؑ میں ہے

کیوں نہ مشہور ہوں ہم شکلِ پیمبرؐ اکبرؑ
جو نبیؐ میں ہے وہی حُسن بھی تصویر میں ہے

بعدِ مُردن بھی تو گردن پہ نشاں باقی ہیں
اب بھی عابدؑ کا گلا طوقِ گلو گیر میں ہے

کربلا جانے کو بے چین ہے ہر اِک مومن
کس قیامت کی کشش روضۂ شبیرؑ میں ہے

جائے گا کرب و بلا بہرِ زیارت اِک دن
یہ سعادت بھی رقم فیضؔ کی تقدیر میں ہے

منقبت

صلِ علیٰ کی ہر دم آواز آرہی ہے
یاں باغِ فاطمہؑ میں کوئی کلی کِھلی ہے

ہم رند ہیں ہمارا یہ طرزِ زندگی ہے
دل میں خدا خدا ہے لب پر علیؑ علیؑ ہے

مر کر مجھے زیارت مولاؑ کی ہو رہی ہے
وہ زندگی فنا تھی یہ موت زندگی ہے

شبیرؑ کی زیارت تُربت میں ہو رہی ہے
صد سالہ زندگی سے بہتر یہ اِک گھڑی ہے

تربت میں اے فرشتو کیا اس سے پوچھتے ہو
یادِ حسینؑ جس کا اِک شغلِ زندگی ہے

زہراؑ کی گود میں ہے ٹکڑا نبیؐ کے دل کا
گھر گھر ہے اُس کا شہرہ چرچا گلی گلی ہے

یادِ حسینؑ میں ہوں دنیا سے بے خبر سا
بے کیف آگہی ہے بہتر یہ بے خودی ہے

دامن کو شہؑ کے تھاما اسلام نے یہ کہہ کر
یہ ہے ولیؑ کا بیٹا یہ وارثِ نبیؐ ہے

قدموں پہ میں نے شہؑ کے سر رکھ دیا لحد میں
سجدوں میں جو کمی تھی پوری وہ ہورہی ہے

کونین میں نہیں ہے اُس کا جواب ممکن
آغوشِ فاطمہؑ میں اولاد جو پلی ہے

گردن ہے زیرِ خنجر سجدے میں سر زمیں پر
کونین میں عبادت یوں بھی کسی نے کی ہے

اب ظلم پھر رہا ہے اپنی کمر کو پکڑے
صبرِ حسینؑ کی وہ ضربِ گراں پڑی ہے

ایوبؑ آرہے ہیں تھامے ہوئے جگر کو
صبرِ امامِ دیں کی اِک دھوم مچ گئی ہے

مدّت ہوئی جلے تھے خیمے شہِؑ ہدا کے
مومن کے دل میں اب تک وہ آگ جل رہی ہے

منقبت

دَرمدحِ جناب مسلمؑ بن عقیلؑ

پسر عقیلؑ کے روشن ضمیر ہیں مسلم
سفیرِ راہِ خدا کے سفیر ہیں مسلم

علیؑ کا لام تو عباس کے ہے نام کا سین
ہے میمِ حمزہ وہ سیفِ قدیر ہیں مسلم

کماں کی طرح ہیں گو عجز و انکساری میں
مگر جہاد میں مانندِ تیر ہیں مسلم

اِس افتخار میں ہے ذات منفرد اِن کی
شہیدِ کرب و بلا کے سفیر ہیں مسلم

جہادِ کرب و بلا کی ہے ابتداء اِن سے
درِ حسینؑ کے ایسے فقیر ہیں مسلم

کیا جہاد ہزاروں سے آپؑ نے تنہا
تو کیوں نہ کہہ دوں کہ سیفِ قدیر ہیں مسلم

ادھر وفا تھی ادھر بے وفائیِ کوفہ
وفا پرستیوں میں بے نظیر ہیں مسلم

تھے کربلا میں بہتّر یہ تنہا کوفے میں
غریبِ کوفہ ہیں دیں کے امیر ہیں مسلم

ہے اِن کا نام شہیدوں میں بر سرِ فہرست
خدا گواہ وہ گردوں سریر ہیں مسلم

لڑے ہیں کوفے میں لاکھوں سے یکّہ و تنہا
وغا میں مثلِ جنابِ امیرؑ ہیں مسلم

یہ اوج بعدِ شہادت ملا مشیت سے
کہ مرجعِ دلِ برنا و پیر ہیں مسلم

بہ فیضِ حق یہ غمِ دوجہاں سے ہیں آزاد
مگر محبتِ شہؑ میں اسیر ہیں مسلم

منقبت

نہ ہوتے گر محمدؐ ہوتے کب کون و مکاں پیدا
کہ ہیں ممدوح پہلے پھر ہوئے ہیں مدح خواں پیدا

جو دل میں ہو وِلائے قبلہ گاہِ اِنس و جاں پیدا
جبینِ شوق میں فوراً ہو عکسِ آستاں پیدا

حرم تو پھر حرم ہے ان کے فیضِ زہد وتقویٰ سے
سوادِ کفر میں بھی ہوگیا شورِ اذاں پیدا

یہ خود فاقے سے رہ کر بخش دیتے تھے غریبوں کو
فرشتہ ہے جو انساں میں ہوں ایسی خوبیاں پیدا

یہ ہیں اولادِ حیدرؑ نسلِ پاکِ فاطمہ زہراؑ
نہ ایسے اہلِ بیتؑ اب ہوں نہ ایسے خانداں پیدا

نظر سے اِک نظر میں دولتِ کونین گر جائے
جبینِ شوق پر جس دم ہو اِن کا آستاں پیدا

نہیں پیدا ہوئے اب، آئے ہیں اب صورتِ قرآں
نبیؐ کے نور میں شامل ہوئے تھے یہ وہاں پیدا

پڑھو اے فیضؔ اب وہ مطلعِ نُو مدح مولاؑ میں
غلامانِ علیؑ پر بے خودی کا ہو سماں پیدا

وہ کوئی اور ہی ہوں گے نہیں اے فیضؔ ہم اُن میں
کہ جن کے اعتقادِ دیں میں ہوں تبدلیاں پیدا

قطعات و رباعیات

دَر مدحِ جنابِ زینب صلوٰۃ اللہ علیہا

جان تھی توحید میں باقی نہ دم عرفان میں
خطبہ زینبؑ سے قوت آگئی ایمان میں
گر نہ ہوتی راہ میں تبلیغِ دیں پیشِ نظر
شیر کی بیٹی کو لے جاتا کوئی زندان میں

انتہائے غم نہ پوچھو زینبؑ ناکام سے
قلب چھلنی ہوگیا تھا صدمہ و آلام سے
اللہ اللہ وسعتِ کرب و بلا بعدِ حسینؑ
بڑھتے بڑھتے مِل گئی تھی حد سوادِ شام سے



روزِ عاشورہ سہے صدمے سحر سے شام تک
غم ہی غم تھا ہر طرف آغاز سے انجام تک
سر شہیدوں کے میانِ راہ تھے پیشِ نظر
کربلا ہی کربلا تھی کربلا سے شام تک

انجمنِ ظفر الایمان بلاک۔۲۰، فیڈرل بی ایریا مورخہ ۱۳؍اکتوبر ۱۹۸۵ء

مصرعِ طرح:۔ حسینؑ سے بھی کچھ آگے ہے نام زینبؑ کا

منقبت

دَرمدحِ جنابِ زینب صلوٰۃ اللہ علیہا

خیال رکھتے تھے اتنا امامؑ زینبؑ کا
بوقتِ ذبح بھی تھا لب پہ نام زینبؑ کا

ابھی تو کرنا ہے سر شام اور کوفے کو
حسینؑ سے بھی کچھ آگے ہے نام زینبؑ کا

بُھلا ہی دیتا زمانہ شہادتِ شبیرؑ
جو شہر شہر نہ جاتا پیام زینبؑ کا

امامِ وقت کو جلتے خیام سے لائیں
یہ حوصلہ تھا فقط تشنہ کام زینبؑ کا

وہیں وہیں پہ ہے قائم عزائے سبطِ نبیؐ
جہاں جہاں بھی گیا ہے پیام زینبؑ کا

وہ ضربِ صبر لگائی کہ بے نقاب ہوا
جہاد دیکھ لیا میرِ شام زینبؑ کا

یزید تختِ حکومت کی ہل گئیں چولیں
ہوا نہ تھا ابھی خطبہ تمام زینبؑ کا

خموش تھے سرِ دربار سب عرب کے فصیح
سُنا جو نطقِ علیؑ میں کلام زینبؑ کا

ہو صبر و ضبط کی معراج ابتلا میں نصیب
رہے جو صبح و مساء لب پہ نام زینبؑ کا

نہ تھی نہ حشر تلک ایسی صابرہ ہوگی
رقم ہے بر سرِ فہرست نام زینبؑ کا

ذلیل خطبوں سے تجھ کو کیا سرِ دربار
یزید دیکھ لیا انتقام زینبؑ کا

شہادتوں کو یہ زندہ رکھیں گی تا محشر
حسینؑ کرتے تھے یوں احترام زینبؑ کا

نبیؐ کی آلؑ کو پیاسا شہید کر ڈالا
پیام اب بھی ہے دنیا میں عام زینبؑ کا

حبیبؑ نصرتِ شبیرؑ کے تصدق میں
خوشا نصیب کہ آیا سلام زینبؑ کا

قصیدہ ان کا جو میں نے پڑھا تو قبر سے فیضؔ
فرشتے چل دئے سنتے ہی نام زینبؑ کا

قطعات و رباعیات
در مدحِ علی اکبرؑ

☆

جہادِ دیں کی خاطر رن میں جب پہنچے علی اکبرؑ
مشابہ تھے نبیؐ سے صورت و قامت میں سر تا سر
یزیدی فوج نے دیکھا تو سب باہم پکار اٹھے
نواسے کی مدد کو آئے ہیں تربت سے پیغمبرؐ

☆

یہ کم ہے جس قدر بھی خوش ہوں اِس مولود سے سرورؑ
عطا بیٹا کیا اللہ نے ہم شکلِ پیغمبرؐ
انہیں کا نام تو آئینہ دارِ شوکتِ جد ہے
علی اکبرؑ علی اکبرؑ علی اکبرؑ علی اکبرؑ

☆

خدا جانے کوئی سمجھا نہ سمجھا اِن کی چالوں کو
مگر میں تاڑ لیتا ہوں خبیثوں کے خیالوں کو
کیا کرب و بلا میں قتل ہم شکلِ پیمبرؐ کو
نبیؐ کی شکل تک سے دشمنی تھی بدر والوں کو

☆

کہاں ہے فیضؔ میں طاقت ثنائے اکبرؑ کی
ہوا نہ ہوگا زمانے میں اس طرح کا جری
جہاں فرس سے گرے تھے وہاں سے خیمے تک
رگڑ کے ایڑیاں تاریخِ کربلا لکھ دی

☆

ہو جائے گا معلوم نصابِ اسلام
پڑھ غور سے تاریخ و کتابِ اسلام
سینچا ہے لہو سے کربلا میں یہ چمن
اکبرؑ کا شباب ہے شبابِ اسلام

☆

ہم شکلِ پیمبرؐ ہیں جنابِ اکبرؑ
ممکن نہیں تا حشر جوابِ اکبرؑ
باپ ان کا ہے سردارِ جوانانِ بہشت
پھر کیوں نہ ہو بے مثل شبابِ اکبرؑ

☆

حَسیں اشعار کب ممکن تھے مجھ ایسے سخنور سے
ملا ہے فیضؔ یہ دراصل تصویرِ پیمبرؐ سے
جوانی اس کو کہتے ہیں یہ معراجِ جوانی ہے
جواں ہونے لگی طبعِ سخنور مدحِ اکبرؑ سے

☆

ہم شکلِ مصطفیٰؐ پہ فدا خاندان تھا
امت کرے گی قتل یہ کس کو گمان تھا
جتنے بھی کربلا میں ہوئے ہیں شہید فیضؔ
اتنا کوئی حَسین نہ ایسا جوان تھا

☆

اصغرؑ و عونؑ و محمدؑ، اکبرؑ و قاسم ہوئے
خون سے اِن کے ستونِ قصرِ دیں قائم ہوئے
ترجمانی کر رہا ہے سِن علی اکبرؑ کا فیضؔ
کربلا میں قتل اٹھارہ بنی ہاشم ہوئے

بمقام مسجدِ عسکری دستگیر کالونی مورخہ ۲۱ر جون ۱۹۸۱ء بوقت ۹ر بجے شب

مصرعِ طرح:۔ آئینہ حُسنِ نبیؐ کا اکبرؑ عالی جناب

منقبت

چھیڑ دیتا ہے کوئی محفل میں جب ذکرِ شباب
یاد آجاتے ہیں سب کو اکبرؑ عالی جناب

آج تک ہے سر زمینِ کربلا پر محوِ خواب
بچپنا اصغرؑ کا پیری شہؑ کی اکبرؑ کا شباب

اِک صفت میں یوں علیؑ اکبرؑ ہیں مثلِ بوترابؑ
وہ ہیں بابِ علم یہ شہرِ جوانی کے ہیں باب

لکھ گئے ہیں خون سے اپنے یہ اِک ایسی کتاب
داستانِ کربلا کے ہیں بہتر جس میں باب

ہے یہ اٹھارہ برس کی عمر کا لُبِّ لباب
پڑھتے پڑھتے سو گئے اکبرؑ جوانی کی کتاب

مدح اور ایسے حسیں کی کس سے ممکن ہے جناب
ضو سے شرمندہ ہوں جس کی آفتاب و ماہتاب

دیتی رہتی ہے صدائیں اُن کو دن میں پانچ وقت
ہجرِ اکبرؑ میں اذاں کو اس قدر ہے اضطراب

ہے اذاں اِن سے تو ہے شبّیر سے قائم نماز
باپ بیٹے سے ہے طاعت تا دمِ روزِ حساب

خود بخود ہوجائے گا دیدارِ روئے مصطفیٰؐ
دیکھئے تو چہرۂ اکبرؑ سے سرکا کر نقاب

اکبرؑ و عباسؑ کی ہے شکل و صورت میں یہ فرق
یہ شبیہِ مصطفیٰؐ ہیں وہ شبیہِ بوترابؑ

سُن چکے تھے مہد میں ماں سے علی اکبرؑ کا حال
اس لئے دنیا سے اصغرؑ اُٹھ گئے قبلِ شباب

بہر پُرسش قبر میں آئیں گے جب منکر نکیر
مدحِ اکبرؑ پڑھ کے چُپ ہوجاؤں گا کیسا جواب

عرش سے بے وجہ سوئے فرش یہ آتی نہیں
ڈھونڈتی پھرتی ہے گھر گھر چاندنی اِن کا شباب

کھائی اکبرؑ نے سناں جس وقت تھا اُن پر شباب
اس لئے نامِ جوانی سے ہے مجھ کو اجتناب

اے علی اکبرؑ تری تشنہ دہانی کے لئے
تا بہ محشر پھوٹ کر روئیں گے دریا کے حباب

ہاں دلِ لیلیٰ کو بعدِ قتلِ ہم شکلِ رسولؐ
یوں ہوا محسوس دیکھا تھا کوئی جیسے کہ خواب

باپ پیری میں اٹھاتا ہے جواں بیٹے کی لاش
اب نہ دنیا میں کبھی آئے گا ایسا انقلاب

ہم شبیہہِ مصطفیٰؐ ہیں پائی ہے دادی کی عمر
اس لئے کونین میں ممکن نہیں اِن کا جواب

تین دن کا بھوکا پیاسا رَن میں لاکھوں سے لڑا
جنگ کر سکتے نہیں یوں رستم و افراسیاب

تھے یہ بعدِ مصطفیٰؐ دنیا میں ہم شکلِ رسولؐ
اِن کا ممکن ہی نہیں تا حشر دنیا میں جواب

ہم تو ہم اغیار بھی اس امر کے ہیں معترف
ماند ہے رُخ سے ضیائے آفتاب و ماہتاب

سینکڑوں جاتے ہیں روزانہ زیارت کے لئے
یہ تو یہ، ہے اِن کی تربت پر کچھ اس درجہ شباب

مدرسوں میں ہوگا کردارِ علی اکبرؑ بیاں
جب پڑھایا جائے گا اطفال کو درسِ شباب

تب کھلا زندہ شہیدان وفا ہیں آج تک
زندگی اور موت کی جس دم پڑھی میں نے کتاب

ہوگئیں بے نور آنکھیں جھک گئی شہ کی کمر
اس قدر تھا بارِ ہجرِ اکبرؑ عالی جناب

قلب پر اس کا اثر زخمِ سناں سے کم نہیں
دل تڑپ جاتا ہے سُن لیتا ہوں جب نامِ شباب

عالمِ پیری میں آتا ہے نظر مثلِ جواں
فیضؔ اِن کے فیض سے ایسا ہوا ہے فیضیاب

فیضؔ کی یہ بارگاہِ کبریا میں ہے دعا
مدحِ اکبرؑ ہاتھ سے چھوٹے نہ تا روزِ حساب

اے مجاہد دینِ احمدؐ کے دعا ہے فیضؔ کی
آپ کی مانند دنیا سے اٹھوں میں کامیاب

ہے دعائے فیضؔ جتنے بھی شریکِ بزم ہیں
سایہ افگن ہوں سروں پر اُن کے رحمت کے سحاب

ہم شبیہہ مصطفیٰؐ کا فیض ہے مجھ پر یہ فیضؔ
اپنی محفل ہو کہ بزمِ غیر ہوں میں کامیاب

انجمنِ ظفر الایمان بلاک۔ ۲۰ فیڈرل بی ایریا کراچی مورخہ ۲۳ ستمبر ۱۹۸۵ء
مصرعِ طرح:۔ حسرتیں روتی ہیں اکبرؑ کی جوانی دیکھ کر

منقبت

محوِ حیرت کیوں نہ ہو، دنیائے فانی دیکھ کر
گُل شہیدوں کی، حیاتِ جاودانی دیکھ کر

کیوں نہ دل محزوں ہو دورِ آسمانی دیکھ کر
صفحۂ قرطاس پر شہؑ کی کہانی دیکھ کر

عرش سے برسا لہو کانپی زمینِ کربلا
شاہ کی گردن پہ خنجر کی روانی دیکھ کر

جب وطن سجادؑ پہنچے قید سے چھٹنے کے بعد
رو دئے اہلِ مدینہ ناتوانی دیکھ کر

اپنے پھر اپنے ہیں روئی پھیر کے منہ فوجِ شام
اصغرؑ بے شیر کی تشنہ دہانی دیکھ کر

خوں بھرا گرتا جو زینبؑ نے رکھا شبیرؑ کا
قبرِ پیغمبرؐ بھی کانپی وہ نشانی دیکھ کر

یاد آجاتے تھے شہؑ کو مرتضیٰؑ و مصطفیٰؐ
بچپنا اصغرؑ کا اکبرؑ کی جوانی دیکھ کر

آج تک چہرہ شفق کا فرطِ غم سے سرخ ہے
کربلا میں کمسنوں کی خوں فشانی دیکھ کر

وقتِ آخر سر ہے اس کا زانوئے شبیرؑ پر
شادماں حُرؑ ہے مآلِ زندگانی دیکھ کر

ہم شبیہِ مصطفیٰؐ اکبرؑ تھے خالق کی قسم
یاد آتے تھے نبیؐ اِن کی جوانی دیکھ کر

منتظر آمد کا رضواں ہے درِ فردوس پر
حُرؑ پہ شاہِ کربلا کی مہربانی دیکھ کر

یہ عطائے بخشتن ہے مجھ پہ خالق کی قسم
رشک ہے دنیا کو طرزِ مدح خوانی دیکھ کر

یاد آجاتے ہیں مجھ کو کربلا کے تشنہ لب
فیضؔ دل اپنا تڑپ جاتا ہے پانی دیکھ کر

بمقام عسکری مسجد مورخہ ۱۸ر شعبان بروز بدھ مطابق یکم جون ۱۹۸۳ء
مصرعِ طرح: علیؑ اکبر مثالِ ماہِ کامل جگمگاتے ہیں

منقبت

نظر بدلے ہوئے عنوان اب دنیا کے آتے ہیں
خزاں کا دَور ہے اور گُل چمن میں مسکراتے ہیں

دبے پاؤں رُکی جاتی ہیں لہریں آکے ساحل پر
نہ دریا میں تلاطم ہے نہ طوفاں سر اٹھاتے ہیں

عداوت اٹھ گئی ہے ہر جگہہ چرچا ہے الفت کا
جو پابندِ اَلم تھے اب خوشی کے گیت گاتے ہیں

کچھ اب بدلی ہوئی حالت نظر آتی ہے دنیا کی
جو نظروں سے گراتے تھے وہ اب دل میں بٹھاتے ہیں

قفس میں رو رہے تھے آج تک جو اپنی قسمت پر
وہی اب شاخِ گُل پر آشیاں اپنا بناتے ہیں

ستم رخصت ہوا ہر بزم میں ہے عدل کا چرچا
وفا نا آشنا سازِ وفا پر گیت گاتے ہیں

یہی تھی فکر دامنگیر یہ تبدیلیاں کیسی
صدا ہاتف کی آئی وجہ ہم اس کی بتاتے ہیں

حسینؑ ابنِ علیؑ کے گھر میں میلادِ ولادت ہے
جو یوسفؑ سے حسیں تر ہیں وہ اِس دنیا میں آتے ہیں

نہ جانے راز کیا ہے گود میں بیٹے کو شہؑ لے کر
کبھی تو مسکراتے ہیں کبھی آنسو بہاتے ہیں

صدا ہاتف کی آئی یہ شہید ہوں گے جوانی میں
حسینؑ اکبرؑ کی صورت دیکھ کر یوں روتے جاتے ہیں

یہ ہم شکلِ نبیؐ ہیں حُسن میں ثانی نہیں اِن کا
ہمیں اہلِ جہاں کیوں قصہ یوسف سناتے ہیں

اذاں میں جب بھی سنتے ہیں صدا اللہ و اکبر کی
خدا شاہد ہے ہم شکلِ پیمبرؐ یاد آتے ہیں

نگاہیں جم گئیں ہیں روئے ہم شکلِ پیمبرؐ پر
حَسیں کب ایسے ویسے اپنی نظروں میں سماتے ہیں

بَری یہ رجس سے عیبِ کلف ہے ماہِ کامل میں
غلط ہے یہ کہ مثلِ ماہ اکبرؑ جگمگاتے ہیں

جو کہنا ہے تو یوں کہئے کہ انجم اور مہِ کامل
انہیں کے حُسن کی ضَو سے فلک پر جھلملاتے ہیں

یہ اپنی پسلیوں سے توڑ دیں گے نوک برچھی کی
سرِ میداں علی اکبرؑ کے یہ تیور بتاتے ہیں

عبادت پر کچھ ایسا نقش چھوڑا باپ بیٹے نے
اذاں میں یہ تو سجدے میں شہِ دیں یاد آتے ہیں

مرادِ دل درِ شبیرؑ سے ہوجائے گی پوری
چلو ہم بھی مقدر فیضؔ اپنا آزماتے ہیں

دَرمدحِ علی اکبرؑ

بَرمصرعِ طرح:۔ صورتِ احمدِ مختار ہے صورت تیری

منقبت

ہے یہ تھوڑی سی ریاضت پہ عنایت تیری
میری شہرت کا سبب بن گئی مدحت تیری

اہلِ عالم پہ یہ روشن ہے حقیقت تیری
باعثِ اجرِ رسالتؐ ہے محبت تیری

اِس سے ظاہر بخدا ہوگئی رفعت تیری
صورتِ احمدِؐ مختار ہے صورت تیری

کربلا میں کیا قربان جو بھرپور شباب
دین پر آج جوانی ہے بدولت تیری

کوئی ہم شکلِ نبیؐ تھا نہ بنی ہاشم میں
سب شہیدوں سے نمایاں ہے شہادت تیری

رہتا تجھ بن بخدا تشنۂ تکمیل جہاد
دینِ پیغمبرِؐ حق کو تھی ضرورت تیری

بخشا اسلام کو جاں دے کے شبابِ ابدی
ماورٰی ذہنِ بشر سے ہے فضیلت تیری

توڑدی پسلیوں سے نوکِ سناں وقتِ جہاد
آئینہ جرات حیدرؑ کا ہے جرات تیری

نام جب تیرا موذن سے سنا کرتے ہیں
قلبِ مومن پہ اتر آتی ہے صورت تیری

نام یوسفؑ کا نہ تا حشر زلیخا لیتی
دیکھ لیتی وہ اگر چاند سی صورت تیری

اب تو رضواں بھی نہیں روک سکے گا مجھ کو
کھینچ لے جائے گی فردوس میں الفت تیری

یوں کیا قتل مسلمان نما کافر نے
ملتی جلتی تھی پیمبرؐ سے جو صورت تیری

خون سے صفحہِ دل پر جو سناں سے لکھی
داورِ حشر پڑھے گا یہ کتابت تیری

مدحِ ہم شکلِ پیمبرؐ ہے پیمبرؐ کی ثنا
نعت اس زاویے سے ہوگئی مدحت تیری

کیوں نہ پھر داخلِ فردوس ہو تیرا مدّاح
خلد تیرا ہے جناں تیری ہے جنت تیری

اُس پہ خالق کی قسم آتشِ دوزخ ہے حرام
اِک نظر جس کو میسر ہو زیارت تیری

ٹو نے توڑی ہے جوانی میں سناں چھاتی سے
ہے رقم دین کے سینے پہ شجاعت تیری

ایک مدت سے یہ ارمان ہے میرے دل میں
موت سے پہلے میں پھر دیکھ لوں تربت تیری

موت کو زیست پہ ترجیح دی تیرے غم نے
قلبِ شبیرؑ سے پوچھے کوئی قیمت تیری

مجھ کو گردانتے ہیں صاحبِ فن اہلِ سخن
ہے یہ سب قوتِ گویائی بدولت تیری

کیوں نہ پُرسش کا فرشتوں کو دوں بھرپور جواب
شاملِ حال ہوئی ہے جو حمایت تیری

سر سے تھے تا بہ قدم ثانیٔ محبوبِؐ خدا
مُہر گر ہوتی تو ہو جاتی نبوت تیری

نصرتِ دیں کے لئے نذر جوانی کردی
بھول سکتا نہیں کوئی یہ حمایت تیری

دَورِ پیری میں بھی واللہ سخن پر ہے شباب
فیضؔ یہ فیضؔ کو بخشا یہ عنایت تیری

منقبت

بَرمصرعِ طرح:۔ شکل احمدؐ کی علیؑ کا نام ہے

جس کی شہرت دوجہاں میں عام ہے
وہ شبابِ اکبرؑ گلفام ہے

حق کا اکبرؑ پر یہی انعام ہے
شکل احمدؐ کی علیؑ کا نام ہے

کربلا کے بن میں اکبرؑ کی اذاں
اہلِ حق کے واسطے پیغام ہے

دے کے جاں یہ ہوگئے ہیں کامیاب
اور سنان ابنِ اُنس ناکام ہے

پسلیوں سے توڑ دی جس نے سنان
فاتحِ خیبر کا وہ ہم نام ہے

اِن سے قائم ہے اذاں شہؑ سے نماز
باپ بیٹے کا برابر کام ہے

ہیں کُل اٹھارہ بنی ہاشم شہید
سِن سے یہ ظاہر میانِ عام ہے

گونجتی ہے جو فضا میں صبح و شام
وہ اذانِ اکبرؑ گلفام ہے
اکبرؑ مہرو کی شہرت عام ہے
اور سنانِ ابن انس بد نام ہے
کفر کو اکبرؑ کا یہ پیغام ہے
دین مٹ جائے خیالِ خام ہے
سن ملا دادی کا اور نانا کی شکل
بس اُسی ہستی کا اکبرؑ نام ہے
فیضؔ پیری میں ہے مثلِ نوجواں
اکبرؑ ذی جاہ کا انعام ہے

☆

جس سے دینِ حق کو استحکام ہے
فاتحِ خیبر کا وہ گلفام ہے
تھے بہتر ساعتوں سے تشنہ لب
اُن بہتر کا ابد تک نام ہے
چند لمحے زیرِ خنجر تھے حسینؑ
اب ابد تک کفر زیرِ دام ہے

جو ضعیفی میں بھی شاعر ہیں جواں
مدحتِ اکبر سے اُن کو کام ہے
جنگ میں مصروف ہے مثلِ علیؑ
تین دن سے جو کہ تشنہ کام ہے
روز و شب ہے ہاویہ کو انتظار
یہ عدوئے آلؑ کا انجام ہے
دورِ پیری میں جواں ہے فکرِ فیضؔ
اکبرؑ ذی جاہ کا انعام ہے
مدحتِ آلِ پیمبرؐ کے سبب
فیضؔ مجھ کو قبر میں آرام ہے

☆

ہم شبیہِ مصطفیٰؐ پر حق کا یہ انعام ہے
شکل احمدؐ کی ملی ہے اور علیؑ کا نام ہے

اِن سے قائم ہے اذاں سبطِ پیمبرؐ سے نماز
باپ اور بیٹے سے زندہ مذہبِ اسلام ہے

پسلیوں سے توڑ دی جس شیر نے نوکِ سناں
وہ حسینؑ ابنِ علیؑ کا لاڈلا گلفام ہے

شمر تو پھر شمر ہے ظلم و شقاوت کے سبب
ہاں سناں ابنِ انس بھی لائقِ دشنام ہے

ان کی کوشش سے رہے گا دین زندہ تا بہ حشر
کفر سے یہ زیر ہوں یہ تو خیالِ خام ہے

زیرِ خنجر روزِ عشرہ تھا سرِ سبطِ نبیؐ
حشر تک کے واسطے اب کفر زیرِ دام ہے

سر زمینِ کربلا پر جو اذاں یہ دے گئے
اہلِ حق کے واسطے وہ دائمی پیغام ہے

ہوگئے عشرے کو اٹھارہ بنی ہاشم شہید
سِن سے اِن کے بات یہ ظاہر میانِ عام ہے

فاطمہؑ کا سِن ملا، شکلِ نبیؐ زورِ علیؑ
فاتحِ خیبر کا پوتا ہے یہ وہ ضرغام ہے

جو بہتر تھے بہتر ساعتوں سے تشنہ لب
حوضِ کوثر پر انہیں کے ہاتھ میں اب جام ہے

دَورِ پیری میں نظر آتا ہوں مثلِ نوجواں
یہ جوانیءِ علی اکبرؑ کا سب انعام ہے

بہرِ حفظِ دینِ پیغمبرؐ جو کردے جاں نثار
اس جواں کو لوگ کہہ سکتے ہیں خوش انجام ہے

اس طرح کرتے ہیں ہم اجرِ رسالتؐ کو ادا
مدح گوئی اِس گھرانے کی ہمارا کام ہے

فیضؔ اِن کی فاضلِ طینت سے ہے اپنا خمیر
اس لئے آٹھوں پہر لب پر انہیں کا نام ہے

قطعہ

درمدحِ جناب قاسمؑ ابن حسنؑ علیہ السلام

حسنؑ کے لال ہیں صورت ہے خوش جمال اِن کی
نہ تھی، نہ ہے، نہ ملے گی کہیں مثال اِن کی
ہیں اس شہید پہ، تاریخ کے ورق شاہد
کہ زندگی میں ہوئی لاش پائمال اِن کی

☆

دَرمدحِ جناب حُرؑ

حُرؑ یہ بولا، کہ کیا تھا اور کیا ہوں
پست تھا فیضؔ شہؑ سے اعلیٰ ہوں
کل تھا لشکر میں حُر برائے نام
آج میں اسمِ با مسمّٰی ہوں

☆

ہر دُرِ گنجِ شہیداں، بے بہا دُر کا جواب
ہر بہادر فوجِ شہؑ کا، ہر بہادر کا جواب
حق بجانب فیضؔ کا دعویٰ ہے یہ حق کی قسم
لاکھ ڈھونڈو، مل نہیں سکتا کہیں حُرؑ کا جواب

دَرمدحِ عونؑ و محمد علیہ السلام

ہیں منجھی چوٹیں، تو اِن کے منتخب سب وار ہیں
کمسنی ہے، جنگ میں دونوں مگر ہشیار ہیں
فیضؔ ممکن ہی نہیں، عونؑ و محمدؑ کی نظیر
مثلِ حیدرؑ وہ، یہ مثلِ جعفرؑ طیار ہیں

☆

اِک جعفرؑ طیار ہیں، اِک حیدرؑ کرّار
دونوں ہی رہے دینِ پیمبرؐ کے مددگار
حاصل یہ شرف کس کو ہے جُز عونؑ و محمدؑ
دادا بھی علمدار ہیں نانا بھی علمدار

☆

دَرمدحِ حضرت علی اصغر علیہ السلام

مجلسِ غم سے پئے سبطِ پیمبرؐ لے گئے
یہ وہ تحفہ تھا کہ جو بہتر سے بہتر لے گئے
کیا علیؑ اصغرؑ کو دیں گے غُسل جنت میں حسینؑ
کیوں مَلک اشکِ عزا شیشوں میں بھر کر لے گئے

☆

فیضؔ ہے یہ حرفِ آخر، مدحتِ بے شیرؑ میں
ہے بقائے دینِ حق اِس خونِ بے تقصیر میں
مَل رہے ہیں شاہِ دیں چہرے پہ اصغرؑ کا لہو
بھر رہے ہیں رنگ گویا صبر کی تصویر میں

☆

ہے یہ پانی کی حقیقت غور سے کیجئے نظر
مہر میں ہے فاطمہؑ زہراؑ کے ہے سب کو خبر
فیضؔ اِس غم سے کہ اصغرؑ ہوگئے پیاسے شہید
آبِ دریا حشر تک ٹکرائے گا ساحل سے سر

☆

خود بھی تڑپے گا اگر پیاسوں کو یہ تڑپائے گا
چین دَم بھر کو نہ اب دنیا میں اُس کو آئے گا
فیضؔ اِس غم میں کہ ششماہاؑ ہوا پیاسا شہید
آبِ دریا حشر تک ساحل سے سر ٹکرائے گا

☆

تھا بیاں مہمل مرا اور نطق میں تھیں خامیاں
ایسی کب تھیں طاقتِ گفتار میں جولانیاں
فیضؔ یہ واللہ فیضِ اصغرؑ بے شیر ہے
بے زباں کی مدح کر کے ہوگیا اہلِ زباں

دَرمدحِ حضرتِ عباسؑ

☆

فیض ہیں ع کے ستر تو ہیں دو ب کے عدد
یہ بہتر شہداء ہیں بحسابِ ابجد
ہے اَحد کا جو الف' س کی ہے ساٹھ پہ حد
اور یہ اکسٹھ سَن ہجری ہے بصد شدّ و مد
سن بھی تعدادِ شہیدانِ وفا چیدہ ہے
کربلا نام میں عباسؑ کے پوشیدہ ہے

☆

مجھ کو آسانی سے مطلب ہے نہ دشواری سے کام
خود غرض لیتے ہیں مولا آپؑ کا مشکل میں نام
ہے قصیدہ آپؑ کا لب پر مرے آٹھوں پہر
اے علیؑ کے لال میں ہوں آپؑ کا ادنیٰ غلام

☆

کیا تم کو بتائیں ہم کہ کیا ہیں عباسؑ
تصویرِ علیؑ جانِ وفا ہیں عباسؑ
ایسا تو بشر جہاں میں دیکھا نہ سُنا
بے دست ہیں اور عُقدہ کشاء ہیں عباسؑ

☆

تم کہو گے یہ، کہ دریا کے قریں عباسؑ ہیں
میں کہوں گا، دل میں مومن کے مکیں عباسؑ ہیں
تشنگی، صبر و وفا، سقائی، اور مشک و عَلم
جس جگہ مل جائیں یہ سب، بس وہیں عباسؑ ہیں

☆

ہم سے استفسار کیوں کرتے ہو کیا عباسؑ ہیں
بس دُعائے مرتضیٰؑ کا مدعا عباسؑ ہیں
یہ وہ غازیؑ ہے دو عالم میں نہیں جس کی نظیر
امتزاجِ جوہرِ صبرو وفا عباسؑ ہیں

☆

یہ شرف کچھ کم نہیں اپنے ولی عباسؑ ہیں
اور وفا کا سر بہ سر نقشِ جلی عباسؑ ہیں
مِل نہیں سکتی زمانے میں کہیں اِن کی نظیر
حِلم میں شبّرؑ شجاعت میں علیؑ عباسؑ ہیں

☆

لگاؤ زور ہر اِک رُخ سے آزمانے میں
رہے دقیقہ نہ باقی کوئی مٹانے میں
علیؑ کا لال پلا کر گیا ہے آبِ حیات
وفا رہے گی قیامت تلک زمانے میں

☆

بطنِ زہراؑ سے نہیں اور فاطمہؑ کا لال ہے
حق یہ ہے حاجت رواء، حاجت روا کا لال ہے
دونوں شانے کٹ گئے لیکن بہ فیضِ کبریا
خَلق کا عقدہ کشاء مشکل کشاؑء کا لال ہے

☆

دنیا نگہِ نور سے منہ دیکھ رہی ہے
موسیٰ کی نظر طور سے منہ دیکھ رہی ہے
دل پر جو رقم ہے مِرے یا حضرتِ عباسؑ
مشکل بھی کھڑی دور سے منہ دیکھ رہی ہے

☆

الفتِ عباسؑ شامل میرے آب و گِل میں ہے
کیوں نہاں رکھوں اِسے جو کچھ بھی میرے دل میں ہے
ہے وظیفہ میرے لب پر حضرتِ عباسؑ کا
پاس آسکتی نہیں مشکل بھی اب مشکل میں ہے

☆

کس لئے گھبراؤں میں آخر ہجومِ یاس سے
جب دبے پاؤں نکل جاتی ہے مشکل پاس سے
مجھ کو دنیا اور مافیھا کا غم مطلق نہیں
صبر شاہِ دیںؑ سے سیکھا ہے وفا عباسؑ سے



ہے تلاطم سے نظام نہر کیوں زیر و زبر
میں حقیقت اِس کی بتلاتا ہوں سُن اے بے خبر
اِس تمنا میں لبِ عباسؑ بڑھ کر چوم لوں
آبِ دریا رات دن ٹکراتا ہے ساحل سے سر



مقام ایسا محبت میں پاگئے عباسؑ
وفا کے معنی و مطلب بتا گئے عباسؑ
ہیں دونوں لازم و ملزوم کبریا کی قسم
وفا کا ذکر چھڑا یاد آگئے عباسؑ

بمقام حسن کالونی مورخہ ۱۸/جون ۱۹۷۷ء
بَرمصرعِ طرح:۔ دراصل ہے عباسِ علی نام وفا کا

منقبت

جس دل میں نہیں عشق اگر تام وفا کا
لازم ہے کہ تا حشر نہ لے نام وفا کا

حیدرؑ کے پدر کر گئے اقدام وفا کا
عباسؑ سے آخر ہوا انجام وفا کا

اونچا کیا عباسؑ نے جب نام وفا کا
تب دہر میں پیغام ہوا عام وفا کا

زندہ ہے اُسی ذات سے بس نام وفا کا
جو دستِ بُریدہ سے کرے کام وفا کا

خالق کی قسم لازم و ملزوم ہیں دونوں
عباسؑ کے ساتھ آتا ہے اب نام وفا کا

عباسؑ نہ دیتے جو اِسے زندگیِ نو
اُٹھ جاتا جنازہ ہی سرِ شام وفا کا

بیٹا انہیں خود فاطمہؑ زہراؑ نے کہا ہے
عباسؑ نے پایا ہے یہ انعام وفا کا

جُز حضرتِ عباسؑ، بھلا کس میں یہ دَم ہے
بے دست، سرِ دست کرے کام وفا کا

جاں دے کے بچاتے نہ اگر حضرتِ عباسؑ
لیتا نہ زمانے میں کوئی نام وفا کا

ایسا کوئی انسان جہاں میں نہ ملے گا
ہے ذات پہ عباسؑ کی اتمام وفا کا

جُز حضرتِ عباسؑ، کوئی کام نہ آیا
جس وقت ستارہ تھا لبِ بام وفا کا

گو لاکھ طرح کے ہوئے ظلم و ستم و جور
کچھ بگڑا نہ اے گردشِ ایام وفا کا

شانے جو قلم ہوگئے عباسؑ نے فوراً
لکھا ورقِ آب پہ پیغام وفا کا

کرسکتا ہے وہ، پیروی حضرتِ عباسؑ
جب لب پہ ہو مذکور بہ ہر گام وفا کا

یاد آتے ہیں عباسؑ، عَلَم، مشکِ سکینہؑ
سُن لیتا ہوں جس وقت کہیں نام وفا کا

آئینِ وفا دہر میں تا حشر رہے گا
بے دست نے یوں لکھا ہے پیغام وفا کا

مشکیزہ و عباسؑ و علم، خدمتِ شبّیرؑ
قائم ہے انہیں چار سے بس نام وفا کا

سر سے جو کفن باندھے چلا، نہر کو غازیؑ
پہنے ہوئے تھا بَر میں وہ احرام وفا کا

پیاسے کا پسِ مرگ بھی، دریا پہ ہے قبضہ
اے کوفیو یہ ہوتا ہے انجام وفا کا

اے فیضؔ پُکار اٹھے گا ہر شخص کہ عباسؑ
دیکھے تو کوئی لے کے ذرا نام وفا کا

منقبت

ہے وظیفہ لب پہ عباسِ جری کے نام کا
جب بھی چاہوں موڑ دوں رُخ گردشِ ایام کا

حمدِ خالق، نعتِ احمدؐ، مدحتِ آلِ رسولؐ
زندگی میں بس یہی اِک مشغلہ ہے کام کا

کربلا میں گر اجازت جنگ کی دیتے حسینؑ
کر ہی دیتے خاتمہ عباسؑ فوجِ شام کا

بادہ خواری میں کہیں ممکن نہیں میری نظیر
پینے والا ہوں ازل سے میں وِلا کے جام کا

رات دن جو مدحتِ ابنِ علیؑ کرتا رہے
نام روشن ہو زمانے میں اُسی گمنام کا

جنگ کے فن میں تھا یکتا، فاتحِ خیبر کا لالؑ
کربلا میں کام نیزے سے لیا صمصام کا

نام پر میرے مَلک لکھتے ہیں فردوسِ بریں
جب قصیدہ کہتا ہوں زہراؑ کے گل اندام کا

بعدِ مُردن قبر سے جاؤں گا سوئے کربلا
ہے وہاں سے خُلد تک کا فاصلہ دو گام کا

بمقام حسن کالونی مورخہ ۱۴؍جون ۱۹۷۹ء
برمصرعِ طرح:۔ باعثِ ناز ہے عباسؑ کی مدحت کرنا

منقبت

جب بھی مقصود ہو عباسؑ کی مدحت کرنا
سورۂ عشقِ وفا پہلے تلاوت کرنا

کہا حیدرؑ نے کہ شبیرؑ کی نصرت کرنا
کربلا میں مری عباسؑ نیابت کرنا

بھوک اور پیاس میں مولاؑ کی اطاعت کرنا
ایسے سیکھے کوئی، جاں نذرِ محبت کرنا

یہ ریاضت ہے، حقیقت میں عبادت کرنا
یعنی ہر حال میں، عباسؑ کی مدحت کرنا

معترض، عاشقِ عباسؑ ہوں کیسے سجدے
دیں میں دیوانے پہ ساقط ہے عبادت کرنا

مشک سینے پہ پسِ مرگ تھی پہلو میں علم
اِس کو کہتے ہیں امانت کی حفاظت کرنا

سب نے اعجاز، یہ عباسؑ کا دیکھا لبِ نہر
پار بیدست کا دریائے شجاعت کرنا

کیسا بے مثل تھا، کردارِ جنابِ عباسؑ
دے گئے درس کہ دشمن سے مروّت کرنا

لکھ گئے آب پہ عباسؑ کٹے شانوں سے
طاعتِ سبطِ پیمبرؐ ہے عبادت کرنا

دل سے عباسؑ یہ کہتے تھے کہ جاں جائے تو جائے
فرض ہے مشکِ سکینہؑ کی حفاظت کرنا

وقتِ آخر کہا عباسؑ سے یہ حیدرؑ نے
جیتے جی سبطِ پیمبرؐ کی حفاظت کرنا

اُس کے ہیں پارۂ دل جو کہ ہے قرآں گویا
جس کی صورت کی زیارت ہے عبادت کرنا

پہلے آگاہ تو، معنیءِ وفا سے ہو لو
پھر کہیں حضرتِ عباسؑ کی مدحت کرنا

مدحتِ آلؑ میں مشغول شب و روز ہیں ہم
اس کو کہتے ہیں ادا اجرِ رسالت کرنا

ہے دُعا جتنے ہیں، مدّاحِ جنابِ عباسؑ
ہو میسّر انہیں مولاؑ کی زیارت کرنا

فیضؔ جو کوئی ملے تم سے جہاں میں بہ خلوص
عمر بھر اُس سے بہر حال محبت کرنا

بمقام حسن کالونی مورخہ ۱۱/اپریل ۱۹۸۵ء بوقت ۹/بجے شب

بَرمصرعِ طرح:۔ عباسؑ نے وفا کو مجسم بنادیا

پھیلا جو اشکِ غم تو اِک عالم بنادیا
سمٹا اگر تو مرکزِ ماتم بنادیا

صنّاعیِ مشیتِ پروردگار ہے
عباسؑ اور وفا کو جو تؤام بنادیا

اعجاز ہے یہ فاتحِ خیبر کے لالؑ کا
بیدست نے وفا کو مجسم بنادیا

بہتے ہیں اشک دیکھ کے عباسؑ کا عَلم
پرچم کو حق نے آئینۂ غم بنادیا

دریا پہ تھا یہ ہیبتِ عباسؑ کا اثر
جس پر نگاہ ڈال دی بے دَم بنادیا

قدرت نے سرفروشیِ عباسؑ کے سبب
لفظِ وفا کو آیۂ محکم بنادیا

تحریف اِس میں ہو نہیں سکتی خدا گواہ
ایسا وفا کو آیۂ محکم بنادیا

گو تشنہ لب تھے، منہ نہ لگایا خدا گواہ
آبِ فرات اپنے لئے سم بنادیا
اِک لفظ تھا وفا کہ جسے تیرے عزم نے
کرب و بلا کے بَن میں مجسم بنادیا
خالق نے عزّ و شانِ وفا کے طفیل میں
ہر مدح گو کو تیرے مکرّم بنادیا
اپنے لہو سے سرخرو کر کے وفا کو فیضؔ
دنیا میں بے وفائی کو مدہم بنادیا

منقبت

اگرچہ جان سے اپنی گزر گئے عباسؑ
وفا کو زندۂ جاوید کر گئے عباسؑ

سپاہِ شام نے کی دور ہی سے بارشِ تیر
بھری جو مشک تو خود خوں میں بھر گئے عباسؑ

کمر کو تھام کے ریتی پہ گر پڑے شبّیرؑ
سُنا یہ جب کہ جہاں سے گزر گئے عباسؑ

زمیں پہ دستِ سکینہؑ سے گر گیا ساغر
سُنا جو شور کہ دریا پہ مر گئے عباسؑ

جلوس و مجلس و ماتم میں غمگساروں میں
ہے جستجو یہ عَلَم کو کدھر گئے عباسؑ

میانِ راہ یہ زینبؑ نے رو کے سر سے کہا
دیارِ کوفہ میں ہم ننگے سر گئے عباسؑ

پسر کا دو مجھے پُرسہ یہ بولے لاش پہ شاہؑ
ہمارے ہاتھوں پہ اصغرؑ بھی مر گئے عباسؑ

کنارہ ساحلِ دریا سے کر گئیں فوجیں
جو رَن میں لے کے ہتھیلی پہ سر گئے عباسؑ

نہ آئے لَوٹ کے ساحل سے جب، تو زینبؑ نے
یہ رو کے شاہؑ سے پوچھا کدھر گئے عباسؑ
نظیر مل نہیں سکتی ہے جس کی تا محشر
وہ جنگ دستِ بُریدہ سے کر گئے عباسؑ
رہیں گی فوجیں نہ باقی، یہ جانتے تھے حسینؑ
کمر میں تیغ لگا کر اگر گئے عباسؑ
فرات چھوڑ کے بھاگی سپاہِ کوفہ و شام
جو لے کے نیزہ سوئے فوجِ شر گئے عباسؑ
صدا اماں کی ہوئی فوجِ اشقیاء سے بلند
جہادِ حق میں جو حد سے گزر گئے عباسؑ
قدم فرات کی موجوں نے بڑھ کے چوم لئے
جو مشک بھرنے کو اُس میں اُتر گئے عباسؑ
مثالِ فاتحِ خیبرؑ، میانِ کرب و بلا
فنونِ جنگ میں نام اپنا کر گئے عباسؑ
وَفا کا فیضؔ وظیفہ یہی ہے آٹھ پہر
قسم خدا کی بڑا نام کر گئے عباسؑ

منقبت

بے وفا دنیا میں یوں نامِ وفا ہے محترم
ہے وفا پر حضرتِ عباسؑ کا ظلِ کرم

مل نہیں سکتا جہاں میں تشنہ لب ایسا دلیر
گو شہادت ہوگئی، پر نہر ہے زیرِ قدم

گر نہ دیتا زندگی تُو اسے حیدرؑ کا شیر
نام تک دنیا سے ہو جاتا وفا کا کالعدم

حضرتِ عباسؑ آقا ہیں، ہم ان کے ہیں غلام
اُن کے صدقے میں وفا کا ہم بھرم رکھتے ہیں ہم

آئینہ دارِ جلالِ حیدرِؑ کرّار ہے
کم نہیں چلتی ہوئی تلوار سے ابرو کا خم

تا بہ محشر مل نہیں سکتی کہیں اُن کی نظیر
پَر کر اُترے کٹے شانوں سے یہ دریائے غم

یہ ہے اِک ادنیٰ فضیلت حضرتِ عباسؑ کی
ہے فنا کے بعد بھی، ملکِ وفا زیرِ قدم

نام عباسِؑ علیؑ سُن کر نظر میں پھر گئے
تشنگی، بالی سکینہؑ، آب، مشکیزہ، عَلم

اِن کٹے شانوں سے اے بالی سکینہؑ کے چچا
فیضؔ کو پروانۂ فردوس کر دیجے رقم

منقبت

دَر مدحِ حضرت عباسِ علمبردار علیہ السلام

بَر مصرعِ طرح:۔ امینِ جذبہ تعمیر ہے عباسؑ کا پرچم

اِسی باعث تو پُر تنویر ہے عباسؑ کا پرچم
نشانِ لشکرِ شبیرؑ ہے عباسؑ کا پرچم

پھریرے کو عقیدت سے لگا کر دیکھ آنکھوں سے
ابھی کُھل جائے گا اکسیر ہے عباسؑ کا پرچم

نظر ہر گوشۂ دنیا سے آتا ہے زمانے کو
اِسی باعث تو عالمگیر ہے عباسؑ کا پرچم

عَلَم کو دیکھتے ہی دل میں کٹ جاتے ہیں سب دشمن
تبر ہے، تیر ہے، شمشیر ہے عباسؑ کا پرچم

نگاہیں پھر نگاہیں ہیں جھکے جاتے ہیں یاں دل تک
بڑا ہی صاحبِ توقیر ہے عباسؑ کا پرچم

تھا قبضہ نہر پر لیکن لگایا منہ نہ پانی کو
جہادِ نفس کی تصویر ہے عباسؑ کا پرچم

وفا کا درس تا محشر یہ دے گا بے وفاؤں کو
امینِ جذبۂ تعمیر ہے عباسؑ کا پرچم

بنایا تھا علمبردار اِن کو دیں کے لشکر کا
عطائے حضرتِ شبّیرؑ ہے عباسؑ کا پرچم

دلِ دشمن ہو چھلنی عکس گر پڑ جائے پنجے کا
مخالف کے لئے اِک تیر ہے عباسؑ کا پرچم

شبیہہ حضرتِ عباسؑ پھر جاتی ہے نظروں میں
وفا کی بولتی تصویر ہے عباسؑ کا پرچم

عَلم کو دیکھ کر عباسؑ یاد آتے ہیں مومن کو
وفا کی اِک حسیں تفسیر ہے عباسؑ کا پرچم

اِسے رہنا ہے، اور باقی رہے گا یہ قیامت تک
شبابِ جذبۂ شبّیرؑ ہے عباسؑ کا پرچم

عَلم اے کاش لے کر فوج پاکستان کی جائے
یقیناً فاتحِ کشمیر ہے عباسؑ کا پرچم

نہیں ہے فیضؔ کو ڈر انقلاباتِ زمانہ کا
ہر اِک مشکل میں دامنگیر ہے عباسؑ کا پرچم

منقبت

دَرمصرعِ طرح:۔ تصویرِ وفا دیکھئے ہر دیدۂ تر میں

انجم میں ملے گی نہ کہیں شمس و قمر میں
تصویرِ وفا دیکھئے ہر دیدۂ تر میں

یہ خوبیاں انجم میں نہ خورشیدِ سحر میں
اوصاف وفا کے ہیں جو ہاشم کے قمرؑ میں

سر چشمِ زدن میں مری ہوجاتی ہے منزل
عباسؑ کا جب نام میں لیتا ہوں سفر میں

جس وقت رقم کرتا ہوں میں مدحتِ عباسؑ
آتی ہے مرے ہاتھ وفا چومنے گھر میں

اے کاش ملے نقشِ کفِ پائے علمدارؑ
میں گشت کیا کرتا ہوں ہر راہگذر میں

سَر جنگ کی سر دے کے رہِ حق میں جری نے
ترمیم کی اس طرح سے آئینِ ظفر میں

میں وِردِ زباں کرتا ہوں یا حضرتِ عباسؑ
پھنس جاتی ہے جب کشتیِ جاں بیچ بھنور میں

وہ کون ہے جو خسروِ اقلیمِ وفا ہے
یہ بھانپ لیا کرتا ہوں میں ایک نظر میں

تشریح اگر نظم کروں لفظِ وفا کی
آئینِ محبت کے سمٹ آئیں نظر میں

یہ کرب و بلا کے ہیں تو وہ فاتحِ خیبرؑ
یہ فرق ہے اے فیضؔ پسر اور پدر میں

للہ نہ دو چاند سے عباسؑ کو نسبت
آتا ہے نظر عیبِ کلف اب بھی قمر میں

ہر دشمنِ عباسؑ ہے اسلام کا دشمن
ایسے تو سماتے ہی نہیں میری نظر میں

ہے مدحتِ عباسِؑ جری، دولتِ کونین
یہ لطف کہاں سیم و زر و لعل و گہر میں

فرمایا ہے بیٹا انہیں خاتونِ جناں نے
جو دشمنِ عباسؑ ہے جائے گا سقر میں

رکھ دیتا ہوں سر، قدموں پہ عباسِؑ جری کے
اس درجہ ہے توقیرِ وفا میری نظر میں

منقبت

بَرمصرعِ طرح:۔ خاندانِ ہاشمی کے مہ لقا عباسؑ ہیں

گر کوئی انسان یہ پوچھے، کہ کیا عباسؑ ہیں
فیضؔ کہہ دو شاہِ اقلیمِ وفا عباسؑ ہیں

باپ بیٹے کی فضیلت کوئی پا سکتا نہیں
حق علیؑ مرتضیٰ حق آشنا عباسؑ ہیں

وہ نبیؐ پر تھے تصدق، یہ تھے قربانِ حسینؑ
ابتداء حیدرؑ وفا کی، انتہا عباسؑ ہیں

پیروِ عباسؑ بن، گر ہے وفا کی جستجو
یہ وہ جادہ ہے کہ جس کے رہنما عباسؑ ہیں

جس نے سطحِ آب پر تحریر کی شرحِ وفا
وہ علیؑ مرتضیٰ کے دلربا عباسؑ ہیں

منکرِ اوصافِ عباسِؑ علیؑ سُن غور سے
ہے وفا جوہر، تو جوہر آشنا عباسؑ ہیں

یہ بتاتی ہے ہمیں رودادِ جنگِ کربلا
ہیں سپر حق کی، حرم کا آسرا عباسؑ ہیں

کم ہے، گر یہ مدحتِ عباسؑ میں کیجئے رقم
ہے خدا خالق وفا کا، ناخدا عباسؑ ہیں

شام و کوفہ سیر کئے ہیں زینبؑ دلگیر نے
دَر حقیقت فاتحِ کرب و بلا عباسؑ ہیں

ہم پہ کیا موقوف ہے، کافر بھی یہ کہتے ہیں فیضؔ
دونوں عالم میں وفا کے دیوتا عباسؑ ہیں

بَرمکان شہرت بلگرامی کراچی مورخہ ۱۹ر جولائی ۱۹۷۵ء
مصرعِ طرح: ؎ آفتابِ کربلا کی روشنی عباسؑ ہیں

منقبت

صبر میں آئینہ سبطِ نبیؐ عباسؑ ہیں
جنگ کے میدان میں بالکل علیؑ عباسؑ ہیں

ہیں علیؑ شیرِ الٰہی اور یہ حیدرؑ کے شیرؑ
کون کہہ سکتا ہے اب کتنے قوی عباسؑ ہیں

بخش دی دستِ بُریدہ سے اُسے تازہ حیات
در حقیقت اب وفا کی زندگی عباسؑ ہیں

قولِ زہراؑ سے ہیں یہ بھی، باغِ زہراؑ کی بہار
شبّرؑ و شبّیرؑ گُل ہیں اور کلی عباسؑ ہیں

تھے اُحد میں جس طرح حیدرؑ نبیؐ کے پاسباں
کربلا میں اس طرح مثلِ علیؑ عباسؑ ہیں

نہر ہے قبضے میں اس پر تشنہ لب، اللہ رے ظرف
جو ہیں مافوقِ بشر وہ آدمی عباسؑ ہیں

تھا جہادِ اصغرؑ و اکبرؑ بھی اوروں سے نہ کم
اِس گھرانے کے بڑے چھوٹے سبھی عباسؑ ہیں

دونوں شانے کٹ گئے دریا پہ، اس کے باوجود
حشر تک عقدہ کشاء مثلِ علیؑ عباسؑ ہیں

زینبؑ کبریٰ کی ڈھارس عترتِ زہراؑ کی آس
قوتِ قلبِ حسینؑ ابنِ علیؑ عباسؑ ہیں

کُل سپاہِ شام بھاگی چھوڑ کر دریا کا گھاٹ
آبروئے ذوالفقارِ حیدریؑ عباسؑ ہیں

مل نہیں سکتی زمانے میں کہیں اِن کی نظیر
صبر میں شبیرؑ جرات میں علیؑ عباسؑ ہیں

جان دے کر بخش دی اُس کو حیاتِ جاوداں
ہے وفا بھی دائمی جب دائمی عباسؑ ہیں

لڑ کے لاکھوں سے کیا تنہا نے قبضہ نہر پر
تین دن سے گو اسیرِ تشنگی عباسؑ ہیں

ہے یہ میرا لال، یہ ہے فاطمہؑ زہراؑ کا قول
کیوں نہ پھر کہہ دوں کہ اولادِ نبیؐ عباسؑ ہیں

بعدِ مُردن بھی ہے پہلوئے دلاور میں عَلَم
پرچمِ اسلام کی تابندگی عباسؑ ہیں

توڑ دیتے اِن کو مل جاتا اگر خیبر سا دَر
کربلا میں وارثِ زورِ علیؑ عباسؑ ہیں

فیضؔ وہ شہرِ مدینہ تھا، یہ دشتِ کربلا
واں فقط عباسؑ تھے اور یاں علیؑ عباسؑ ہیں

منقبت

بَرمصرعِ طرح: ۔ وفائے حضرت عباسؑ کا جواب نہیں

جب اُس سے پوچھا کہ عباسؑ کا جواب نہیں
پُکارا خُلد سے رضواں کہ ہاں جناب نہیں

جنابِ فاطمہؑ جس کو پسر کہیں اپنا
تمہیں بتاؤ وہ انسان لاجواب نہیں

وفا پرست ہو ایسا کوئی تو بتلاؤ
ہیں تین روز کے پیاسے اور اضطراب نہیں

ذرا ضیائے رُخِ بدرِ ہاشمی دیکھو
اس آب و تاب کا واللہ آفتاب نہیں

یہ کہہ کے گُھس گئے فوجوں میں حضرتِ عباسؑ
نہ لے لوں نہر تو فرزندِ بوترابؑ نہیں

سر اپنا دے کے رہِ حق میں بخش دی معراج
وفا کسی سے بجز ان کے فیضیاب نہیں

بصد خلوص نہ تھامے جو دامنِ عباسؑ
تو پھر نصیب میں اُس کے رہِ ثواب نہیں

ہے لال ساقیِ کوثر کا نہر پر پیاسا
اِس انقلابِ زمانہ کا بھی جواب نہیں

سوائے حضرتِ عباسؑ دونوں عالم میں
کسی کو ایسا تو ازبر وفا کا باب نہیں

تھی نہر قبضے میں، لیکن پیا نہ قطرۂ آب
وفائے حضرتِ عباسؑ کا جواب نہیں

ہے نہر بعدِ فنا، تشنہ لب کے قبضے میں
علیؑ کا لال کہو اب بھی کامیاب نہیں

رہِ وفا میں جو ہو ماورائے فکرِ بشر
خدا گواہ پھر اُس کا کوئی جواب نہیں

جو اِن کے نام پہ مانگی، ملی وہ شے اے فیضؔ
دعا وہ کون سی ہے جو کہ مستجاب نہیں

منقبت

پائی ہے وہ جراتِ شیرِ خدا عباسؑ نے
کرلیا قبضے میں اقلیمِ وفا عباسؑ نے

یہ نہ کہنا ہے وفا سے زندگی عباسؑ کی
یوں کہو زندہ وفا کو کردیا عباسؑ نے

نہر قبضے میں ہے، تشنہ لب ہیں، اور پیتے نہیں
جو نہیں ممکن کسی سے وہ کیا عباسؑ نے

کر کے لافانی وفا کو حشر تک کے واسطے
گُل چراغِ بے وفائی کردیا عباسؑ نے

معجزے سے کم نہیں شانے قلم ہونے کے بعد
کی رقم پانی پہ تفسیرِ وفا عباسؑ نے

جس طرح سر کر لیا حیدرؑ نے خیبر کا حصار
اُس طرح دریا پہ قبضہ کر لیا عباسؑ نے

ہو گیا چہرہ شگفتہ جب سکینہؑ نے سُنا
شام کی فوجوں سے دریا لے لیا عباسؑ نے

تھے جو روحِ جوہرِ انسانیت اپنا لئے
صبر شاہِ کربلا نے اور وفا عباسؑ نے

مٹ نہیں سکتا وفا کا نام اب محشر تلک
وہ حیاتِ دائمی کردی عطا عباسؑ نے

کر کے قبضہ نہر پر قطرہ نہ پانی کا پیا
اس طرح لفظِ وفا اپنا لیا عباسؑ نے

اِس کو کہتے ہیں وفا قبضے میں دریا ہے مگر
پیاس میں قطرہ نہ پانی کا پیا عباسؑ نے

اب نہ اُٹھے تا ابد دنیا سے تشنہ لب کوئی
نہر پر قبضہ پسِ مُردن رکھا عباسؑ نے

اللہ اللہ پاس تھا بے حُرمتی کا اس قدر
گِر کے سینے پر علَم اپنے رکھا عباسؑ نے

دُخترِ شہؑ سے پشیمانی نہ وقتِ مرگ ہو
اپنی آنکھوں پر ہر اِک ناوک لیا عباسؑ نے

آئے مشکیزہ سکینہؑ کا نہ زد میں تیر کی
اپنا سینہ مشک پر خَم کر لیا عباسؑ نے

جو کسی سے تا قیامت فیضؔ ممکن ہی نہ تھا
شاہِ دیں سے عہد وہ پورا کیا عباسؑ نے

منقبت

بَرمصرعِ طرح:۔ ناطقہ سَر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیے

مشک کہتی ہے، کہ عباسؑ کو سقّا کہیے
نہر کہتی ہے، وفا کا انہیں دریا کہیے

کب غلط ہے انہیں مرکز جو وفا کا کہیے
یہ حقیقت ہے حقیقت کو ہر اِک جا کہیے

شیر دل، شیر جگر، شیر کا بیٹا کہیے
ہے جو مافوقِ بشر اس کو بھلا کیا کہیے

سَر بَسر خسروِ اقلیمِ وفا ہیں عباسؑ
دل یہ کہتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ کہیے

لشکرِ شام نے تھے جس پہ بٹھائے پہرے
کس کے قبضے میں ہے تا حشر وہ دریا کہیے

کس نے دَم توڑ دیا بھائی کے قدموں پہ بھلا
کس کی الفت کا زمانے میں ہے چرچا کہیے

یہ سراپا بخدا، آئینۂ حیدرؑ ہیں
گر علیؑ کہہ نہیں سکتے تو علیؑ سا کہیے

قوتِ بازوئے شبّیرؑ، حرم کی ڈھارس
اِن کو اولادِ پیمبرؐ کا بھروسہ کہیے

نطق بھی جس کا ہے مولاؑ کی نظر کا پابند
ناطقہ سر بہ گریباں ہے اِسے کیا کہیے

کہہ سکیں جس کو بُرے بھی نہ بُرا دنیا میں
دل یہ کہتا ہے اسے اچھے سے اچھا کہیئے

دُرِ نایاب جو حیدرؑ کو عطا حق نے کیا
ماحصل فاتحِ خیبرؑ کی دُعا کا کہیئے

دونوں اولاد ہیں حیدرؑ کی حسینؑ و عباسؑ
اُن کو قرآنِ خدا اِن کو صحیفہ کہیئے

اِن کے بابا ہیں زمانے میں نصیری کے خدا
کردگار اِن کو بھی دنیائے وفا کا کہیئے

شانِ عباسؑ کے شایاں نہ ملیں گر الفاظ
تاجِ نصرت کا انہیں گوہرِ یکتا کہیئے

فاطمہؑ کہتی ہیں اِن کو کہ یہ میرا ہے پسر
آپؐ بھی اب انہیں احمدؐ کا نواسہ کہیئے

نہر پر قبضے کے باوصف رہے تشنہ دہن
گر یہ اعجاز نہیں ہے تو اِسے کیا کہیئے

خود بھی ہیں عقدہ کشاء عقدہ کشاء کی اولاد
کم ہے گر اِن کو مسیحا کا مسیحا کہیئے

ہوگئے قتل وفا کو نہ مگر مرنے دیا
حق ہے گر اِن کو وفا کا بھی مسیحا کہیئے

ہو کے بیدست لکھے شرحِ وفا پانی پر
ایسے انسان کو اے فیضؔ بھلا کیا کہیئے

منقبت

بَرمصرعِ طرح:۔ عباسؑ کا ہر نقشِ قدم نقشِ وفا ہے

لپٹی ہوئی جس شخص کے قدموں سے وفا ہے
حسنینؑ کا بھائی ہے سکینہؑ کا چچا ہے

جو حضرتِ عباسؑ کی نظروں پہ چڑھا ہے
وابستہ اُسی شخص سے تا حشر وفا ہے

ہر گوشہ دنیا سے یہی شور اُٹھا ہے
وہ آگیا جو خسروِ اقلیمِ وفا ہے

لے دے کے زمانے میں جو موجود وفا ہے
یہ ہو نہ ہو عباسؑ کا نقشِ کفِ پا ہے

تحریر کی تفسیر وفا آبِ رواں پر
بیدست جہاں میں کوئی ایسا بھی ہوا ہے

جس ہستی کو تم کہتے ہو عباسِؑ علمدار
وہ بھیس میں انسان کے حیدرؑ کی دُعا ہے

اس درجہ ہیں یہ لازم و ملزوم جہاں میں
عباسؑ کا ہے ذکر اگر ذکرِ وفا ہے

ہے جرات و ہمت میں یہ تصویر علیؑ کی
اور صبر میں آئینہِ شاہِ شہداء ہے

دشواریوں کو آگیا ہیبت سے پسینہ
عباسؑ کا مشکل میں جونہی نام لیا ہے

لب پر رہے سقائے سکینہؑ کا وظیفہ
واللہ یہی نسخہءِ صد ردِّ بلا ہے

گیتی پہ ہو یا سینہءِ دریا پہ کہیں ہو
عباسؑ کا ہر نقشِ قدم نقشِ وفا ہے

اے ساقیِ میخانہ وہ دینا مجھے ساغر
جس جامِ مئے ناب پہ عباسؑ لکھا ہے

عباسؑ کی مدحت کا ہو کس طرح تعین
جب اِن کی ثنا حدِّ غُلو سے بھی سوا ہے

حسنینؑ کے ، عباسؑ کے، حیدرؑ کے قصیدے
جُز اِس کے رقم نامۂ اعمال میں کیا ہے

اے فیضؔ رہو تا بہ ابد وضع کے پابند
بدلی ہوئی گو لاکھ زمانے کی ہوا ہے

منقبت

اِس شیر پہ یہ خالقِ اکبر کی عطا ہے
حیدرؑ کا پسر خسروِ اقلیمِ وفا ہے

جبریل کی یہ عرشِ معلّٰی پہ صدا ہے
شاہوں سے بھی افضل ہے جو اِس دَر کا گدا ہے

پیدا کوئی ایسا نہ ہوا تھا نہ ہوا ہے
عباسؑ کی مشہور زمانے میں وفا ہے

عباسؑ کا جب نام عقیدت سے لیا ہے
رُخ گردشِ دوراں کا وہیں موڑ دیا ہے

یا حضرتِ عباسؑ جو پرچم پہ لکھا ہے
وابستہ اِسی نام سے تشریحِ وفا ہے

اِس خاک میں مخلوط جو خونِ شہداء ہے
کہنے کو یہ ہے خاک مگر خاکِ شفا ہے

جس چیز کو کہتا ہے زمانہ کہ وفا ہے
دراصل وہ عباسؑ کا نقشِ کفِ پا ہے

اے اہلِ جہاں سخت تعجب کی یہ جا ہے
پیاسا کوئی دریا پہ نہ دیکھا نہ سُنا ہے

تھا نہر پہ قبضہ نہ پیا پیاس میں پانی
یہ ضبط و تحمل بہ خدا ہوشربا ہے

جھک جاتا ہے بے ساختہ سجدے کے لئے سر
عباسؑ کا جس جا پہ بھی نقشِ کفِ پا ہے

یہ حضرتِ عباسؑ کا اعجاز تو دیکھو
بے دست ہے، مومن کا مگر عقدہ کشاء ہے

کرتا ہے بیاں پیاسوں کی یہ تشنہ دہانی
پرچم میں جو مشکیزہ سکینہؑ کا بندھا ہے

چودہ سو برس بعد بھی عباسؑ ہیں زندہ
یہ سب اثرِ خونِ شہیدانِ وفا ہے

اب اِس سے سوا کیا ہو رقم مدحتِ عباسؑ
عباسؑ کو زہراؑ نے پسر اپنا کہا ہے

بھولے سے بھی گر آئی پلٹ جائے گی گردش
دل پر جو مرے حضرتِ عباسؑ لکھا ہے

شبیرؑ کے صدقے میں ہوں عباسؑ کا مدّاح
اے فیضؔ مرے واسطے یہ فخر کی جا ہے

منقبت

باقی جہاں میں جس سے محبت کا نام ہے
عباسؑ اُس دلیر کی عظمت کا نام ہے

عباسؑ سے وفا و محبت کا نام ہے
کونین میں انہیں کی شجاعت کا نام ہے

شبیرؑ دینِ حق کی قیادت کا نام ہے
یا یوں کہو کہ شافعِ امّت کا نام ہے

بعدِ فنا بھی ہے جو بقا کا عَلَم لئے
عباسؑ ایسی زندہ حقیقت کا نام ہے

پیغمبرؐ وفا کہو یا بازوئے حسینؑ
عباسؑ تو علیؑ کی شجاعت کا نام ہے

قبضے میں تھی فرات نہ پانی پیا مگر
زندہ انہیں سے مہر و محبت کا نام ہے

ہے یہ تو خونِ بازوئے عباسؑ کا اثر
زندہ جو کربلا کی حکایت کا نام ہے

انگشتری فقیر کو دے دی رکوع میں
اِن کے پدر کے دَم سے سخاوت کا نام ہے

بعدِ علیؑ دلیر نہ ایسا کوئی ہوا
تا حشر ان کے دم سے شجاعت کا نام ہے

سر راہِ حق میں نصرتِ شبیرؑ میں دیا
زندہ انہیں کے دم سے شریعت کا نام ہے

جس نے کہ زیرِ تیغ ادا کی نمازِ حق
دنیا میں اُس کے دَم سے عبادت کا نام ہے

تسلیم اُس کو کرتے ہیں دنیا کے حق پسند
نامِ یزید ظلم و شقاوت کا نام ہے

کیونکر نہ فخر سے ہو سخنور کا سر بلند
مدّاح سے جہان میں مدحت کا نام ہے

مدّاحِ اہلِ بیتؑ بہ فیضؔ حسینؑ ہوں
منسوب اپنے نام سے مدحت کا نام ہے

منقبت

بَرمصرعِ طرح:۔ شرحِ قانونِ وفا عباسؑ کا کردار ہے

جو بھی عالی ظرف ہیں ان کو وفا سے پیار ہے
بے وفا کا بھی کوئی کردار میں کردار ہے

کربلا میں جو حسینی فوج کا سردار ہے
وہ ہی اقلیمِ وفا کا بھی علمبردار ہے

جو بھی عشقِ حضرتِ عباسؑ میں سر شار ہے
اُس کا ہر بحرِ مصائب سے ہی بیڑا پار ہے

جو کہ اقلیمِ وفا کا مالک و مختار ہے
نام ہے عباسؑ، لختِ حیدرِ کرارؑ ہے

کفر پھر اسلام سے آمادۂ پیکار ہے
اب مدد اسلام کو عباسؑ کی درکار ہے

حشر تک ہوگا زمانے میں نہ پھر ایسا جہاد
فوج جنت میں محاذِ جنگ پر سردار ہے

بہرِ تکمیلِ عبادت کربلا جاؤں گا میں
سجدہ پائے حضرتِ عباس پر درکار ہے

طرزِ جنگِ حضرتِ عباسؑ پر کہتی تھی فوج
ملتی جُلتی خندق و خیبر کی یہ پیکار ہے

اب بھی سجدہ کررہی ہے جس جگہ جُھک کر وفا
ہاں وہ نقشِ پائے عباسِ علمبردار ہے

کربلا میں دیکھ لے عباس کے کردار کو
معترض گر تجھ کو، تفسیرِ وفا درکار ہے

ساکنانِ شام کہتے تھے یہ صورت دیکھ کر
چہرۂ عباس ہے یا مطلعِ انوار ہے

دَر حقیقت وہ مسیحائے زماں سے کم نہیں
جو بھی عشقِ حضرتِ عباس میں بیمار ہے

تین دن کے تشنہ لب نے چھین لی لاکھوں سے نہر
مدح گو سے ایسی ہستی کی ثنا دشوار ہے

منہ نہ پانی کو لگاؤں گا، کہا عباس نے
اِس ترائی کی ہوا تک میرے دل پر بار ہے

کہتے تھے شامی، کہ لاکھوں سے نہ پیچھے ہٹ سکا
بھیس میں انسان کے یہ آہنی دیوار ہے

لشکری کہتے تھے وقتِ جنگ ابنِ سعد سے
نقدِ جاں دے کر جہنم لیں، عجب بیوپار ہے

ہاتھ کٹنے پر بھی قبضے میں رہا دیں کا عَلَم
یہ علمبردار مثلِ جعفرؑ طیار ہے

جنگ یہ کیونکر لڑیں گے رن میں کہتے تھے شقی
ڈھال کاندھے پر، نہ ان کے ہاتھ میں تلوار ہے

دوست دشمن کا علیؑ کے دیکھنا محشر میں حال
اُن کا بیڑا غرق ہے اور اِن کا بیڑا پار ہے

عزمِ محکم سے اسے کرتے ہیں طے اہلِ وفا
بے وفاؤں کو وفا اِک وادیءِ پُر خار ہے

دیکھ کر عباسؑ کے حملوں کو کہتے تھے لعیں
ضرب سے اِن کی بچانا جان کا دشوار ہے

☆

اس حقیقت سے کسی کو تھا، نہ اب انکار ہے
شرحِ قانونِ وفا، عباسؑ کا کردار ہے

کی رقم بے دست نے پانی پہ تفسیرِ وفا
اس حقیقت سے زمانے میں کسے انکار ہے

سینہءِ عباسؑ میں محفوظ ہے ساری وفا
بے وفائی کا سپاہِ شام میں انبار ہے

خوف سے بھاگی سپاہِ شام یہ کہتی ہوئی
نیزۂ عباسؑ مثلِ تیغِ جوہر دار ہے

حشر تک کہلائے گا اب یہ عَلم عباسؑ کا
آخری یہ لشکرِ شہ کا علمبردار ہے

جو بشر بھی ہے زمانے میں وفا نا آشنا
اُس کے کردار و عمل پر دائمی پھٹکار ہے

سوگئے جُھک کر بالآخر ظلم اور ظالم یزید
تا بہ محشر صبر، اور سبطِ نبیؐ بیدار ہے

باوفا ایسے وفا کو ناز ہے جن پر مدام
غیر کا اس سلسلے میں ذکر ہی بے کار ہے

منفرد اِس وصف میں ہے، فاتحِ خیبرؑ کا لال
لشکرِ دیں کا، وفا کا بھی علمبردار ہے

وہ سمجھ سکتا ہے بس عباسؑ کے کردار کو
فیضؔ جس انسان کا ذوقِ وفا بیدار ہے

جس نے جاں دے کر وفا کو دی حیاتِ دائمی
فیضؔ ایسی شخصیت کا طالبِ دیدار ہے

فیضؔ ہاں پڑھئے وظیفہ حضرتِ عباسؑ کا
گر طلاطم میں کنارہ آپ کو درکار ہے

دَرمدحِ حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام

بہر صورت یہ اپنا فیصلہ اے فیضؔ ناطق ہے
وہی انساں ہے انسانوں میں جس کو عشقِ صادق ہے

زبانِ بے زبانی سے ہے، یہ علمِ جفر گویا
مِرا خالق وہی ہے جو چھٹا قرآنِ ناطق ہے

کتابِ فقہہ لکھ کر، یہ پرکھنا کردیا آساں
عمل کس کا، کہاں تک، حکمِ قرآں کے مطابق ہے

نکل کر دل سے آتی ہے زباں تک مدحتِ جعفرؑ
مِرا دل اور زباں میری، وہ قرآں ہے یہ ناطق ہے

امامِ اعظمِ دنیا بھی تو شاگرد ہے تیرا
ادھورا علم لے بھاگا، اسی باعث منافق ہے

دَمِ میلادِ جعفرؑ، چاند بولا شب کی ظلمت سے
سیہ رُو دور ہو، وقتِ ظہورِ صبحِ صادق ہے

قطعات ورباعیات

دَرمدحِ امامِ آخرالزمان علیہ السلام عجل اللہُ فرجہٗ

کبھی دل میں خفی کہہ کر، کبھی منہ سے جلی کہہ کر
نصیری کا خدا، مشکلکشاء، حق کا ولی کہہ کر
قیامت ساتھ آئے گی، تو آئے، آپؑ آجائیں
قیامت کا بھی ہم منہ موڑ دیں گے یاعلیؑ کہہ کر

☆

اُنہیں چھپنا مناسب، اور یاں شوقِ زیارت ہے
نتیجہ کچھ بھی ہو اے دل، محبت پھر محبت ہے
مری ہمت تو دیکھو عشق اور پھر ایسی ہستی سے
قیامت جس کا آنا اور نہ آنا بھی قیامت ہے

☆

ہمیں غیروں سے کیا مطلب، ہمیں تو اُن سے الفت ہے
کہ جن کے قبضۂ قدرت میں، محشر تک امامت ہے
نہیں دیکھا ہے اب تک، پھر بھی ایسا عشق ہے اُن سے
وہ آئیں تو قیامت ہو، نہ آئیں تو قیامت ہے

☆

تمھیں یہ علم ہوجائے کہ مجھ کو، تم سے الفت ہے
اِسی کو میں سمجھ لوں گا کہ معراجِ محبت ہے
تم آؤ یا نہ آؤ، یہ تمھاری مصلحت جانے
بہر صورت مِری تقدیر میں لکھی قیامت ہے

☆

علیؑ کے ذکر میں شامل، ترا ذکرِ محبت ہے
بہر صورت بہر لحظہ عبادت ہی عبادت ہے
مجھے کیا خوفِ محشر کل کا ہوتے، آج ہو برپا
قیامت جس کو کہتے ہیں، وہ پابندِ امامت ہے

☆

بہر عنواں، بہر لحظہ، ہمیں دعویِ الفت ہے
لبوں پر نام ہے اُن کا تو دِل میں داغِ فرقت ہے
ہمیں منظور ہے محشر بداماں ہی چلے آؤ
تمھارے ہجر سے بڑھ کر بھی کیا کوئی قیامت ہے

☆

مرے دل کا سکوں ہے، باعثِ آثارِ رحمت ہے
بلا سے ہو اگر، اغیار کو کچھ اس سے زحمت ہے
علیؑ والوں کی نظروں میں، وہ محشر کچھ نہیں محشر
جو مولاؑ آپؑ کے قدموں سے وابستہ قیامت ہے

☆

یہ الفت کے کرشمے ہیں، یہ اعجازِ محبت ہے
کہ غیبت میں تمھاری یاد، در پردہ عبادت ہے
جماعت کا تمھاری، منتظر ہو جو مصلّے پر
اِقامت کی صدا اُس کے لئے شورِ قیامت ہے

☆

انہیں تو نام کو فرصت نہیں کارِ امامت سے
قیامت ہے کہ عاشق، جاں بلب ہیں دادِ فرقت سے
تمھیں آنا تو ہے، محشر، بداماں ہی چلے آؤ
تمھارے چاہنے والے، نہیں ڈرتے قیامت سے

یہ مانا حشر کا منظر، قیامت خیز منظر ہے
بہر صورت، تمھارے ہجر کی سختی سے کمتر ہے
تم آؤ یا نہ آؤ، ہم مگر اتنا سمجھتے ہیں
نہ محشر اِس سے بڑھ کر ہے، نہ محشر اُس سے بڑھ کر ہے

بہ یک جنبش تہ و بالا جو کردے بحر اور بر کو
بہ ایں قوت، اٹھا سکتا نہیں بے اذن وہ سر کو
قیامت آپؐ کے قدموں سے وابستہ ہے اے مولاؑ
بہ الفاظِ دِگر روکے ہوئے ہیں آپؐ محشر کو

منقبت

نبیؐ کے دین کا، جب آخری یہ تاجدار آیا
سلامی کو بڑھی نصرت، قدم لینے وقار آیا

نظامِ دو جہاں پر، حشر تک جس کا رہے قبضہ
جنابِ عسکریؑ کے گھر میں وہ ذی اقتدار آیا

کتابِ دینِ پیغمبرؐ کا یہ ہے آخری پارہ
حسنؑ کی گود میں قرآں بلب جو گُلعذار آیا

قضا کیسی، نمازِ شوق ہوتی ہے ادا ہر دم
عبادت ہے جو لب پر نام تیرا بار بار آیا

ہمارا ذکر ہی کیا، ذرّۂ ناچیز ہیں مولاؑ
نمازِ حضرتِ عیسیٰؑ کو لطفِ انتظار آیا

تمھارے حکم کی یہ منتظر ہے، حشر تک مولاؑ
ہمیں اِک کیا، قیامت کو بھی لطفِ انتظار آیا

کتابَ اللہ کے دل میں بھی راسخ ہے یقیں تیرا
تِری آمد کا پڑھتا ہے زباں سے بار بار، آیا

جو تیرے ساتھ آئے، اُس کا آنا بھی سر آنکھوں پر
زمانہ حشر سے ڈرتا ہے لیکن ہم کو پیار آیا

ابد تک اب نہ اِس کے بعد، آئے گا کوئی ہادی
کتابِ حق کی صورت دہر میں، یہ ذی وقار آیا

زمیں پر منتظر ہم ہیں، فلک پر حضرتِ عیسیٰ
نہ چین اُن کو وہاں آیا، نہ یاں ہم کو قرار آیا

ہر اِک جا دین، اور دینِ خدا کی سلطنت ہوگی
پڑھے گا جب کتابَ اللہ کا یہ شہریار، آیا

قیامت تک کتابِ حق، قیامت تک تِری صورت
کہے گی حشر تک دنیا وہ آیا، ذی وقار آیا

قیامت نے کہا دَم سے ہے اِن کے دَم قدَم میرا
میں آؤں گی نہ جب تک، یہ مِرا پروردگار آیا

پھر اِس کے بعد کیا ہونا ہے، اس کو تو خدا جانے
قیامت تک تو اِن کی سلطنت کا اعتبار آیا

وہ آئیں گے، وہ آئیں گے، وہ آئیں گے، وہ آئیں گے
ہجومِ شوق میں میری زباں پر بار بار آیا

وہ آتے ہیں، وہ آتے ہیں، وہ آتے ہیں، وہ آتے ہیں
قرار آیا، قرار آیا، قرار آیا، قرار آیا

مشیت کی طرح، وہ بھی نگاہوں سے ہیں پوشیدہ
زبانِ فیضؔ پر یہ کلمۂ حق بار بار آیا

قصیدہ

کسی کے ہجر نے ایسا کیا مجھے بیمار
کہ ہیں علاج سے عیسیٰ بھی عاجز و لاچار
بیاں ہے چارہ گروں کا، کہ ہے مرض تو ضرور
عجب مرض ہے کہ تشخیص جس کی ہے دشوار
نہ ایک حال پہ نبضیں، نہ اِک روش پہ مزاج
کبھی علامت، تبخیر اور کبھی ہے بخار
کبھی ہے خُون، بحالی کبھی ہے چہرہ پر
کبھی حیات بداماں، کبھی ہے مرگ آثار
طبیب تنگ جو آئے تو کہہ گئے آخر
کسی کے عشق و محبت کا یہ ہوا ہے شکار
ہم اِس نتیجے پہ پہنچے کہ جانبری کا بس اب
کسی کے شربتِ دیدار پر ہے دارومدار
ہوا یہ طے، کہ اُسی در پہ لے چلو اِس کو
کہ جس کے شوقِ زیارت میں ہے یہ زار و نزار
لبوں پہ نام تھا اُس کا، تو دل میں اُس کی یاد
سنبھل سنبھل کے چلا سوئے سامرہ اِک بار

سرِ نیاز اِدھر سنگِ آستاں پہ رکھا
اُدھر حیات بداماں ہوا دلِ بیمار
اُسی مسیح نے وہ زندگی نو بخشی
کہ میرے گلشنِ ہستی میں آئی پھر سے بہار
یہ ہاتھ جوڑ کے مولا سے عرض کی میں نے
نقاب رُخ سے اُلٹ دو، تو آئے دل کو قرار
ہوا یہ حکم، کہ قبل از طلب یہ سوچ تو لے
نقاب رُخ سے ہٹانا تو کچھ نہیں دشوار
یہ سُن کے، خاکِ کفِ پا لگائی آنکھوں سے
ہوئی نصیب نگاہوں کو قوتِ دیدار
جھلک دکھا کے، یہ کہہ کر وہ ہوگئے اوجھل
ہماری دید کا اب حشر پر ہے دارومدار
سُنے جب اُن کی زباں سے یہ حرف یاس انگیز
وہ میں تو کیا ہوں، مسیحا بھی ہوگئے بیمار
اُدھر وعید کے ساتھ آئے گی قیامت بھی
اِدھر یہ عید کہ ہوگا حضور کا دیدار

اُدھر یہ حکم کرو انتظار محشر تک
اِدھر یہ عرض کہ محشر ہو آج ہی سرکار
بہ ایں خیال کہ جلوہ ہے حشر پر موقوف
دُعا یہ ہے کہ نمایاں ہوں حشر کے آثار
یہ التجاء ہے بہر طور آپ آجائیں
جفائے حشر تو سہہ لیں گے طالبِ دیدار
اُدھر ہے حُسن تو جذبِ نظر اِدھر بھی ہے
جو عشق میں ہے صداقت تو وصل کیا دشوار
اِس اعتبار پہ زندہ ہوں آئیں گے وہ ضرور
غمِ حیات میں، اقرارِ دید سے ہے قرار
یہ التجاء ہے بصد عجز فیضؔ کی مولا
کہ خاکسار پہ چشمِ کرم رہے سرکار

منقبت

جنّ و مَلک، نہ حور، نہ رضواں سے پوچھئے
منزل امامِ عصرؑ کی قرآں سے پوچھئے

معبود کی طرح یہ نگاہوں سے ہیں نہاں
یزداں صفت بشر کو تو یزداں سے پوچھئے

اِن کے ہی رُخ کی چھوٹ سے رہتا ہے ضَوفگن
یہ بات آپ نیّرِ تاباں سے پوچھئے

نسبت نہ حُسنِ یوسفِ مصری سے دیجئے
چہرے کا نُور لعلِ بدخشاں سے پوچھئے

وہ اِن کے پیچھے آکے پڑھیں گے نمازِ حق
اِن کا وقار عیسیٰ دوراں سے پوچھئے

پوچھو نہ ایسے ویسوں سے غیبت کا اِن کی حال
جو با ضمیر ہو اُسی انساں سے پوچھئے

لیں گے یہ انتقامِ شہیدانِ کربلا
یہ سچ ہے اِس کو صاحبِ ایماں سے پوچھئے

اِک اپنا وصف دے دیا آخر امامؑ کو
غیبت میں کس جگہ ہیں یہ یزداں سے پوچھئے

آمد کا ان کی ایک زمانہ ہے منتظر
یہ بات آپ عالمِ امکاں سے پوچھئے

یہ بھی پڑھیں گے اُن کے عقب میں نمازِ حق
تفسیر اس کی موسیٰ عمراں سے پوچھئے

واقف ہیں دو جہان یہ آخر امامؑ ہیں
اوصاف کس قدر ہیں سخنداں سے پوچھئے

اے فیضؔ وہ طلب سے سوا بخش دیتے ہیں
جذبِ طلب کو وسعتِ داماں سے پوچھئے

بمقام علی مسجد قصبہ کالونی مورخہ ۷/ جون ۱۹۸۲ء بوقت ۹/ بجے شب
بَرمصرعِ طرح:۔ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے خبر ہو جائے گی

منقبت

آمدِ مولاؑ پہ، بے خود اس قدر ہو جائے گی
خود خبر، اپنی خبر، سے بے خبر ہوجائے گی

اُن کے آنے کی یقینی جب خبر ہوجائے گی
زندگی فانی سہی لیکن اَمر ہو جائے گی

آرزوئے دید، پوری اِک نظر ہو جائے گی
تابِ نظارہ اگر اے دیدہ ور ہو جائے گی

اپنے جد کا ظالموں سے جب یہ لیں گے انتقام
داستانِ کربلا، پیشِ نظر ہو جائے گی

اُن کے آنے سے نفاق، باہمی مٹ جائے گا
مِلتِ اسلامیہ شیر و شکر ہو جائے گی

جب قدم رکھے گا اس گیتی پہ جانِ بو ترابؑ
شام ہوگی کفر کی، دیں کی سحر ہوجائے گی

یہ جہادِ آخری آکر کریں گے اس طرح
بستیِ کفار، کُل نذرِ سقر ہو جائے گی

انتظارِ دید میں گر مر گیا مومن کوئی
یادِ مولا بالیقیں زادِ سفر ہو جائے گی

خواہشِ دیدار تھی، جوشِ عقیدت کے سبب
کیا خبر تھی نور سے خیرہ نظر ہوجائے گی

انتظارِ دید میں نام اُن کا لوں گا تا سحر
ہجر کی شب، یادِ مولا میں بسر ہو جائے گی

جذبِ صادق ہے، تو پھر دیدار کچھ مشکل نہیں
یہ مہم بھی عشق کی اِک روز سر ہو جائے گی

ہم لگائیں گے اسے، آنکھوں سے جانِ بوترابؑ
آپ کی خاکِ قدم کحل البصر ہو جائے گی

مجھ پہ گر اُن کی عنایت کی نظر ہو جائے گی
زندگی نا معتبر ہے، معتبر ہوجائے گی

میرا دعویٰ ہے کہ جب بھی وہ اُلٹ دیں گے نقاب
کشتۂ شامِ اَلم کی پھر سحر ہو جائے گی

آمدِ مولا سے ہوں گے شاد جملہ مومنیں
دشمنوں کو یہ خبر وحشت اثر ہو جائے گی

جب یہ آئیں گے ملے گی دائمی دیں کو حیات
زندگانی کفر کی نا معتبر ہو جائے گی

طُور کیا ہے نُور سے معمور ہوگا کُل جہاں
شام آسکتی نہیں ایسی سحر ہو جائے گی

نا خدا کا جوش پر آئے گا جب دریائے عدل
کشتیِ ظلم و ستم زیر و زبر ہو جائے گی

آئیں گے وہ آئیں گے، اِک دن یقینی آئیں گے
ختم اس خواہش میں عمرِ مختصر ہو جائے گی

صدقِ دل سے کہئے مولاؑ سے زیارت کے لئے
فیضؔ یہ شاخِ تمنا بارور ہو جائے گی

بَر مکان بشیر جعفری ڈرگ روڈ ۸ر مئی ۱۹۸۶ء

مصرعِ طرح:۔ آپؑ کے دیدار کی حسرت جو میرے دل میں ہے

منقبت

لَب پہ اُن کا نام ہے، اور یاد اُن کی دل میں ہے
پاس آسکتی نہیں مشکل بھی اب مشکل میں ہے

چاند سے نسبت نہ دو اِن کو خدا کے واسطے
اس سے سب آگاہ ہیں، دھبّہ مہِ کامل میں ہے

کیوں عریضہ بھیج کر دوں زحمتِ بے جا انہیں
اُن کو سب معلوم ہے جو کچھ کہ میرے دل میں ہے

جَد تھے ختم المرسلینؐ اِن پر امامت ہے تمام
منقبت قائم کی قائم اس لئے محفل میں ہے

عسکریؑ کے لعلؑ، اب تک ہوں میں وقفِ انتظار
بات جس منزل میں تھی اب تک اُسی منزل میں ہے

پردۂ غیبت سے یہ محشر بداماں آئیں گے
وصف یہ سب سے جُدا اِس بندۂ کامل میں ہے

گردشِ دوراں کا رُخ جس سمت چاہوں موڑ دوں
الفتِ مولاؑ جو شامل، میرے آب و گِل میں ہے

دیکھ ہی لیں گے لحد میں، گر یہاں ممکن نہیں
اِس پہ مرتے ہیں امیدِ دید مستقبل میں ہے

اِس کو غیبت پر یقیں ہے، منکرِ غیبت ہے وہ
یہ نمایاں فرق ہے جو عالم و جاہل میں ہے

دشمنِ آلِ نبیؐ، اور مجھ میں بس اتنا ہے فرق
میں سرِ منزل ہوں، اور وہ حسرتِ منزل میں ہے

فرش پر مجھ کو، تو اُن کو عرش پر ہے انتظار
جو ہے عیسیٰ کی تمنا، وہ ہی میرے دل میں ہے

منکرِ اوصافِ مہدیؑ، تو نہ پائے گا نجات
تیری ہر کوشش ہی شامل، سعیِ لا حاصل میں ہے

بھیک مجھ کو اب تو کردیجے عطا دیدار کی
اتنی گنجائش تو مولاؑ، کاسۂ سائل میں ہے

دیکھ لوں آنکھوں سے اپنی، خونِ شہؑ کا انتقام
آرزو مچلی ہوئی مولاؑ یہ میرے دل میں ہے

اِس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی مری خوش قسمتی
جس کی مدح کر رہا ہوں، وہ بھی اِس محفل میں ہے

حشر میں دیدار ہوگا مجھ کو مولاؑ کا نصیب
حال و ماضی میں نہیں خوبی جو مستقبل میں ہے

جی رہے ہیں اِس توقع پر کہ ہم بھی ایک دن
دیکھ ہی لیں گے اثر گر جذبۂ کامل میں ہے

آپؑ سے الفت ہے، نفرت دشمنانِ آلؑ سے
وہ بھی میرے دل میں ہے اور یہ بھی میرے دل میں ہے

آپؑ کا دیدار ہو جائے کسی صورت نصیب
آرزو اتنی سی لے دے کے دلِ بسمل میں ہے

سنتے ہیں دیدارِ مولاؑ حشر میں ہوگا نصیب
جلد محشر ہو بپا اب آرزو یہ دل میں ہے

کاش آ جائے نظر صد رشکِ یوسفؑ کا جمال
فیضؔ کب سے راہ پیما عشق کی منزل میں ہے

قطعہ

عقدۂ لا حل کو پَل میں آپؑ نے حل کردیا
کفر کو دنیا میں سر تا پا معطل کردیا

ذات ہے اکمل تری یہ اس کی کامل ہے دلیل
تو نے تعدادِ ائمہ کو مکمل کردیا

قصیدہ

دَرولادتِ حضرت علی علیہ السلام

نصیبا کیوں نہ بڑھ جائے بھلا اپنا سکندر سے
ملا ہے رہبرِ کامل ہمیں اوجِ مقدر سے
چلا ہے سوئے کعبہ ساقیا مے نوش پھر سر سے
وضو کرنے دے اس کو بے تکلف آبِ کوثر سے
نہ کیوں قسمت پہ اپنی ہم ہوں نازاں اب بھی اے زاہد
ملا ہے ساقیِ کوثر ہمیں اللہ کے گھر سے
جو ہو گردش میں پیمانہ تو اتنا ہوش ہو ساقی
نہ باقی دوست رہ جائے کوئی، دشمن مگر تر سے
بہم ہو کر درِ میخانہ پہ مے نوش کہتے ہیں
ہٹے ہیں نہ ہٹیں گے ساقیا ہم آج اِس در سے
پرانے مے کش و مے خوا ہیں اتنا سمجھ لینا
بجھے گی پیاس جب مل جائیں چودہ جام کوثر سے
بڑی مدّت سے میں تو منتظر تھا اس زمانے کا
ذرا مے کش کا ساغر آج بھردے آبِ کوثر سے

وہ چمکا چاند کعبے میں ہوئی کافور تاریکی
مبارکباد کی آئی صدا اللہ کے گھر سے
شکم مس کرتے ہی در بن گیا دیوارِ کعبہ میں
گئیں بنتِ اسد، اللہ کے گھر میں نئے در سے
قسم حق کی رہیں وہ تین دن مہمان کعبے میں
ملائک لے کے آئے خوانِ نعمت حکمِ داور سے
ہر اِک کافر کو یہ فی النار کردے گا جواں ہوکر
کوئی بڑھ کر ذرا کہہ دے یہ مرحب اور عنتر سے
یہ آخر التجا ہے فیضؔ کی مشکل کشاء تم سے
مدد ہو گر تو بڑھ جائے قصیدہ ہر سخنور سے

قصیدہ

دَرولادتِ امیر المومنین حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ

قصیدہ ساقیا لکھنا ہے مجھ کو مدحِ حیدرؑ میں
اجازت ہو تو پھر چُسکی لگاؤں حوضِ کوثر میں
ضروری ہے کہ دوں غوطہ زباں کو پہلے کوثر میں
پڑھوں اشعار پھر میں مدحتِ خویشِ پیمبرؐ میں
چمن کا رنگ بدلا آج ہے فضلِ خدا سب پر
درخشاں ذرہ ذرہ ہے خوشی ہے بحر میں بر میں
تجھے کیا محتسب گر جام میں نے پانچ پی ڈالے
کہ لکھے تھے خدا نے پہلے ہی چودہ مقدر میں
درِ میخانہ وا کردے یہ دن ہے اس کی آمد کا
نہیں ذرہ برابر فرق جس میں اور حیدرؑ میں
غلط ہے گر یہ دعویٰ تو شبِ ہجرت دکھا دوں گا
کہ بستر پر بتاؤ فرق احمدؐ اور حیدرؑ میں
ہوئی دیوار شق آئی صدا بنتِ اسد آؤ
زچہ خانہ ہے زیبا آپ کا اللہ کے گھر میں
وہ چمکا نورِ حیدرؑ وہ گرے اصنام کعبے کے
صدا صلِ علیٰ کی آتی ہے اللہ کے گھر میں

گرے اصنامِ کعبہ رعب سے ایسے غضنفر کے
نہ کھولی آنکھ بھی جس نے ابھی آغوشِ مادر میں
ہم ہی پر کچھ نہیں ہے منحصر اس شادمانی کا
صدا صلِ علیٰ کی آتی ہے اللہ کے گھر میں
چکھادے ساقیا دو مرتبہ پھر اور پینی ہے
غدیرِ خُم میں تیرے ہاتھ سے اور پھر اسی گھر میں
دَرِ میخانہ وا کردے صبو و جام لا کر دے
کہ مے نوشوں کے دل رکھے ہوئے ہیں تیرے ساغر میں
ولادت کے لئے کعبہ شہادت کے لئے مسجد
علیؑ کو دے دیا جو کچھ بھی تھا اللہ کے گھر میں
زباں دیتے ہوئے دیکھا ہے منہ میں یاد ہے ہم کو
خدا جانے کہ کیا طے ہوگیا احمدؐ میں حیدرؑ میں
نصیری کا خدا اللہ کا مہماں ہے کعبے میں
نہیں رہنے کے اب جھوٹے خدا اللہ کے گھر میں
بچا لے گا بھنور سے کشتی امت یہ سر دے کر
رہیں بے فکر امت سے کوئی کہہ دے پیمبرؐ سے
ملا ہے شافعِ روزِ جزا وہ صُلبِ حیدرؑ سے
رہے پھر فیضؔ کیا خطرہ گنہ گاروں کو محشر سے

قصیدہ

کب سے تڑپ رہا ہے دلِ کشتۂ انتظار کا
کچھ تو مداوا کیجئے اس دلِ بے قرار کا

ہجر میں بے قرار ہے کس کا یہ انتظار ہے
نکہتِ گُل بھی بار ہے ذوق نہیں بہار کا

مجھ پہ ہی منحصر ہے کیا، اس کو بھی ہے خلش سوا
حال ہے غیر ہجر میں آج خود انتظار کا

کلفتِ عشق تا بکے، زحمتِ ہجر تا بکے
اُف نہ زباں پہ لا سکے شکر ہے کردگار کا

رحم نسیمِ صبح کو آگیا حالِ زار پر
چپکے سے آکے کہہ گئی غم نہ کر انتظار کا

غنچۂ نو کھلاؤں گی، آج چمن سجاؤں گی
ساتھ میں لے کے آؤں گی راز جو ہے بہار کا

سُن کر بہار کی یہ بات جان سی تن میں پڑ گئی
ڈر نہ خزاں کا کچھ رہا خوف نہ انتظار کا

کاٹ دئے خزاں کے دن میں نے اسی امید پر
ماہِ رجب میں آئے گا دَور پھر اِک بہار کا

کعبے کے ماسوا نہ تھا، گھر کوئی بہرِ مرتضیٰ
جائزہ حق نے جب لیا آپؑ کے اقتدار کا

راہ سے ایسی کیوں بلائیں جس سے کہ خاص و عام آئیں
سب سے جدا وقار پائیں حکم ہے کردگار کا

مَس جو شکم ذرا کیا بن گیا ایک دَر نیا
فرطِ خوشی سے کِھل گئی حال یہ تھا جدار کا

بنتِ اسد چلی گئیں داخلِ کعبہ ہوگئیں
کچھ بھی کہو یہ عشق تو پورا ہوا جدار کا

رحمتِ کردگار میں باعثِ افتخار ہیں
لطف خدا نے تین دن خود ہی لیا بہار کا

مجھ کو نہیں غمِ حساب میں ہوں غلامِ بوتراب
خوف نہ کچھ عذاب کا ڈر ہے نہ کچھ فشار کا

قصیدہ

دَرمدحِ حضرت امام حسن علیہ السلام

یہ جستجو تھی کہ کیا ہے غمِ جہاں کا بدل
دل و دماغ پریشاں، حواس تھے مختل

سکون دل کو میسّر، نہ تھے حواس بجا
کیا تھا گردشِ دوراں نے اس قدر بے کل

نظر نہ آتے تھے کوسوں کہیں خوشی کے چراغ
تفکرات کے چھائے تھے ہر طرف بادل

ہوئے تھے تارِ نظر آشنائے تاریکی
وہ ڈال دی تھی تمنا میں یاس نے ہلچل

ترس رہی تھیں نگاہیں جمال کی خاطر
عروج پر تھی خلش، الجھنیں تھیں رو بہ عمل

حواسِ خمسہ میں احساس تک نہ باقی تھا
ہر اِک کے فعلِ مناسب میں پڑ گیا تھا خلل

قدم قدم پہ پریشانیاں تھیں دامن گیر
کہا یہ دل نے نہ گھبرا ملے گا اس کا بدل

مسرتیں ہیں انہیں الجھنوں میں پوشیدہ
یہ راز آیا سمجھ میں، تو دل کو آئی کل
خوشی کے بعد جو غم ہے، تو غم کے بعد خوشی
کہ دن کے بعد ہے شب، شب کے بعد دن کا عمل
بہار کیا ہے، خزاں کا ہے ایک پس منظر
ہے پیش خیمہ خوشی کا یہ الجھنوں کا محل
اسی امید پہ طوفانِ غم سے ٹکرایا
ملے گا ایک نہ اِک دن تو زحمتوں کا بدل
اسی تلاش میں جا نکلا جانبِ گلشن
سنا چمن میں یہ اعلانِ نَو بہ بانگِ دُہل
نہ کیوں ہو وقت سے پہلے خزاں چمن سے رواں
علیؑ کے باغ میں پھوٹی ہے اِک نئی کونپل
سُرور و کیف میں تھے نغمہ سنج اہلِ چمن
عروسِ باغ نے فوراً لیا لباس بدل
طیور مست تھے، گاتے تھے شاخِ گُل پہ غزل
وفورِ شوق سے سنبل میں پڑ گئے تھے بَل

کھڑے تھے سرو بھی گلشن میں تان کر سینہ
پئے حفاظتِ رنگیں قبا، گُلِ اوّل

سنا جو مژدۂ مولودِ سبطِ پیغمبرؐ
کہا یہ دل نے کہ اے فیضؔ جلد تو بھی چل

درِ علیؑ پہ پئے تہنیت گیا فوراً
یہ دل میں کہتا ہوا اے نگاہِ شوق سنبھل

ہوئی نصیب قدم بوسیِ جنابِ حسنؑ
رُکی قدم پہ، جو رُخ سے گئی نگاہ پھسل

ہو جس قدر بھی مسرت، ہے در حقیقت کم
علیؑ کے گھر میں ہوئی ہے ولادتِ اوّل

اٹھا وہ ابرِ سیہ سوئے میکدہ ساقی
اُسی حسیں کی چرایا ہے آنکھ کا کاجل

جو خُم کی آڑ میں زاہد کا دیکھا دستِ طلب
پکارے رند کہ کمبخت میکدے سے نکل

تو پی کے بہکے گا بگڑے کا نظمِ میخانہ
پڑے گا تیری نصیحت سے میکشی میں خلل

ہے میکشی میں ہر اِک رند مجھ سے کچھ پیچھے
کہ ایک سانس میں پی لوں دوازدہ بوتل

نظر میں نقشہ طور و کلیم پھر جاتا
رُخِ حسیں پہ نہ ہوتا جو حور کا آنچل

محال جیسے جوابِ کتابِ حق ہے حضور
اسی طرح نہیں ممکن جہاں میں ان کا بدل

کلیم طور پر جاتے نہ دیکھنے دیدار
جو دیکھ لیتے وہ جلوہ حسنؑ کا روزِ ازل

حکیمِ وقت سیاست کی نبض دیکھ چکا
سوائے صلح نہ تھا، اس مرض کا کوئی بدل

اُسی کو زہر دیا تھا جو امن کا حامی
یہی ہے اہلِ جفا، صلح شہؑ کا ردِ عمل

حسین ایسے زمانے سے اُٹھ گئے ہیہات
حیا و شرم سے ہاتھوں کو مَل رہی ہے اَجل

کہیں جنازے پہ برسے ہیں تیر دنیا میں
مِری نظر میں تو یہ مسئلہ ہے لا ینحل

اگر شریکِ جنازہ، نبیؐ کے تھے اصحاب
تو پھر یہ تیروں کی بارش کا کون سا تھا محل

وہ جس نے وقت کے طوفانِ غم کو روک دیا
وہ صلح، صلح نہ تھی، تھا حسنؑ کا حُسنِ عمل

حَسنؑ کے حسنِ بصیرت کا فیض ہے یہ بھی
نہ کرتے صلح تو پھر کربلا تھی رو بہ عمل

مخالفوں سے مروّت تو دشمنوں پہ کرم
یہ عام خُلقِ حسنؑ تھا وہ صلح ہو کہ جمل

حسنؑ کی صلح بھی کتنی حسین تھی جس نے
معاویہ کی سیاست میں ڈال دی ہلچل

نہیں تھا فرق سرِ مُو بھی، فرق سے تا صدر
نبیؐ سے تھے یہ مشابہ بہ فضل عزّ و جل

فشارِ قبر و سوالِ مَلک سے بچ جاؤں
میانِ کرب و بلا یا نجف جو آئے اجل

دعا یہ مانگ لو اے فیضؔ اِن کے صدقے میں
حدودِ کرب و بلا ہی میں آئے مجھ کو اجل

قصیدہ

دَر مدحِ حضرت امام حسین علیہ السلام

جناب ساقی کوثر عطا ہو جام فرصت میں
مزہ آجائے بادہ خوار کو وحدت کا کثرت میں

قصیدہ ساقیا لکھنا ہے مجھ کو شہؑ کی مدحت میں
زباں کو پہلے دھونے دے مجھے دریائے رحمت میں

تمنا تھی کہ میخانے سے بارہ جام مل جائیں
وہی چودہ دئے ساقی نے مجھ کو جوشِ رحمت میں

کہا پھر سیر ہوکر آج پی لے عید کا دن ہے
تمنا رہ نہ جائے بادہ کش کوئی طبیعت میں

کیا یہ عرض میں نے آج مجھ کو خم پہ بٹھلادے
لٹادوں پورا میخانہ کہ ہوں میں مستِ الفت میں

کہا ساقی نے چودہ جام کی سمجھا بہتر میں
پڑا ہے فرق یہ شورِ عنادل سے سماعت میں

مری بوتل کو بھر دے، خُم کو بھردے، جام کو بھردے
حساب اس کا اگر کرنا ہے ساقی، کرنا فرصت میں

قرینے سے سجایا ہے چمن کو آج رضواں نے
خوشی پیدائشِ شبیرؑ کی ہے آج جنت میں

گلوں کے ڈھیر آتے ہیں نظر ہر نخل کے نیچے
کِھلی ہے ہر کلی گلشن میں یوں جوشِ مسرت میں

مبارک ہو تمھیں اے فاطمہؑ یہ چاند سا بچہ
یہی رکھے گا کشتی دین کی اپنی حفاظت میں

لئے بیٹھے ہیں محبوبِ خدا محبوب کو اپنے
امامت ضو فگن ہے آج آغوشِ رسالت میں

نصیری کے خدا کا لال احمدؐ کا نواسہ ہے
نہ کیوں دونوں جہاں قربان ہوں ان کی محبت میں

یہ دشمن کو دعا دیتے ہیں وقتِ بے کسی دل سے
شرافت اس قدر حق نے بھری ہے ان کی طینت میں

کرے گا سایہ شمشیر میں خالق کو یہ سجدے
نہیں ملنے کا ثانی اب کوئی اِن کی عبادت میں

شجر اسلام کا سینچا اسی نے خون سے اپنے
دکھائی راہِ حق دنیا کو اس نے ہی حقیقت میں

اکھتر داغ دل پر زخم لاکھوں جسمِ نازُک پر
پڑا پھر بھی نہ کوئی فرق پیاسے کی شجاعت میں

پدر مشکلکشاء دنیا کا ہے نانا حبیب حق
تو ماں بنتِ نبیؐ افضل ہیں یہ سب سے نجابت میں

یہی ہے راکبِ دوشِ محمدؐ سب پہ ظاہر ہے
کتاب اپنی اُتاری حق نے ان کی ہی فضیلت میں

قصیدہ

راز کھلتا نہیں کچھ پھرتی ہیں یہ کیوں آزاد
عندلیبوں کو نہیں باغ میں خوفِ صیاد
ٹولیاں باندھے ہوئے پھرتے ہیں طائر ہر سو
لب پہ تسبیح ہے اور دل میں ہے معبود کی یاد
باغباں کا انہیں کچھ خوف نہ صیاد کا ڈر
زمزمہ سنج ہیں گلشن میں بجائے فریاد
کبھی اِس شاخ پہ بیٹھے کبھی اُس ڈالی پر
کبھی پہنچے لبِ جو موج کی مانند آزاد
دستِ گلچیں سے شگوفے جو رہے ہیں محفوظ
صحنِ گلشن میں ہوئے ہیں وہی گُل بے تعداد
باغباں کا ہے نہ گلچیں کا نہ صیاد کا خوف
ایسے بھولے نہ رہا دورِ خزاں بھی انہیں یاد
کیسا پُر کیف ہے یہ منظرِ گلشن ہر سُو
اپنے جامے میں نہیں پھولے سماتے شمشاد
تھا اسی فکر میں کیا بات ہے آئی یہ ندا
قصرِ ایماں کا تراشا گیا سنگِ بنیاد

اسی مولود کے صدقے میں ہے گلشن میں بہار
ورنہ باقی تھی ابھی اور خزاں کی معیاد
ہیں محمدؐ، علیؑ و فاطمہؑ حسنینؑ بہم
یارب اس باغ کو رکھنا تُو اَبد تک آباد
دل نہ قابو میں رہا دیکھی جو گلشن کی بہار
یک بیک آگیا میخواروں کو میخانہ یاد
ہاں چلے دَور مئے ناب کا میخواروں میں
رہے ساقی ترا میخانہ ہمیشہ آباد
اسی فرزند کے بدلے میں خدا نے کوثر
اپنے محبوب کو دی ہے یہ سخن ہے تجھے یاد
مجھ کو مولود کے صدقے میں پلا دے ساقی
مے کا توڑا ہے تو اِک جام میں بھردے مجھے گاد
گاد اِس کو نہ سمجھ پوچھ ہمارے دل سے
میکشوں کے لئے تریاق سے بھی ہے یہ زیاد
دردِ سر ہو کبھی میکش کے اگر اسے ساقی
اسی میخانے کی تلچھٹ کا لگا دینا ضماد

ساقی اِن رندوں کے صدقے میں ہمیں بھی دے دے

توڑ کر زہد کو آئے ہیں ترے گھر زہّاد
آج وہ دن ہے کہ جنت کو سجانے کے لئے
خازنِ خُلد کو خالق کا ہوا ہے ارشاد
گُل کے انبار نظر آئیں جدہر جائے نظر
صحنِ فردوس میں گُل آج بچھا بے تعداد
اہلِ جنت سے کہو سب ہوں شریکِ محفل
جو ہے سردار تمھارا یہ ہے اُس کا میلاد
یہ وہ بندے ہیں رسولوں کے مدد گار ہوئے
اِن کے اللہ نے قرآں میں لکھے ہیں اسناد
طاعتِ حق کو کیا تیغ کے سائے میں ادا
اب خدائی میں نہیں ملنے کا ایسا سجاد
کردیا اوج پہ اسلام کا جھنڈا اس نے
کفر کو کردیا سر دے کے اسی نے برباد
ظالموں نے اُسے غربت میں ستایا افسوس
جس نے کیں امن کی اور صلح کی راہیں ایجاد

ہوں گے جب بارہ بہم ہو گا یہ گلزارِ رسولؐ
جوڑ تو صرف اِکائی سے چمن کے اعداد
ان کے باعث ہی تو تکمیل کو پہنچی یہ بات
ہوگئی پنجتنِ پاک کی پوری تعداد
ہے پسر اس کا زچہ خانہ ہے جس کا کعبہ
وہ برادر ہے پیمبرؐ کا وصیؑ و داماد
ہے پدر عقدہ کشاء شافع محشر بیٹا
فرض سے اپنے ہوئے آج پیمبرؐ آزاد
دل میں رکھتے ہیں خلش منہ پہ ہیں میٹھی باتیں
ہیں مگر دورِ رسالت سے منافق حسّاد
اسی مولود کے صدقے میں الٰہی رکھنا
خوش اعزّاء کو مرے اور ہمیشہ آباد
فیضؔ یہ فخر کی جا ہے کہ ملا ایسا عروج
مبتدی مدح کے صدقے سے بنا ہے استاد

قصیدہ

دَرمدحِ شبیہہِ اوّل آلِ نبیؐ حضرت علی اکبر علیہ السلام

اسی خیال میں بیٹھا ہوا تھا میں ششدر
کہ اِن کی مدح و ثنا اس زباں سے ہو کیونکر
تفکراتِ زمانہ سے کچھ جو گھبرا کر
میں گھر سے نکلا تو پہنچا درِ گلستاں پر
سکوں نصیب ہوا داخلِ چمن جو ہوا
عجیب لطف کا عالم تھا میرے پیشِ نظر
بچھا ہی جاتا ہے گلشن میں ہر طرف سبزہ
ہوا ہے لوٹ کچھ ایسا گلوں کی شوخی پر
بہارِ نو پہ یہ عالم ہے غنچہ و گل کا
کھلے ہی جاتے ہیں فرطِ خوشی سے شانوں پر
طیور جامے میں پھولے نہیں سماتے ہیں
چمن میں اڑتے ہیں گہہ اس طرف تو گاہ ادھر
غرض عجیب سماں ہے چمن میں چاروں طرف
جو یہ نہال ہیں اِس پر تو وہ نثار اُس پر

کچھ ایسی بھائی گلوں کو فضائے صحنِ چمن
کہ جھوم جھوم کے گرتے ہیں سبزۂ تر پر
شجر کی سمت بڑھا سبزہ چومنے رخِ گل
گلوں نے چوم لیا گر کے روئے سبزۂ تر
خزاں کو بھولے ہوئے چہچہا رہے ہیں طیور
ہیں محوِ یادِ الٰہی گلوں کی شاخوں پر
غرض کہ محوِ عبادت ہیں گل چمن والے
بلائیں لیتی ہے سنبل ادب سے اُٹھ اُٹھ کر
تھا محوِ سیرِ چمن کان میں صدا آئی
تجھے کچھ ہوش ہے پیدا ہوئے علی اکبرؑ
چلو حسینؑ کی ڈیوڑھی پہ تہنیت کے لئے
ہوئے ہیں آج تولّد شبیہِ پیمبرؐ
وفا پرست، حسیں، جاں نثار، گل اندام
جہاں میں ایسا ہوا ہے کسے نصیب پسر
متیں، غیور، سخی، باوفا، حسین و جمیل
پدر کی روحِ رواں ہے تو ماں کا نورِ نظر
ہیں ہم شبیہِ پیمبرؐ اسی عقیدت سے
حُسینؑ شام و سحر دیکھتے تھے روئے پسر

یہ سب سے پہلے پدر پر نثار ہو ویں گے
کہ ابتدائے شہادت ہے بس انہی کے سر

رہے جہان میں جس وقت تک بقیدِ حیات
قسم خدا کی رہے باپ کی سپر بن کر

حقیقتاً یہ دلیلِ بزرگیٔ جد ہیں
ہے اِن کے نام سے ظاہر کہ ہیں علی اکبرؑ

جو دیکھ لیتے ذرا اِن کو حضرتِ یوسفؑ
کسی حسیں پہ ٹھہرتی کبھی نہ اِن کی نظر

یونہی تو طفل کو دیتے نہیں دعائے شباب
شباب ہی میں تو مارے گئے علی اکبرؑ

شبیہہ نور کی کیونکر کھنچے تم ہی بتلاؤ
رسولؐ نور تھے اور تم شبیہہ پیغمبرؐ

حسیں سہی وہ مگر کب تھے ہم شبیہہ رسولؐ
کہاں تو حضرتِ یوسفؑ کہاں علی اکبرؑ

میں ہمشبیہہ پیمبرؐ کی دیکھ کر تصویر
رسولؐ سمجھوں کہ سمجھوں اسے علی اکبرؑ

میں جب بھی کھینچنے بیٹھا ہوں آپ کی تصویر
نظر میں پھر گئی ہر بار شکلِ پیغمبرؐ

پدر کے ساتھ ہیں امت پہ جان دیتے ہیں
امامؑ پر ہے یہ احسان یا پیمبرؐ پر
شرف میں اِن سے سوا اور کوئی کیا ہوگا
امام زادے ہیں اور ہم شبیہِ پیغمبرؐ
شبابِ اکبرِ مہرو کی آرزو ہے اسے
اسی تلاش میں پھرتی ہے چاندنی گھر گھر
پھر اِن کے نام میں کیونکر علیؑ نہ شامل ہوں
امام زادے ہیں اور ہم شبیہِ پیغمبرؐ
جری پھر اِن سے سوا اور کوئی کیا ہوگا
پدر نے کرب و بلا جد نے سر کیا خیبر
رسولؐ حسن میں یکتا یہ ہم شبیہِ رسولؐ
جہاں میں کوئی حسیں اِن سے ہو فزوں کیونکر
تمھارے حُسن کو دیکھا ہے خواب میں میں نے
ہر ایک حسین کی صورت ہے اب تو بارِ نظر
شباب اکبرِ مہرو کی دید کی خاطر
زمیں پہ چاندنی جویا، فلک پہ شمس و قمر
حسینؑ جانتے تھے عالمِ جوانی میں
زمینِ کرب و بلا پر لہو میں ہو وہیں گے تر

شباب میں علی اکبرؑ کی موت شہؑ سے نہ پوچھ
عدو بھی روئے ہیں منہ پھیر کر جوانی پر

اِک اعتبار سے یہ ثانیِ رسولؐ ہیں فیضؔ
جہاں میں کوئی بھی ثانی نہیں ہے اِن کا مگر

ہیں ایک جا یہ شہادت کے بعد بھی اے فیضؔ
حسینؑ اصغرؑ معصوم اور علی اکبرؑ

قصیدہ

دَرمدحِ علی اکبر علیہ السلام

کیا جو گردشِ دوراں نے تنگ حد سے زیاد
خرد کا تھام کے دامن اٹھا دلِ ناشاد
پہنچ کے حال وہ دیکھا کہ کُھل گئیں آنکھیں
چمن کی سیر سے کچھ خوش ہوا دلِ ناشاد
نسیم کھیلتی پھرتی ہے غنچہ و گل سے
طیور اب نہیں گلشن میں مائلِ فریاد
کِھلے ہی جاتے ہیں گل بلبلیں چہکتی ہیں
کسی کو شکوۂ گلچیں، نہ دہشتِ صیاد
فلک کو چوم کے دَم لیں گے یہ چمن والے
تنے ہیں ایسے مسرت سے سرو اور شمشاد
اس انبساط میں تخصیصِ خار و گل ہی نہیں
جسے بھی دیکھئے صحنِ چمن میں ہے دلشاد
طیور شاخوں پہ کہتے ہیں یا خدائے قدیر
ابد تلک رہے ہم شکلِ مصطفےٰؐ آباد
لبِ طیور سے سُن کے یہ نغمہ و اوراد
درِ حسینؑ پہ پہنچا پئے مبارکباد

جبیں کو پائے مقدس پہ رکھ کے عرض کیا
رکھے حضور کے اس لال کو خدا آباد
لئے تھے گود میں ہم شکلِ مصطفیٰؐ کو حسینؑ
خوشی تھی رُخ پہ نمایاں مگر خلش بنیاد
جو پوچھا صدمہ و غم کا سبب تو بولے حسینؑ
بھرے شباب میں کر دیں گے گھر مرا برباد
کہاں تو حضرتِ یوسفؑ کہاں علی اکبرؑ
یہ اُس کا پوتا ہے جو مصطفیٰؐ کا ہے داماد
کہاں جواب زمانے میں اس جوانی کا
کہ جس کے حسن کی حسنِ رسولؐ پر بنیاد
پھڑکتے دیکھ کے بازو کی مچھلیاں پیہم
شبابِ شیرِ خدا آگیا حسینؑ کو یاد
خدا گواہ کہ ایسا حسین ایک نہ تھا
شہید جتنے ہوئے کربلا میں وقتِ جہاد
شرف یہ صرف تمھارے پدر کو حاصل ہے
لٹا دی دینِ محمدؐ پہ دولتِ اولاد
علیؑ کی ضرب، ترا حُسن، اور حسینؑ کا صبر
رکھیں گے اہلِ جہاں ان کو تا بہ محشر یاد

وہی ہے شکل، وہی خال و خد وہی گیسو
تمھاری دید سے تازہ ہوئی نبیؐ کی یاد
تمھارا جھولا جھلانا تو اس کو باعثِ فخر
مَلک سہی یہ مگر ہیں تمھارے خانہ زاد
نگاہِ شوق جو چہرے پہ چرخ سے ڈالی
مَلک کو آگیا شیرِ خدا کا بچپن یاد
کسی نے سینے پہ برچھی نہ کھائی یوں بڑھ کر
بجز حسینؑ پکاریں کسے پئے امداد
بھرے شباب میں ہم شکلِ مصطفےؐ ہوا قتل
پھر اِن کے بعد کسی پر ہوئی نہ یہ بیداد
پسر کے چہرے کو پہروں حسینؑ دیکھتے تھے
بہت ستاتی تھی نانا کی جب حسینؑ کو یاد
یہ جب بھی گھر سے بہ شانِ علیؑ نکلتے تھے
دعائیں کرتی تھیں دَم اِن پہ زینبؑ ناشاد
اب اِن کے صدقے میں اے فیضؔ یہ دعا مانگو
صدا میں خوش رہوں معبود، سامعیں رہیں شاد

قصیدہ

درمدحِ حضرت علی اکبرؑ

طبیعت یک بیک آلامِ دنیا سے جو گھبرائی
بغیرِ قصد نکلا، کی جنوں نے کار فرمائی
بالآخر گھومتا پھرتا میں نکلا جانبِ گلشن
قریبِ صحنِ گُل سے یہ صدائے باغباں آئی
یہ کیوں تبدیلیاں اِک دم ہوئیں صحنِ گلستاں میں
تجھے کچھ ہوش ہے دورِ خزاں میں کیوں بہار آئی
جو پھولوں کو ترستے تھے شجر ان میں ثمر آئے
عجب خوبی کی اِس ماہِ مبارک میں بہار آئی
گلوں سے کھیلتے ہیں چھیڑ جاری ہے طیوروں میں
شگوفے پھر شگوفے ہیں نزاکت خار میں آئی
ادہر سبزہ نثارِ گُل ادھر سبزے پہ گل قرباں
محبت کی وہ دلکش شکل گلشن میں نظر آئی
اشاروں ہی اشاروں میں بتادی حالتِ گلشن
نگاہِ نرگسِ شہلا نے کی یہ کار فرمائی

جواں بیٹے کی میت لائے خیمے میں ضعیفی میں
نہ جانے کس بلا کی تھی شہِ دیں میں شکیبائی
جو اِن کی لاش لے کے شاہ دشمن کے مقابل ہیں
دلیری کا مرقع ہیں کہ تصویرِ شکیبائی
ہوا قرطاس پر جب عکس نا ممکن تو پھر میں نے
مدد لے کے نظر کی دل پہ کی ہے عکس آرائی
ضعیفی میں جو اِن کی لاش شہؑ لاتے ہیں خیمے میں
جوانوں میں نہیں ملتی ہے یہ تاب و توانائی
پیمبرؐ نور تم ثانیِ پیغمبرؐ یہ سوچا ہے
کروں گا صفحہِ دل پر تمھاری عکس آرائی
ضعیفی میں اکہتر میتیں شہؑ لائے خیمے تک
کسی نے بھی اس عالم میں یہ دیکھی ہے توانائی
بہت تڑپی ہیں لیلیٰ یادِ ہم شکلِ پیمبرؐ میں
اذاں کی جب صدا بعدِ شہادت کان میں آئی
علی اصغرؑ کا لاشہ گود میں اور نرغہ اعداء
یہ حدِ صبر شہؑ نے کربلا میں سب کو دکھلائی

امامت اور رسالت سے برابر استفادہ ہو
علیؑ کا زور اکبرؑ میں نبیؐ کی جلوہ آرائی
پسر شہؑ نے کہا رن میں وگرنہ سب یہی کہتے
شہادت عصر سے پہلے نبیؐ اللہ نے پائی
یہ ہم شکلِ پیمبرؐ ہے اسے کیوں قتل کرتے ہو
قیامت تک رہے گی اے مسلمانو یہ رسوائی
مظالم کی شکایت اور شہؑ دیں اے معاذ اللہ
انہیں کے گھر کے پروردہ ہیں یہ صبر و شکیبائی
بھرا گھر خرم و شاداں شہؑ دیں غمزدہ سے ہیں
نظر میں ان کی شاید فیضؔ شکلِ کربلا آئی

بَرمکان جناب بدرؔ لکھنوی آبادی، بمقام لالوکھیت مورخہ ۲۸ رنومبر ۱۹۶۵ء

قصیدہ

دَرمدحِ حضرتِ عباس علمدار علیہ السلام

بَرمصرعِ طرح: ؎ علیؑ کی شان ہے عباسؑ میں علیؑ کی قسم

عجیب دَور ہے یہ دَور بھی خدا کی قسم
نہ زندگی کی خوشی ہے نہ موت کا کچھ غم

افق پہ دین کے یہ حال ہے دھندلکوں کا
جنوں تو پھر بھی جنوں ہے، خرد بھی ہے مبہم

زمانہ زیست پہ دیتا ہے موت کو ترجیح
رہِ حیات میں ایسے پڑے ہیں پیچ و خم

حواسِ خمسہ معطّل ہوئے ہیں کچھ ایسے
رہا نہ فکر و نظر کو شعورِ دیر و حرم

کسی طرف نظر آتے نہیں خوشی کے چراغ
کہ ہے نگاہ کی حد تک ہجومِ صدمہ و غم

کچھ ایسا عکس پڑا بخت کی سیاہی کا
ہوئی ہے چرخ پہ تاروں کی روشنی مدھم

یہ بے خودی کا ہے عالم کہ مٹ گیا احساس
نہیں ہے ذہن کو اب امتیازِ جور و کرم

خلوص دل سے ہے مفقود، اور وفا ناپید
زباں پہ لطف و کرم ہے تو دل میں ظلم و ستم

دل و دماغ سے رخصت ہوا ہے لطفِ حیات
خود اپنے حال پہ کرتی ہے زندگی ماتم

ستم ظریفیِ اہلِ جہاں کو کیا کہیئے
کرم کا نام ستم رکھ لیا ستم کا کرم

وہ کیا بتائے گا احوال اہلِ عالم کا
خود اپنے حال سے جب بے خبر ہے ساغرِ جم

قفس پسند طبیعت نہ کیوں ہزار کی ہو
کرے گا کوئی نشیمن کا تا بکے ماتم

مَسل کے غنچہ و گُل کردئے چمن برباد
گلے میں ہار جو تھے بن گئے وہ خارِ اَلم

اندھیری رات کی مانند ہو گیا ہے سیاہ
کہاں کا شکوۂ شب، دن کا جب ہے یہ عالم

مجالِ نغمہ سرائی چمن میں پھر کس کو
کہ بلبلیں ہیں نشیمن میں مائلِ ماتم

حرم سے شیخِ حرم کو طلب ہے سجدے کی
صنم کدوں میں پجاری کو پوجتے ہیں صنم

نہ حُسن میں ہے وہ شوخی، نہ عشق میں وہ ادا
ہر ایک شے میں ہوا انقلابِ بیش و کم

محبتوں کا ہے قحط، اور عداوتیں ارزاں
ہر اِک دیار میں کُھلتا ہے ظلم کا پرچم

قوی کو ہے یہ گماں، مضمحل ہوں سر تا پا
ضعیف خود کو سمجھتا ہے وقت کا رُستم

کسی کا کوئی غم و رنج میں شریک نہیں
کچھ اس طرح سے نظامِ حیات ہے برہم

زباں پہ دعویِ الفت، دلوں میں بغض و حسد
رفیق ایسے تو دشمن کو کیا کہیں پھر ہم

اِک ایسا وقت بھی آیا ہے بزمِ ہستی میں
کیا ہے حال پر اپنے وفا نے خود ماتم

بجائے بخیہ گری کر رہا ہے دامن چاک
اِسے کمالِ رفو گر بتا رہے تھے ہم

سمجھ رہے تھے کہ یہ ارتقاء کی منزل ہے
بڑھے ہیں جانبِ پستی، کھلا ہے آج بھرم
کچھ اِس طرح سے یہ آئینِ زندگی بدلے
کہ گھٹ کے رہ گیا قانون ساز ہی کا دم
پہنچ گیا ہے زمانہ اب ایسی منزل پر
جہاں سے دور ہیں منزل سے ہم ہزار قدم
فضائے دہر نے بربادیِ گلستاں پر
بہائے ایسے کچھ آنسو کہ ہوگئی شبِ غم
جسے بھی دیکھو وہ ہے گشتۂ پریشانی
سنائیں بھی تو سنائیں کسے یہ قصہ غم
ان الجھنوں سے طبیعت جو کچھ نڈھال ہوئی
تو آپ کھینچ لئے جذبِ میکدہ نے قدم
بھٹک بھٹک کے بالآخر وہیں میں جا پہنچا
کہ جھومتا تھا جہاں پی پلا کے شیخِ حرم
مے ولائے علیؑ کا تھا دور محفل میں
کہ جس کے سامنے تھا آب آبِ جامِ جم

یہ جوشِ بادہ کشی دیکھ کر ہوئی حیرت
کہا کسی نے یکا یک زِراہِ لطف و کرم
ملا ہے اِک پسرِ گلعذار ساقی کو
یہ اُس کے جشن میں دورِ شراب ہے پیہم
یہ سُن کے میں سوئے ساقی مُڑا جو خوش ہو کر
نظر نے چوم لئے پاس منزلت سے قدم
بطورِ حسنِ طلب، عرض کی یہ ساقی سے
ہَوا ہے لال، گلابی پئیں گے آج تو ہم
فدائے ساقیِ موقع شناس ہوں میکش
بقدرِ ظرف پلادی بصد عطا و کرم
خوشی کا جام بحسبِ مرادِ دل پی کر
مبارکی کو درِ مرتضیٰ پہ پہنچے قدم
کہا یہ دستِ ادب جوڑ کر مبارک ہو
دیا خدا نے وہ بیٹا جو ہے وفا کا حشم
علیؑ کا زور ہے، صبرِ حسینؑ خُلقِ حسنؑ
رہِ وفا میں نہ کیونکر جمیں جری کے قدم

سُنی ولادتِ عباسؑ کی جو خوشخبری
وفا نے ہاتھ، تو فتح و ظفر نے چومے قدم
جہاں میں خَلق نہ ہوتے جو حضرتِ عباسؑ
وفا کو خَلق نہ کرتا خدا، خدا کی قسم
کبھی مٹے گا نہ جس کا نشان محشر تک
وفا کٹے ہوئے ہاتھوں سے کی ہے ایسی رقم
وفا کو کرب و بلا میں جِلا دیا تم نے
نکل چکا تھا سقیفے میں ورنہ اس کا دم
بچھاتے کرب و بلا میں مَلک پروں کو اگر
یہ کاٹ دیتے علیؑ کی طرح خدا کی قسم
پدر بھی اور برادر بھی دو جہاں کے امام
ہے ان کی ذات امامِ وفا، وفا کی قسم
قصیدے کیوں نہ پڑھے فوجِ شام جرات کے
دمِ جدال کیا، سرکشوں کا ناک میں دم
کہاں سے آئے گا خیبر، کہاں سے دوشِ رسولؐ
علیؑ کی شان سے رکھو نہ تم زمیں پہ قدم

پھر ایک جنگ کا انداز ہے معاذ اللہ
فقط دفاع سے جس کے سپاہ تھی برہم
کٹا کے شانے لبِ نہر تم نے یا عباسؑ
لہو سے اپنے جمائے، وفا کے اُکھڑے قدم
کٹا کے شانے رہِ دوست میں کنارِ فرات
کیا ہے نصب وفادار نے وفا کا عَلَم
وہ اب جو سوتے ہیں بازو کٹائے دریا پر
ہماری قوتِ بازو، انہیں کا ہے ماتم
یہ سچ ہے ہوگئی اس بار سے کمر دوہری
مگر اُٹھا تو لیا شاہِ دیں نے بھائی کا غم
بصد ادب یہی خواہش ہے فیضؔ کی آخر
گناہگار پہ ڈالیں حضور چشمِ کرم

مورخہ ۹ر دسمبر ۱۹۶۴ء بوقتِ ۴ بجے شام

بَرطرح:۔ بزمِ جہاں میں آ گیا، ملکِ وفا کا تاجدار

قصیدہ

دَرمدحِ حضرتِ عباس علمدار علیہ السلام

طولِ شبِ فراق سے دل کو رہا نہ جب قرار
اٹھ کے چلا میں یک بیک جانبِ دشت و کوہسار

دل میں لئے اُسی کی یاد، وردِ زباں اسی کا نام
ہجر میں جس کے تھا مِرا دامنِ صبر تار تار

چھانتا پھر رہا تھا خاک خِضرؑ کی طرح کُو بہ کُو
چار طرف نگاہِ یاس دوڑ رہی تھی بار بار

دیکھا کہ اِک مقام پر بیٹھے ہیں کچھ بلا نصیب
یہ بھی کسی کے ہجر میں میری طرح ہیں اشکبار

پوچھا یہ کس کی چاہ میں ڈوبے ہو تم وفا پرست
بولے اُسی کا شوقِ دید جس کا ہے تجھ کو انتظار

یعنی وہی وفا پرست، شیرِ ژیانِ مرتضیٰ
قوتِ بازوئے حسینؑ، نہرِ فرات کی بہار

طے یہ ہوا کہ چوم لو، چل کے پھر اُس کا آستاں
گردشِ روزگار پر جس کو ہے اب بھی اختیار

سوئے عراق چل دئے کہتے ہوئے علیؑ علیؑ
دل کو ہوا سکوں نصیب، شاد تھی جانِ بے قرار

چوم کے سنگِ آستاں عرض کیا کہ یا علیؑ
آئے ہیں بہرِ تہنیت، آپ کے در پہ خاکسار

شیرِ خدا کے شیر کے پاؤں پہ جب نظر پڑی
بوسے نگاہِ شوق نے، بڑھ کے لئے ہزار بار

شیرِ خدا کے شیر کی ملتی نہیں کہیں نظیر
صبر میں یہ حسینؑ ہیں، جنگ میں شاہِ ذوالفقار

یہ وہ علیؑ کا شیر ہے جس سے زمانہ زیر ہے
رُخ پہ جلالِ حیدری، میان میں تیغِ شعلہ بار

اِن کے ہی دم سے لگ گئے، لفظِ وفا میں چار چاند
بس یہ ہیں کائنات میں مُلکِ وفا کے تاجدار

کس میں یہ نظم و ضبط ہے، اتنا وفا سے ربط ہے
ہوگئے تشنہ لب شہید، نہر پہ گو تھا اختیار

گر چہ ملی نہ شاہ سے اُن کو رضائے کارزار
جنگِ دفاعِ آپ کی، پھر بھی رہے گی یادگار

دیں کی بقا کے واسطے جان لبِ فرات دی
اہلِ وفا کی صف میں یہ، ہوگئے فخرِ روزگار

نہرِ فرات چھین کر، تو نے پیا نہ ایک گھونٹ
تیری عطش پہ میں فدا، صبر پہ تیرے میں نثار

تین شبانہ روز کی پیاس میں تو نے اے جری
جنگ وہ دشمنوں سے کی جو ہے جہاں میں یادگار

گھر میں تمھارے آگئیں کھنچ کے جہاں کی نعمتیں
قوت و صبر و ضبط و حِلم، جاہ و جلال و اقتدار

جھوٹی قسم تِری کوئی، کھائے جہاں میں کس طرح
تیرا نہیب و دبدبہ، قہر و جلالِ کردگار

لشکرِ شہؑ کی افسری، تو نے جو پائی اے جری
تیرے سبب سے بڑھ گیا، دین کی فوج کا وقار

شمعِ حریمِ امتحاں، ارضِ عمل کا آسماں
دشتِ وغا کا حکمراں، ملکِ وفا کا شہریار

اہلِ حرم کا آسرا، قوتِ بازوئے حسینؑ
چشم و چراغِ مرتضیٰؑ، دین کے باغ کی بہار

گنتی کے تین دن رہا نہر پہ قبضہِ یزید
اب ہے فرات حشر تک تیرے ہی زیرِ اختیار

اور بھی چند خوش بیاں بیٹھے ہوئے ہیں بزم میں
فیضؔ نے اِس خیال سے مدح لکھی بہ اختصار

بمقام جامعہ امامیہ مورخہ ۱۲؍دسمبر ۱۹۶۵ء
بَرمصرعِ طرح: ؎ شبیہہ احمدِ مرسلؐ بنا حسینؑ کا لال

قصیدہ

ہوا جو روزِ ازل انقسامِ حُسن و جمال
ملا وہ نور نبیؐ کو نہیں ہے جس کی مثال
خدائے پاک نے آدمؑ کو بخش دی صفوت
نصیبِ نوح ہوا، شکرِ خالقِ متعال
ملی خلیلؑ کو خلعت، ذبیح کو ہمت
جنابِ موسیٰؑ عمراں کو رعب و جاہ و جلال
جنابِ خضرؑ کو ٹھہرایا زندۂ جاوید
کہ رہنمائے جہاں ہوں بہ حال و استقبال
نگاہِ حضرتِ یعقوبؑ کو بصیرت دی
کمالِ حُسن سے یوسف کو کر کے مالا مال
رضائے حق سے جو قربانیوں کا ذکر آیا
چمن بنا ذکریاؑ کی زندگی کا نہال
وہ پاک خون کا یحییٰؑ کو لالہ زار ملا
کہ جس سے ہوگیا رنگین گلشنِ اعمال
ہوئے جو طالبِ انعامِ کبریا ایوبؑ
تو ضبط و صبر کی نعمت ملی بہ حدِّ کمال

ملی جنابِ مسیحاؑ کو زہد کی دولت
یہ تھا طہارتِ مریم کا فیض اور اقبال
عطائے رحمتِ پروردگار کیا کہنا
علیؑ کو دے دئے جملہ پیمبروں کے کمال
حسنؑ کو خُلق، شفاعت حسینؑ کو بخشی
نجاتِ اُمتِ عاصی کا اس قدر تھا خیال
صفات سب کو مشیت جو کر چکی تقسیم
تو آگیا پسرِ شاہِ کربلا کا خیال
بنا دیا اُسے ہم شکلِ مصطفیٰؐ حق نے
بہ ایں خیال کہ یہ ہے مرے حسینؑ کا لال
نہ اِس حسیں میں جو اِک مُہر کی کمی ہوتی
رسول ہوتا یہ سبطِ نبیؐ کا ماہِ کمال
کہیں جو اُن پہ زلیخا کی اِک نظر پڑتی
تو بھول کر بھی نہ یوسفؑ کا آتا دل میں خیال
اگرچہ لا متناہی ہے صنعتِ باری
مگر شبیہِ نبیؐ ہے فقط حسینؑ کا لال
فنونِ جنگ جو عباسؑ نے سکھائے تھے
علیؑ کی طرح سے کی کربلا میں جنگ و جدال
علیؑ کا زور ملا، صبرِ شہؑ، نبیؐ کا جمال
حسنؑ کے خُلق سے بھی خُلق میں ہیں مالا مال

قصیدہ

دَرمدحِ حضرت علی اصغر علیہ السلام

لکھتا ہوں میں قصیدہ اُس شمعِ ہدایت کا
در کھول دیا جس نے اُمّت پہ شفاعت کا
ساقی میں ترے قرباں یہ وقت ہے رحمت کا
ہاں دَور چلے کوئی پھر بادۂ وحدت کا
بے مانگے پلائے جا ہم رندوں کو اے ساقی
تکرار کو جانے دے موقع نہیں حجت کا
مے طیب و طاہر ہو، اطہر ہو مطہر ہو
کچھ خوف نہ ہو جس میں ارکانِ شریعت کا
رحمت کی گھٹا آئی، سر پر ہے مِرے چھائی
مے ہو جو بلاغت کی، ساغر ہو فصاحت کا
شیدائی ترا ساقی متوالا ہے کچھ ایسا
خواہاں ہے نہ شہرت کا، طالب ہے نہ دولت کا
دیوانہ مجھے کردے پیمانہ کوئی دے کر
جھمگٹ ہے لبِ کوثر، یارانِ طریقت کا
تجھ کو ہے خبر ساقی لاریب زمانے کی
جشن آج ہے دنیا میں اصغرؑ کی ولادت کا
تا مرگ رہے حامی نانا کی شریعت کے
ڈر کچھ نہ اجل کا ہے خطرہ نہ حکومت کا

قصیدہ

درمدحِ امام محمد تقی علیہ السلام

ہوئی باغِ رضا میں جب بہارِ جاوداں پیدا
ہوا گلشن میں شورِ رخصتِ دورِ خزاں پیدا

جھکی ہیں شکر کے سجدے میں پھولوں سے لدی شاخیں
نہالانِ چمن میں ہوگئی ہے پھر سے جاں پیدا

چمن والے محبت میں تقی کی محوِ تقویٰ ہیں
کہ نغموں سے عنادل کے ہے اِک شورِ اذاں پیدا

یہ پس منظر ہے اِس مولود کے پائے مبارک کا
کہ وہ چاہے تو کردے بجلیوں سے آشیاں پیدا

ہے ممکن کہکشاں کے ہو مقابل کہکشاں پیدا
مگر ایسا تقی و متقی انساں کہاں پیدا

یہ ممکن ہے کہ ہوں پھر سے زمین و آسماں پیدا
مگر ہوگا نہ یوں طفلی میں دیں کا پاسباں پیدا

بظاہر تو ہوئے ہیں یہ امامِ انس و جاں پیدا
حقیقت میں ہوئی اسلام کی روحِ رواں پیدا

نہ ہوں دنیا میں گر ایسے امامِ انس و جاں پیدا
تو ہر ہر گام پر ہوں دین میں تبدیلیاں پیدا

منقبت

درولادتِ حضرت حجتؑ منتظرؑ

نہیں وقت اب کہ وجودِ حق ہو حجابِ عمرِ دراز میں
کہ زمانہ رنگ بدل گیا ہے حقیقتوں کا مجاز میں

یہ شرف نصیب کسے ہوا جو خدا کے آگے اسے ملا
کہ رسول جس کے ہوں مقتدی وہ بنے امام نماز میں

تو امام گرچہ ہے آخری تجھے دو جہاں پہ ہے برتری
کہ فلک سے آکے مسیحؑ بھی ترے مقتدی ہوں نماز میں

وہ نظر سے خود ہے چھپا ہوا تو امامؑ کو بھی چھپا لیا
یہی بات پردہ کی ہے مگر، کہ رکھا ہے آپ کو راز میں

تو نہاں ہے گرچہ نگاہ سے، مگر اس حجاب کی راہ سے
تری سب عیاں ہیں حقیقتیں عدم و وجود کے ساز میں

سلام

مل گیا قسمت سے ایسا ناخدا میرے لئے
پار بیڑا بحرِ غم میں کردیا میرے لئے

واہ رے بخشش جو میں پیاسا گیا حیدر کے پاس
جام کوثر کا لبالب بھر دیا میرے لئے

کربلا جاتی تو ہے اتنا کرم کیجو صبا
واپسی پر لائیو خاکِ شفا میرے لئے

سینکڑوں کی مشکلیں حل کی ہیں اے مشکل کشاء
دیر کیوں ہوتی ہے یہ ناحق سوا میرے لئے

ساتھ کے بچوں سے کہتی تھیں سکینہؑ ہو کے خوش
پانی اب لاتے ہیں دریا سے چچا میرے لئے

بعدِ اکبر شاہ کہتے تھے کروں گا جی کے کیا
خاک ہے اب زندگانی کا مزا میرے لئے

کہتے تھے سجاد ہوگا کون مجھ جیسا اسیر
روتی ہے زندان میں زنجیرِ پا میرے لئے

شاہ کہتے تھے یہ رو کر لاشہِ عباسؑ پر
میرے اکبرؑ کا بتادو کچھ پتا میرے لئے

اے مسلمانو! دوا کیسی کہا سجادؑ نے
بند اِک مدت سے ہے آب و غذا میرے لئے

کیسے ماں جائے، کفن دوں رو کے زینبؑ نے کہا
خود نہیں ملتی ہے بھیا اِک ردا میرے لئے

باپ کو رو آؤں درباں سے سکینہؑ نے کہا
کھول دے زنداں کا در بہرِ خدا میرے لئے

کربلا مولاؑ بُلا لو تاکہ صحت ہو نصیب
ہند کی اچھی نہیں آب و ہوا میرے لئے

داغ ہیں دل پر بہتر کربلا والوں کے فیضؔ
دل مِرا کیونکر نہ ہو پھر کربلا میرے لئے

سلام

کہا سجادؑ نے بابا اٹھاؤں میں نظر کیونکر
حرم کو برسرِ دربار دیکھوں ننگے سر کیونکر

مشیت نے کیا یوں مبتلا سجادؑ کو تپ میں
پدر کے حلق پر خنجر کو دیکھے گا پسر کیونکر

شہِ دیں لاشۂ اصغرؑ سے کہتے تھے کہ اے بیٹا
تمھیں بتلاؤ کھینچے تیر گردن سے پدر کیونکر

گلے میں طوق بیڑی پاؤں میں سجاد کو تپ ہے
انہیں جانا تو ہے دربار جائیں گے مگر کیونکر

یہ پوچھو زینبؑ و کلثومؑ و کبریٰؑ اور سکینہؑ سے
کٹے اہلِ حرم کے قید میں شام و سحر کیونکر

جدا شانے تھے دونوں آنکھ میں پیوست پیکاں تھے
سمجھ لیجے گرا گھوڑے سے ہاشم کا قمرؑ کیونکر

حرم تھے ننگے سر نانا بیاں کرنے سے قاصر ہوں
کٹا تھا کربلا سے شام و کوفہ کا سفر کیونکر

گلے پر تیر کھا کر مسکرایا اس سے روشن ہے
سپاہِ شام پہ اصغرؑ نے پائی ہے ظفر کیونکر

شہادت نے حسینؑ ابنِ علیؑ کی کردیا ظاہر
زمانہ حشر سے پہلے ہوا زیر و زبر کیونکر
سوا اس کے بتائے گا بھلا کوئی بشر کیونکر
ہوئے ہیں ذبح مقتل میں سکینہؑ کے پدر کیونکر
شہادت کا بیاں ہو پورا تا محشر نہیں ممکن
کروں اس قصہ غم کو بھلا میں مختصر کیونکر
یزیدی ظلم، صبرِ سبطِؑ پیغمبرؐ بتائے گا
ہوئے مدِّ مقابل کربلا میں خیر و شر کیونکر
کہا شبیرؑ نے نانا نہ دیتا گر لہو اپنا
شجر اسلام کا دنیا میں ہوتا بارور کیونکر
کبوتر غرقِ خوں ہو کر بنی ہاشم کے گھر پہنچا
ملی ہے فیضؔ صغراؑ کو شہادت کی خبر کیونکر

سلام

کم ہے یہ کہنا کہ مولا باب خیبر لے چلے
یہ بھنور سے کشتیِ امت بچا کر لے، چلے

حُر یہ کہتا تھا عمر سے جاؤں گا شہؑ کے حضور
روکنا آساں نہیں شیروں کا اکفر لے چلے

کہہ کے یہ مہمیز گھوڑے کو کیا جرار نے
شوقِ رہبر، بختِ یاور، دونوں مل کر لے چلے

کہتی تھی صغرا کہ بابا کیا ہوئی مجھ سے خطا
چھوڑ کر تنہا مجھے، ساتھ اپنے سب گھر لے چلے

شاہؑ کہتے تھے کہ امت یہ مرے نانا کی ہے
بدعا کرنا نہ خواہر، گر کھلے سر لے چلے

تھیں پریشاں حال لیلیٰ اور زینبؑ بے حواس
رن میں جانے کی رضا جب شہؑ سے اکبرؑ لے چلے

کہتے تھے عابد کہ بابا ماں پھوپھی کا ساتھ ہے
خود چلا جاتا نہ ہو جس سے وہ کیونکر لے چلے

لاشہ عونؑ و محمدؑ اس طرح خیمے میں آئے
میت اِک شہؑ نے اٹھائی ایک اکبرؑ لے چلے

کہتے تھے عابدؑ کہ بابا عترتِ اطہار کو
شام کے دربار میں کیونکر یہ مضطر لے چلے

کہتے تھے یہ لاشہ اکبرؑ پہ رو کے شاہِ دیں
خم کمر ہے، دور گھر، کیونکر یہ مضطر لے چلے

کیا علی اصغرؑ کو دیں گے غسل جنت میں حسینؑ
کیوں مَلک اشکِ عزا شیشوں میں بھر کر لے چلے

اور کیا اے فیضؔ اب توشہ ہمارے پاس ہے
چند قطرے آنسوؤں کے نذرِ سَرورؑ لے چلے

سلام

ابھی منہ فق ہو لکھوں وصف شہؑ کے لب کا دنداں کا
گہر کا لعل کا دُرِ ثمی کا اور مرجاں کا

مزہ زخموں کا شہؑ کے جسم سے پوچھو عزادارو
تبر کا تیر کا خنجر کا اور شمشیرِ بزّاں کا

اٹھایا ہر طرح کا راہ میں بیمار نے صدمہ
رسن کا طوق کا زنجیر کا خارِ مغیلاں کا

غضب ہے ظہر تک شبیرؑ نے صدمے سہے دل پر
پسر کا بھانجوں کا بھائی کا انصار و مہماں کا

سکینہؑ کہتی تھی شکوہ کروں گی میں نجف جا کر
طمانچوں کا رسن کا پیاس کا اور شامِ زنداں کا

مدد مولا کریں تو فیضؔ جانے کا ارادہ ہے
یہیں سے راستہ سیدھا لگا ہے باغِ رضواں کا

سلام

جو محبّ احمدؐ کا اور آلِ عبا کا ہوگیا
ہوگیا اُس کا خدا اور وہ خدا کا ہوگیا

رن میں جب تنہا پسر شیرِ خدا کا ہوگیا
حملہ اِک بیکس پہ لاکھوں اشقیاء کا ہوگیا

توڑ کر در پُل بنایا واہ رے دستِ خدا
قاف سے تا قاف غل صلِ علیٰ کا ہوگیا

آدمؑ و عیسیٰ و موسیٰ نوحؑ و ابراہیمؑ سے
بڑھ کے رتبے میں پسر شیرِ خدا کا ہوگیا

جانشینی اِک طرف کعبے میں جا کر دیکھ لو
نقشِ پا دوشِ نبیؐ پر مرتضیٰ کا ہوگیا

عبد خود، معبود خود آتا سمجھ میں کچھ نہیں
خود خدا ہو کر علیؑ کیونکر خدا کا ہوگیا

واہ رے صلِ علیٰ اسلام کی شاں بڑھ گئی
جب وصی مشکل کشاء سا مصطفیٰؐ کا ہوگیا

تھے علیؑ مشکل کشاء، دستِ خدا، شانِ خدا
اس لئے دھوکہ نصیری کو خدا کا ہوگیا

کون تھا بیووں کو جو تشہیر ہونے سے بچائے
دوپہر میں خاتمہ سب اقرباء کا ہوگیا

دانہ تک جس خاک پر بھن جائے صد افسوس ہے
قتل پیاسا واں نواسہ مصطفیٰؐ کا ہوگیا

ماں پھوپھی کو لے گیا دربار میں اور اُف نہ کی
خاتمہ سجادؑ پر صبر و رضا کا ہوگیا

خونِ شاہِ کربلا جب مل گیا اے کربلا
تجھ کو اپنی خاک پر دعویٰ شفا کا ہوگیا

کٹ گئے شانے مگر اعداء سے لڑتے ہی رہے
خاتمہ عباسؑ پر مہر و وفا کا ہوگیا

قتل کیا شہؑ ہوگئے تجھ پر زمینِ کربلا
یہ سمجھ لے خون سارے انبیاء کا ہوگیا

ہوگئی فردوس میں جانے کی اب امید فیضؔ
سر پہ سایہ دامنِ مشکل کشاء کا ہوگیا

سلام

سلامی رنج و غم کی کربلا میں انتہا ہولی
سکینہؑ باپ سے زینبؑ برادر سے جدا ہولی

لکھا مسلمؑ نے شہؑ کو خط، نہ آئیں آپؑ کوفے میں
کہ بیعت کر کے یہ ساری جماعت بے وفا ہولی

زمانہ پھر گیا کیسا غضب ہے شہؑ کی عترت سے
ہوئے قیدی، لُٹا گھر، بی بی ہر اِک بے رِدا ہولی

پکارے عابدِؑ بیمار راہِ شام میں بابا
لگے ہیں پشت پر دُرّے مِری اچھی دوا ہولی

بپا کہرام تھا مقتل میں شہؑ کے قتل کا کیسا
فلک رویا، زمیں کانپی ملائک میں بُکا ہولی

بہائے اشکِ خوں زینبؑ نے رُخ سوئے نجف کر کے
کہا بابا اٹھو مرقد سے سونی کربلا ہولی

پھری بے مقنع و چادر گئی دربار میں بابا
بھرا گھر ہو گیا غارت جفا کی انتہا ہولی

سکینہؑ روئی جب اُس کو طمانچے شمر نے مارے
قیامت کربلا میں بعد شاہِؑ کربلا ہولی

فلک میں یہ اثر کب ہے کہ شہؑ کے خونِ ناحق سے
زمینِ کربلا تاثیر میں خاکِ شفا ہولی

زیارت کی علیؑ کی کیوں نہ ہو امید تُربت میں
کفن میں ساتھ اپنے فیضؔ جب خاکِ شفا ہولی

سلام

داغِ ماتم لئے سینہ پہ جو دلگیر گئے
لے کے وہ خُلد کا پروانہ جاگیر گئے

بھاگے وہ بن کے علمدار جو بے پیر گئے
فتح خیبر ہوا جب وارثِ شمشیر گئے

پڑ گئی فوجِ بنِ سعد میں ہلچل کیسی
رن میں تولے ہوئے عباسؑ جو شمشیر گئے

قصرِ فردوس ملا، کوثر و تسنیم ملے
لے کے جو دل میں غمِ شبّرؑ و شبیرؑ گئے

پڑ گئی کوفے کے بازار میں بھاگڑ اُس دم
حملہ کرتے ہوئے جب فوج پہ شبیرؑ گئے

اُن کی تربت پہ چراغاں ہوا اندر باہر
دل پہ جو لے کے غمِ شاہؑ کی تنویر گئے

واہ رے جوشِ وفا ہوگئے سب سینہ سپر
کوفیوں کے جو ذرا شہؑ کی طرف تیر گئے

ہائے کس منہ سے کہوں بعد حسینؑ ابنِ علیؑ
کرنے تاراجِ ستم خیموں کو بے پیر گئے

کربلا مومنو بازیچہ اطفال نہ تھی
ہونے امت پہ فدا اصغرؑ بے شیر گئے

ننگے سر بال کھلے اور رسن شانوں میں
یوں حرم شام میں ہوتے ہوئے تشہیر گئے

زیرِ خنجر بھی رہا امتِ جدؐ کا ہی خیال
کرتے بخشش کی دعا حضرتِ شبیرؑ گئے

تم نہ دو پانی فدا ہو ویں گے ہم امت پر
رن میں یہ کہتے ہوئے اصغرؑ بے شیر گئے

سر کھلے بیبوں کو دیکھیں نہ کہیں نا محرم
سورہ کہف کو پڑھتے ہوئے شبیرؑ گئے

تھامی تھی زینبؑ مضطر نے برادر کی رکاب
سر کٹانے کے لئے رن میں جو شبیرؑ گئے

تھے رسن بستہ کھلے سر شہِ بیکس کے حرم
لے کے تا شام انہیں عابدِ دلگیر گئے

فیضؔ یہ خوبیِ قسمت ہے نہ شکوہ نہ گلہ
کربلا کو جو گئے صاحبِ تقدیر گئے

سلام

فیضؔ اب کرنا رقم مدحِ پیمبرؐ چاہئے
توشہ بخشش کو کچھ تو پیشِ داور چاہئے

وار سے حیدرؑ کے گھائل ہوکے کہتے تھے لعیں
روکنے کو تیغ کے جبریل کا پر چاہئے

بارِ احساں لوں میں رضواں کا مجھے کیا ہے غرض
خُلد میں جانے کو دل میں حبِ حیدرؑ چاہئے

پی کے میں نے ایک ساغر اور تیرہ پی لئے
کہہ کے یہ اے ساقیِ کوثر مکرر چاہئے

زانوئے شبیرؑ پر رکھنا ہو سر تو کم سے کم
جاں نثاری اور حُرؑ کا سا مقدر چاہئے

اشقیاء خیمے جلا کر کہتے تھے آپس میں آہ
لوٹنا نوشاہ کی بیوہ کا زیور چاہئے

کہتے تھے سجادؑ ظالم پشت پر دُرے نہ مار
شوق سے لے لے شقی گر میرا بستر چاہئے

شب کو مادر کی جنازہ جس کا اٹھے کوفیو
پھر بھلا کیونکر پھرانا اس کو در در چاہئے

شمر سے زینبؑ نے فرمایا سکینہؑ کو نہ مار
شوق سے لے لے شقی گر تجھ کو گوہر چاہئے

حیف ہے مرجھا گیا ہے غنچۂ باغِ حسینؑ
تربتِ بے شیرؑ کو پھولوں کی چادر چاہئے

لاش پر عباسؑ کی رو کر یہ کہتے تھے حسینؑ
بھائی کس جا ہے بتاؤ لاشِ اکبرؑ چاہئے

رُخ سوئے کرب و بلا کر کے کہا سجّاد نے
وقت ہے آفت کا یہ امداد سرور چاہئے

ماں پھوپھی ہیں ننگے سر اور شام کا بازار ہے
کچھ نہ ہو بابا مگر سر پر تو چادر چاہئے

آئی تب حلقِ بریدہ سے صدائے دردناک
وقت ہے یہ امتحاں کا صبر دلبر چاہئے

سب ہی لکھتے آئے ہیں اے فیضؔ غم کی داستاں
واقعہ بے شیر کا لکھنے کو دفتر چاہئے

سلام

قبر میں اصغرؑ بے شیر تھے سَروَر باہر
ابر میں چاند کا ٹکڑا مہِ انور باہر
غالباً توشہ بخشش ترے ہمراہ نہیں
ورنہ کیوں ہاتھ کفن سے ہیں سکندر باہر
دوشِ احمدؐ پہ علیؑ نے کیا کعبے میں یہ کام
جتنے بیکار تھے سب پھینکے وہ پتھر باہر
گوہرِ اشک لئے جاتا ہوں میں سوئے جناں
دیکھوں رضوان کرے خُلد سے کیونکر باہر
قبر میں رکھ دیا احباب و اعزاء نے مجھے
میں اکیلا ہوں یہاں اور ہیں یاور باہر
نصب جب خیمے ترائی پہ کئے شیروں نے
شاہؑ خیمے میں تھے اور سارے دلاور باہر
لشکرِ شام کے سرداروں نے آکر اِک بار
کہا شیروں سے ترائی سے کرو گھر باہر
نہر سے جبکہ اٹھانے لگے اعداء شہؑ کو
ہو گئے جوش میں آپے سے دلاور باہر

غیظ میں آکے یہ عباسِ دلاور نے کہا
کیوں ہوئے جاتے ہو تم جامے سے اپنے باہر
ہوش میں آؤ ذرا سوچو تو اپنے دل میں
کہیں بیشہ سے بھی ہوتے ہیں غضنفر باہر
سُن کے تکرار کو شہؑ خیمے سے باہر آئے
جس طرح ابر سے نکلے مہِ انور باہر
شاہؑ کہتے تھے برادر نہ ترائی پہ لڑو
نصب ہم خیموں کو کر لیں گے اٹھا کر باہر
دمِ رخصت کہا شیریں نے یہ شہؑ سے رو کر
آپؑ آئیں تو چلے جائیں نہ باہر باہر
حرملا چھید کے ننھا سا گلا کہتا تھا
تیر جاتے ہیں نشاں سے کہیں بچ کر باہر
تھی دوا اور نہ غذا جن کے لئے ایسے مریض
گھر میں صغرا تھیں تو تھے عابدِ مضطر باہر
پڑھ کے دم کرتی تھیں لاکھوں ہی دعائیں بانو
جب کبھی جاتے تھے گھر سے علی اکبرؑ باہر

شمر نے پاؤں رکھا سینۂ شہؑ پر تو وہاں
خیمے سے نکلیں یہاں زینبؑ مضطر باہر
شہؑ نے فرمایا ذرا صبر کرو بانیِ ظلم
سر برہنہ نکل آئی مری خواہر باہر
رو کے زینبؑ سے کہا شاہؑ نے کچھ خیر تو ہے
جیتے جی کیوں مرے آئی ہو کھلے سر باہر
فیضؔ بتلاؤ شرف کس کے سوا ہوتے ہیں
خوش ہیں ہم خُلد میں رضواں ہے مکدر باہر

سلام

سلامی جو محبّ دل سے ہوا شاہِ شہیداں کا
قبالہ نام پر اُس کے ہوا بس باغِ رضواں کا

کہا عاشور کو آکر یہ ابنِ سعد نے حُر سے
اثر کچھ پایا جاتا ہے ترے چہرے سے حرماں کا

میں سمجھا، ہے محبت دل میں تیرے شاہِ والا کی
میں سچ کہتا ہوں ہوگا خون تیرے سارے ارماں کا

سمجھ لے کوثر و تسنیم و جنت صرف دھوکہ ہیں
کسی کو حال کیا معلوم خالق کے سوا، واں کا

کہا حُر نے یہ غصے سے نہ تو مجھ کو بنا ظالم
بُھلاؤں کس طرح دل سے میں احساں شاہِ والا کا

ہٹاتا ہے رہِ حق سے مجھے تو یہ مثل سچ ہے
ہوا کرتا ہے خود انسان ہی شیطان انساں کا

سمجھ لے سوچ لے میری نصیحت کو کہا حُر نے
وہیں سے راستہ سیدھا لگا ہے باغِ رضواں کا

رہِ حق میں لٹایا جس نے گھر اور سر دیا اپنا
دو عالم سے فزوں تر ہو گیا رتبہ اُس انساں کا

کئے اژدر کے دو ٹکڑے علیؑ نے مہد میں جس دَم
رکھا پھر نام حیدرؑ مصطفیٰؐ نے شاہِ مرداں کا

اکھاڑا بابِ خیبر جب علیؑ نے یہ ملک بولے
عیاں زورِ امامت ہوگیا اب شاہِ مرداں کا

اگر قسمت سے گلزارِ نجف مسکن ہوا اپنا
تو رتبہ خاک میرے سامنے ہے باغِ رضواں کا

کجا ادنیٰ، کجا اعلیٰ، کجا یوسفؑ، کجا احمدؐ
وہ معشوقِ بشر ہے اور یہ معشوق یزداں کا

درِ شہؑ کا گدا میں، وہ درِ جنت کا دربان ہے
مرے رتبے سے رتبہ کس طرح افزوں ہے رضواں کا

لحد میں بھی غمِ حسینیؑ دل کے ساتھ جائے گا
رفو ہوگا نہ محشر تک مرے چاکِ گریباں کا

بہتر کربلا والوں کے دل پر داغ ہونے سے
مری تربت پہ دھوکہ ہوگیا شب کو چراغاں کا

گئی اور پوچھ آئی ماجرا سب شاہؑ کے سر سے
ہوا ظاہر نہ جس دم ہند پر حال اہلِ زنداں کا

کچھ اس انداز سے شبیرؑ رن میں لائے بچے کو
گماں فوجِ شقی کو تھا علی اصغرؑ پہ قرآں کا

اٹھا لائے علی اکبرؑ کو شہؑ مقتل سے خیمے تک
کہا ہمشیر سے لے جاؤ لاشہ اپنے ذیشاں کا

وہ ایذائے سفر وہ یاس اپنی زیست سے ہر دم
مزہ عابدؑ سے پوچھو راہِ پُر خارِ مغیلاں کا

سکینہؑ کہتی تھی رو آؤں میں بابا کی میت پر
نگہبانو ذرا در کھول دو للہ زنداں کا

اگر اے فیضؔ چاہو خُلد جانا کربلا پہنچو
وہیں سے راستہ سیدھا لگا ہے باغِ رضواں کا

سلام

فوجِ ستم شعار کے جب دَل کے دَل گئے
خیموں میں اُن کے خوف سے بچے دہل گئے

اُس دم امید و بیم میں تھے دل صغیروں کے
عباسؑ بہرِ آب جو کرنے جدل گئے

آیا نہ حرملا کو ترس بھی صغیر پر
اصغرؑ کی پیاس دیکھ کے پتھر پگھل گئے

رن میں گئے بہ غیظ جو شبیرؑ نامدار
حضرت کے رعب سے ستم آراء دہل گئے

ماموں پہ جبکہ بھانجے دونوں فدا ہوئے
زینبؑ نے تب کہا مرے ارماں نکل گئے

شہؑ نے کہا یہ فوج لڑے ہم سے کیا مجال
وار اپنے سر پہ مرحب و عنتر کے چل گئے

چاہی رضا جو رن کی شہیہِ رسولؐ نے
آنکھوں سے شہؑ کی اشکوں کے چشمے اُبل گئے

پہنچے سرہانے دولھا کے اُس وقت شاہِ دیں
جب راہوار لاشہِ قاسمؑ کچل گئے

اکبرؑ جو بہرِ جنگ چلے شاہؑ نے کہا
پیری میں دل کو باپ کے اے لال مَل گئے

اے حرملا غضب کا لگایا تھا تو نے تیر
فوارے خوں کے گردنِ اصغرؑ سے چل گئے

رو کر کہا سکینہؑ نے فریاد یا علیؑ
ہم لٹ گئے تباہ ہوئے خیمے جل گئے

زینبؑ نے لاشِ عونؑ و محمدؑ پہ یہ کہا
قربان تم ہوئے مرے ارماں نکل گئے

بچے دہل رہے تھے تو بیبیں تھیں بے حواس
جب سب کے سب یزید کے زیرِ محل گئے

دلدادہ تھے جو عہدے کے زینبؑ کے نونہال
ماموں سے کربلا میں عَلم پر مچل گئے

اے کربلا تو پیار سے رکھنا پئے خدا
اصغرؑ ہیں ماں کی گود سے پہلے پہل گئے

ٹوٹا وہاں بہشتی کا دل یاں صغیروں کا
جب پار مشک سے کئی پیکاں نکل گئے

وقتِ اخیر زانوئے شہؑ پر تھا حُر کا سر
مہمانِ شہؑ کے کیسے نصیبے بدل گئے

ہیں بوترابی ٹوک نہ رضواں خدا گواہ
روکے نہ رُک سکیں گے اگر ہم مچل گئے

سلام

قیصر کوئی، کسی کو مسلماں بنادیا
قسمت نے مجھ کو شہؑ کا ثنا خواں بنادیا

حُبِ علیؑ نے آتش سوزاں کو ایک دَم
بہرِ خلیلؑ تازہ گلستاں بنا دیا

خاتم علیؑ نے دی جو گدا کو رکوع میں
خالق نے اُس کو آیۂ قراں بنا دیا

ہوں گے شرف حسینؑ کے کیا اے سپاہِ شام
جب پارۂ حسینؑ کو قرآں بنا دیا

کشتی لگے گی اپنی کنارے نجات کے
آنکھوں نے شہؑ کے غم میں جو طوفاں بنا دیا

فردوس کا وقار نگاہوں سے گِر گیا
دل کو وِلا نے میری گلستاں بنا دیا

صورت سے اپنی ہوتا ہے ظاہر غمِ حسینؑ
جب چاک دل کو چاکِ گریباں بنا دیا

حق نے اُتارا دین کی تکمیل کے لئے
بندوں نے یا علیؑ تمھیں یزداں بنا دیا

چھٹنے نہ پایا دودھ کہ اصغرؑ ہوئے شہید
جنگ و جدل کو بازیِ طفلاں بنا دیا
اے ارضِ کربلا تھی تری خاک آبرو
کس کے لہو نے تجھ کو نمایاں بنا دیا
داغِ غمِ حسینؑ جو تھے دل میں جلوہ گر
مرقد کو میرے رشکِ چراغاں بنا دیا
بنیادِ دیں کو کر دیا قائم صغیر نے
مرجھا کے اِس کلی نے گلستاں بنا دیا
ہر سنگریزہ کرب و بلا کی زمین کا
اصغرؑ کے خوں نے لعلِ بدخشاں بنا دیا
شہؑ نے نماز تیغ کے سائے میں کی ادا
انساں تو کیا فرشتوں کو حیراں بنا دیا
زنداں میں فوت ہوگئی فرقت میں شاہ کی
بچی کا حال کیا شبِ ہجراں بنا دیا
کیوں اے یزید شرم نہ آئی تجھے ذرا
آلِ عباؑ کو قیدیِ زنداں بنا دیا

اکبرؑ کا سینہ دیکھ کے زینبؑ نے یہ کہا
کیا حال اشقیاء نے مری جاں بنا دیا
کہتی تھی یہ سکینہؑ چچا سے نہیں ہے چین
دو دن کی پیاس نے مجھے بے جاں بنا دیا
جو کچھ علیؑ کے دست و زباں سے ہوا تھا فیضؔ
حق نے اُسی کو آیہ قرآں بنا دیا
کب ہے زباں میں تاب کرے وصفِ شہؑ بیاں
فیضؔ شہِؑ ہُدا نے سخنداں بنا دیا

سلام

خیبر لئے ہوئے درِ خیبر لئے ہوئے
لوٹے علیؑ وقارِ پیمبرؐ لئے ہوئے

مدحِ نبیؐ و آلِ پیمبرؐ لئے ہوئے
ہم آئے ساتھ عفو کا دفتر لئے ہوئے

بخشش کا خوف اپنی نہیں ہے خدا گواہ
دامن میں اپنے ہوں گے بہتر لئے ہوئے

جب ذوالفقار شہؑ نے نکالی نیام سے
گرنے لگے قدم پہ عدو سر لئے ہوئے

داغِ غمِ حسینؑ ہیں سینے میں جلوہ ریز
پہلو میں ہم ہیں سینکڑوں اختر لئے ہوئے

تاریکیءِ لحد کا مجھے خوف کچھ نہیں
ہوں دل پہ داغِ ماتمِ سَروَرؑ لئے ہوئے

عابدؑ جو راہِ شام میں کھاتے تھے ٹھوکریں
ہر ہر قدم تھا حشر کا منظر لئے ہوئے

عباسؑ بہرِ آب چلے نہر کی طرف
بچے کھڑے تھے ہاتھوں میں ساغر لئے ہوئے

کیونکر نہ رشکِ طور تجلی سے ہو لحد
آئے حسینؑ ساتھ اکھتر لئے ہوئے

اب فرق کیا رہا ہے گدا و امیر میں
دنیا سے کیا گیا ہے سکندر لئے ہوئے

کرتے ہیں جانشینی کا اعلان روزِ خُم
احمدؐ علی کو برسرِ منبر لئے ہوئے

تقدیر ہوگی ایسی کسی کی، نہ تھی، نہ ہے
جیسی کہ آیا حُرِ دلاور لئے ہوئے

میں بے پئے ہی مست ہوں ساقی کہ میں تو ہوں
دل میں ولائے ساقیِ کوثر لئے ہوئے

عابدؑ کے ہاتھ میں نہیں اونٹوں کی یہ مہار
کشتیِ دینِ حق کا ہیں لنگر لئے ہوئے

لپٹی پھوپھی سے بالی سکینہؑ بصد ہراس
آیا جو شمر ہاتھ میں خنجر لئے ہوئے

اللہ رے مرتضیٰؑ کی یہ بیدار بختیاں
سوتے بھی ہیں تو شانِ پیمبرؐ لئے ہوئے

خیمے میں ایک شورِ قیامت بپا ہوا
جب آئے شاہؑ لاشۂ اصغرؑ لئے ہوئے

ہوتا ہے ذکر بھاگنے والوں کا آج تک
تیرہ سو سال ہو گئے خیبر لئے ہوئے

داغِ غمِ حسینؑ کی دیکھے تو روشنی
کیا آسماں ہے سینے پہ اختر لئے ہوئے

اللہ رے شوق جھک گئے سجدے میں خود حسینؑ
آیا جو شمر ہاتھ میں خنجر لئے ہوئے

یہ لین دین حق سے کیا ہے حسینؑ نے
سر دے کے ہیں شفاعتِ محشر لئے ہوئے

اللہ رے مستیاں کہ ہے لب پر علیؑ کا نام
اور ہاتھ میں ہوں بادۂ کوثر لئے ہوئے

اشکِ عزاء نے کر دیا ٹھنڈا جحیم کو
آنکھوں میں ہوں میں بادۂ کوثر لئے ہوئے

اللہ رے شفاعتِ امت کی کوششیں
شبیرؑ آئے دشت میں سب گھر لئے ہوئے

اِک حشر تھا حرم میں بپا شور و شین سے
آئے جو شاہؑ لاشۂ اکبرؑ لئے ہوئے

ہم سے گناہگاروں کی بخشش کے واسطے
آئے ہیں ساتھ باپ کو اصغرؑ لئے ہوئے

صد حیف جو کہ باعثِ ایجادِ خلق ہو
سر اُس کا ہوں سناں پہ ستمگر لئے ہوئے

لو آؤ دیکھو شانِ بلا فصل منکرو
ہیں دوش پر علیؑ کو پیمبرؐ لئے ہوئے

سلام

قبر میں جاتے ہی اپنا پیشوا مل جائے گا
جو شرف پایا نہ تھا بعدِ فنا مل جائے گا

چل دیا لشکر سے ہو کر خشمگیں جس وقت حُر
تب عمر بولا کہ دیکھیں شہؑ سے کیا مل جائے گا

اُس طرف ہے فقر و فاقہ تختِ شاہی اِس طرف
ایک قطرہ بھی نہ تجھ کو آب کا مل جائے گا

حُر نے تب اُس سے کہا حوریں ملیں گی اور خُلد
کفر سے چھوٹوں گا میں دینِ خدا مل جائے گا

کرتا ہے بے جا نصیحت سوچ تُو اپنے لئے
ماسوائے لعن تجھ کو اور کیا مل جائے گا

کوڑھ ٹپکے گی ترے جسمِ نجس سے او لعیں
گر یزیدِ رو سیہ سے بے حیا مل جائے گا

جائے گا دوزخ میں تُو اِس لشکرِ اعداء کے ساتھ
اور یہ بندہ خُلد میں سرورؑ سے جا مل جائے گا

اب بھی آجا ہوش میں کر خوں نہ تُو انصاف کا
چاہئے ایمان، سب کچھ بے حیا مل جائے گا

سب یہیں رہ جائیں گے دنیا کے جھگڑے بعدِ مرگ
ساتھ جائے گا اگر ایمانِ کامل جائے گا

لاش پر عباسؑ کی کہتے تھے یہ رو کر حسینؑ
کیا خبر تھی خاک میں نامِ وفا مل جائے گا

کون تھا، آیا جو آڑے وقت میں احمدؐ کے کام
کوئی دنیا میں سوائے مرتضیٰؑ مل جائے گا

ہے یہی عینی شہادت بہرِ معراجِ علیؑ
پوچھ لو اصنام سے سارا پتہ مل جائے گا

زندگی پر موت کو ترجیح میں کیونکر نہ دوں
جانتا ہوں قبر میں مشکل کشاء مل جائے گا

رویئے حسینؑ کو مجلس میں اے اہلِ عزاء
اس کا بدلہ آپ کو روزِ جزا مل جائے گا

ہے زیارت کی تمنا یا علیؑ مجھ کو بہت
کربلا جانے سے میرا مدعا مل جائے گا

رویئے دل کھول کر مجلس میں اے اہلِ عزا
جو تمنا دل میں ہے اُس سے سوا مل جائے گا

ایک حیدرؑ سے دو عالم نے مدد چاہی سدا
دیکھ لو قرآن کو، سارا پتہ مل جائے گا

دشمنِ احمدؐ ملے گا غار میں روتا ہوا
اور بستر پر وہ فخرِ اوصیاء مل جائے گا

منکرِ معراجِ حیدرؑ دیکھ لے دوشِ رسولؐ
اس سند کو، گھر تجھے اللہ کا مل جائے گا

دوش پر، بستر پہ، گودی میں غدیرِ خُم کے دن
یوں محمدؐ سے علیؑ بے فاصلہ مل جائے گا

مدحِ اہلِ بیتؑ میں مصروف رہ آٹھوں پہر
اس کا بدلہ فیضؔ سب روزِ جزا مل جائے گا

سلام

خاقاں سے پوچھئے نہ سلیماں سے پوچھئے
اشکوں کی قدر شاہِ شہیداں سے پوچھئے

عابدؑ سے، شہؑ کی دخترِ ناداں سے پوچھئے
زنداں کا حال، قیدیِ زنداں سے پوچھئے

لاشے اٹھائے سب کے نہ اٹھی اخی کی لاش
ناطاقتی کو شاہِ شہیداں سے پوچھئے

کس طرح کھینچے باپ پسر کے گلے سے تیر
انصاف شرط ہے کسی انساں سے پوچھئے

برچھی کا پھل جگر سے نکلتا ہے کس طرح
اکبر سے اور شاہِ شہیداں سے پوچھئے

تبلیغِ دیں میں جان نہ اپنی عزیز کی
کیا حوصلہ تھا اصغرِ ناداں سے پوچھئے

وہ تین دن کی پیاس وہ اہلِ حرم کا غم
اکبر کا داغ بانوئے نالاں سے پوچھئے

لگتی تھی ہائے چوبِ بدنداں کہاں کہاں
بیکس حسینؑ کے لب و دنداں سے پوچھئے

سلام

ترقی پر طبیعت ہے سلامی مدحِ حیدرؑ میں
مضامیں موجزن ہیں یا کہ لہریں حوضِ کوثر میں
علیؑ ساقی ہو جامِ کربلا ہو مے ہو کوثر کی
نہ کیونکر آبرو بڑھ جائے پھر تو میری محشر میں
ہمارے دل میں شکلِ پنجتنؑ ہر دم ہے عکس افگن
یہ آئینہ نہ تھا تقدیر ہے دستِ سکندر میں
ملائک اشکِ غم کیوں لے گئے شیشوں میں بھر بھر کر
یہ چھڑکے جائیں گے کیا آتشِ دوزخ پہ محشر میں
علیؑ و فاطمہؑ حسنینؑ تھے احمدؐ نے فرمایا
یہی ہیں میرے اہلِ بیتؑ جو ہیں میری چادر میں
قطعہ بند
یہ پوچھا اِک صحابی نے نہ ٹوٹی خشک روٹی جب
کہ مولاؑ انگلیاں در آئیں کیونکر بابِ خیبر میں
کہا حضرتؑ نے ہنس کر یہ تو ذاتی زور ہے میرا
وہاں سارا خدا کا زور تھا اِک دستِ حیدرؑ میں
پسر کی لاش پر شبیرؑ پہنچے بھی تو کب پہنچے
کہ تھوڑی جان باقی رہ گئی جب جسمِ اکبرؑ میں
ذرا سر سے ہٹی ہی تھی کہ سورج چھپ گیا فوراً
نہ جانے حق نے کیا بخشا اثر زینبؑ کی چادر میں

سلام

نہ جلا گھر کہ رواں شاہؑ پہ خنجر نہ ہوا
کون سا ظلم تھا جو بعدِ پیمبرؐ نہ ہوا

پی کے اِک جام کیا تیرہ کا یہ کہہ کے سوال
ایک سے سیر میں اے ساقیِ کوثر نہ ہوا

زانوئے شاہؑ پہ سر اس کا رہا وقتِ اخیر
حُرؑ سے بڑھ کر کسی غازی کا مقدر نہ ہوا

مدحِ شبیرؑ کے صدقے میں ہے منبر پہ نشست
کون کہتا ہے مجھے اوج میسر نہ ہوا

تھے جو محبوبِ الٰہی کی مجسم تصویر
حُسنِ یوسفؑ بھی جوابِ علی اکبرؑ نہ ہوا

شاہ کہتے تھے دکھاتا میں پدر کی قوت
مگر اس وقت یہاں قلعہ خیبر نہ ہوا

مرقدِ حضرتِ عباسؑ ہے اب تک لبِ جُو
مر کے بھی دور ترائی سے غضنفر نہ ہوا

آسماں کانپا زمیں ہل گئی روئے جن وانس
ماتمِ سبطِ نبیؐ آہ کہاں پر نہ ہوا

بولے سجادؑ مصیبت میں گزارے یہ دن
کون سا ظلم ہے جو شام میں ہم پر نہ ہوا

بَر مکان جناب منور عباس ایڈوکیٹ۔ انچولی مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۸۲ء
مصرعِ طرح:۔ کبھی ملال شہِ بحر و بر نہیں جاتا

سلام

نبیؐ کا دین کبھی اوج پر نہیں جاتا
اگر حسینؑ کا نیزے پہ سر نہیں جاتا

جو سیر ہو کے بھی پی لیتا اصغرؑ معصوم
یزید نہر کا پانی اُتر نہیں جاتا

درِ علیؑ پہ میں دھونی رمائے بیٹھا ہوں
تلاشِ حق میں اِدھر اور اُدھر نہیں جاتا

عزائے سبطِ نبیؐ جس جگہ نہیں ہوتی
میں اُس جگہ تو کبھی بھول کر نہیں جاتا

غمِ حسینؑ میں گریاں رہے جو آٹھ پہر
اُس آنکھ کا کبھی نُورِ بصر نہیں جاتا

ہے دل میں جلوہ فگن، حُسنِ ہم شبیہِ نبیؐ
فرازِ طور پہ ذوقِ نظر نہیں جاتا

جو دینِ حق کے ہیں دشمن یزید کے پیرو
غمِ حسینؑ تو ایسوں کے گھر نہیں جاتا

اگر یہ حق پہ نہ ہوتے تو فوجِ شام سے حُر
سوئے حسینؑ کبھی ٹوٹ کر نہیں جاتا

حسینؑ سر نہ کٹاتے جو دینِ حق کے لئے
جہاں سے معرکہ خیر و شر نہیں جاتا

غمِ حسینؑ کا درماں نہیں زمانے میں
یہ درد وہ ہے جو اے چارہ گر نہیں جاتا

جہاں پہ ذکرِ شہِؑ کربلا نہیں ہوتا
اُس انجمن میں کوئی دیدہ ور نہیں جاتا

جہاں سے جاؤں گا میں زیرِ سایہِ شبیرؑ
سفر پہ کوئی بلا راہبر نہیں جاتا

درِ بہشت پہ رضواں نہ کرتا استقبال
براہِ کرب و بلا فیضؔ گر نہیں جاتا

سلام

تھی ان دو کی کرب و بلا کو ضرورت
علیؑ کی جوانی محمدؐ کی صورت

یہ ہیں وہ نہ تھے ہم شبیہہ پیمبرؐ
بھلا حُسنِ یوسفؑ کو کیا اُن سے نسبت

دیا حق نے اِک لال وہ شاہِ دیں کو
ہوئی جس کی کرب و بلا میں شہادت

وہ تھی جنگِ خیبر یہ کرب و بلا ہے
لڑیں گے یہاں بھی بہ حدِّ مشیت

نہ محضر کی تکمیل ہوتی ابد تک
نہ ہوتی اگر ان کی رن میں شہادت

درِ شاہِ دیں تک یہ کہتا گیا ہوں
مبارک مبارک سلامت سلامت

نظر پائے مولود پر جا کے ٹھہری
لگی بوسے لینے نگاہِ عقیدت

یہ حالت عجب دین کی ہوگئی ہے
کہ منبر سے ہونے لگی ہے تجارت

متفرق

قطعات ورباعیات

گر منکرِ شور و شین تو ہوتا ہے
اسبابِ نجات ہاتھ سے کھوتا ہے
او مفتری فطرت کا تقاضا یہ ہے
مر جاتا ہے بچہ جو نہیں روتا ہے

☆

ہر مَرَض کی ہے دوا، اور رشکِ صد اکسیر ہے
اِس کی مومن کی نگاہوں میں بڑی توقیر ہے
اپنا یہ راسخ عقیدہ ہے بہ فیضِ کبریا
جس کو کہتے ہیں تبرّک صدقۂ شبیرؑ ہے

☆

قولِ امامِ جعفرِ صادقؑ دلیل ہے
مومن کرے جو ذکر ہمارا جمیل ہے
جس کو حسد ہو، ذاکرِ ذکرِ حسینؑ سے
پیشِ خدا و پیشِ پیمبرؐ ذلیل ہے

☆

عجیب شغل میں بس صبح و شام کرتا ہوں
ادب سے جھک کے میں اُن کو سلام کرتا ہوں
نہ کیوں ہو فخر مقدر پہ فیضؔ خالق سے
زیارتِ شہِ عالی مقام کرتا ہوں

☆

چھیڑا ذرا جو نگہ صد التفات کو
رحمت نے تیری گھیر لیا شش جہات کو
ہوں آستانِ شاہِ دو عالم پہ مست و خوش
بھولا ہوا ہوں آج تو کُل کائنات کو

☆

صبح جنت میں شام جنت میں
فیضؔ ہے لا کلام جنت میں
کربلا ہے جُو بہشتِ نعیم
ہے ہمارا قیام جنت میں

☆

بے حجابی پہ نہ کیوں نورِ بصر دے بیٹھیں
غیرتِ دل کا تقاضا ہے کہ سر دے بیٹھیں
پر قیامت کے نکالے ہیں انہوں نے مولا
آپ ظاہر ہوں تو یہ عورتیں پردے بیٹھیں

☆

مرضیِ حق ہے رہے نام علیؑ کا زندہ
اہلِ اسلام سدا کرتے رہیں یوں سجدہ
کیا گھٹائے گا شرف کوئی علیؑ کے اے فیضؔ
تا بہ محشر یہ زچہ خانہ رہے گا قبلہ

☆

امتناعی حکمِ حق ہو اِک نبیؐ کے واسطے
افتخارِ خاص تھا پر یہ ولی کے واسطے
کہئے معراجِ ولادت یا کہ اعجاز امام
در بنا دیوارِ کعبہ میں علیؑ کے واسطے

☆

قبلِ مولودِ علیؑ کعبے کا نقشہ دیکھئے
اور پھر انصاف سے حیدرؑ کا رتبہ دیکھئے
بہرِ مولودِ علیؑ دیوار میں در بن گیا
اِن کے باعث ہوگئی تکمیلِ کعبہ دیکھئے

☆

زورِ علیؑ کے سامنے عنتر ہے چیز کیا
دیوار کیا ہے اِن کے لئے در ہے چیز کیا
اہلِ نظر نے دیکھ کے کعبہ یہ کہہ دیا
در بن گیا تو پھر در خیبر ہے چیز کیا

☆

آغوش میں گہہ دوشِ نبیؐ پر چمکا
بستر پہ کبھی بر سرِ منبر چمکا
اسلام کی قسمت کا ستارا اے فیضؔ
معراج میں بن کر یدِ حیدرؑ چمکا

☆

جب یداللہ مدد گارِ پیمبرؐ ہوگا
اوج پر کشتیِ اسلام کا لنگر ہوگا
آج گر مہد میں ہے کلّہ اژدر چیرا
کل یہی انگلیاں ہوں گی درِ خیبر ہوگا

☆

موتی تری بخشش کے یہ سب رول رہے ہیں
ہر حسن نگاہوں میں ترا تول رہے ہیں
ہندو بھی علیؑ کہنے لگے مشکل میں
کافر بھی ترے نام کی جے بول رہے ہیں

☆

مہماں کوئی جو خالقِ اکبر کے گھر رہے
ٹالے سے بھی ٹلے نہ بشر عمر بھر رہے
یہ ظرف اور یہ غیرتِ مہماں تو دیکھئے
حیدرؑ نہ تین دن سے زیادہ مگر رہے

☆

ہے فیض حقیقت میں منشائے دلِ قدرت
مقتول سے ہمدردی قاتل سے کرو نفرت
ظالم کو برا کہنے مظلوم پہ رونے کو
اس فعل پہ کرتی ہے مجبور ہمیں فطرت

☆

تھا اس سے پہلے کسی اور رُخ روا سجدہ
کسی کے لطف سے بُت خانہ ہوگیا کعبہ
انہیں کی ذات سے کعبے کو چار چاند لگے
علیؑ کے ہوتے ہی پیدا حرم ہوا قبلہ

☆

بنا کر قابلِ سجدہ دکھا کر شان قدرت کو
سراہا مرتضیٰؑ نے یوں خلیل اللہ کی محنت کو
بنا کر در نیا کعبے میں پہنچے واہ کیا کہنا
مکمل کردیا پوتے نے دادا کی عمارت کو

☆

وہ طنطنہِ غرورِ شاہی نہ رہا
وہ حوصلہِ جہاں پناہی نہ رہا
کچلا جو یزیدیت کو مختار نے فیضؔ
وہ نخوت و کبر کجکلاہی نہ رہا

☆

ضرور ذاتِ علیؑ میں تھے سب کمال عظیم
کوئی تو بات تھی جو در بنا غفور و رحیم
ہے ان کی ذات سے تکمیلِ خانہ کعبہ
کسی نے جب سے نہ کی آج تک کوئی ترمیم

☆

مایہ ناز ہے شیعوں کو ولادت ان کی
سمجھا احمد کے سوا کون حقیقت ان کی
یہ وہ بندے ہیں کہ جو حق کے مددگار رہے
کفر پامال ہوا دیکھ کے صورت ان کی

☆

گر کوئی پوچھے کہ کس سمت ہے اللہ کا گھر
پھر بہر طور کہے گا یہی ہر فردو بشر
ہے پتہ سہل یہ لکھ لو اسے لوحِ دل پر
وہ ہے کعبہ کہ جہاں پیدا ہوئے تھے حیدرؑ

☆

درِ حرم پہ پیمبرؐ گئے علیؑ کے لئے
مسیح چرخ پہ ہیں منتظر کسی کے لئے
امامِ اوّل و آخر کے ہیں شرف ورنہ
کوئی نبیؐ بھی گیا ہے کسی نبیؐ کے لئے

☆

ہوگئے پیدا علیؑ اب کیا سے کیا ہو جائے گا
اور کچھ رتبہ سوا نامِ خدا ہو جائے گا
مسکرائے کیوں نہ دیوارِ حرم بے ساختہ
جانتی ہے اب ادھر سجدہ روا ہو جائے گا

☆

اللہ نے نکالی یہ صورت جو چین کی
نظروں پہ چڑھ گیا ہوں شہِ مشرقین کی
حج کے لئے بلا لیا طیبہ میں تم کو فیضؔ
یہ قدر و منزلت ہے غلامِ حسینؑ کی

☆

چند دن کے واسطے یہ بھی حجازی ہو گیا
کارزارِ عشق کا واللہ غازی ہوگیا
اس کو کہتے ہیں مقدر، اس کو کہتے ہیں نصیب
باپ سے پہلے پسر اے فیضؔ حاجی ہوگیا

☆

جب دعا ماں باپ کی جذبے میں شامل ہوگئی
ہر مرادِ دل ملی الفت بھی کامل ہوگئی
ہوگئی اُن کو سعادت حج کی قسمت سے نصیب
کمسنی میں عشق کی معراج حاصل ہوگئی

جو ہر اِک شخص کو نہیں ملتی
ساتھ وہ لائے ہیں غلام حسین
فیضؔ چلئے پئے مبارکباد
کر کے حج آئے ہیں غلامؔ حسین

اس کو کہتے ہیں کبریا کی دین
خوش رہیں دو جہان کے مابین
آئے ہیں حج سے یوں غلامؔ حسین
چین لینے گئے تھے لائے چین



کئے ہر سر زمیں پر فیضؔ شہؐ نے خوش بیاں پیدا
عبث یہ جستجو، کیا ہو، ہوئے ہو تم کہاں پیدا
خیال اپنا تو یہ ہے فیضؔ دنیا کچھ کہے چاہے
وہی اہلِ زباں ہیں، جن سے ہو لطفِ زباں پیدا

قطعہءِ تاریخ

نسیم امروہوی

تمام عمر رہے زیب و زینتِ منبر
انہیں تھا مرثیہ گوئی کا شغل آٹھ پہر
ندا یہ ہاتفِ غیبی نے دی کلام اپنا
نسیم سب کو سنائیں گے خُلد میں جا کر

۱۴۰۷ھ

شاعرِ آلِ محمدؐ نسیم امروہوی

مرثیہ گوئی میں کردی زندگی اپنی تمام
السلام اے شاعرِ آلِ محمدؐ السلام
مرثیے اِن کے پڑھے جائیں گے مجلس میں مدام
مرثیے سے تا ابد قائم رہے گا اِن کا نام
قدسی و رضواں بھی آئے ان کے استقبال کو
جب درِ فردوس پر پہنچا ہے مدّاحِ امامؑ
دیکھ کر موجودگی اِن کی ریاضِ خلد میں
خازنِ جنت کرے گا مجلسوں کا اہتمام
جامِ کوثر بخش دیں گے از رہِ لطف و عطا

قائمِ آلِ محمدؐ سُن کے قائم کا کلام
منقبت میں پنجتن کی تھے سدا رطب اللساں
عمر اپنی اس طرح کی ہے عبادت میں تمام
اب انیسؔ و مونسؔ و عشقؔ و تعشقؔ اور وحیدؔ
بَر لبِ کوثر سنیں گے حشر تک اِن کا کلام
مرثیہ گو سب ہیں اس کے معترف بعدِ انیسؔ
شاعرِ آلِ محمدؐ مرثیے کے ہیں امام
اے خوشا معراجِ مدّاحِ شہیدِ کربلا
پنجتنؑ فرشِ عزا پر، اِنکا منبر پر قیام
جملہ اصنافِ سُخن پر اِن کو حاصل تھا عبور
مرثیہ، نوحہ، قصیدہ ہو رباعی یا سلام

مرثیہ گویوں میں میرا نام شامل ہوگیا
اِن کے ہی فیضِ تلمذ سے ملا ہے یہ مقام
جب فرشتے قبر میں اِن سے کریں گے باز پرس
یہ سُنا دیں گے جواباً مرثیہ نوحہ سلام
اب علیؑ و فاطمہؑ شبیرؑ و شمرؑ مصطفیٰؐ

بَر لبِ کوثر سنیں گے شوق سے اِن کا کلام
مسجدِ آلِ عبا ہے آخری آرام گاہ
فاتحہ اِن پر پڑھیں گے مومنیں ہر صبح و شام

قطع تاریخ

شاعرِ اہلِ بیتؑ علامہ نجم آفندی

شاعرِ اہلِ بیتؑ نجم افسوس
موت تیری ہے دل کی بربادی
تیرے مرنے سے ہو گئی سنسان
نوحہءِ دل گداز کی وادی
اپنی دنیا تو ہوگئی برباد
بڑھ گئی گو جناں کی آبادی
تُو نہیں جب تو اب ملے گی کہاں
نظمِ رنگین اور روش سادی
تُو جہانِ ثنائے مولا میں
راہِ نو کا ہے بانی و ہادی
نوحہ و منقبت کی دنیا میں
کر گیا انقلاب بنیادی

طمعِ دنیا سے دور گوشے میں
شہؑ کا تھا مدح خواں بہ آزادی
تیری تاریخِ مرگ لکھتا ہے
فیضؔ جو مرثیے کا ہے عادی

رحلتِ شاعرِ فنا فی اللہ
حجم آفندی اکبرآبادی
۱۹۷۵ء

نوحہ۔۱

یارب بڑی نعمت ہے اُمید کا بَر آنا
راس آئے جو اصغرؑ کو پھر لوٹ کے گھر آنا

ویرانیِ غربت میں جب تم کو پکاروں میں
باتوؑ کی صدا سُن کر تم دوڑ کے گھر آنا

ایسا نہ ہو غربت میں رلواؤ مجھے تم بھی
اکبرؑ کی طرح اصغرؑ جنگل میں نہ کھو جانا

مل جائیں، علیؑ تم کو قسمت سے تمھاری جو
بتلانا اشاروں سے اکبرؑ کا سناں کھانا

کہنا کہ ستایا ہے کچھ ایسا لعینوں نے
گھر باغِ اِرم تھا جو اب ہوگیا ویرانہ

عابدؑ کا بیاں کرنا کوفے میں پھرے در در
اور بالی سکینہؑ کے بُندوں کا اُتر جانا

اب جاؤ خدا حافظ اللہ کو سونپا ہے
تیروں سے جو بچ جانا پھر لوٹ کے گھر آنا

نوحہ۔۲

جہاں میں چھا گئے شاہِ اُمم آہستہ آہستہ
دلوں میں جب سمایا شہؑ کا غم آہستہ آہستہ

جہادِ کربلا میں کعبہ ایماں سے ٹکرا کر
یزیدی کفر کے ٹوٹے صنم آہستہ آہستہ

نگاہوں میں علیؑ کی جنگِ خیبر کا پھرا نقشہ
بڑھے عباسؑ جب لے کر عَلم آہستہ آہستہ

عجب ترتیب سے قربانیاں دیں شہؑ نے مقتل میں
سنوارے دین کی زلفوں کے خم آہستہ آہستہ

محمدؐ اور علیؑ کی کوششیں کام آگئیں آخر
بنا ہے دہر سے کعبہ حرم آہستہ آہستہ

علی اکبرؑ کی وقتِ نزع، اِک ایک سانس مشکل تھی
جوانی میں نکلتا تھا جو دَم آہستہ آہستہ

زمینِ کربلا پر دوپہر میں روزِ عاشورہ
ہوا باغِ نبیؐ کیسا قلم آہستہ آہستہ

برہنہ سر تھیں جو شہزادیاں اٹھتے قدم کیسے
گئے دربار میں اہلِ حرم آہستہ آہستہ

گلا ننھا سا چھیدا اصغرؑ معصوم کا رَن میں
نکالا شہؑ نے وہ تیرِ ستم آہستہ آہستہ

نوحہ۔۳

ہو کے زخمی جو گرا، فاطمہؑ کا ماہ جبیں
قتل کے واسطے آمادہ ہوا شمرِ لعیں
زیرِ خنجر ہیں حسینؑ

کوئی بھی طاعتِ معبود میں مثل اِن کا نہیں
چور زخموں سے ہیں، اور سجدۂ خالق میں جبیں
زیرِ خنجر ہیں حسینؑ

تپ میں ہیں لرزہ کناں، عابدِ بیمار و حزیں
نہ غذا ہے نہ دوا، بالش و بستر بھی نہیں
زیرِ خنجر ہیں حسینؑ

قتلِ شبیرؑ سے فارغ جو ہوئے سارے لعیں
آگ خیموں میں لگانے لگے تب دشمنِ دیں
زیرِ خنجر ہیں حسینؑ

حیف ہے چرخ، جو تھا دوشِ پیمبرؐ کا مکیں
اُس کے سینے پہ پئے قتل چڑھا شمرِ لعیں
زیرِ خنجر ہیں حسینؑ

ہو گئے قتل جو اصغرؑ، تو ربابِ غمگیں
بیٹھی ہیں یاس میں ڈوبی ہوئی جھولے کے قریں
زیرِ خنجر ہیں حسینؑ

پیٹتی روتی رہیں زینبِؑ ناشاد حزیں
کٹ گیا سامنے ہمشیر کے فرقِ شہِؑ دیں
زیرِ خنجر ہیں حسینؑ

دفن جب کر چکے بے شیر کو شہؑ زیرِ زمیں
سجدۂ شکر میں مشغول ہوئے پھر شہِؑ دیں
زیرِ خنجر ہیں حسینؑ

فیضؔ یہ دیکھ کے کٹتا ہے سرِ سرورِ دیں
خاک پہ ٹوٹ کے کیوں گر نہ پڑا عرشِ بریں
زیرِ خنجر ہیں حسینؑ

نوحہ۔۴

آنکھ صَرفِ ماتم و گریہ رہے گی حشر تک
یہ وہ ندی ہے غمِ شہؑ میں بہے گی حشر تک

لاکھ پردے ڈال دے اپنی سیاست سے یزید
داستانِ غم کو رہنا ہے، رہے گی حشر تک

جس کو اصغرؑ نے اشاروں ہی اشاروں میں کہا
ہاں اسی قصہ کو یہ دنیا کہے گی حشر تک

ظلم جو شہؑ پر کیا اس کی سزائیں اے یزید
روح کو سہنا ہے تیری، اور سہے گی حشر تک

کُل جہاں کی قوتیں، روکیں مٹائیں انقلاب
تعزیہ داری مگر ہوتی رہے گی حشر تک

جس کے بے گنتی ہوں عنواں سرخیاں ہوں بے شمار
فیضؔ ایسی داستاں بے شک رہے گی حشر تک

نوحہ۔۵

ظاہرا بچے کو شہؑ پانی پلانے آئے ہیں
موت یہ کہتی ہے اصغرؑ تیر کھانے آئے ہیں

گرتے تھے ہر اِک قدم پر تھی یہ حالت آپ کی
شاہ جس دم لاشہ اکبرؑ اٹھانے آئے ہیں

واہ رے جوشِ شہادت واہ رے تبلیغِ دیں
باپ کے ہاتھوں پہ اصغرؑ تیر کھانے آئے ہیں

جس طرح کہتی ہے ماں اس طرح رکھیو اے زمیں
شاہؑ خود تربت میں اصغرؑ کو سلانے آئے ہیں

چونک کر بالی سکینہؑ خواب سے کہتی تھی یہ
اے پھوپھی اماں مجھے بابا بلانے آئے ہیں

کہتی تھیں سجادؑ سے بانوؑ کروں کیا یہ بتاؤ
آگ لے کر اہلِ کیں خیمہ جلانے آئے ہیں

آئے ہیں لڑنے کو اکبرؑ پر نظر آتا ہے یہ
خاک میں ارمان بانوؑ کے ملانے آئے ہیں

کربلا میں بے سبب زینبؑ نہیں آئے ہیں ہم
وعدہ طفلی مگر اپنا نبھانے آئے ہیں

صبر کی حد ہے نہ کچھ سجادؑ نے منہ سے کہا
اشقیا جب آپ کو قیدی بنانے آئے ہیں

نوحہ۔٦

بین تھے یہ ماں کے تربت پر اندھیری رات ہے
ڈر نہ جانا قبر میں اصغرؑ اندھیری رات ہے

شب کا سناٹا ہے آتی ہیں صدائیں ہولناک
نیند آئے گی تمھیں کیونکر اندھیری رات ہے

یاد کر کے ماں کو تربت میں نہ رونا میرے لال
کون بہلائے گا اے دلبر اندھیری رات ہے

قبر ہے تاریک، تنہائی ہے جنگل خوفناک
ماں کو آئے چین پھر کیونکر اندھیری رات ہے

جب کسی پہلو نظر آتے نہیں اے مہ لقا
ڈھونڈتی ہوں تم کو اُٹھ اُٹھ کر اندھیری رات ہے

چٹکیاں لیتی ہے رہ رہ کر جگر میں تیری یاد
اس لئے رہتی ہے ماں مضطر اندھیری رات ہے

کون ہے جلوادوں جس سے تیری تربت پر چراغ
ہر قدم کھاتی ہے ماں ٹھوکر اندھیری رات ہے

پیاس کی شدت، جدائی ماں کی اور زخمِ گلو
کمسنی میں اتنے غم دل پر اندھیری رات ہے

ہے چراغاں شام سے فوجِ یزیدی میں مگر
شمع دِن ہے تربتِ اصغرؑ اندھیری رات ہے

کس طرح کاٹے یہ دکھیا ماں بھلا پھر زندگی
تم نہیں پہلو میں اے دلبر اندھیری رات ہے

کس خطا پر ہو خفا بولو تو مجھ سے میرے چاند
آئی ہے ماں ننگے سر اصغرؑ اندھیری رات ہے

لاکھ امیدیں تھیں وابستہ تمھارے دم سے لال
مل گئیں سب خاک میں یکسر اندھیری رات ہے

شکوۂ جور و جفا دادی سے کرنا سب بیاں
قبر میں آئیں گی وہ دلبر اندھیری رات ہے

فیضؔ غم کی داستاں اور اس زمینِ سخت میں
شعر کہنا ہوگیا دوبھر اندھیری رات ہے

فریادی نوحہ۔۷

اب اثر اُلٹا نظر آتا ہے ہر تدبیر کا
یاعلیؑ آؤ مدد کو واسطہ شبیرؑ کا

کفر ہے مدِ مقابل یاعلیؑ اسلام کے
کیجئے اب جلدی مدد موقع نہیں تاخیر کا

تعزیے اُٹھیں نہ مولا ضد ہے یہ کفار کی
آپ پر روشن ہے سب احوال اس تغییر کا

تعزیے اب تک مزیّن تعزیہ خانوں میں ہیں
ہاتھ سینے پر نظر آتا ہے ہر دلگیر کا

دو وجہ سے ہوگئے پسپا ہمارے حوصلے
اِک ہماری بیکسی، اِک آپؑ کی تاخیر کا

گریہ و زاری کی حد ہے یا علیؑ کیجئے مدد
ہر مسلماں منتظر ہے آہ کی تاثیر کا

کفر ہو غارت، بڑھے اسلام یا شاہِ نجف
حشر تک قائم رہے غم، دہر میں شبیرؑ کا

خود نہیں آتے تو مولا بھیج دو عباسؑ کو
تاکہ وہ نقشہ بدل دیں کفر کی تصویر کا

ہاتھ میں عزّت ہے تیرے اے نصیری کے خدا
آبرو شیعوں کی رکھ لے واسطہ شبّیرؑ کا

بابِ خیبر ہو تو شق ہوجائے کیا اُس کی بساط
اِک اشارہ بھی اگر ہو شاہِ خیبر گیر کا

آبرو پانی نہ ہو، کر رحم اے دستِ خدا
واسطہ دیتا ہوں تجھ کو بازوئے شبّیرؑ کا

بھیجئے عباسؑ کو ببرِ مدد یا مرتضیٰ
نام قائم تا رہے، اِس کشتۂ شمشیر کا

اس مصیبت سے کرو آزاد شیعوں کو امام
واسطہ دیتے ہیں سب اس بستہ زنجیر کا

جُز ترے ہاتھوں ظفر اسلام نے پائی نہیں
خَلق میں شہرہ ہے تیری دو زباں شمشیر کا

یاعلیؑ کیجئے صنم خانے کو شق اعجاز سے
جس طرح ساماں کیا ہے کعبہ کی تطہیر کا

آپ تو دستِ خدا ہیں، آپ کو آسان ہے
ہاں بنانا فیضؔ کی بگڑی ہوئی تقدیر کا

نوحہ۔۸

از تطہیر فاطمہ (بیگم فیض بھرتپوری)

اہلِ بیتِ مصطفیٰؐ شام کے دربار میں
اے فلک پھرتے رہے، کوچہ و بازار میں

قاسمؑ و اکبرؑ نہیں، عونؑ اور اصغرؑ نہیں
آئی ہے کیسی خزاں آپ کے گلزار میں

زینبؑ و کلثوم ہیں، بیبیاں مغموم ہیں
جاتی ہیں سب ننگے سر، شام کے دربار میں

بیبیاں اور شاہِ دیں، رو رہے ہیں سب حزیں
عید مناتے ہیں سب، لشکرِ کفار میں

جاتے ہیں اب سوئے شام، شیعوں کے چوتھے امامؑ
لے کے بھرا گھر تمام، شام کے دربار میں

چوب بدندانِ شاہؑ شمر لگاتا تھا آہ
بیبیوں نے دیکھے ستم مجلسِ میخوار میں

رُک گیا سینے میں دم، ہو گیا ٹھنڈا علم
جب لگی تیغِ ستم بازوئے جرار میں

ظلم کہاں پر سوا، ہوگئے زین العبا
رو کے کہا تین بار شام کے بازار میں

پردہ کی بانی جو تھی وہ یوں ہی در در پھری
دیکھ لو تطہیر آؤ، شام کے بازار میں

مرثیہ نمبر۔۱

بعنوانِ ''منبر''

۱۹۷۸ء

کُل تعدادِ بند: ۷۲

مطلع

میں خاکِ پائے لختِ دلِ بوتراب ہوں

مرثیہ

(۱)

میں خاکِ پائے لختِ دلِ بوتراب ہوں ذرہ ہوں کو، پہ رشک دہِ آفتاب ہوں
ہوں فیضؔ فیضِ شہؑ سے سدا فیضیاب ہوں منبر پہ ہے نشست تو رفعت مآب ہوں
اب اُس جگہ ہوں جس کی بلندی کی حد نہیں
پھر کیا ہے ارتقاء کی اگر یہ سند نہیں

خاصانِ کربلا کے بہتر ہیں دل پہ داغ مدحت کے بدلے حق نے یہ روشن دئے چراغ
اس مشغلے سے پھول صفت دل ہے باغ باغ عرشے پہ ہے نشست، تو ہے عرش پر دماغ
حاصل یہ منزلت، بخدا آج ہوگئی
اِس بوریہ نشیں کو بھی معراج ہوگئی

واللہ میں نہ عابد و زاہد نہ متقی یہ بھی ہے سچ کہ وردو عبادت میں ہے کمی
باوصف اِن امور کے دل ہے مرا قوی ہر اِک سے مختلف ہے مرا طرزِ زندگی
طاعت ہے ذکر اور میں محوِ کلام ہوں
سامع ہیں مقتدی تو میں گویا امام ہوں

یہ بھی شریکِ طاعتِ حق، میں بھی لا کلام یہ سامعین، میں ذاکرِ مولائے خاص و عام
لب پر درود ان کے ہے، مدحت ہے میرا کام دونوں ہیں اُس جگہ پہ، جو ہے رشک کا مقام
اِن سب کے ساتھ میں بھی شریکِ ثواب ہوں
ناکامیوں سے پوچھ لو میں کامیاب ہوں

واللہ ہوں میں واقفِ آئینِ آگہی حق کو ہوں بات مکر سے کرتا نہیں کبھی
ہیں مطمئن حواس، تو دل ہے مرا قوی انساں تو کیا ملک پہ بھی حاصل ہے برتری
بیٹھا ہوں یوں مقامِ حسین و جمیل پر
جس طرح ذوالفقار، پر جبرئیل پر

(۲)

حاصل ہوا مجھے جِد و کد سے جو یہ مقام
اَسلاف کی دعاؤں کا ہے یہ اثر تمام
کوتاہ بیں یہ کہتے ہیں جل کر میانِ عام
اِس کا نہیں، یہ اِس کے ہے استاد کا مقام
مجھ کو اگر ہے کچھ تو شکایت اِسی کی ہے
دادِ سخن کسی کو ہے، کاوش کسی کی ہے

حاسد کے طعن و طنز کا مطلق نہیں گلہ
مدّاح اُس کا ہوں، جو ہے زہراؑ کا لاڈلا
میں مہرِ رسولؐ پہ کہتا ہوں برملا
یہ گلیہ ہے، غور تو فرمایئے ذرا
استاد گر کسی کا بہ قیدِ حیات ہے
شاگرد کو ہر ایک قدم پھر تو مات ہے

بندش ہے چُست گر تو ہے استاد کا کلام
کمزور ہے سخن، تو تنقّر کا ہے مقام
مخصوص فکر ہی سے پَرکھتے ہیں خاص و عام
استاد ہے خموش، کہ اِس سے ہے اُس کا نام
تکلیف حق کے کہنے میں سہتے نہیں کبھی
شاگرد نے کہا ہے یہ کہتے نہیں کبھی

خود رَو نہیں ریاضِ حسینی کا ہوں نہال
یہ وہ چمن ہے دخلِ خزاں جس میں ہے محال
کرتا ہے باغبانِ مشیت جو دیکھ بھال
باغی نہ کرسکیں گے کبھی اِس کو پائمال
پورا نہ ہوسکے گا جو خواب و خیال ہے
فیضؔ شہِ ہُدا کا مٹانا محال ہے

مائل بہ شر نہیں ہوں اگرچہ ہوں میں بشر
بالا فرازِ طُور سے ہے پستیٔ نظر
عاجز مَلَک ہیں، واں ہے مری فکر کا گزر
دربانِ بابِ علم نہیں پھرتے دَر بدر
بعدِ فنا ثمر یہ ریاضت کا پاؤں گا
اُٹھوں گا جب یہاں سے تو جنت میں جاؤں گا

(۱۱)

اِک دن یہ دل نے عقل سے پوچھا کہ اے ذکی
کیا فرق ہے بلندیِ و پستی میں ظاہری
یہ بات بھی بتا دے، جو ہے میرے کام کی
اِس منبرِ رسولؐ کی ایجاد کیوں ہوئی
مشکل تھا کو یہ کام مگر بر محل ہو
عقدہ یہ جستجوئے مسلسل سے حل ہوا

کچھ سوچ کر ہُرد نے یہ دل سے کیا کلام
جو فرش سے بلند بنایا گیا مقام
موجد نے ایسی چیز کا منبر رکھا تھا نام
ہوتا تھا وقتِ وعظ نبیؐ کا وہاں قیام
بعد از نبیؐ، نبیؐ کے برادر سے پوچھئے
حق یہ ہے حق کو صاحبِ منبر سے پوچھئے

ہیں پنجتن میں چار یہ منبر کی زیب و زین
اللہ کا رسولؐ، علی اور حسنؑ حسینؑ
سب شاہِ مشرقین، شہنشاہِ مشرقین
ایماں کی جان و روح مشیت کے دل کا چین
منبر کے پانچ زینے جو عرشے سمیت ہیں
وارث نبیؐ کے بعد فقط اہلِ بیتؑ ہیں

دنیا سے جب رسولؐ خدا نے کیا سفر
بو بکر بیٹھے عرشہ منبر کو چھوڑ کر
بیٹھے وہ زینہ چھوڑ کے پھر حضرتِ عمر
عثمان ما سبق کی تھے سُنّت پہ سر بہ سر
منبر پہ بیٹھے بعدِ نبیؐ اضطراب سے
اجماع سے کوئی تو کوئی انتخاب سے

لکھتا ہے اس جگہ پہ یہ راویِ محترم
جب تین مرحلوں سے یہ گزرا بصد حشم
منبر پہ پہنچا پھر تو پیمبرؐ کا ابنِ عم
ہے کون جانشینِ نبیؐ کُھل گیا بھرم
حقدار تھے تو عرشہ منبر پہ تھی نشست
خویشِ نبیؐ کی جائے پیمبرؐ پہ تھی نشست

(۱۶)

سرگوشیاں یہ دیکھ کے کرنے لگے تمام
پوچھا علیؑ نے، کرتے ہو آپس میں کیا کلام
کچھ نے کہا کہ بیٹھتے تھے یاں نبیؐ مدام
فرمایا مرتضیٰؑ نے کہ سُن لیں یہ خاص و عام
نائب رسولؐ کا ہوں، چلوں گا اصول پر
عرشہ ہے کیا میں بیٹھا ہوں دوشِ رسولؐ پر

کونین میں ہوں بعد نبیؐ سب سے سربلند
مثلِ رسولِ پاکؐ ہیں خطبوں میں وعظ و پند
وہ بزم ہو کہ رزم، نہیں ہوں کہیں بھی بند
بولے یہ سُن کے جتنے تھے مسجد میں حق پسند
داماد، بھائی، خویش، ولی اور وزیر ہیں
حقدار اس جگہ کے جنابِ امیرؑ ہیں

جس دم بُتوں سے پاک علیؑ نے کیا حرم
دوشِ رسولِ پاکؐ پہ اُس وقت تھے قدم
لاکھوں تھے بُت پرست نہ مارا کسی نے دم
معراجِ مرتضیٰؑ اسے کہیئے تو ہے یہ کم
شاہد وہی ہے اِس کا جو روشن ضمیر ہے
دوشِ نبیؐ کے سامنے منبر حقیر ہے

یہ نائبِ رسولؐ ہیں دامادِ مصطفیٰؐ
پہچانا کس نے اِن کو پیمبرؐ کے ماسوا
کھلتے ہی آنکھ دیکھا ہے چہرہ رسولؐ کا
اِن سا نہ کوئی سابق الاسلام ہو سکا
اعلیٰ میں اور علیؑ میں تو پستی نہ ڈھونڈیئے
ایمانِ کُل میں کفر پرستی نہ ڈھونڈیئے

گھر میں خدا کے دوشِ پیمبرؐ ملا اِنہیں
ہجرت کی شب رسولؐ کا بستر ملا انہیں
حق سے خطابِ ساقیِ کوثر ملا انہیں
حد ہوگئی نبیؐ سا برادر ملا انہیں
یہ ہی تو وجہِ خلعتِ گلزارِ خلد ہیں
حق نے دئے وہ لال جو سردارِ خلد ہیں

(۲۱)

گلزارِ مصطفیؐ کی شگفتہ کلی ہیں یہ
ہاں آشنائے رازِ خفی و جلی ہیں یہ
واقف ہیں جن وانس کہ حق کے ولی ہیں یہ
اعلیٰ نبیؐ کے بعد ہیں سب سے، علی ہیں یہ
سنتے ہی اسمِ پاک نبیؐ کے وزیر کا
منبر پہ یاد آگیا منبر غدیر کا

منبر بنا رہے تھے جو اصحابِ حق پسند
پالانِ اُشترانِ عرب سے تھا جوڑ بند
اس کام میں شریک تھے خود شاہِ ارجمند
منبر بنا نہ آج تک اتنا کوئی بلند
غم کیا، مخالفین اگر سدِ راہ ہیں
حُجاج جس قدر ہیں وہ عینی گواہ ہیں

منبر پہ خطبہ خواں ہوئے پہلے شہِ عرب
بعد اس کے مرتضیٰ کو نبیؐ نے کیا طلب
ہاتھ اُن کا لے کے ہاتھ میں فرمایا سُن لیں سب
مولا یہ میرے بعد ہیں سب کے بحکمِ رب
یہ رسمِ تاجپوشی، بہ تعجیل ہوگئی
حکمِ خدائے پاک کی تعمیل ہوگئی

جب بزمِ جانشینیِ حیدرؑ ہوئی تمام
خیمہ کرایا نصب نبیؐ نے پئے امام
مسند پہ مرتضیٰ کو بٹھا کر بہ احترام
فرمایا، تہنیت دے ہر اِک اِن کو خاص و عام
اِک شورِ تہنیت تھا زمیں آسمان میں
بخٍ لکَ کی آئی صدا سب کے کان میں

ساقی یہ روزِ عید ہے جامِ شراب دے
ہیں بادہ کش قدیم، انہیں بے حساب دے
سب منتظر ہیں صدقہ حیدرؑ شتاب دے
مے لاجواب، ساغرِ مے انتخاب دے
مے نوش ہیں بلا کے یہ منہ موڑتے نہیں
ساغر میں، ایک قطرۂ مے چھوڑتے نہیں

(۲۶)

یہ جتنے میکدے، میں ہیں سب ہم مذاق ہیں
دریا دلی سے پینے پلانے میں طاق ہیں
شائستگی میں فخرِ حجاز و عراق ہیں
اِن کے تو مے کشی میں بڑے طمطراق ہیں
اپنا تو اِن میں اب سرِ فہرست نام ہے
جن کو کہ مے کشی میں تکلف حرام ہے

حیدرؑ نے جو رسولؐ کے بستر پہ پی، وہ مے
کعبے میں جو کہ دوشِ پیمبرؐ پہ پی، وہ مے
جو بعدِ حج غدیر کے منبر پہ پی، وہ مے
خیبر میں، قتلِ مرحب و عنتر پہ پی، وہ مے
ساقی ولائے آلؑ یہاں کھینچ لائی ہے
تلچھٹ ہی اس کی دے دے جو حُرؑ کو پلائی ہے

ہوں آنے والا روز کا پہچانتے ہیں سب
ناغہ کبھی ہوا نہیں یہ جانتے ہیں سب
پابندِ وضع ہوں اِسے گردانتے ہیں سب
کیسا بھی ہوں پہ بات مری مانتے ہیں سب
میں مرکزِ نگاہ، بہ فیضِ کریم ہوں
جتنے بھی بادہ خوار ہیں سب سے قدیم ہوں

دیکھا ہے مے کشی کو مری خاص و عام نے
رندوں نے، زاہدوں نے، ولی نے، امامؑ نے
خورشید نے، ستاروں نے، ماہِ تمام نے
رہنے دے جام و شیشے کو نظروں کے سامنے
ساقی، خیالِ خاطرِ میکش ضرور ہے
شیشہ اٹھا، کہ شیشہ دل چُور چُور ہے

میکش یہاں پہ آتے ہیں جتنے بھی صبح و شام
آئینِ مے کدہ کے وہ پابند ہیں تمام
ہوں بادہ کش قدیم، تو حاصل ہے یہ مقام
مستثنیٰ ہوں قیود و ضوابط سے لا کلام
ساقی سے ربط ضبط بصد افتخار ہے
جب چاہوں، آؤں جاؤں، مجھے اختیار ہے

(۳۱)

ساقی ہے نظمِ میکدہ میں تجھ کو اختیار ہوں بادہ کش قدیم مَیوں میں نہ کر شمار
واللہ میری طبع ہے شائستۂ خمار جی بھر کے پی ہے پھر بھی ہے یہ ظرفِ بادہ خوار
لغزش قدم میں ہے، نہ طبیعت اداس ہے
آئینِ مے کدہ کا مجھے کتنا پاس ہے

وہ بادہ کش ہوں، جام پہ کندہ ہے میرا نام ساغر کو رکھ دوں ہاتھ سے، یہ ہے خیالِ خام
گنتی سے، ناپ تول سے، مطلق نہیں ہے کام پی ہے شراب بے عمل و غش ساقیا مدام
واللہ پھر بھی مے سے طبیعت نہیں بھری
بھر پور چھک گیا ہوں پہ نیت نہیں بھری

مے پی کے آج تک نہیں بہکا خدا گواہ ساقی و میکدے کا سدا سے ہوں خیر خواہ
اپنے تو اپنے غیر سے کر لیتا ہوں نباہ لیکن حریفِ مے کو سمجھتا ہوں رو سیاہ
وابستہ میکدے سے حیاتِ دوام ہے
میکش قدیم ہوں، مجھے پینے سے کام ہے

میخانے پانچ، ساقی ہیں بارہ، فلک مقام ہر میکدے میں خُم بھی بہتر ہیں لا کلام
ممکن شمار جن کا نہیں، اس قدر ہیں جام ہر میکدے کا ایک ہے آئین و انتظام
ہر اِک مئے ولا کا جو امیدوار ہے
اتنے ہیں بادہ خوار کہ مشکل شمار ہے

کثرت یہ میکدے کی یہ فیضِ حسینؑ ہے اِن پر ولائے سبطِ نبیؐ، فرضِ عین ہے
قرآن و اہلِ بیتؑ کے جو بین بین ہے ہر فعل ہی پسندیدۂ مشرقین ہے
حق کو ہیں، حق پسند ہیں، اور با اصول ہیں
یہ سب کے سب ہی ناصرِ سبطِ رسولؐ ہیں

(۳۶)

ہوتے اگر حسینؑ کے ہمراہ یہ تمام
جانِ عزیز کرتے نثارِ شہِؑ انام
ذکرِ حسینؑ سُن کے جو روتے ہیں یہ مدام
شامل ہے ناصرانِ شہِؑ دیں میں ان کا نام
شورش اگر کہیں ہو عزائے امامؑ پر
ہوجاتے ہیں شہید یہ مولاؑ کے نام پر

مولاؑ وہ کون، فاطمہؑ زہراؑ کا لاڈلا
کاندھوں پہ اپنے جس کو بٹھاتے تھے مصطفیؐ
جب کربلا میں، نرغۂ اعداء، میں گھر گیا
بیٹے، بھتیجے، بھائی ہوئے قتل بے خطا
نذرِ اجل جو اصغرؑ بے شیر ہوگئے
تیار پھر جہاد کو شبیرؑ ہوگئے

خیمے میں جا کے شاہؑ نے ہمشیر سے کہا
بوسیدہ جو لباس ہو، لے آؤ وہ ذرا
لائیں، تو تار تار، اُسے اور بھی کیا
پھر کر کے زیبِ تن یہ کہا بنتِ مرتضیٰؑ
خوں آج ریگِ گرم پہ بہہ جائے گا بہن
بس یہ لباس، جسم پہ رہ جائے گا بہن

چھوڑیں گے جسم پر نہ کوئی چیز اے بہن
پامال ہوگا گھوڑوں کی ٹاپوں سے بے وطن
چالیس روز تک نہ ملے گا مجھے کفن
رن کا غبار، ڈھانپے گا اُڑ کر مرا بدن
باقی کسر رکھیں گے نہ مجھ کو ستانے میں
مظلوم کوئی مجھ سا نہ ہوگا زمانے میں

فرمایا پھر کہ عابدِؑ بیمار کو بلاؤ
آیا پسر، تو بولے گلے سے ہمیں لگاؤ
بابا کو، اپنا حالِ طبیعت تو کچھ بتاؤ
تھرا رہے ہو ضعف سے اے لال بیٹھ جاؤ
جانا ہے مجھ کو سر، رہِ حق میں کٹانے کو
آیا ہوں تم کو رازِ امامت بتانے کو

(۴۱)

یہ کہہ کے لپٹے عابدِ بیمار سے امامؑ
سب کو جدا جدا پے تسکیں دئے پیام
فرمایا، رن کو چلنے لگے جب شہِ انام
فضہ کنیز ماں کی تجھے بھی مرا سلام
مرنے چلا کچھ ایسے دُلارا بتولؑ کا
جس بیکسی سے اٹھا جنازہ رسولؐ کا

اِک دو قدم جو چل کے رُکا، اسپ تیز گام
گردن تھپک کے پیار سے بولے شہِ انام
کیوں رُک گیا، نہ یہ مری منزل، نہ یہ مقام
یہ خدمتِ اخیر ہے کردے اسے تمام
تا قتل گاہ آج اگر لے کے جائے گا
اِس کا صلہ رسولؐ سے جنت میں پائے گا

گھوڑے نے سر جھکا کے کہا اے علیؑ کے لال
اِس وقت میرا فرطِ الم سے ہے غیر حال
اب اِک قدم اٹھاؤں، یہ میری نہیں مجال
اتریں تو میری پشت سے، اے شاہِ خوشخصال
کیوں کر چلوں کہ بات، ہے عقل و شعور کی
لپٹی ہوئی سُموں سے ہے دختر حضورؐ کی

اُترے فرس سے روتے ہوئے سرورِ انام
جلتی زمیں پہ لیٹ گئے شاہِ تشنہ کام
بٹھلا کے اپنے سینے پہ کہنے لگے امامؑ
رستہ نہ روکو باپ کا، بیٹی اہم ہے کام
جانا ہے قتل گاہ شہادت کے واسطے
دینا ہے سر شفاعتِ امت کے واسطے

مل لو گلے سے باپ کے جی بھر کے میں نثار
ہونا ہے جو بھی آج، وہ مجھ پر ہے آشکار
میں لوٹ کر نہ آؤں تو ہونا نہ بے قرار
رہیو پھوپھی کے پہلو میں اے میری گلعذار
بعد اس کے میرے سینے پہ سونے نہ پاؤ گی
ہو کر یتیم شام کا زنداں بساؤ گی

(۴۶)

پہنچا کے خیمہ گاہ میں بیٹی کو شاہِ دیں
واپس ہوئے جہاد کو پھر سوئے فوج کیں
آمادۂ رجز ہوا، زہراؑ کا نازنیں
نعرہ کیا، کہ ہل گئی مقتل کی کُل زمیں
پہچان لو، میں پارۂ دل ہوں بتولؑ کا
بیٹا ہوں میں علیؑ کا، نواسہ رسولؐ کا

تم میں سے سینکڑوں نے یہ دیکھا ہے واقعہ
مسجد میں محوِ طاعتِ حق تھے شہِ ہُدا
سجدے میں تھے کہ پشت پہ میں اُن کی چڑھ گیا
میری وجہ سے سجدے سے اٹھے نہ مصطفیٰؐ
اس وجہ میرا پیشِ مشیت وقار ہے
اللہ کی نماز میں بھی اختیار ہے

آگاہ ہو، کہ ہوں میں پیمبرؐ کا ورثہ دار
ہے زیبِ تن لباس، جو ہنگامِ کارزار
عمامہ و عبائے رسولِؐ فلک وقار
ہے اسپ ذوالجناح، تو شمشیر ذوالفقار
بتلاؤ کیا، نبیؐ کا نواسہ نہیں ہوں میں
صحرا میں تین روز سے پیاسا نہیں ہوں میں

محبوبِ کبریا نے اٹھائے ہیں میرے ناز
دل سے عزیز رکھتے تھے شاہنشہِ حجاز
مانگیں دعائیں جب بھی، بہ درگاہِ کارساز
حق نے قبولیت سے کیا اُن کو سرفراز
میری ہی منقبت میں تو قرآن آیا ہے
جبریل نے مجھی کو تو جھولا جھلایا ہے

قرآن کی زبان میں کرتا ہوں گفتگو
لہجہ رسولِؐ پاک سے ملتا ہے ہو بہو
میرے لہو سے آتی ہے خونِ نبیؐ کی بو
ہے میرے دم سے دینِ پیمبرؐ کی آبرو
میرے لئے ہی حُلّہِ فردوس آئے ہیں
کیا جن و اِنس، ناز خدا نے اٹھائے ہیں

(۵۱)

بولا یہ ابنِ سعد، یہ سچ ہے خدا گواہ
لیکن جدا ہے آپ کی، میری جدا ہے راہ
بے دیں ہوں، دیں پناہ سے کیونکر کروں نباہ
دولت کی چاہ میں ہے زر و مال پر نگاہ
دل سے بھلا سکوں گا نہ رے کی امید کو
سر بھیجنا ہے کاٹ کے نذرِ یزید کو

یہ سُن کے شہؑ پہ ٹوٹ پڑی فوج ناگہاں
حملے ہوئے وہ چار طرف سے کہ الاماں
لاکھوں اُدھر، اِدھر تھے اکیلے شہِ زماں
رُخ سوئے بطحا کر کے یہ بولے، کہ ناجاں
ہمت شدید بھوک میں پیاسے کی دیکھ لیں
اٹھ کر لحد سے جنگ نواسے کی دیکھ لیں

بہرِ دفاع میان سے کھینچی جو ذوالفقار
ہتھیار پھینک پھینک کے بھاگے ستم شعار
جو اِن کی زد پہ آگیا، دو تھا وہ نابکار
کُل افسرانِ فوج کو اس دم تھا انتشار
چلایا شمر بڑھ کے سر اس کا اتار لو
تنہا کو بھوکے پیاسے کو زخمی کو مار لو

بولا دروغ گو کوئی اے شاہِ بحر و بر
بیٹی علیؑ کی آگئی رن میں برہنہ سر
مُڑ کر سوئے خیام جو کی شاہ نے نظر
تنہا پہ مل کے ٹوٹ پڑے بانیانِ شر
حربہ وہ کون سا تھا، جو کھاتے نہ تھے حسینؑ
قابو میں پر کسی کے بھی آتے نہ تھے حسینؑ

گھر کر سپاہ میں جو کئے شاہِ دیں نے وار
زینِ فرس سے گرنے لگے کٹ کے نابکار
پیدل تھے کس قطار میں، بھاگا ہر اِک سوار
رکتا تھا ہاتھ شہؑ کا، نہ گھوڑا، نہ ذوالفقار
فوجوں کو تا بہ کوفہ بھگاتے رہے حسینؑ
سر تا قدم لہو میں نہاتے رہے حسینؑ

(۵۶)

آیا جو وقتِ عصر، تو پھر روک کر حُسام
بہرِ نماز اُترے فرس سے شہِ انام
جلتی زمیں پہ کر کے تیمم بہ اہتمام
پیشانی رکھ دی سجدۂ خالق میں لاکلام
شبیرؑ نے جو سجدۂ اول ادا کیا
شمرِ لعیں نے سر کو قفا سے جدا کیا

غُل تھا کہ قتل ہوگیا زہراؑ کا نازنیں
برسا لہو فلک سے، تو ہلنے لگی زمیں
چھایا اندھیرا سُرخ و سیہ آندھیاں چلیں
دیکھا یہ جن وانس وملائک نے بالیقیں
نیزے پہ فرقِ بادشہِ مشرقین تھا
یہ منبرِ بلند برائے حسینؑ تھا

سوئے نجف یہ میں نے صدا دی بشورِ وشین
منبر بلند کون سا ہے فاتحِ حنین
وہ جس پہ آپؑ بیٹھے، کہ زہراؑ کا نورِ عین
آئی صدا نجف سے، سُن اے شاعرِ حسینؑ
میں واں تھا اقتدارِ ولایت لئے ہوئے
یہ یاں ہیں اختیارِ شفاعت لئے ہوئے

واں جشن میں شریک تھے حجاجِ ذوالکرام
یاں ننگے سر ہیں اہلِ حرم، اور ہجومِ عام
واں تھا طعام و آب کا معقول انتظام
یاں تین دن سے کنبہ نبیؐ کا ہے تشنہ کام
واں تاجِ اولیا تھا، یہاں تاجِ صبر ہے
سب کچھ تھا واں، یہاں نہ کفن ہے نہ قبر ہے

اس وقت میرے دل کو نہ راحت ہے اور نہ چین
اہلِ حرم تمام ہیں مشغولِ شور وشین
منبر پہ خطبہ خواں تھے نبیؐ واں بہ زیب وزین
یاں پڑھ رہا ہے کہف کا سورہ سرِ حسینؑ
بعدِ فنا ثبوت ہے، گویا کمال کا
اعجاز ہے یہ فاطمۂ زہراؑ کے لال کا

(۶۱)

شاہد ہیں اب شمال وجنوب اور غرب وشرق　　حجاج واں تھے بحرِ مسرت میں سب ہی غرق
غلطاں یہاں ہے خون میں سبطِ نبیؐ کا فرق　　ہے دونوں منبروں میں زمیں آسماں کا فرق
وہ تھا خوشی کا، یہ غمِ لا انتہا کا ہے
وہ منبرِ غدیر تھا یہ کربلا کا ہے

اب اس کے آگے کیا کہوں، گریاں ہے دل مرا　　ہو کر اسیرِ شام کو سجادؑ جب چلا
اہلِ حرم تمام تھے بے مقنع و ردا　　اونٹوں پہ بیبیاں تھیں، تو علیلؑ برہنہ پا
جنگل میں ہر طرف تھی صدا شور وشین کی
روتی تھی سر کو پیٹ کے مادر حسینؑ کی

تھا نیزۂ طویل پہ فرقِ شہِ ہُدا　　اُن کے عقب میں تھا سرِ عباسِ با وفا
اِس سلسلے سے سر تھے بہتّر جدا جدا　　آخر میں سب کے نیزے پہ سر تھا صغیر کا
آلِ رسولؐ برہنہ سر اشتروں پہ تھی
انبوہ کی نگاہ بہتّر سروں پہ تھی

ننھے سے سر کو دیکھ کے بولے یہ اہلِ شام　　کیا رن میں یہ گیا تھا پئے نصرتِ امامؑ
اِس نے بھی کیا چلائے تھے تیر وتبر حُسامؑ　　بولا یہ ابنِ سعد میانِ ہجومِ عام
دم شدتِ عطش سے جو ہونٹوں پہ آیا تھا
پانی پلانے باپ اِسے رن میں لایا تھا

سائل ہوا جو آب کا فرزندِ بوترابؑ　　پانی تو پانی، واں نہ کسی نے دیا جواب
اصغرؑ سے بولے شاہؑ کہ لختِ دلِ ربابؑ　　پیاسے ہو، خود ہی فوج سے کر لو سوالِ آب
سوکھی زباں دکھائی جو ہونٹوں پہ پھیر کے
پانی دل وجگر ہوئے ہر اِک دلیر کے

روتا تھا منہ کو پھیر کے ہر شخص زار زار　　گھبرا گیا میں دیکھ کے فوجوں میں انتشار
تب حرملا سے بڑھ کے کہا، آزمودہ کار　　بچہ ابھی تمام ہو، تیر اِس طرح سے مار
چھ ماہ کا صغیر تھا، اور تشنہ کام تھا
ناوک سے حرملا کے یہ بچہ تمام تھا

ننھی سی قبر کھود کے روئے شہِ ہُدا　　اصغرؑ کو رکھ کے قبر میں شبیرؑ نے کہا
مجبور تھا کہ تم کو نہ پانی پلا سکا　　شکوہ نہ کیجو باپ کا دادی سے میں فدا
جاؤں گا شام وکوفہ مری جاں تمھارے ساتھ
تم بعدِ دفن بھی تو رہو گے ہمارے ساتھ

پھر سب کو بند شام کے زندان میں کیا　　شہزادیوں کو خاک پہ دی بیٹھنے کی جا
رویا جو کوئی طفل طمانچہ لگا دیا　　اور عابدِ مریض کو، دُروں کی دی سزا
زنداں میں قیدیوں کو میں سونے نہ دیتا تھا
ہائے حسین کہہ کے بھی رونے نہ دیتا تھا

بعد اِک برس کے قید سے چھوٹے اسیرِ غم　　سب کو کیا شمار تو بچی تھی ایک کم
عابدؑ سے رو کے بولیں یہ زینبؑ بصد الم　　جاتے ہیں اب امانتِ شبیرؑ کھو کے ہم
ننھی سی قبر سے یہ عیاں لا کلام ہے
اب بھی سکینہؑ قیدیِ زندانِ شام ہے

پھر قبر سے لپٹ کے یہ رو کر کیا کلام　　اے قیدِ دائمی کی مقید، تجھے سلام
چھٹ کر وطن کو جاتی ہوں اے دخترِ امامؑ　　دو گی نہ کیا بہن کو مری جاں کوئی پیام
صدمے اٹھا اٹھا کے جہاں سے گزر گئی
صغراؑ جو تم کو پوچھے، تو کہدوں کہ مر گئی

(۷۱)

دم بھر بھی خوفِ شمر سے بی بی نہ سوتی تھیں　　صغرا کا حال پوچھ کے بے چین ہوتی تھیں
ہجرِ پدر میں جان کو ہر وقت کھوتی تھیں　　سب کو رُلاتی رہتی تھیں، اور خود بھی روتی تھیں

بی بی بہت تھا شوق وطن تم کو جانے کا
اٹھو کہ قفل کُھلا ہے اب قید خانے کا

میں کیوں نہ پھوٹ پھوٹ کے روؤں مثالِ ابر　　تجھ پر ہوئے ہیں ظلم و ستم جس قدر بہ جبر
دکھلائی تیری جرات و ہمت نے شانِ صبر　　عبرت کا اِک مقام ہے تیرا نشانِ قبر

زائر تمام قبر پہ آ کر جو روئیں گے
واللہ پہلے داخلِ زنداں وہ ہوئیں گے

مرثیہ نمبر۔۲

سنہ ۱۹۸۰ء

کُل تعدادِ بند: ۶۵

مطلع

مائلِ مدحتِ حیدرؑ ہے طبیعت میری

(۱)

مائلِ مدحتِ حیدرؑ ہے طبیعت میری
گامزن عدل کے جادے پہ ہے فطرت میری
قابلِ رشک ہے واللہ بصیرت میری
اب ہے معراج پہ گویائی کی قوت میری
میرے حصے میں جو یہ زورِ بیاں آیا ہے
کیوں نہ ہو، علم، درِ علم سے یہ پایا ہے

حاسدوں کا مجھے کچھ خوف نہ تنقید کا ڈر
گامزن جادۂ مدحت پہ ہوں، بے خوف وخطر
مجھ پہ پستی کا ہوا ہے نہ کبھی ہوگا اثر
ہے تمسک بہ علیؑ اوج پہ ہیں فکر ونظر
فصل وہ کاٹتے ہیں تخم جو کچھ بوتے ہیں
جو علیؑ والے ہیں گمراہ کہیں ہوتے ہیں

ہے یہی عدل، کہ اچھوں کی ہو مدحت ہر دم
اور مذمت میں بُروں کی بھی چلے خوب قلم
جتنی سچ باتیں ہیں بے خوف کرو اُن کو رقم
راہِ حق میں رہے اخلاص کا ہاتھوں میں علم
قدر اس واسطے حق کو کی سوا ہوتی ہے
سچ سے کردار پہ انساں کے جلا ہوتی ہے

جو بُرے ہیں انہیں کس طرح کہو گے اچھا
عیب، بے عیبوں میں ڈھونڈو، یہ نہیں ہے زیبا
جھوٹ کا سچ پہ تو جادو نہ چلے گا اصلا
حق کو حق کہیئے تو ناحق کو سدا کہیئے بُرا
اس طرح بزم میں گر صدق بیانی ہو جائے
دودھ کا دودھ ہو، اور پانی کا پانی ہو جائے

نامِ حیدرؑ سے جو بد بخت جلے جاتے ہیں
اُن سے کد رکھتے ہیں اپنوں کے گُن گاتے ہیں
کفر کو سامنے ایمان کے کو لاتے ہیں
اپنے اسلاف کو، پھر بھی نہ بڑھا پاتے ہیں
سچ ہے ضد ین میں اِک شکل حسد ہوتی ہے
نسلِ فرار کو کرار سے کد ہوتی ہے

(۲)

تجھ کو ہے حیدرِ کرار سے اتنی پرخاش
عسل وقند میں بھی کرتا ہے تلخی کو تلاش
تیرگی، نور میں ممکن ہی نہیں اے اُوباش
کفر کی زد سے نہ ایمان میں آئے گی خراش
کہیں اِن باتوں سے اوصافِ علیؑ گھٹتے ہیں
طبقِ عرش بھی پھونکوں سے کہیں پھٹتے ہیں

کچھ سبب اِس کا بتا، دشمنِ زہراؑ و نبیؐ
کیوں کھٹکتی ہے نگاہوں میں تری مدحِ علیؑ
بات مے نوش، کیا کرتا ہے بہکی بہکی
چاند پر ڈالنے سے خاک بھی پڑتی ہے کبھی
کفر کو ان کے سبب، جان کے بھی لالے ہیں
بخدا صاحبِ اعجاز، خدا والے ہیں

جانشیں ہیں یہ بلافصل، حبیبِ رب کے
اِن کے اِک وار سے ٹکڑے ہوئے مرحب کے
پاؤں راکب کے نہ پھر رن میں جمے مرکب کے
قاتلِ کفر ہیں اور عقدہ کشا ہیں سب کے
گر رقم مدح کروں چوم کے پائے حیدرؑ
سرحدِ نعت سے مل جائے ثنائے حیدرؑ

درحقیقت، یہ حقیقت ہے سُن اے بانیِ شر
انبیا حاصلِ اوصاف ہیں سب سے بڑھ کر
جائزہ، عدل اور انصاف سے تو لے گا اگر
جملہ اوصاف تجھے آئیں گے حیدرؑ میں نظر
جب یہ ممکن نہیں ذرہ شہِ خاور ہو جائے
کس طرح کوئی بھلا ثانیِ حیدرؑ ہو جائے

یہ تو یہ بوذرؓ و قنبرؓ کی نہیں کوئی مثال
کیا نہیں پیشِ نظر حُرِّ دلاور کا مآل
ہو اگر نام کو ایمان کی قوت میں کمال
تابعِ حکم رہیں ماضی و مستقبل و حال
ہاتھ میں پھر تو عناں وقت کی یکسر ہو جائے
بوترابی کے لئے چرخِ نگوں سر ہو جائے

(۱۱)

الفتِ پنجتنِ پاک کا میں بھی ہوں اسیر
کون سا دن ہے، جو کرتا نہیں مدحِ شبیرؑ
یہ وہ ہے شغل نہیں جس کی زمانے میں نظیر
اس کی ضو سے ہیں مرے قلب وجگر پُر تنویر
کو کہ قبضے میں مرے تخت نہیں تاج نہیں
فیضِ مولا سے کسی شخص کا محتاج نہیں

گلشنِ مدحتِ شبیرؑ ہے میری جاگیر
سیدھی سادی سی ہوا کرتی ہے طرزِ تقریر
سر نہیں کرتا کبھی شوکتِ الفاظ کے تیر
روز مرہ میں کیا کرتا ہوں مدحِ شبیرؑ
بات یہ حق ہے، کوئی کہہ دے یہ کم ظرفوں سے
عشق ہے جن کو، نہیں کھیلتے وہ حرفوں سے

مدح کرتا ہوں سوا اُس سے جو ہے میری بساط
بخدا میں نہیں پابندِ حدودِ افراط
اور پھر حفظِ مراتب میں ہوں مطلق محتاط
صاحبِ فن مجھے کہتے ہیں سخن کے بقراط
مدح یہ لکھی ہے۔جبریل کے پَر سے میں نے
آبرو پائی ہے شبیرؑ کے در سے میں نے

جو کہ ہے افضل واعلیٰ، وہ ریاضت ہے یہی
ہم سنوں میں مجھے بس وجہِ فضیلت ہے یہی
لاکھ افلاس میں، گنجینۂ دولت ہے یہی
میرے ایمان وعقیدے میں عبادت ہے یہی
اب میں جویا نہیں بہتر سے بھی بہتر کے لئے
زندگی وقف ہے مداحِ سرورؑ کے لئے

مرثیہ شہؑ کا جو کہتے ہیں بہ اوصافِ اتم
خلد سے چومنے منہ آتے ہیں مضموں پیہم
دل کی آواز ہے، کرتے ہیں جو کاغذ پہ رقم
طبعِ موزوں کا یہ اعجاز ہے خالق کی قسم
مبلغِ علم کی، اس امر میں بے جا ضد ہے
ہر پڑھا لکھا نہیں کہتا خدا شاہد ہے

(۱۶)

بس وہی کہتے ہیں، جن کو کہ ہے تائیدِ امام
یا وہ مداح ہوا کرتا ہے جن کو الہام
زور و زر سے بھی، کہیں زور پہ آتا ہے کلام
رشک کی جا ہے، حسد کا نہیں حاشا یہ مقام

میں اگر مرثیہ کو ہوگیا حیرت کیسی
یہ نہ دیکھا کہ ہے شبیرؑ سے الفت کیسی

علم پر مرثیہ گوئی کا اگر ہوتا مدار
پھر تو اِس صنف کے ہوتے علماء ہی حقدار
ما سوا اُن کے سخن غیر کا ہوتا بیکار
ٹھنڈے دل سے کبھی اس بات کو سوچا سرکار

علم کے زور پہ جو چاہتے سو ہو جاتے
علماء جتنے ہیں سب مرثیہ گو ہو جاتے

مرثیہ بس وہی کہتا ہے سُن اے نیک صفات
جس کو اس قسم کی، خالق سے ملی ہو سوغات
طبع موزوں ہو، محبت ہو، حقیقی جذبات
مدحتِ پنجتنِ پاک کرے جو دن رات

معترض، اب نہ یہ کہنا کہ میں کیوں کہتا ہوں
مرثیہ گوئی کا حق ہے مجھے، یوں کہتا ہوں

مرثیہ گوئی، مشیت کا عطیہ ہے حضور
بخدا بخشتی ہے قلب و جگر کو یہ سرور
شاعر و شاعرہ ہیں، واقفِ آئینِ شعور
مندمل ہوتا ہے اس شغل سے دل کا ناسور

شاعری اصل میں فطرت کی گل افشانی ہے
شعر گوئی کوئی سیکھے، تو یہ نادانی ہے

اس لئے مدح میں مشغول ہیں شاعر ہمہ تن
حشر تک کے لئے، مدحت کا ہے سرسبز چمن
مرتے مرتے بھی رہا کرتی ہے اس کی ہی لگن
کاوشِ فکر کی معراج ہے، خوبیِ سخن

دھیان اس کا رہے، اے مرتبہ دانِ ممدوح
ہوں وہ الفاظ عیاں جس سے ہو شانِ ممدوح

(۲۱)

میری صحت سے، جو سن کا نہیں ملتا ہے پتا
میرے احباب بھی کھا جاتے ہیں اکثر دھوکہ
بخدا دخل نہیں اس میں غلو کا اصلا
مجھ کو دم خم، یہ حبیبؐ ابنِ مظاہر سے ملا

جوش میں ہوتا ہوں سیدھا، میں کمانوں کی طرح
کیوں نہ پیری میں نظر آؤں جوانوں کی طرح

ہیں یہ دراصل عقیدے کے مرے احساسات
مدحتِ پنجتنِ پاک سے پھیکی ہے نبات
ملتے رہتے ہیں مضامین، فرزدق کی صفات
مجھ پہ مقذف ہے کیا سب کے لئے ہے یہی بات

گر کریں مدحتِ شبیرؑ، خلوصِ دل سے
خود بخود آشنا ہو جائیں گے وہ منزل سے

ہے جداگانہ زمانے میں، ہر اک کی کوشش
حسبِ ہمت ہے، ہر اک شخص کی فکر و کاوش
نام کو بھی کسی شاعر سے نہیں ہے رنجش
جادۂ پنجتنِ پاک پہ ہے اپنی روش

سچ تو یہ ہے، کفِ افسوس وہی ملتے ہیں
کمتری کا جنھیں احساس ہے، وہ جلتے ہیں

جو بھی دنیا میں ہے اے فیضؔ، فنا فی الشبیرؑ
سرحدِ فکر سے بالا ہے، اُسی کی توقیر
ہو نہیں سکتا کبھی وہ، غمِ دوراں کا اسیر
وہ اگر خاک بھی دے، لے لو سمجھ کر اکسیر

عشقِ شبیرؑ سے اُس نے یہ سند پائی ہے
حق بجانب ہے، جو دعویِ مسیحائی ہے

زیبِ قرطاس میں جب قصۂ غم کرتا ہوں
قلب پر نادِ علیؑ، دم بہ دم کرتا ہوں
فوجِ الفاظ پہ خامے کو علم کرتا ہوں
وہ جو مضمون بتاتے ہیں رقم کرتا ہوں

یوں تو، ہر اک پہ نوازش، بخدا ہوتی ہے
نسبتِ ظرف سے مولاؑ کی عطا ہوتی ہے

(۲۶)

میری طینت میں، انا ہے، نہ تکبر، نہ غرور
یورشِ غم میں بھی رہتا ہوں ہمیشہ مسرور
مجلسِ شاہ سے سیکھے ہیں، یہ آئینِ شعور
ہیں جو حاسد، وہ سدا جلتے رہیں، صورتِ طور
غمِ دنیا سے میں رنجیدہ نہیں ہوتا ہوں
ہاں، غمِ حضرتِ شبیرؑ میں جاں کھوتا ہوں

ہے جو اخلاص پہ، بنیادِ عزائے شہداء
دل سے میں شیفتہ، حضرت شبیرؑ رہا
میرا ہمدردیِ مظلوم ہے مسلک بخدا
سرحدِ عشق سے ٹکرائے نہ کیوں شوق مرا
اب بیاں تذکرۂ اہلِ وفا کرتا ہوں
اس طرح اجر، رسالت کا ادا کرتا ہوں

دن گزر کر جونہیں کا، شبِ عاشور ہوئی
یک بیک روشنی خورشید کی کافور ہوئی
رن میں ہر چار طرف تیرگی بھرپور ہوئی
خیمہءِ شہ کی فضا، رشکِ دہ طور ہوئی
ایک پَل، سوئے نہ خیمے میں نمازی سارے
رات بھر محوِ عبادت رہے غازی سارے

فجر کے وقت جو دی، اکبرِ مہرو نے اذاں
آئے سجادۂ طاعت پہ، امامِ دو جہاں
عقبِ شاہ کھڑے ہو گئے، سب پیر و جواں
تھے ستاروں کی طرح ماتھوں پہ سجدوں کے نشاں
لاکھ طاعت میں، عراق و حجازی دیکھے
پھر نہ دنیا نے، کبھی ایسے نمازی دیکھے

یک بیک خیمہِ شبیرؑ پر آنے لگے تیر
ہو کے بے چین، پکاری شہِ دیں کی ہمشیر
فضہؑ بھائی سے یہ کہہ، اے پسرِ خیبر گیر
لائیے خیمے میں تشریف، نہ کیجے تاخیر
سنسناتے ہوئے، ناوک جو چلے آتے ہیں
سہم کر ماؤں سے اطفال لپٹ جاتے ہیں

(۳۱)

جا کے پیغام یہ فضہؑ نے، جو حضرت کو دیا
آئے فوراً درِ خیمہ پہ، شہؑ ہر دوسرا
اپنے ماں جائے سے زینبؑ نے یہ رو رو کے کہا
خوف سے بھائی، کسی کے بھی نہیں ہوش بجا
سنسناتے ہوئے، ناوک جو چلے آتے ہیں
یہ تو سب جنگ کے آثار نظر آتے ہیں

شہؑ نے فرمایا، کہ میں کر چکا حجت کو تمام
اے بہن، جنگ پہ آمادہ ہے یہ لشکرِ شام
میں چلا سکتا نہیں امتِ جد پر صمصام
جو بھی ہونا ہے وہ سب پیشِ نظر ہے انجام
آج کٹ جائے گا سر، میرے ہر اِک یاور کا
عصر تک خاتمہ ہو جائے گا، کُل لشکر کا

روئی تب چیخ کے، یہ کہہ کے علیؑ کی جائی
کیا قیامت کی خبر تم نے سنائی بھائی
ہائے کس دشت میں، تقدیر ہے ہم کو لائی
بولے شہؑ خاک میں مل جائیں گے سب شیدائی
خیمے تاراج، حرم سارے کھلے سر ہوں گے
عصر کے بعد فقط عابدؑ مضطر ہوں گے

ہوں گے ان سب پہ، زمانے سے جدا ظلم و ستم
اپنے پھر اپنے ہیں اغیار کریں گے ماتم
انقلابات سے محفوظ رہے گا یہ غم
دستخط قتل کے محضر پہ ہیں اِن سب کے رقم
بخدا زور مقدر سے نہیں چلتا ہے
اے بہن، حکمِ مشیت بھی کہیں ٹلتا ہے

مجھ کو نانا نے سنائی تھی بہ تفصیل خبر
قافلہ دین کا پہنچاؤ گی تم منزل پر
کربلا کی تو ظفر، سارے شہیدوں کے ہیں سر
شام و کوفہ کو بہر حال تمھیں کرنا ہے سر
یورش اس کفر کی، ہر حال میں رد کرنی ہے
اب تمھیں نصرتِ اسلام میں کد کرنی ہے

(۳۶)

قید سے چھوٹ کے جاؤ جو وطن اے شمشیر
کرنا یہ قبرِ پیمبرؐ پہ بیاں، بالتفسیر
چل گئی آپ کے کنبے کے گلے پر شمشیر
پائے سجادؑ میں، ڈالی گئی دُہری زنجیر
بے خطا دُروں سے بیمار کو مارا نانا
آپ کا لُٹ گیا غربت میں گھرانا نانا

سر کو نہوڑائے گئے گھر میں جو فخرِ الیاسؑ
دل کو ہاتھوں سے سنبھالے گئے سجادؑ کے پاس
دیکھ کر شکل، یہ فرمایا بصد حسرت و یاس
اب نہ اکبرؑ ہیں، نہ قاسمؑ، نہ حبیبؑ و عباسؑ
آخری وقت ہے مرنے کے لئے جاتا ہوں
غور سے سُن لو وصیت جو کئے جاتا ہوں

عصر کے بعد تمھیں قید کریں گے اعداء
ہو گے تم قافلہ سالارِ حرم اے بیٹا
ظلم وہ ہوگا، جواب تک تو کسی پر نہ ہوا
لے کے ماں بہنوں کو، دربار میں جانا ہوگا
جوں ہی بلوے میں پھوپی، برہنہ سر جائے گی
ہر قدم ذلت و رسوائی نظر آئے گی

مل کے عابدؑ سے بصد یاس چلے رن کو حسینؑ
دل شہیدوں کی محبت میں تھا بے حد بے چین
خیمہءِ اہلِ حرم میں تھا بپا شیون و شین
یوں رجز جا کے پڑھا فوجِ عدو کے مابین
شام والو، پسرِ ساقیِ کوثر ہوں میں
کیا تم آگاہ نہیں، سبطِ پیمبرؐ ہوں میں

سب ہیں واقف کہ ہوں پروردۂ آغوشِ نبیؐ
ہیں مری مادرِ ذیجاہ، نبیؐ کی بیٹی
مجھ کو کاندھوں پہ بٹھاتے تھے رسولِ عربیؐ
میرے نانا نے ہر اِک خواہشِ دل پوری کی
پشت پر میں تھا تو ٹھہری تھی جبیں سجدے میں
پھر گئی آنکھوں میں مقتل کی زمیں سجدے میں

(۴۱)

مجھ کو معبود نے بخشے ہیں کچھ ایسے اعزاز عصرِ حاضر میں ہر اِک فرد سے میں ہوں ممتاز
اِس حقیقت سے ہے آگاہ، ہر اِک اہلِ حجاز اور تو اور مشیت نے اٹھائے مرے ناز

لوریاں آیہ قراں کی سناتے تھے مجھے
عرش سے آ کے ملک جھولا جھلاتے تھے مجھے

ذکرِ اوصافِ اضافی نہیں مجھ کو درکار ذاتی اوصاف ہیں اتنے کہ نہیں جن کا شمار
اس حقیقت سے کوئی کر نہیں سکتا انکار پنجتنِ پاک میں شامل ہوں، جناں کا سردار

باپ، ماں، بھائی، پیمبرؐ تھے ردا میں شامل
کیا نہیں یاد، کہ میں بھی تھا کسا میں شامل

ہوں نبیؐ زادہ حسب اور نسب سے ہے عیاں اِس حقیقت میں غلو کا نہیں مطلق امکاں
کیا بھلا بیٹھے ہو، یہ قولِ رسولؐ دو جہاں یعنی میں اور حسنؑ بھائی ہیں، سردارِ جناں

ماسوا اپنے، شرف حق نے یہ بخشا کس کو
یہ حقیقت ہے تعلّی نہ سمجھنا اس کو

یہ رجز سُن کے بنِ سعد نے بڑھ کر یہ کہا آپ نے جو بھی کہا فرق نہیں اس میں ذرا
آپؑ پروردۂ، آغوشِ نبیؐ و زہراؑ میں ہوں مجبور، کہ حاکم نے یہ خط میں ہے لکھا

ختم شبیرؑ پہ کل ظلم و ستم کر دینا
گر وہ بیعت نہ کریں سر کو قلم کر دینا

شرط اب کون سی منظور ہے، اے شاہِ غیور فرق ہو تن سے جدا، یا کہ ہے بیعت منظور
بولے شبیرؑ کہ اِن باتوں کو رکھ دل سے دور اِک نہ اِک روز مجھے جانا ہے خالق کے حضور

غم نہیں خون میں اپنے جو بھروں گا ظالم
بیعتِ حاکمِ فاسق نہ کروں گا ظالم

(۴۶)

ہو چکے قتل مرے سارے عزیز و انصار
جب بھی بیعت سے تھا انکار، اور اب بھی انکار
کفر سے دین کا سودا نہ کروں گا زنہار
سر کٹانے کو ہوں میں جادۂ حق پر تیار
تجھ کو میں داخلِ اقلیمِ عدم کردوں گا
بیعت اب کی جو طلب، سر کو قلم کردوں گا

سُن کے یہ، حکم دیا اُس نے پئے قتلِ امامؑ
ابر کی طرح بڑھا شہؑ کی طرف لشکرِ شام
چار جانب سے چلے، خنجر و تیر و صمصام
زخم کھانے لگا میداں میں علیؑ کا ہر گام
یا علیؑ کہہ کے جو تلوار چلائی شہؑ نے
تا بہ کوفہ سپہِ شام بھگائی شہؑ نے

رن میں ہر چار طرف، تیغ زنی کی ہوئی دھوم
تیغ رکتی تھی، نہ گھوڑا، نہ امامِ مظلوم
لشکری گر کے زمیں پر ہوئے ایسے معدوم
چرخ سے ٹوٹ کے جس طرح سے گرتے ہیں نجوم
موت کے گھاٹ جو تلوار لگا دیتی تھی
کردے پامال، یہ گھوڑے کو صدا دیتی تھی

مل کے دونوں نے کیا فوجِ عدو کو فی النار
کوئی سالم نظر آتا تھا، نہ پیدل نہ سوار
جابجا رن میں تھے اعضائے لعیں کے انبار
یا تھے کچھ ٹوٹے ہوئے نیزہ و خنجر، تلوار
ڈھیر لاشوں کے جو میداں میں نظر آتے تھے
جن میں کچھ تھے جو دہشت سے مرے جاتے تھے

وہ شکم سیر تھے، یہ شیر تھا بھوکا پیاسا
یکہ و تنہا نے لپیٹا کیا لشکر سارا
وہ تو دم لے نہ سکے موت نے دم اُن کا لیا
کان میں تب شہؑ مظلوم کے آئی یہ صدا
پیش کردے نہ کہیں حشر کا منظر شمشیر
روک لو، اے پسرِ فاتحِ خیبر شمشیر

(۵۱)

پونچھ کر خون، رکھی میان میں شہؑ نے صمصام
بڑھ کے بھاگی ہوئی فوجوں سے کیا پھر یہ کلام
لوٹ آؤ نہ ڈرو، عصر کا ہے یہ ہنگام
فرض ہے طاعتِ معبود کو دینا انجام
غم نہیں تیر لگیں، حلق کٹے خنجر سے
آج سر، منزلِ طاعت کو کروں گا سر سے

سُن کے یہ ٹوٹ پڑا، شاہؑ پہ سارا لشکر
مارتا تھا کوئی خنجر، تو کوئی تیغ و تبر
ہوگیا زخمی کو گھوڑے پہ ٹھہرنا دوبھر
گر گیا زین سے ریتی پہ علی کا دلبر
خوں بہا اتنا، کہ دم سبطِ پیمبرؐ میں نہ تھا
کس کو آواز دیں، باقی کوئی لشکر میں نہ تھا

صرف اِک سیدِ سجادؑ ہیں، سو وہ ہیں علیل
جسم بیمار کا، صدموں سے ہوا ہے تحلیل
نہ دوا، اور نہ کچھ، آب و غذا کی ہے سبیل
بعد میرے یہی لاچار ہے کنبے کا کفیل
ستم و جور سے مہلت نہ ذرا پائے گا
لے کے ماں بہنوں کو دربار میں یہ جائے گا

شور نے باجوں کے، پہنچائی یہ خیمے میں خبر
شمر نے گردنِ شبیرؑ پہ پھیرا خنجر
کٹ گیا سجدۂ اول میں نبی زادے کا سر
آندھیاں اٹھیں سیہ، دن ہوا شب سر تا سر
زلزلے آئے، زمیں کانپی، فلک رونے لگا
فرش سے عرش تلک شورِ فغاں ہونے لگا

سُن کے یہ خیمۂ شہؑ میں ہوا برپا کہرام
عالمِ غش میں تھے اُس وقت امامِ امم
غش سے چونکے تو پھوپھی نے کیا رو کر یہ کلام
ہوگئے بھائی مرے، شمر کے خنجر سے تمام
حشر سے قبل ہی برپا ہوا محشر سجادؑ
سرِ شبیرؑ ہے اب نوکِ سناں پر سجاد

کہہ رہیں تھیں یہ ابھی، دخترِ زہراؑ وعلیؑ　　دیکھا روتا ہے، درِ خیمہ پہ کوئی تازی
زیں ہے ڈھلکی ہوئی، سرتا بہ قدم ہے زخمی　　بے زبانی پہ بھی، رو رو کے وہ کہتا ہے یہی

جو نہ ہونا تھا، زمانے میں وہ اندھیر ہوا
راکبِ دوشِ پیمبرؐ تہِ شمشیر ہوا

کان میں پہنچی سکینہؑ کے جو گھوڑے کی صدا　　آ کے قدموں پہ گری، اور یہ رو کر پوچھا
چھوڑ آیا مرے بابا کو کہاں، یہ تو بتا　　سر کو گھوڑے نے جھکا کر یہ سکینہؑ سے کہا

قید خانے میں بہت ذلت وخواری ہوگی
اب یتیمی میں بسر عمر تمھاری ہوگی

خاک پر گر کے سکینہؑ نے پھوپھی سے یہ کہا　　ہو گئے عالمِ غربت میں، پدر مجھ سے جدا
کر کے رُخ نہر کی جانب، یہ صدا دی کہ بچا　　نہ رہا ہائے مجھے، کوئی بچانے والا

کان میں رہنے دوں بُندے کہ اتاروں عمو
گر عدو لوٹیں، تو میں تم کو پکاروں عمو

کہہ رہی تھی یہ ابھی، سبطِ نبیؐ کی دختر　　آگ خیموں میں لگانے گئے سب بانیِ شر
کان سے کھینچ لئے، بالی سکینہؑ کے گہر　　چھین لی زینبؑ وکلثومؑ کے سر سے چادر

ضرب دُرّوں کی، بصد صبر جو وہ سہنے لگا
پشت سے عابدِ بیمار کے خوں بہنے لگا

اِس روایت کو بیاں کرتا ہے اس طرح حمید　　حالتِ خیمۂ شبیرؑ تھی، نا قابلِ دید
بے گناہوں پہ کئے جانے لگے ظلم شدید　　پائے سجادؑ میں ڈالی گئی زنجیرِ حدید

دخترِ سبطِ نبیؐ، گھر سے کھلے سر آئی
کرتا جلنے جو لگا دوڑ کے باہر آئی

آ گیا رحم مجھے دیکھ کے یہ حالتِ زار　　دوڑ کر آگ بجھائی نہ رہا دل کو قرار
مجھ کو ہمدرد سمجھ کر یہ کیا استفسار　　راہ بتلادے نجف کی مجھے، میں تیرے نثار

جب سبب پوچھا، تو بولی، اُنہیں بتلاؤں گی
قبرِ حیدرؑ پہ مدد کے لئے میں جاؤں گی

اِس حقیقت سے کوئی، کر نہیں سکتا انکار　　میرے دادا ہیں، کریں گے وہ یقیناً مجھے پیار
آئے گا اُن کی تشفّی سے مرے دل کو قرار　　اُن کی آغوش میں گزریں گے مرے لیل ونہار

جوشِ الفت میں، سدا لوریاں وہ دیں گے مجھے
باپ کی طرح سے سینے پہ سلالیں گے مجھے

التفات اُن کا نظر آئے گا جب بے پایاں　　ساری روداد ستم، رو کے کروں گی میں بیاں
اور یہ پوچھوں گی، کہ جب قتل ہوئے بابا جاں　　دادا جاں یہ تو کہو، آپ تھے اس وقت کہاں

کربلا میں جو ہوئے ظلم سناؤں گی انہیں
یہ جلا کُرتا بھی، واللہ دکھاؤں گی اُنہیں

چھد گیا برچھی سے اکبرؑ کا کلیجہ دادا　　تیر سے اصغرؑ بے شیر کو مارا دادا
تیغ سے گردنِ شبیرؑ کو کاٹا دادا　　خیمۂ آلِ پیمبرؐ کو جلایا دادا

لاش پر قاسمِ مضطر کی رواں گھوڑے تھے
پشت تھی عابدِ بیمار کی، اور کوڑے تھے

ظالموں نے کیا، یوں آپؑ کے پوتے کو اسیر　　طوق گردن میں تھا، اور پاؤں میں بھاری زنجیر
ننگے پا، کانٹوں پہ چلوایا گیا بے تقصیر　　تھک کے گر تے تو انہیں دُرّے لگاتے تھے شریر

راستہ قبرِ پیمبرؐ کا ذرا بتلادیں
ہو مناسب تو وطن آپ مجھے پہنچادیں

مرثیہ نمبر۔۳

کُل تعدادِ بند: ۷۸

مطلع

عشقِ اسلام میں سرشار ابو طالبؑ ہیں

(۱)

عشقِ اسلام میں سرشار ابو طالبؑ ہیں
حق یہ ہے، حق کے طرف دار ابو طالبؑ ہیں
کفر کے واسطے تلوار ابو طالبؑ ہیں
محسنِ احمدؐ مختار ابو طالبؑ ہیں

اس خدا دوست نے کچھ ایسی ریاضت کی ہے
دین کی طرح بھتیجے کی حفاظت کی ہے

دین ہے نور، تو تنویر ابو طالبؑ ہیں
مرکزِ عزت و توقیر ابو طالبؑ ہیں
ہے دعا دین تو تاثیر ابو طالبؑ ہیں
بیٹا قرآن ہے، تفسیر ابو طالبؑ ہیں

ذہن و احساس اُس انسان کا بس مردہ ہے
اب جو کافر کہے بو جہل کا پروردہ ہے

حق یہ ہے، کامل الایمان ابو طالبؑ ہیں
دیں ہے فرقان، تو عرفان ابو طالبؑ ہیں
جن کا مداح ہے قرآن ابو طالبؑ ہیں
ہیں نبیؐ رحل تو جزدان ابو طالبؑ ہیں

منکرِ وصف، حقیقت پہ نظر ہے کہ نہیں
گُلِ ایماں کے پدر ہیں، یہ خبر ہے کہ نہیں

قوم پر حق کا اِک انعام ابو طالبؑ ہیں
دین کا بولتا پیغام ابو طالبؑ ہیں
ہیں نبیؐ وحی، تو الہام ابو طالبؑ ہیں
بخدا محسنِ اسلام ابو طالبؑ ہیں

مومنیت یہ بصد شان ملی ہے اِن کو
باپ سے دولتِ ایمان ملی ہے اِن کو

عشقِ توحید میں سرشار ابو طالبؑ ہیں
یوسفِ دیں کے خریدار ابو طالبؑ ہیں
پھول اولاد ہے، گلزار ابو طالبؑ ہیں
بخدا دیں کے پرستار ابو طالبؑ ہیں

اس کی بنیاد میں ہے خون ابو طالبؑ کا
دینِ اسلام ہے ممنون، ابو طالبؑ کا

(۲)

جو ازل سے ہیں مسلمان ابو طالبؑ ہیں
دین پر جس کا ہے ایمان ابو طالبؑ ہیں
ہیں مَلَک پست، وہ انسان ابو طالبؑ ہیں
کفر اور دین کی پہچان ابو طالبؑ ہیں
بیچ کر جان کو، اسلام سنبھالا جس نے
بخدا رحمتِ کونین کو پالا جس نے

ہر طرح صاحبِ تکریم ابو طالبؑ ہیں
کیوں نہ ہو مرکزِ تعظیم ابو طالبؑ ہیں
دیں معلّم ہے، تو تعلیم ابو طالبؑ ہیں
بے بہا صورتِ تسنیم ابو طالبؑ ہیں
آج تک کس نے بھلا ایسی ریاضت کی ہے
گھر کے اعدا میں بھتیجے کی حفاظت کی ہے

دین کو حق کا اِک انعام ابو طالبؑ ہیں
وہ سحر جس کی نہیں شام ابو طالبؑ ہیں
کُفر کے واسطے صمصام ابو طالبؑ ہیں
دین کے تابعِ احکام ابوطالبؑ ہیں
گُلِ ایماں کو جو پالا، تو علیؑ کو پالا
یوں کہو، دین کو پالا جو نبیؐ کو پالا

ایسے کچھ صاحبِ توقیر ابو طالبؑ ہیں
گویا قرآن کی تفسیر ابو طالبؑ ہیں
حق یہ ہے پرتوِ تنویر ابو طالبؑ ہیں
گردنِ کفر کو شمشیر ابو طالبؑ ہیں
ایسے انساں کو نہ کہنا، کہ نہ لایا اسلام
جس کی اولاد نے سر دے کے بچایا اسلام

دیں کی تعمیر کے معمار ابو طالبؑ ہیں
صورتِ کفر سے بیزار ابو طالبؑ ہیں
بخدا ابرِ گہر بار ابو طالبؑ ہیں
دین کے قلعے کی دیوار ابو طالبؑ ہیں
کفر و الحاد کو ہر گام پریشانی تھی
اُن کے کردار سے کفّار کو حیرانی تھی

(۱۱)

ایسا ممکن ہی نہیں، مومنِ کامل انساں
پرورش کی ہے بھتیجے کی بحدِّ امکاں
درحقیقت یہ حقیقت ہے عیاں راچہ بیاں
ماسوا اِن کے، کسی اور میں خوبی ہے کہاں
کی وہ خدمت، پدرِ غالبِ ہر غالب نے
پرورش کی ہے پیمبرؐ کی ابو طالبؑ نے

پرورش فرض تھی اِن پر، تھا بھتیجا کمسن
رات کو رات یہ سمجھے، نہ کبھی دن کو دن
ایسی خدمت کہیں کر سکتا ہے غیرِ مومن
مدعی فیضِ محبت کے سبھی ہیں لیکن
دل یتیموں کا، جو یوں شاد کرے تو جانیں
کوئی اس طرح کی امداد کرے تو جانیں

ایسے مومن کے عقیدے میں ہو اشک پیدا
جس کے ایمان کا ثانی نہیں ممکن بخدا
نصرتِ دیں میں نہ کی جان کی مطلق پروا
صیغہ عقد خدیجہؑ کا پیمبرؐ سے پڑھا
بات منجملہ دلائل سے یہی ظاہر ہے
ایسے مومن کو جو کافر کہے خود کافر ہے

کیا تجھے منکرِ اوصاف نہیں اتنا ہوش
پہنچیں جب بنتِ اسد قعرِ حرم صبر بدوش
ایسے عالم میں مشیّت بھی ہوئی پردہ پوش
یک بیک کھول دی دیوارِ حرم نے آغوش
ہاتھ آیا، یہ ریاضت کا ثمر کعبے میں
کیا تولد ہوا کافر کا پسر کعبے میں

اب ذرا یہ تو بتا، دشمنِ دینِ اسلام
گھر میں اللہ کے، بے دین کا ممکن ہے قیام
یہ نہ تشویش، نہ حیرت، نہ تعجب کا مقام
ہے یہ حیدرؑ کا زچہ خانہ، نہیں اس میں کلام
تین دن خانۂ حق میں، یہ بصد شان رہے
کیا یہ کافر تھے، جو اللہ کے مہمان رہے

(۱۶)

پھر یہ کیا ہے، جو نہیں مومنِ کامل کا کمال　　تھا صدا پیشِ نظر، دین کا مستقبل و حال
دیں کی تبلیغ کی خاطر، جو لُٹایا زر و مال　　مستند ہے یہ مورخ کا حقیقت میں خیال
کوئی کافر ابو طالبؑ کو جو ٹھہرائے گا
پھر مسلمان، نہ دنیا میں نظر آئے گا

اِن کا اسلام، کسی اور مسلماں میں نہ دیکھ　　دولتِ دیں ہے یہ بے دین کے خاں میں نہ دیکھ
درسِ ایماں کا، جہالت کے دبستاں میں نہ دیکھ　　اپنے اسلاف کے آئینۂ ایماں میں نہ دیکھ
اب جو اسلام زمانے میں نظر آتا ہے
اِن کی اولاد کے خوں سے ہی نمو پاتا ہے

اپنے اسلاف کے ایمان کو بد بخت ٹٹول　　تھے وہ اس درجہ منافق، کہ نہ تھا نام کو جھول
ظاہرا جسم پہ اُن سب کے تھا اسلام کا خول　　جنگِ خیبر میں عیاں ہو گیا سب ڈھول کا پول
رن میں جس وقت، رُخِ مرحب و عنتر دیکھا
ایسے بھاگے، کہ نہ مڑ کر، سوئے خیبر دیکھا

جان پیاری تھی اُنہیں، دیں کے مقابل واللہ　　عمر بھر جادۂ حق سے رہے، مطلق گمراہ
دامنِ کفر میں وہ ڈھونڈتے تھے جائے پناہ　　ہمہ اوقات رہی، دولتِ دنیا پہ نگاہ
تھے سگِ دہر، تو اُن کو تھی فقط جان کی قدر
بندۂ زر کی نظر میں نہیں ایمان کی قدر

تھا لہو اُن کا نجس، اس لئے گندہ تھا ضمیر　　خواہشِ نفس کی تھی، پاؤں میں اُن کے زنجیر
زر کے لالچ میں یہ سب بیچتے تھے اپنے ضمیر　　خشتِ تخریب تھی، اُنکے لئے سنگِ تعمیر
دشمنِ دینِ خدا، جہل سے پیوستہ تھے
چولی دامن کی طرح کفر سے وابستہ تھے

(۲۱)

اُن کے ذہنوں پہ تھا شیطان مسلط ہر گاہ　　چلتے تھے جادۂ ابلیس پہ یہ سب بد خواہ
ابھی ہو جائیں گے نظروں سے یہ اوجھل گمراہ　　پڑھیے لا حول و لا قوۃ اِلاّ باللہ

دل سے یہ کفر، اور الحاد کے شیدائی ہیں
یا یہ شیطان کے شاگرد ہیں، یا بھائی ہیں

ہیں منافق یہ سبھی دشمنِ دینِ اسلام　　روز و شب آٹھ پہر، اِن کو ہے تخریب سے کام
گامزن ہیں روشِ کفر پہ، یہ بد انجام　　اِن کے نزدیک مساوی ہے حلال اور حرام

کفر ہر لمحہ انہیں، آئینہ دکھلاتا ہے
اِن کو اپنا سا ہر اِک شخص نظر آتا ہے

اِن کے حسموں میں، جو شیطاں کی ہوئی روح حلول　　پھر یہ بوجہل کی نظروں میں، نہ کیوں ہوں مقبول
ہر طرح اِن کا تھا کردار و عمل، نامعقول　　تھا جو اسلاف کا، اصنام پرستی معمول

آتشِ بغض میں، مومن سے جلا کرتے ہیں
اُن کے ہی نقشِ قدم پر، یہ چلا کرتے ہیں

بہکی بہکی سی نہ کر بات تو مجھ سے مے خوار　　یہ وہ ہیں، جن کا بھتیجا ہے، رسولِ مختار
اِن کے ایماں کو بھلا، کفر سے کیا ہے سروکار　　پستیِ کفر سے ہے دل میں کدورت کا غبار

اِن پہ کیچڑ جو اچھالے گا، تو پچھتائے گا
پھر تو ایمانِ نبیؐ میں بھی خلل پائے گا

اس قدر تجھ کو تعصب نے کیا ہے اندھا　　کُفر کا صاحبِ ایماں کو دیا ہے فتویٰ
اپنے اسلاف کی مانند، انہیں بھی سمجھا　　معترض تو نے، نہ اس امر پہ کچھ غور کیا

حق کا محبوب ہے، کونین پہ جو غالب ہے
وہ بھی پروردۂ آغوشِ ابو طالبؑ ہے

(۲۶)

بخدا اِن کو بھتیجے سے تھا اس درجہ پیار　　دل کو ملتا تھا، پیمبرؐ کی زیارت سے قرار
رعب وہ تھا کہ مخالف رہے مائل بہ فرار　　تا بہ محشر، نہ ملے گا کہیں، ایسا دیں دار
تا دمِ مرگ رہے، دل سے نثارِ اسلام
بے خزاں اِن کے ہی دم سے ہے بہارِ اسلام

ہیں پدر اُس کے، جو ہے فاتحِ بابِ خیبر　　جد ہیں عباسؑ اور حسینؑ کے، سب کو ہے خبر
کی ہے پوتی نے انہیں کی تو مہم شام کی سر　　کس کا ایمان ہے، ایمان سے اِن کے بڑھ کر
اہلِ دنیا پہ ہے یہ تا بہ قیامت روشن
اِن کی اولاد سے ہے شمعِ امامت روشن

اِن کے ایمان پہ تہمت ہے یہ ننگِ اسلاف　　کہ جو ہے عیب نظر آتے ہیں سارے اوصاف
دیکھ او ننگ نظر، اِن کو بہ چشمِ انصاف　　کب قدم کوئی اٹھاتا ہے عقیدے کے خلاف
زندگی ختم بھتیجے کی، بالآخر کرتا
پرورش بانیِ اسلام کی، کافر کرتا

درسِ دیں اور ہے، اور کفر کا ہے اور سبق　　گامزن جادۂ حق پر ہیں سدا، اہلِ حق
درحقیقت مجھے، اِس امر کا بے حد ہے قلق　　بات یہ تیری سمجھ میں نہیں آتی مطلق
کس لئے اپنے عقیدے میں خلل ڈالے گا
بُت شکن کو کوئی کافر بھی بھلا پالے گا

مجھ کو انصاف سے خاکم بدہن یہ تو بتا　　کہیں کافر بھی پدر ہوتا ہے پیغمبرؐ کا
کیا مسلمان نہ تھے جدِّ بتولِ عذرا　　یہ نبیؐ کے ہیں پدر ہوش میں آ، ہوش میں آ
بخدا دونوں ہی اسلام کے شیدائی تھے
ابو طالبؑ بھی، انہیں کے تو سگے بھائی تھے

(۳۱)

کفر و اسلام کا ہوسکتا نہیں ایک مزاج　　اختلافات کو دیتا ہے ہوا، اور سماج
دین کو کفر، تو دیں کفر کو کردے تاراج　　دونوں تا حشر رہیں، امن وسکوں کے محتاج
غیر ملّت کا کوئی ہو، اُسے کب مانتے ہیں
ہم عقیدے کو تو سب، اپنا ہی گردانتے ہیں

ایک کا دوسرے سے ہونا عقیدہ جو خلاف　　سُن، یہ فطرت کا تقاضہ ہے، زروئے انصاف
جتنی اضداد ہیں، رہتی ہیں وہ مائل بہ مصاف　　ایک کا دوسرے سے، دل نہ کبھی ہوتا صاف
گر یہ کافر تھے، وہ اسلام کا متوالا تھا
کیا سمجھ کر، ابو طالبؑ نے انہیں پالا تھا

بخدا جرات و ہمت میں تھے یہ ایسے بلند　　اِن کو تھی آٹھ پہر، خدمتِ اسلام پسند
تھے پیمبرؐ کی حفاظت کے، کچھ ایسے پابند　　ڈر یہ تھا، اِن کو نہ کافر کہیں پہنچائیں گزند
شب میں بستر سے، بھتیجے کو اٹھا لیتے تھے
اُس جگہ حیدرِ صفدر کو سُلا دیتے تھے

نہ معلم کوئی ایسا، نہ دبستاں ایسا　　حشر تک مل نہیں سکتا ہے مسلماں ایسا
نہ کیا خلق مشیت نے پھر انساں ایسا　　ڈھونڈ کر لاؤ، کوئی صاحبِ ایماں ایسا
زحمتیں سہہ کے، محمدؐ کو علیؑ کو پالا
جس نے اِک ساتھ نبیؐ اور ولی کو پالا

ہم کو اسلام کی تاریخ، یہ دیتی ہے خبر　　پہنچا سقائے سکینہؑ، اب دریا کیونکر
پیاسا لاکھوں سے لڑا، ساقیِ کوثر کا پسر　　ہو نہ ہو یہ ابو طالبؑ کے لہو کا تھا اثر
جان عباسؑ نے دی، بھائی کی نصرت کے لئے
وقف تھے یہ بھی، بھتیجے کی حفاظت کے لئے

(۳۶)

دادا پوتے کے تقابل کا بھلا ذکر ہی کیا ایک کردار ہے، عباسؑ و ابو طالبؑ کا
وہ محمدؐ کے ہیں عمو، یہ سکینہؑ کے چچا ابتدا اُن سے، تو عباسؑ پہ ہے ختم وفا
جب زمانے میں کبھی، ذکرِ وفا آئے گا
نام اِن کا سرِ فہرست لیا جائے گا

اِن کے پوتے نے وہ کی، دیں کے لئے جدّوجہد جس کی واللہ نہیں، تا بہ قیامت کوئی حد
کربلا سے تمھیں مل جائے گی بُعوے کی سند اِن کی اولاد اگر دین کی، کرتی نہ مدد
فرقِ اسلام، تہِ تیغِ رواں ہو جاتا
گلشنِ دینِ نبیؐ نذرِ خزاں ہو جاتا

اِن کے بیٹے کے رفیقوں کا سناؤں تجھے حال بوذرؓ و قنبرؓ و سلمانؓ کی نہیں کوئی مثال
سب ہیں یہ مؤمنِ کامل، کوئی شے اِن میں نکال بے خبر، ہوش میں آ، اپنے عقیدے کو سنبھال
اِس کدورت سے ترے ہاتھ نہ کچھ آئے گا
ہاں یہی بغضِ علیؑ نار میں لے جائے گا

وہ علیؑ، جس کی زمانے میں نہیں کوئی نظیر سر پہ کافر کے چلی، جس کی ہمیشہ شمشیر
کویا قرآن ہے، قرآن کی کویا تفسیر خاکِ تربت بھی، بنے اہلِ وفا ہے اکسیر
جم گئے اِن کے سبب، دہر میں پائے اسلام
ہیں بہر زاویہ، یہ عقدہ کشائے اسلام

افضلِ طاعتِ کونین ہے ضربت جس کی تھی بہر حال پیمبرؐ کو ضرورت جس کی
مدح خواں اب بھی ہے، دنیائے شجاعت جس کی نسل میں باقی ہے تا حشر امامت جس کی
ساری دنیا میں کوئی ڈھونڈنے گر جائے گا
ایسا انسان، نہ تا حشر نظر آئے گا

(۴۱)

دشمنِ خویشِ پیمبرؐ ہوئے، وہ بد کردار
جن کے اجداد کا، اصنام پرستی تھا شعار
عدل وانصاف سے تھی، خواہشِ زر میں تکرار
حاملِ کفر تھے، اسلام تھا اُن سے بیزار
کس طرح چلتے بھلا، راہِ وفاداری پر
گامزن سب ہی تھے، دستورِ ریا کاری پر

اس حقیقت سے کوئی کر نہیں سکتا انکار
قولِ پیغمبرِ حق سے، تو یہی ہیں کرّار
کچھ وہ ہیں کہتے ہیں اِن کو جو مشیت آثار
سچ تو یہ ہے، کہ ہے پہچاننا، اِن کا دشوار
انبیاء اور ائمہ سے سوا کہتے ہیں
اور نصیری بخدا، اِن کو خدا کہتے ہیں

اِن کے اوصاف پہ، ہر ایک کو تھا بغض وحسد
بدر کی جنگ میں مارے گئے جس جس کے بھی جد
ہو گئے دشمنِ حیدرؑ، وہ بصد شد و مد
قتل کر دیں کسی صورت، تھی ہر اِک کو یہی کد
بدلہ اجداد کا حیدرؑ سے لیا سجدے میں
ابنِ مُلجم نے انہیں قتل کیا سجدے میں

بعدِ حیدرؑ ہوئے شبرؑ جو زمانے کے امام
باپ کی طرح دیا، کارِ امامت انجام
اِن کے درپے ہوئے، پھر دشمنِ دینِ اسلام
زہر دے کر انہیں، جعدہ نے کیا کام تمام
غل ہوا جانبِ فردوس گیا دنیا سے
قوتِ بازوئے شبیرؑ اٹھا دنیا سے

بعدِ شبرؑ ہوئے شبیرؑ امامت کے امیں
اِن کی بھی جان کے دشمن ہوئے سب دشمنِ دیں
خوں بہانے پہ کمر بستہ ہوئے مل کے لعیں
چین لینے نہ دیا نام کو، دم بھر بھی کہیں
جبرِ بیعت نے دلِ سبطِ نبیؐ توڑ دیا
نصرتِ دیں کے لئے شاہؑ نے گھر چھوڑ دیا

(۴۶)

کربلا پہنچے جو شبّیر، معہ اہل و عیال
اترا دریا کے کنارے اسدُ اللہ کا لال
گرم موسم تھا، تو معراج پہ گرمی تھی کمال
کوصعوبت سے سے سفر کی تھا ہر اِک شخص نڈھال
چہرہ ہر ایک کا بشاش نظر آتا تھا
دل ترائی کی ہوا کھا کے سکوں پاتا تھا

نہر کے پاس اترنے کی تھی، ہر ایک کو عید
منظرِ ساحلِ دریا تھا، بہت قابلِ دید
بولا تب آ کے شہِ دیں سے بنِ سعد پلید
نصب یاں فوج کے خیمے ہوں، یہ ہے حکمِ یزید
کوسوں صحرا ہے، جہاں چاہو لگا لو خیمے
ہاں مگر ساحلِ دریا سے اُٹھالو خیمے

شہؑ یہ بولے، کہ ہے اس امر میں حجت بیکار
ہوتا ہے رحمتِ معبود میں پانی کا شمار
ہم کو بھی اس کی ضرورت ہے، تمھیں بھی درکار
یہ ہو نایاب، تو ہے زیست سبھی کی دشوار
دو کنارے ہیں، یہ روشن ہے ہر اِک عاقل پر
اِس طرف ہم رہیں تم اُترو اُدھر ساحل پر

وہ یہ بولا، کہ ہوں اِس امر میں مطلق مجبور
حکم یہ حاکمِ شامی کا ہے، اے شاہِ غیور
ہم تو ساحل پہ رہیں آپؑ رہیں نہر سے دور
جنگ ہوگی ابھی، یہ شرط نہ کی گر منظور
بولے شہؑ دور بپا خیمے کروں گا ظالم
اُمتِ جد سے نہ پانی پہ لڑوں گا ظالم

کہہ کہ یہ شاہؑ نے انصار و اعزا سے کہا
خیمے اب ساحلِ دریا سے کرو دور بپا
پھر جو مڑ کر، سوئے عباسِ دلاور دیکھا
وہ جری طیش سے سر تا بہ قدم کانپتا تھا
بولے شہؑ خُلقِ پدر اِن کو دکھا دو عباسؑ
آبِ دریا کو نگاہوں سے گرا دو عباسؑ

(۵۱)

الغرض دور ہوئے نہر سے تب نصب خیام فوجِ شامی نے کیا، ساحلِ دریا پہ قیام
بندشِ آب کے جاری ہوئے پھر تو احکام نہر پر پہرے رہے صبح سے لے کر تا شام
لے لیا نرغے میں پھر۔ فاطمہؑ کے جانی کو
شہ کے اطفال تڑپتے ہی رہے پانی کو

رونما ہو گئی جب، دسویں محرم کی سحر تیر پیہم گرے آ، آ کے خیامِ شہؑ پر
لاکھ نالا، وہ رہے شر پہ کمر بستہ مگر جنگ ہونی تھی ہوئی، بند ہوا امن کا در
حقِ نصرت، بہ اجازت جو ادا کرنے لگے
جتنے انصار تھے، جاں شہؑ پہ فدا کرنے لگے

بعدِ انصار گئے رن کو عزیزانِ حسینؑ تھے جو سر تا بہ قدم، آئینہ شانِ حسینؑ
روحِ اسلام تھے وہ، اور نگہبانِ حسینؑ دل سے تھے شانہ کشِ زلفِ پریشانِ حسینؑ
جان کو نصرتِ حق میں بخدا کھونے لگے
بخوشی سبطِ پیمبرؐ پہ فدا ہونے لگے

پھر ہوئے خدمتِ شبیرؑ میں حاضر اکبرؑ عرض کی جوڑ کے ہاتھوں کو شہِ جن و بشر
ما سوا میرے، نہیں کوئی بھی باقی سرور بھائی سجادؑ ہیں بیمار، تو کمسن اصغرؑ
نصرتِ دیں کے لئے، اب مجھے رخصت دیجے
وقت کا ہے یہ تقاضا، کہ اجازت دیجے

رو کے کہنے لگے اکبرؑ سے شہِ نیک خصال ہے جواں موت طلب پیر سے حیرت ہے کمال
باپ ہوں باپ، کچھ اس کا بھی نہیں تم کو خیال باعوض موت مری مانگ لو جاں اے میرے لال
دل پہ یہ داغ، ضعیفی میں اٹھانے کے لئے
بھیج دوں رن میں تمھیں برچھیاں کھانے کے لئے

(۵۶)

عرض کی اکبرؑ مہرو نے، امامِ دو جہاں — آپ کے بعد رہوں زندہ یہ ممکن ہے کہاں
دل یہی کہتا ہے، اس کا تو ہے بیشک امکاں — آپؑ کی ہو جو عنایت، تو ہو مشکل آساں
سخت الجھن میں ہوں، للہ رہائی کیجے
پسرِ عقدہ کشا، عقدہ کشائی کیجے

شہؑ نے فرمایا کہ لو ماں سے اجازت مرے لال — جس نے دکھ جھیل کے پالا ہے کرو اس سے سوال
یا کرو عرض پھوپھی جان سے فرخندہ خصال — تم اگر رن کو گئے، ہوگا بھرے گھر کو ملال
بھیج دیں مرنے کو بیٹا، نہیں طاقت ہم میں
ماں پھوپھی جان گنوا دیں گی تمھارے غم میں

سر جھکائے گئے خیمے میں، جو ہم شکلِ نبیؐ — چہرہ اترا ہوا دیکھا تو پکاری یہ پھوپھی
غمزدہ کس لئے ہو، یہ تو کہو جانِ اخی — عرض کی جاتے ہیں میدان میں اب ابنِ علیؑ
یہ گئے رن میں، تو میں جاں سے گزر جاؤں گا
ہاتھ سے اپنا گلا کاٹ کے مر جاؤں گا

اے پھوپھی غیرتِ اکبرؑ کا تقاضہ ہے یہی — میرے ہوتے ہوئے، زحمت نہ پدر کو ہو کوئی
اختلاف اس سے، کوئی کر نہیں سکتا ہے کبھی — ہر جواں لال پدر کا ہے عصائے پیری
میں درِ خیمہ پہ منگواؤں ابھی توسن کو
آپ سب مل کے اجازت دیں، تو جاؤں رن کو

تھام کر ہاتھوں سے دل حضرتِ زینبؑ نے کہا — فضہؑ ماں جائے کو اب بہرِ خدا جلد بلا
یہ بھی کہنا، کہ پریشان ہے بنتِ زہراؑ — حل کرو عقدے کو آ کر، پسرِ عقدہ کشا
پہلے غم کس کا کلیجے پہ اٹھایا جائے
بھائی اب مرنے کو جائے کہ بھتیجا جائے

(۶۱)

وہ تو ماں جائے ہیں، یہ اُن کے جگر کا ٹکڑا
کر دئے بھائی پہ دو لال برابر کے فدا
کو کہ اکبرؑ ہیں مجھے عونؑ و محمدؑ سے سوا
مجھ سے پر داغ نہ بھائی کا اٹھے گا حاشا
غم و آلام کی یلغار ہوئی جاتی ہے
قوتِ فیصلہ بیکار ہوئی جاتی ہے

کہہ رہی تھیں یہ ابھی، دخترِ زہراؑ و علیؑ
داخلِ خیمۂ عصمت ہوئے تب سبطِ نبیؐ
پوچھا ہمشیر سے کیا غم ہے، وہ رو کر بولی
منتظر موت کی ہوں، زیست سے ہے مایوسی
جبہ پوچھی تو کہا، پوچھ لو یہ اکبرؑ سے
جنگ سے روکا تو ناراض ہیں سارے گھر سے

عرض کی اکبرؑ مہ رو نے، کہ اے شاہِ غیور
موت بدنامی کی، مجھ کو نہیں مطلق منظور
میں تو گھر میں رہوں مرنے کے لئے جائیں حضور
بات یہ وہ ہے، کہ جو غیرتِ اکبرؑ سے ہے دور
خواہشِ دل ہے، توقف ذرا فرمائیں آپؑ
نہ رہوں میں تو جہاں چاہیں چلے جائیں آپؑ

شہؑ نے فرمایا، تم اس سے نہیں واقف اصلا
مجھ کو معلوم ہے سب، امرِ مشیت میں ہے کیا
قبل مجھ سے مری جاں، ہو گے رہِ حق پہ فدا
تیر پھر گردنِ اصغرؑ پہ لگے گا بیٹا
عصر کے وقت، عیاں رن میں یہ محشر ہوگا
سامنے ہوگی بہن، حلق پہ خنجر ہوگا

تب پھوپھی سے کہا اکبرؑ نے جھکا کر گردن
کچھ سُنا آپ نے فرماتے ہیں کیا شاہِ زمن
ہے اجازت کے مساوی یہ شہؑ دیں کا سخن
جاؤں گا جنگ کو منگوایئے میرا توسن
رن کو جانے کی، جو تیاری اِدھر ہوتی تھی
سر جھکائے ہوئے خیمے میں پھوپھی روتی تھی

(۲۶)

کر کے تسلیم، پس از اذن، گیا رن کو دلیر
یوں رجز خواں ہوا، انبوہ میں روباہوں کے شیر
جد وہ ہے، مرحب و عنتر کو کیا جس نے زیر
جنگ جب تک نہ ہو سر، رکتی نہیں ہے شمشیر
خون میں کفر کے لشکر کو ڈبوتا ہوں میں
بخدا، حیدرِ کرار کا پوتا ہوں میں

سُن کے یہ ٹوٹ پڑا، اِن پہ جتھا لشکرِ شام
یا علیؑ کہہ کے سنبھالی، علی اکبرؑ نے حُسام
اِن کی ہر ضرب تھی فوجوں کو قضا کا پیغام
منتشر خوف سے ہونے لگے سب بدانجام
بہرِ امداد صدا دیتے تھے سرداروں کو
جاں کسی طرح بچے، فکر تھی غداروں کو

طرزِ جنگِ علی اکبرؑ تھی بہت غور طلب
تھی بُرش تیغ کی، یا خالقِ اکبر کا غضب
کٹنے والے کو نہ معلوم ہوا، کٹ گیا کب
وہ سپاہی ہو، کہ افسر ہو، پریشان تھے سب
اپنے اسلاف کے کردار سے پیوستہ تھے
سب کے سب بھاگنے کو رن سے کمربستہ تھے

ابتری فوج میں دیکھی، تو بنِ سعدِ شریر
دل بڑھانے کے لئے کرنے لگا یوں تقریر
اس طرف ایک پیاسا ہے، اُدھر فوجِ کثیر
گھیر کے نرغے میں، کر لو علی اکبرؑ کو اسیر
چل گئی آج، جو ہم شکلِ نبیؐ پر تلوار
پھر اٹھا سکتے نہیں شاہؑ کسی پر تلوار

لاش کو دیکھیں گے جب سبطِ رسولِ ثقلین
غم میں اس لال کے روئیں گے صدشیون وشین
پھر کسی طرح میسر، انہیں آئے گا نہ چین
ختم ہو جائیں گے بحرِ علی اکبرؑ میں حسینؑ
ظلمِ نو پھر تو، نبیؐ زادیوں پہ ڈھائیں گے
جنگ سر ہوتے ہی سب اپنے وطن جائیں گے

(۷۱)

سُن کے یہ ٹوٹ پڑا اہل کے جتھوں لشکرِ شام
چار جانب سے پڑے، خنجر و تیر و صمصام
جب لگی سینے پہ برچھی، تو ہوا کام تمام
آ گیا زینِ فرس سے، وہ زمیں پر گلفام
دی صدا آیئے ہے شوقِ زیارت بابا
موت بالیں پہ ہے ہنگامِ شہادت بابا

یہ صدا سُن کے چلے تھام کے شہؑ ہاتھوں سے دل
لڑکھڑاتے تھے قدم، درد سے دل تھا بسمل
آنکھیں بے نور تھیں نظروں سے نہاں تھی منزل
ہو گیا لاشۂ اکبرؑ پہ پہنچنا مشکل
گرم ریتی پہ تڑپتا ہوا، ذی جود ملا
خاک مقتل کی جو چھانی، دُرِ مقصود ملا

گر کے بے ساختہ اکبرؑ سے جو لپٹے شبیرؑ
ہٹ گیا کھینچ کے اِک آہ وہیں ماہِ منیر
بولے شہؑ کیوں ہو خفا، کیا ہوئی مجھ سے تقصیر
اِس پہ ناراض ہو آنے میں ہوئی ہے تاخیر
کیا کہیں کیسے بھلا کشتۂ غم آئے ہیں
ہر قدم ٹھوکریں کھاتے ہوئے ہم آئے ہیں

دست بستہ علی اکبرؑ نے کہا اے بابا
میرے سینے میں ہے، اٹکا ہوا پھل برچھی کا
سانس کی آمد و شد بھی تو ہے دوبھر بخدا
شدتِ درد سے قابو میں نہیں دل میرا
ہو گیا طے، مرا راہی سوئے کوثر ہونا
بابا ممکن نہیں، اس زخم سے جانبر ہونا

بولے اکبرؑ سے بہ حسرت، یہ شہِ نیک خصال
کھینچ لوں سینے سے برچھی، جو کہا مرے لال
ڈر ہے اس کا، نہ طبیعت کہیں ہو جائے نڈھال
شدتِ درد نہ کر دے کہیں دل کو پامال
یا علیؑ کہہ کے جونہی، شاہ نے کھینچی برچھی
لے کے سینے سے کلیجہ، نکل آئی برچھی

(۷۶)

لاش کو سینے سے لپٹائے ہوئے بیٹے کی جب درِ خیمہ پہ پہنچے، تو صدا شاہؑ نے دی
آؤ، لے جاؤ بہن، لاشہ ہم شکلِ نبیؐ دیکھ لیں سب، نہ یہ پھر شکل نظر آئے گی

ماں پھوپھی لے گئیں خود، نورِ نظر کا لاشہ
کیا کسی ماں نے اٹھایا ہے پسر کا لاشہ

رکھ کے میت کو سرِ خاک کئے سب نے جبیں پاس لاشے کے گرے سبط رسولؐ الثقلین
شورِ ماتم سے سکینہؑ کا ہوا دل بے چین آ گئی پاس جنازے کے بصد شیون و شین

دل پھٹے جاتے تھے یوں دخترِ سرورؑ روئی
یا اخی کہہ کے جنازے سے لپٹ کر روئی

رو کے زینبؑ نے کہا، تھی یہ تمنا بخدا جب وطن جاتی ترا بیاہ رچاتی بیٹا
تب بہ آہستہ یہ ہم شکلِ پیمبرؐ نے کہا اے پھوپھی اب علی اصغرؑ کو بنانا دولہا

نظرِ بد پہ۔ نہ یہ طفلِ کسی آن چڑھے
ہے دعا باپ کے سائے میں یہ پروان چڑھے

مرثیہ نمبر۔۴

درحالِ جنابِ فضّہ اور داخلہ اہلبیت دربارِ شام

کُل تعدادِ بند: ۵۰

مطلع

خادم ہے پُرخلوص تو وہ بے نظیر ہے

(۱)

خادم ہے پُر خلوص تو وہ بے نظیر ہے　　بزمِ جہاں میں صورتِ بدرِ منیر ہے
ہر بے وفائی، اُس کی نظر میں حقیر ہے　　یہ مونسِ جوان و صغیر و کبیر ہے
خادم کی یہ، ادائے فرائض کی شان ہے
ہر آن اس کا جذبۂ خدمت جوان ہے

مطلق ادائے فرض میں کرتا نہیں کسر　　آسائشوں پہ اپنی، یہ رکھتا نہیں نظر
منزل شناس ایسا، کہ خدمت ہے رہگذر　　ہمدرد، جاں نثار، وفادار، حق نگر
خدمات کو یہ باعثِ عظمت سمجھتا ہے
تعمیلِ حکمِ آقا، عبادت سمجھتا ہے

شائستۂ ادائے فرائض ضمیر ہے　　کردار کا بلند ہے، روشن ضمیر ہے
آقا کا خیر خواہ، وفا کا اسیر ہے　　خوگر جو ہے مدد کا، تو یہ دستگیر ہے
شہرت کی آرزو ہے، نہ جویائے نام ہے
لے دے کے اِس کو خدمتِ آقا سے کام ہے

آقا کے ہر اشارۂ ابرو پہ گامزن　　تکمیلِ کار کی ہے مسلسل اِسے لگن
شبنم کی طرح قطرے پسینے کے من وعن　　مثلِ نجومِ عرش ہیں ماتھے پہ ضوفگن
حیلے بہانے، دل سے کبھی ڈھالتا نہیں
کیسا ہی سخت کام ہو، یہ ٹالتا نہیں

آقا کا خیر خواہ ہے ایسا یہ لا کلام　　خدمت میں ہر طرح سے ہے مشغول صبح و شام
کرتا ہے کچھ بساط سے اپنی سوا یہ کام　　لب پر برائے نام نہیں ہے تھکن کا نام
یہ ہاتھ کا بھی سچا ہے اور لین دین کا
ہر دم خیال رکھتا ہے آقا کے چین کا

(۲)

ہمدرد، خیر خواہ، جفا کش، فراخ دل　　شامل ہے خوں پسینے میں خدمت کا آبِ گل
کاہل وجود اس کی مشقت سے ہیں خجل　　ہوتا نہیں کسی کے مسائل میں یہ مخل
گھر کی ہر ایک چیز کا اس کو خیال ہے
واللہ یہ محافظِ مال و منال ہے

لاکھوں غلام وخادمہ گزرے ہیں لاکلام　　تاریخ میں رقم ہیں مگر صرف دو ہی نام
فضہؑ ہیں ایک، ایک ہیں قنبرؑ فلک مقام　　زہراؑ کی یہ کنیز، وہ حیدرؑ کے ہیں غلام
یہ رشکِ آفتاب، وہ ماہِ منیر ہیں
گر وہ ہیں بے مثال تو یہ بے نظیر ہیں

قنبرؑ کہ جو غلامِ شہِؑ ذوالفقار ہیں　　ہر گام پر، علیؑ کے قدم پر نثار ہیں
دل سے ادائے فرض کو یہ بے قرار ہیں　　مداح اِن کی خوبیوں کے بے شمار ہیں
یہ ذات، اِس طرح بھی نگاہوں پہ چڑھتی ہے
خادم کی قدر، نسبتِ آقا سے بڑھتی ہے

قنبرؑ کو تھا یہ فخر، کہ اُن کا ہوں میں غلام　　دیدار جن کے رُخ کا عبادت ہے لاکلام
جو جانشیں نبیؐ کے ہیں کونین کے امامؑ　　اُتری تھی جس جری کے لئے چرخ سے حسام
قوت خدا نے کی وہ عطا بوترابؑ کو
توڑا درِ علوم نے خیبر کے باب کو

ہے رشک زندگانیِ قنبر پہ لاکلام　　ہیں حریت بدوش یہ ایسے ہیں کچھ غلام
شکوے کا فقر و فاقہ میں، لب پر نہیں ہے نام　　ہے خدمتِ امامؑ سے ہر وقت اِن کو کام
اِن کا وقار چشمِ بشر میں بلند ہے
طینت وہ اِن کی ہے جو تو گل پسند ہے

(۱۱)

رشک اِن کی زندگی پہ ہے کُل مومنین کو　　اپنا لیا ہے جادۂ اسلام و دین کو
دل سے عزیز رکھتے ہیں یہ صادقین کو　　یہ آسماں بنائے ہوئے ہیں زمین کو
سلمانؓ، حبیبؓ، میثمؓ و بوذرؓ سے پوچھئے
قنبرؓ ہیں کیا یہ فاتحِ خیبر سے پوچھئے

سُن لیں بگوشِ دِل، مرا دعویٰ یہ خاص و عام　　قنبرؓ علیؑ کے، اور میں قنبرؓ کا ہوں غلام
ہے مدحِ پنجتنؑ سے یہ حاصل مجھے مقام　　شاہی جہاں کی ہے مری ٹھوکر میں لا کلام
بڑھ کر، یزیدِ وقت کا پنجہ مروڑ دوں
جس سمت چاہوں رُخ غمِ دوراں کا موڑ دوں

کردوں بیاں جو اپنا عقیدہ ہے سر بسر　　ڈھونڈے سے بھی ملے گا، نہ ایسا کوئی بشر
مولائے کُل کے چہرے سے ہٹتی نہیں نظر　　قربان جان و دل سے علیؑ کے غلام پر
جنت میں بعدِ مرگ، یقیں ہے کے گھر ملے
اے دل جہاں میں درجہ قنبرؓ اگر ملے

مومن کے دل میں، اب یہ اُبھرتا ہے اِک سوال　　کیوں مدحِ پنجتنؑ میں ہے منکر کو قیل وقال
الطافِ مرتضیٰؑ سے ہے قنبرؓ کا دل نہال　　آقا ہے بے نظیر، تو خادم ہے بے مثال
ہاں اُس بشر کو، صاحبِ اعجاز مانیں ہم
قنبرؓ ہی کوئی بن کے دکھائے تو جانیں ہم

کہتا ہوں صاف بوذرؓ و سلمانؓ کی قسم　　اِس نے سنوارے زلفِ امامت کے پیش و خم
اصحابِ مصطفیٰؐ بھی سمجھتے تھے محترم　　اِس سے سوا ہو مدحتِ قنبرؓ میں کیا رقم
ہم عصر جس قدر تھے، یہ اُن سب سے بڑھ گیا
خدمت وہ کی نگاہوں پہ آقا کی چڑھ گیا

(۱۵)

خدمت گزاریوں کو عبادت سمجھتا ہے　　فعلِ حسن کو، باعثِ راحت سمجھتا ہے
یہ ہر فروگذاشت کو لعنت سمجھتا ہے　　آقا کی ہر عطا کو یہ نعمت سمجھتا ہے
پروانہ ہے غلام، جو آقا چراغ ہے
وہ ہیں اگر نہال، تو یہ باغ باغ ہے

یہ کب کسی میں ہیں، جو ہیں قنبرؑ میں خوبیاں　　کعبہ نظر میں اِن کی ہے، حیدرؑ کا آستاں
تھا ربط اتنا، خادم و آقا کے درمیاں　　وہ دیں کے، یہ محافظِ دیں کا ہے پاسباں
آٹھوں پہر تھی دیدِ رُخِ مرتضیٰ انہیں
شاہوں کو وہ نصیب نہیں جو ملا انہیں

آقا کی ہر خوشی کو سمجھتا ہے جامِ جم　　اس فکر ہی میں رہتا ہے یہ غرق دم بہ دم
بڑھتا ہی جائے مالک و مختار کا حشم　　آقا کے پاس پھٹکیں نہ رنج و غم و الم
وقت آ پڑے، تو جان کی بازی لگاتا ہے
آقا کے یہ پسینے پہ خوں کو بہاتا ہے

قنبرؑ غلام جیسے علیؑ کے تھے با صفا　　فضہ تھیں یوں ہی فاطمہؑ زہراؑ کی خادمہ
دل سے امورِ خانہ زہراؑ کئے ادا　　تا زیست بھی، نہ شکوے کا موقع ذرا دیا
واللہ کچھ یہ ایسی اطاعت گزار تھیں
یہ دخترِ رسولؐ پہ دل سے نثار تھیں

فضہؑ کنیز دخترِ خیرالانام ہیں　　ہیں بوریہ نشیں، پہ فلک احتشام ہیں
آنکھوں کے سامنے جو نبیؐ اور امامؑ ہیں　　ہر لحہ محوِ طاعتِ حق لا کلام ہیں
مخدومہ فاطمہؑ ہیں، یہ اُنکی کنیز ہیں
یوں پنجتنؑ کو، یہ دل و جاں سے عزیز ہیں

(۲۰)

فضہؑ ہیں کیا، یہ بنتِ پیمبرؐ سے پوچھئے　　محبوبِ حق سے حیدرِ صفدر سے پوچھئے
عباسؑ سے حسینؑ سے شبرؑ سے پوچھئے　　اِک دو کا ذکر کیا ہے، بھرے گھر سے پوچھئے

جو بھی کیا، بساط سے سے اپنی سوا کیا
دل سے ہر اِک فریضہ خدمت ادا کیا

طاعت میں فرد ہیں تو اطاعت میں لاجواب　　قنبرؑ غلام، اور یہ کنیزوں میں انتخاب
دونوں ہی بارگاہِ پیمبرؐ میں بار یاب　　وہ مثلِ آفتاب، یہ مانندِ ماہتاب

آٹھوں پہر، اطاعتِ مولا سے کام ہے
ایسی کوئی کنیز نہ ایسا غلام ہے

قرآں کی آیتوں ہی سے کی بات تا حیات　　مانع ہوئے، نہ طاعتِ حق میں تفکرات
سرزد ہوئی، نہ تا دمِ آخر فروگزاشت　　تا زیست کی ہے، خدمتِ مولائے کائنات

شہزادیاں انہیں، تو یہ اُن کو عزیز تھیں
یہ ایسی، اہلِ بیتِ نبیؐ کی کنیز تھیں

اِن کی نظیر مل نہیں سکتی ہے دور دور　　کردار وہ، کہ رشک کریں جن وانس وحور
خوددار، خوش مزاج، سخی، باوفا، غیور　　تھا علمِ کیمیا پہ انہیں اس قدر عبور

جس شے کو جس طرح کا بھی چاہا بنادیا
چشمِ زدن میں، تانبے کو سونا بنادیا

سیرت حسیں ہے، پاک ومنزّہ ضمیر ہے　　طینت بتارہی ہے، کہ اعلیٰ خمیر ہے
محفوظ ہے گہن سے وہ بدرِ منیر ہے　　کردار مستند ہے عمل بے نظیر ہے

فرما گئے رسولؐ یہ عفت کے باب میں
مریم صفت یہ فضہؑ ہے عصمت کے باب میں

(۲۵)

دل سے جو اہلِ بیتؑ کی خدمت مدام کی اس شغل ہی میں صبح کی، اس میں ہی شام کی
ہیں یہ کنیز، دخترِ خیرالانام کی یہ اِک نبیؐ کی خادمہ ہیں پانچ امام کی
بالائے آسماں، نہ بہ روئے زمیں ملا
یہ وہ شرف ہے، جو کہ کسی کو نہیں ملا

دل نے کہا کہ نام ہے فضہؑ مگر بھلا کس قوم کس قبیلے سے ہے اِن کا سلسلہ
کس طرح یہ مدینے میں آئیں، وطن تھا کیا تاریخ سے ملا بھی تو اتنا پتہ ملا
آگاہ ہر لحاظ سے یہ کورنش کی ہیں
دختر یہ شاہِ ہند یا شاہِ حبش کی ہیں

حق نے عطا کئے تھے انہیں چار گلعذار یہ سب کے سب ہی گلشنِ فضہؑ کی تھے بہار
پُر دل، شجاع، شیرِ جری، آسماں وقار داؤدؑ، موسیٰؑ، یحییٰؑ، محمدؐ وفا شعار
ہر زاویے سے چاروں پسر انتخاب تھے
ذرے تھے کو بہ رشک دہِ آفتاب تھے

ایثار کا ازل سے تھا فضہؑ کے دل میں درد یہ جادۂ عطا و سخا کی تھیں رہ نورد
ایسی جہاں میں زن نظر آئی، نہ کوئی مرد جُز آل، ایسی کوئی نہیں ہے جہاں میں فرد
یہ پنجتنؑ کی جود و سخا میں شریک ہیں
واللہ ہل اتیٰ کی عطا میں شریک ہیں

فضہؑ مزاج دانِ امامت ہیں لا کلام مخدوم ہر لحاظ سے، اِن کے ہیں پانچ امام
اس افتخارِ خاص سے زندہ ہے اِن کا نام وابستہ اِن کی ذات سے ہے کربلا مدام
تاریخ ساز و واقفِ ہر رسم و راہ ہیں
ہر اِک شہیدِ حق کی یہ عینی گواہ ہیں

(۳۰)

سنئے زبانِ فضہؑ سے یہ داستانِ غم رن میں ہوئے ہیں کتنے شہیدوں کے سر قلم
ہیں کربلا کی شاہدِ عینی یہ ذی حشم ہر ایک واقعہ ورقِ دل پہ ہے رقم
فضہؑ نہ کہئے، یہ وہ فضیلت مآب ہیں
رودادِ کربلا کی مکمل کتاب ہیں

کیونکر شہید رن میں ہوئی فاطمہؑ کی آل کس طرح تڑپے پیاس سے زہراؑ کے نونہال
گھر، اور محاذِ جنگ کا گر پوچھنا ہے حال کر دست بستہ حضرتِ فضہؑ سے یہ سوال
تفصیل یہ بتائیں گی، کیونکر ہوئے شہید
فضہؑ کے سامنے تو بہتّر ہوئے شہید

بھرپور تھا شباب، جوا کبرؑ ہوئے شہید تھے شیر خوار، جب علی اصغرؑ ہوئے شہید
عباسؑ ابنِ ساقیِ کوثرؑ ہوئے شہید حد ہوگئی کہ سبطِ پیمبرؐ ہوئے شہید
خیمے جلے تو اور بھی کہرام پڑ گیا
اِک دوپہر میں شہؑ کا بھرا گھر اُجڑ گیا

قاتل حقیقتاً تھے مسلمان نام کے کچھ اشقیاء تھے کوفے کے کچھ ملکِ شام کے
پیاسے تھے مے پرست جو خونِ امامؑ کے دوڑا کے گھوڑے لاش پہ ہر تشنہ کام کے
آلِ نبیؐ کے خون سے رن لال کر دیا
لاشہ ہر اِک شہید کا پامال کر دیا

پھر شامیوں نے اہلِ حرم کو کیا اسیر ہاتھ اُن کے باندھے تھے جو زمانے کے دستگیر
پھر تو کئے اسیروں پہ ظلم و ستم کثیر مقتل کی راہ سے انہیں لے کر چلے شریر
تصویریں مامتا کی نگاہوں میں پھر گئیں
پشتِ شتر سے بیبیاں لاشوں پہ گر گئیں

(۳۵)

گھیرے ہوئے تھی چار طرف سے سپاہِ شام لپٹی تھیں اپنے لاڈلوں سے بیبیاں تمام
تھا لب پہ سوگواروں کے اپنے پسر کا نام زینبؑ تھیں، لاشِ سبطِ پیمبرؐ پہ لا کلام
دو میتوں پہ کوئی مگر نوحہ خواں نہیں
پوچھا کسی نے بڑھ کے، کہ کیا اِن کی ماں نہیں

رو کر کہا یہ حضرتِ زینبؑ نے ناگہاں گریہ کناں ہے بھائی کے لاشے پہ اِن کی ماں
لیلیٰ کی گود میں تو ہے اکبرؑ سا نوجواں آغوش میں ربابؑ کی ہے طفلِ بے زباں
رخصت ضرور گود کے پالوں سے ہوؤں گی
رولوں لپٹ کے بھائی سے پھر اِن کو روؤں گی

پھر قافلہ روانہ ہوا، سوئے ملکِ شام بیرونِ شہرِ شام کیا فوج نے قیام
دربار میں اسیر بلائے گئے تمام یوں شمر سے یزید نے ہنس کر کیا کلام
دیکھوں خزاں میں شکلِ ریاضِ بتولؑ کی
مجھ سے ہو، ہم کلام نواسی رسولؐ کی

جس دم سنا یزید کا فضہ نے یہ سخن غصے سے کانپنے لگا، بیکس کا تن بدن
فرمایا، یہ غرور و تکبر، یہ بانکپن میخوار یہ شریفوں کا ہرگز نہیں چلن
یہ کہہ کے جاں پہ کھیل گئیں اژدھام میں
زینبؑ کی ڈھال بن گئیں دربارِ شام میں

اِس بات پر یزید کو غصہ ہوا کمال تن کر محافظوں سے یہ بولا زبوں خصال
حاکمِ امیر کا بھی نہیں اس کو کچھ خیال یاں اس نڈر کنیز کو کر دو ابھی حلال
کچھ میرے رعب و داب کو گردانتی نہیں
میں ہوں امیرِ شام، یہ پہچانتی نہیں

(۴۰)

فضہؑ نے حبشیوں سے یہ بڑھ کر کیا کلام لازم ہے تم کو اپنے قبیلے کا احترام
عورت پہ ہاتھ اٹھتا ہے غیرت کا ہے مقام سنتے ہی یہ یزید سے گویا ہوئے تمام
تیرے محافظوں کو ابھی دیکھ بھال لیں
فضہؑ کی سمت دیکھیں تو آنکھیں نکال لیں

بولا یہ سُن کے یزیدِ ستم شعار دل میں مرے، تمھارے قبیلے کا ہے وقار
غصے میں کہہ دیا تھا، اب اس پر ہوں شرمسار آلِ نبیؐ کو پر میں کروں گا ذلیل و خوار
رسوا، ہر ایک گام پہ ہوں گے زمانے میں
اب اِن کی عمر ہوگی بسر، قید خانے میں

مڑ کر نجف کی سمت، یہ زینبؑ نے دی صدا مشکلکشا، لحد سے اٹھو بہرِ کبریا
حبشی ہیں سب حمایتِ فضہؑ میں برملا ہر قسم کا ہے آلِ نبیؐ پر ستم روا
حالت تو دیکھو آن کے، اِس دل ملول کی
دربارِ شام میں ہے نواسی رسولؐ کی

فریاد سن کے، شمر سے گویا ہوا یزید قیدی رہیں خموش ہے غصہ مجھے شدید
اب منہ سے کچھ کہا، تو کروں گا ستم مزید دوں حکم سب کے قتل کا، مجھ سے نہیں بعید
کوئی کسر اٹھا نہ رکھوں گا ستانے میں
لے جا کے بند کردے انہیں قید خانے میں

حکمِ یزید سے یہ مظالم ہوئے کثیر دربارِ شام سے انہیں لے کر چلے شریر
آئے تماشہ دیکھنے، طفل و جوان و پیر گردن جھکائے داخلِ زنداں ہوئے اسیر
کر کر کے یاد بھائی کو زینبؑ جو روتی تھی
زنداں میں گویا مجلسِ شبیرؑ ہوتی تھی

آٹھوں پہر اسیر تھے، یوں مائلِ فغاں فضہؑ یہاں تو زینبؑ و کلثومؑ تھیں وہاں
لیلےٰ جواں پسر کی جدائی میں نیم جاں اُمِ ربابؑ یاد میں اصغرؑ کی نوحہ خواں
زنداں میں تذکرے جو شہیدوں کے ہوتے تھے
سر کو جھکائے سیدِ سجادؑ روتے تھے

بعد ایک سال، پہنچا یہ حکمِ امیرِ شام قیدی ہیں جتنے، حاضرِ دربار ہوں تمام
رو کر کیا پھوپھی سے یہ سجادؑ نے کلام پھر سر برہنہ جانا ہے اے دخترِ امامؑ
اہلِ حرم کو دیکھ کے اس اژدھام میں
کیا جانے کیا کہے گا وہ دربارِ شام میں

بیڑی سنبھالے پہنچے جو دربار میں امامؑ مسند سے پیشوائی کو اٹھا امیرِ شام
کی عرض جھک کے، لختِ دلِ سید الانام حکمِ رہائی دیتا ہے نادم ہے یہ غلام
درکار جو بھی شے ہو، طلب کیجئے حضور
یہ خوں بہا حسینؑ کا لے لیجئے حضور

فرمایا مالِ دنیا سے ہم کو غرض ہے کیا منگوادے ہاں مگر ہمیں سامان لوٹ کا
بچی کے بندے، زینبؑ و کلثوم کی ردا سبطِ نبیؐ کے جسم کا کُرتا پھٹا ہوا
بار اِن امانتوں کا ہے مجھ دل ملول پر
رکھتے ہیں سب یہ جا کے مزارِ رسولؐ پر

دربار سے جو قید میں پہنچے یہ سوگوار پیشِ نظر تھا حضرتِ زینبؑ کے اِک مزار
روئی لپٹ کے قبرِ سکینہؑ سے دل فگار فرمایا تیری غیرت و الفت کے میں نثار
چھٹ کر وطن کو جاتی ہوں دکھیا سلام لے
اے دائی اسیر پھوپھی کا سلام لے

مرثیہ نمبر۔۵

درحالِ شہادت حضرت علی اکبرؑ ہمشبیہہِ پیغمبرؐ

بعنوان

فضا میں غمِ حسینؑ

کُل تعدادِ بند: ۸۰

مطلع

نگینِ تاجِ سخن، مجھ کو کربلا سے ملا

(۱)

نگینِ تاجِ سخن، مجھ کو کربلا سے ملا
یہ وہ گہر ہے، کہ جو معدنِ وفا سے ملا
سخن کو اوج ولائے شہِ ہُدا سے ملا
بہ فیضِ پنجتنِ پاک، کبریا سے ملا
میانِ اہلِ سخن سرخرو کیا مجھ کو
عطا کی حد ہے طلب سے سوا دیا مجھ کو

ازل سے ہے جو مقدر میں مرثیہ کوئی
ہے یہ تو فعلِ حسن، اس سے کیوں جلے کوئی
اسی سے ہوتی ہے رنج والم میں دل جوئی
وہی تو کاٹے گا انساں، جو فصل ہے بوئی
بصد خلوص جو اس باغ کو لگایا ہے
ثمر نہالِ سخن سے جبھی تو پایا ہے

سخن میں زور کسی زاویے سے کم ہی نہیں
مخالف آئے مقابل، یہ اُس میں دم ہی نہیں
ثبات ہاتھ میں ہے، لغزشِ قدم ہی نہیں
غم والم میں بھی گھر کر، غم والم ہی نہیں
نظر زوال میں، سوئے کمال رہتی ہے
اسی سبب سے طبیعت بحال رہتی ہے

سکونِ قلب کا باعث ہے یہ ریاضِ سخن
ہے باغ باغ طبیعت، بہار پر ہے چمن
مری نظر میں ہے یہ رشکِ وادیِ ایمن
گلوں سے آتی ہے ہر آن، بوئے مشکِ خُتن
سخن سے روح کو فرحت نصیب ہوتی ہے
یہی وہ چیز ہے، جو دل کے داغ دھوتی ہے

یہ شغل وہ ہے کہ جس کی نہیں جہاں میں نظیر
اسی کے کیف سے وابستہ ہیں صغیر وکبیر
ولائے پنجتنِ پاک میں، یہ سب ہیں اسیر
ہیں مدحِ آل کے باعث یہ صاحبِ توقیر
سکون بحرِ الم میں بھی جاودانی ہے
غمِ حسینؑ میں موت اِن کو زندگانی ہے

(۲)

پسند اِن کو ہے سیرت جمال کے بدلے
ہے فخر فقر پہ اِن سب کو مال کے بدلے
نظر سے مال گرادیں مآل کے بدلے
یہ تخت و تاج کو ٹھکرادیں آل کے بدلے
غلامِ بادشہِ مشرقین ہیں یہ لوگ
خدا گواہ فدائے حسینؑ ہیں یہ لوگ

مثال اُن کی، تو اِنکی نہیں جہاں میں نظیر
ہوئی ہے اِن کی جد و کد سے دین کی تعمیر
ہے اُن کی فاصلِ طینت سے مومنوں کا خمیر
ملی ہے نسبتِ آقا سے اِن کو وہ توقیر
ادب بھی اِن سے ادب سے کلام کرتا ہے
سخن بھی جُھک کے ہزاروں سلام کرتا ہے

ہوئی ہے حضرتِ آدم سے ابتدائے سخن
بجا ہے اِن کو کہا جائے گر بنائے سخن
زمانہ اِن کی بدولت ہے آشنائے سخن
ہے روزِ حشر پہ موقوف، انتہائے سخن
بس اس خیال سے دل اپنا خون روتا ہے
سخن سے جو بھی ہے محروم، گنگ ہوتا ہے

اِس ایک راز سے واقف ہیں سب صغیر و کبیر
کہ خوش بیاں کی اترتی ہے دل میں ہر تقریر
سخن سے اہلِ سخن کی ہے عزت و توقیر
اِسی سے زندۂ جاوید ہیں انیسؔ و دبیر
سب اُن کا نام، بصد احترام لیتے ہیں
ادیب آج بھی اُن کو خراج دیتے ہیں

انہیں کی ذات سے دنیا میں ہے بقائے سخن
ہے اُن کی کوششِ پیہم سے ارتقائے سخن
ازل سے دوش پہ اُن کے جو ہے قبائے سخن
سخن ہے اُن کے لئے، اور وہ برائے سخن
سخنوروں کو سدا، سرفراز کرتا ہے
یہ لوگ وہ ہیں سخن جن پہ ناز کرتا ہے

(۱۱)

سخن سے اُن کی ہے، اوران سے آبروئے سخن
سخن کی بزم میں پھیلی ہوئی ہے، بوئے سخن
سخن، سخن ہے، سبھی کو ہے آرزوئے سخن
سخن طراز کے لب پر ہے گفتگوئے سخن
سخن کے پھول، دہن سے جو جھڑتے جاتے ہیں
ثمر مطابقِ اعمال، سب ہی پاتے ہیں

پسِ فنا بھی ہیں زندہ، جہاں میں اہلِ سخن
سدا بہار پہ، ہر دَور میں ہے اُن کا چمن
نثار ہوتی ہے ہر آن، سنبل و سوسن
نگاہ بازیاں کرتی ہے، نرگسِ پُر فَن
معاشرے کو سخن نے بہت سنوارا ہے
سخن کا سارے زمانے میں بول بالا ہے

اِسی سے پاتا ہے شہرت جہاں میں ہر قاری
اِسی سے ملتا ہے واللہ، تاجِ سرداری
اِسی کا بزمِ محبت میں فیض ہے جاری
اسی سے کرتے ہیں وہ حمدِ خالقِ باری
جو خوش کلام ہیں، تُخمِ سکون بوتے ہیں
سُخن ہو خوب تو دشمن بھی دوست ہوتے ہیں

ہے خوش بیان کا، دنیا میں ہر جگہ چرچا
قلوبِ اہلِ نظر پر سخن کا ہے سکہ
یہ مال وہ ہے زیاں کا نہیں ذرا کھٹکا
اِسی کی گود میں پل کر ہوئی ہے فکر رَسا
جو خوش بیاں ہیں، وہی با کمال ہوتے ہیں
اِسی سے اپنے پرائے نہال ہوتے ہیں

نگاہِ خورد و کلاں میں، وہی، ہے بس مقبول
ملول اِس سے ہے کوئی، نہ یہ کسی سے ملول
ہر ایک فعل سند، بات ہے ہر اِک معقول
حقیقت آشنا ہے، راست گوئی ہے معمول
بوجہِ علم سبھی احترام کرتے ہیں
تمام عالم و جاہل سلام کرتے ہیں

(۱۶)

میانِ بزمِ سخن، ان کی ہے بڑی توقیر
ہمیشہ ہوتی ہے، حسبِ محل ہر اِک تقریر
ہے فطرتاً جو ضمیر اِن کا، مائلِ تعمیر
یہ کرتے رہتے ہیں تکمیلِ کارِ بے تاخیر
ہیں بے رُخی سے، بُری بات ٹالنے والے
یہ ہیں نظامِ جہاں کے سنبھالنے والے

جو بَر محل ہو سخن، وہ نفیس ہوتا ہے
دلوں میں کرتا ہے گھر، گر سلیس ہوتا ہے
سخن ہی اہلِ سخن کا، انیس ہوتا ہے
ادیب، ملکِ سخن کا رئیس ہوتا ہے
دبیر چرخِ سخن، اور وحید عصر ہوئے
پسِ فنا، انہیں حاصل جناں کے قصر ہوئے

سخن بھی وہ، جو ہے حمدِ خدا و نعتِ رسولؐ
ثنائے نفسِ نبیؐ، مدحتِ جنابِ بتولؑ
ہو منقبت میں ائمہ کی گر، تو ہے مقبول
سخنورانِ اولوالعزم کا ہے یہ معمول
سخن کو مدح کے سانچے میں ڈھالتے رہئے
غمِ حیات کو اِس طرح ٹالتے رہئے

ثنائے پنجتنِ پاک بھی ریاضت ہے
سخنوروں کے لئے باعثِ فضیلت ہے
یہ نعت و مرثیہ کوئی بھی اِک عبادت ہے
فقط عقیدہ نہیں ہے۔ یہ اِک حقیقت ہے
مَرے گا جو کوئی، آلِ نبیؐ کی الفت میں
حسینؑ آئیں گے اس کی مدد کو تربت میں

سخن قلم کی بدولت ہے دولتِ نایاب
نمایاں صفحہ قرطاس پر ہے حُسن و شباب
ثوابِ جاریہ ایسا۔ نہیں ہے جس کا جواب
یہ کام آئے گا اہلِ قلم کے روزِ حساب
جو مدح کو کوئی اے دل وفات پائے گا
بروزِ حشر، یقینی نجات پائے گا

(۲۱)

سخن کے زور سے آگاہ ہیں صغیر وکبیر
جو پڑھتے رہتے ہیں دن رات مدحتِ شبیرؑ
نہ ہوگی ضائع ابد تک کبھی بھی وہ تقریر
فضائے دہر ہے، ہر اِک سخن کی دامنگیر
خرد، یہ اَوج بھی پا جائے گی کبھی نہ کبھی
یہ بات سامنے آجائے گی، کبھی نہ کبھی

نبیؐ، امامؑ، ولیؒ، صوفی وقطب، ابدال
غریب وسالک ومجذوب، رندِ خوش اعمال
ذہین و ظالم و مظلوم، یا غبی، کنگال
جوان و پیر، زن و مرد، متقی، اطفال
صدائیں سب کی، نہ مخلوط برملا ہوں گی
خدا گواہ، فضا میں جدا جدا ہوں گی

کسی طرح کا ہو، ناقص سخن ہو یا کامل
صدا، صدا میں نہ ہوگی کسی طرح شامل
جو غور کیجئے، تو اس کی عجیب ہے منزل
اِسی کو صرف حیاتِ دوام ہے حاصل
نکل کے منہ سے سخن زینتِ فضا ہوگا
فنا ہوا ہے، نہ محشر تلک فنا ہوگا

نہیں ہے اِس سے کسی کو بھی جراتِ انکار
نظر میں اہلِ نظر کی، بہت ہے اس کا وقار
لگے ہوئے ہیں فضا میں کلام کے انبار
حقیقتاً ہے، یہ تاریخ کی علمبردار
حرم کی گریہ و زاری، صدائے ماتم ہے
جہاں یہ کچھ بھی نہیں، واں حسینؑ کا غم ہے

وہ داستانِ الم، کربلا کی دارو گیر
وہ العطش کی صدائیں، وہ غم بھری تقریر
رَجَز حسینؑ کا وہ، اور نعرۂ تکبیر
وہ جس کو کہتے ہیں سب، استغاثہ شبیرؑ
خدا گواہ، وہ محفوظ ہر بلا میں ہے
وہ سب کلامِ صدا خانہ فضا میں ہے

(۲۶)

بصد خلوص، دعا حق سے ہے وہ دن آئے
کوئی فضا سے صداؤں کو کھینچ کر لائے
جو استغاثہ شبیرؑ ہے ہمیں سنوائے
حقیقتیں جو نہاں ہیں، جہاں کو بتلائے
پلٹ کے شوکتِ ماضی پہ دین آجائے
جو بد گمان ہیں، اُن کو یقین آجائے

حقیقتیں جو نہاں ہیں، وہ سب عیاں ہو جائیں
جو نکتہ چیں ہیں غمِ شہؑ کے قدر داں ہو جائیں
جو ہیں مٹانے پہ مائل، وہ پاسباں ہو جائیں
ہم اہل، دل کی طرح، مائلِ فغاں ہو جائیں
صدائے گریہ عزاطفالِ شہؑ سے دل ہل جائے
ہر اعتراض کا، اِن کو جواب مل جائے

خدا کرے، کہ میسر ہو علم کو یہ کمال
پلٹ کے آئے جو ماضی تو سب کہیں اُسے حال
سنیں حسینؑ کے منہ سے اگر حسینؑ کا حال
ہوں فرطِ صدمہ و غم سے دل و جگر پامال
ہو استغاثہ صابر کی گر صدا بندی
عزائے شاہ پہ باقی رہے نہ پابندی

مخالفت نہ کرے پھر زمانہ ساز کوئی
عزائے شاہ پہ ہو، پھر نہ ساز باز کوئی
کرے نہ دستِ تعدی کبھی دراز کوئی
حقیقتیں ہوں عیاں، پھر رہے نہ راز کوئی
اِس حادثے کی یہ تفصیل گر خبر ہو جائے
شریکِ مجلسِ شبیرؑ ہر بشر ہو جائے

جسے یہ کہتے ہیں بدعت کریں اسی پہ عمل
قیاس و وہم میں پڑ جائے یک بیک ہلچل
تعصّبات کے چھٹ جائیں خود بخود بادل
ہو اِن کے خام عقیدے میں پھر تو ردّ و بدل
شکوک رفع ہوں دل سے تو حق کے قائل ہوں
ہماری طرح سے سینہ زنی پہ مائل ہوں

(۳۱)

غمِ حسینؑ کے منکر نہیں یہ تجھ کو خبر
کیا ہے کور تعصب نے تجھ کو تنگ نظر
تو ہند جا کے خود آنکھوں سے دیکھ یہ منظر
ہیں بُت پرست، حقیقت سے آشنا ہیں مگر
یہ آہِ سرد، غمِ شاہِ دیں میں بھرتے ہیں
ہنود ہیں، پہ عزائے حسینؑ کرتے ہیں

نبیؐ کے لال کا غم، اِس طرح مناتے ہیں
سبیلیں ماہِ محرم میں یہ لگاتے ہیں
بہ یادِ تشنہ دہاں، اشکِ خوں بہاتے ہیں
جو کربلا کی ہے روداد، وہ سناتے ہیں
یہ نوحہ خوانی، بصد شور و شین کرتے ہیں
خلوصِ دل سے عزائے حسینؑ کرتے ہیں

ہر ایک قوم میں، شبیرؑ کے ہیں شیدائی
ہے جن کی چشمِ خرد میں ذرا بھی بینائی
ہوں گبر و ترسا، نصاریٰ، یہود، عیسائی
درِ حسینؑ پہ کرتے ہیں سب جبیں سائی
مگر یزید کی اولاد جو مسلماں ہے
نبیؐ و آلِ نبیؐ کی وہ دشمنِ جاں ہے

عجیب قسم کا ہے، یہ گروہِ انسانی
کہ اِس کے بعد بھی ہے دعویِ مسلمانی
حقیقتاً ہیں یہ کفر و نفاق کے بانی
جہاں کو اب بھی ہے، انکے عمل پہ حیرانی
سمجھ میں آتی نہیں، ضالّین کی باتیں
ریا و مکر سے کرتے ہیں دین کی باتیں

یہ کس قماش کے انسان ہیں خدا جانے
یہ گڑھتے رہتے ہیں دن رات جھوٹے افسانے
ہوئے ہیں آتشِ بغض و حسد میں دیوانے
یہ دیں فروش ہیں، زُمّارِ کفر کے دانے
پلید نسل رہے گی سدا پلید کے پاس
سقر میں جائیں گے بعدِ فنا یزید کے پاس

(۳۶)

یہی ہے قوم عزائے حسینؑ کی دشمن
یزید و شمر کی الفت میں اِن کے دل ہیں مگن
یہ چاہتے ہیں، عزائے حسینؑ پر قدغن
خلافِ حکمِ پیمبرؐ، ہر ایک کا ہے چلن
سلف تھے دشمنِ دیں، دم انہیں کا بھرتے ہیں
عمل یہ شرعِ نبیؐ کے خلاف کرتے ہیں

زبانی دعویٰ کہ اس غم میں، ہم بھی ہیں مشغول
شریکِ مجلسِ شبیرؑ ہیں، بہ جانِ ملول
مگر ہماری خرد سے ہیں دور ان کے اصول
نظر میں جن کی مساوی ہیں قاتل و مقتول
محال ہے کہ بہم، شوم و نیک ہو جائیں
تو کیسے ظالم و مظلوم ایک ہو جائیں

یہ فرض جانتے ہیں نسلِ نو کو بہکانا
یہ کہہ کے، دانا ہو، دھوکا کبھی نہیں کھاتا
کبھی نہ بھول کے بھی، مجلسوں میں تم جانا
بیان ہوتا ہے واں کربلا کا افسانا
اِس ایک فکر میں، آہیں یہ بھرتے رہتے ہیں
یوں اپنی نسل کو گمراہ کرتے رہتے ہیں

لگاؤ ہے جو طبیعت کا، خُبثِ طینت سے
حسد سے، بغض سے، نفرت سے اور کدورت سے
یہ کام لیتے نہیں نام کو، فراست سے
ہٹاتے رہتے ہیں یوں جادۂ حقیقت سے
یہ ڈر ہے کفر کے جادے سے، یہ نہ ہٹ جائیں
صدائے حق کو نہ سُن کر کہیں پلٹ جائیں

یہ ہے خَلَف کا، سَلَف کا کروں میں حال بیاں
یزیدِ مُرتد و کافر تھا، دشمنِ ایماں
ہوا تھا جبر و تشدد سے مطلق العناں
اِسی خیال میں رہتا تھا، منہمک ہر آں
یہ ہے عنانِ حکومت جو آج قبضے میں
اَبد تلک رہیں، یہ تخت و تاج قبضے میں

(۴۱)

بہ ایں خیال سدا اوج پر رہے اقبال
یہ ناحقوں کو بھی دیتا تھا نقدِ بیت المال
ہوا تھا اِس کے زمانے میں دین۔رو بہ زوال
ستائی جاتی تھی ہر طرح سے رسول کی آل
تھا اہلِ بیتؑ کی ہر ایک بات کا دشمن
یہ بادہ خوار تھا صوم وصلواۃ کا دشمن

یہ جان کر کہ ہر اِک اب ہے میرا گرویدہ
کیئے وہ فوج میں بھرتی، شقی تھے جو چیدہ
یہ غول وہ تھا، نہ تھا جس میں کوئی سنجیدہ
کیئے وہ ظلم مسلسل، تھے جو کہ نادیدہ
حصولِ زر کے لئے، حق سے منہ کو موڑ دیا
امامِ وقت کو تنہا سبھی نے چھوڑ دیا

نظر میں تول کے شبیرؑ نے بھی صورتِ حال
کیا یہ فیصلہ کیجئے سفر معہ اطفال
ہے سر زمینِ مدینہ پہ اب قیام محال
بسا ہوا تھا جو دل میں، بقائے دیں کا خیال
بُلا کے حضرتِ عباسؑ سے کہا بھائی
مدد کو دین کی جانا ہے کربلا بھائی

جنابِ حضرتِ زینبؑ سے پھر کیا یہ بیاں
سفر کا کیجئے ساماں، علیؑ کی راحتِ جاں
رہیں وطن میں، اب اِس کا نہیں کوئی امکاں
چلیں گے ساتھ زن و مرد خورد ہوں کہ کلاں
وہ بولیں، گرمی کے موسم میں اور سفر بھائی
تلف نہ ہو کوئی بچہ ہے اِس کا ڈر بھائی

کہا یہ شہؑ نے حفاظت کریں گے تا مقدور
ہوا لتوائے سفر، اِس سے ہوں مگر مجبور
یہ کوفیوں نے لکھا ہے، کہ آپ آئیں ضرور
بہن تحفظِ اسلام ہے مجھے منظور
خدا گواہ ہے بستی نئی بساؤں گا
نہ پہنچا کوفہ، تو پھر کربلا کو جاؤں گا

(۴۶)

زمانہ کہتا ہے مجھ کو امام ابنِ امام ہوا ہوں خَلق برائے حفاظتِ اسلام
اسی خیال میں ہوں منہمک میں صبح و شام برائے دینِ خدا، کیجئے کچھ ایسا کام
سدا ہو اوج پہ توقیر، میں رہوں نہ رہوں
خدا کا دیں رہے ہمشیر، میں رہوں نہ رہوں

غرض سفر پہ روانہ ہوئے امامِ انام میانِ راہ کئی منزلوں پہ کر کے قیام
اب فرات کئے، کربلا میں نصب خیام تب ابنِ سعد نے آکر کیا یہ شہؑ سے کلام
زمینِ کرب و بلا پر تو بالضرور رہیں
مگر فرات کے ساحل سے آپ دور رہیں

ابھی ابھی یہ ملا ہے یزید کا پیغام فرات پر ہو فروکش سپاہِ کوفہ و شام
جہاں بھی دشت میں چاہیں، کریں جناب قیام رہے فرات سے کچھ دور لشکرِ اسلام
یہ بات حق بھی ہے، اور اس سے باخبر ہیں جناب
امیرِ شام کے قبضے میں بحر و بر ہیں جناب

کہا یہ شہؑ نے یہ دعویٰ غلط ہے سر تا سر نہ کر تو بات حقیقت سے ہٹ کے تنگ نظر
سمجھ میں آئے گا تیری، کرے گا غور اگر امیرِ شام کو اور تجھ کو کیا نہیں یہ خبر
کیا ہے خَلق خدا نے جو دہر میں پانی
وہ سب کا سب ہے مری ماں کے مہر میں پانی

تجھے خبر نہیں، ہوں حفظِ دیں پہ میں معمور اٹھائے لیتا ہوں خیمے، نہیں ہوں کو مجبور
رہوں گا ساحلِ دریا سے دور تا مقدور ذرا سی بات پہ جنگ و جدل نہیں منظور
نہ منہ لگاؤں گا اب کائنات کا پانی
اٹھے نظر سے گرا کر فرات کا پانی

(۵۱)

غرض خیام ہوئے دشتِ کربلا میں بپا
سپاہِ شام نے قبضے میں کر لیا دریا
بٹھائیں چوکیاں ساحل پہ شمر نے ہر جا
تھی فصل گرمی کی، ہفتم سے بند آب ہوا
بغیر آب، ہر اِک سمت بدحواسی تھی
جنابِ ساقیِ کوثر کی آل پیاسی تھی

ہوئی جو دسویں محرم کی صبح رن میں عیاں
کہی خلوص سے ہم شکلِ مصطفیٰؐ نے اذاں
ہوا جو محوِ عبادت، علیؑ کا راحتِ جاں
عدو کی فوج نے کی، پھر تو بارشِ پیکاں
اِدہر محافظِ شہؑ خون میں نہانے لگے
شہید ہو کے مُصلّے سے، خلد جانے لگے

نہا کے خوں میں ہوئی ختم، جب نمازِ خدا
تو دست بستہ ہر اِک شخص نے یہ شہؑ سے کہا
رضائے جنگ عطا کیجئے مجھے مولاؑ
یہ آرزو ہے، کہ پہلے ہر اِک سے ہوں میں فدا
دل و جگر سے ابھی دُور، رنج و غم ہو جائے
جو نام ناصرِ شبیرؑ میں رقم ہو جائے

غرض دلیر گئے بہرِ نصرتِ اسلام
لگائے گشتوں کے پشتے، چلائی یوں صمصام
مقابل ایک جری کے تھی فوجِ کوفہ و شام
شہید ہو گیا آخر، ہر ایک خوش انجام
رفیق جتنے تھے، سب بہرِ کارزار گئے
پھر اُنکے بعد، عزیزانِ جاں نثار گئے

شہید ہو گئے جب رن میں قاسمِؑ مضطر
بس اب حسینؑ تھے باقی، اور اِک علی اکبرؑ
تپاں تھے پیاس کی شدت سے جھولے میں اصغرؑ
حسینؑ چپکے کھڑے تھے مآل پر تھی نظر
تباہیوں سے نمایاں، سماں جو قصر کا تھا
امامِ عصرؑ کو، بس انتظار عصر کا تھا

(۵۶)

سلاح سجا کے بصد شوق اکبرؑ دلگیر　　برائے اذن گئے، پیشِ حضرتِ شبیرؑ
نظر میں شہؑ کی، پیمبرؐ کی پھر گئی تصویر　　حسینؑ بولے کہو فکر کیا ہے ماہِ مُنیر
یہ عرض کی، کہ اجازت کا خواستگار ہوں میں
خدا کے دین کی نصرت کو بے قرار ہوں میں

کیا یہ شہؑ نے بیاں، ماں سے مدعا کیجئے　　پھوپھی نے پالا ہے، کچھ اُن سے التجا کیجئے
ضعیف باپ کو غم میں نہ مبتلا کیجئے　　اضافہ رنج و الم میں نہ برملا کیجئے
نہ ہو ملول اجازت تو ہم ابھی دے دیں
جو تم کو اذن مری جان، ماں پھوپھی دے دیں

یہ سُن کے خیمے کے اندر گئے علی اکبرؑ　　کی دست بستہ گزارش، پھوپھی سے رو رو کر
کریں جو آپؑ سفارش علیؑ کی نورِ نظر　　تو دے دیں مجھ کو اجازت، جہاد کی سرورؑ
یہ کیسے تیرِ ندامت، دل و جگر میں رہے
ضعیف مرنے کو جائے، جوان گھر میں رہے

شہید عونؑ و محمدؑ ہوئے، جو سن میں تھے کم　　تھے تیرہ سال کے قاسمؑ، جو تڑپ کے ارن میں دم
جواں ہوں سن بھی ہے اٹھارہ سال حق کی قسم　　ہے امّاں جان یہ تاخیر میرے حق میں ستم
شہید ہو گئے عمو بھی، اب رہا ہے کوئی
سوائے میرے یہ فرمایئے، بچا ہے کوئی

گِلا درست ہے، یہ بات بھی نظر میں رہے　　ہجومِ اشک، نہ کیوں میری چشمِ تر میں رہے
یہ رنج و غم، نہ بھلا کیوں دل و جگر میں رہے　　پدر شہید ہو، بیٹا جوان گھر میں رہے
جو آبرو مجھے حاصل ہے کھو نہیں سکتا
اٹھاؤں بارِ خجالت یہ ہو نہیں سکتا

(۶۱)

جنابِ حضرتِ زینبؑ نے رو کے فرمایا
تمام عمر رہے سر پہ باپ کا سایہ
وہ نانا جان کے، تم بھائی کا ہو سرمایہ
میں کیا بتاؤں، سمجھ میں مری نہ کچھ آیا
ہماری بھابھی کو، یہ ناگوار دوری ہے
وہ ماں ہیں، اُن سے اجازت بہت ضروری ہے

جھکا کے سر جو گیا ماں کے پاس ماہِ تمام
سلام کر کے، کیا اس طرح سے رو کے کلام
کہ میرے ہوتے ہوئے، رن کو جا رہے ہیں امام
ملے گی خاک میں عزت، اگر رہا ناکام
نڈھال غم سے ہوں، دل کو سرور و راحت دو
خدا کے واسطے اماں مجھے اجازت دو

لپٹ کے ماں نے کہا، اذن دیں گے تم کو امامؑ
میں اُن کی لونڈی ہوں، اے لال اور تم ہو غلام
کریں گے فیصلہ اِس امر کا امامِ اِنام
ہے اُن کے پیشِ نظر، اس جہاد کا انجام
یہ جا کے کہنا، کہ ماں اور پھوپھی نے رخصت دی
تمام کُنبے نے، اے بابا جاں اجازت دی

بصد خوشی گئے، پیشِ پدر علی اکبر
لپٹ کے بیٹے سے روئے امامِ جن و بشر
زمیں پہ بیٹھ گئے، اور کہا کہ نورِ نظر
پدر سے اذن طلب ہو شبیہِ پیغمبرؐ
نہ اب دُکھے ہوئے دل کو، دُکھاؤ اے بیٹا
قریب عصر کا ہے وقت، جاؤ اے بیٹا

فرس پہ بیٹھ کے رَن کو چلے جو بعدِ سلام
کمر کو تھام کے پیدل چلے، عقب میں امام
چلا جو نورِ نظر، نورِ چشم بھی تھا تمام
زمیں پہ گرتے تھے، اٹھتے تھے شاہ ہر اِک گام
پکارے مڑ کے یہ اکبرؑ نہ آیئے بابا
خدا کے واسطے خیمے میں جایئے بابا

(۲۶)

ہوئے شہیہہ پیمبرؐ، جو واردِ میداں　　تو شکل دیکھ کے کُل فوج ہوگئی حیراں
یہ سمجھے، آئے پیمبرؐ جناں سے ہو کے جواں　　رَجز پڑھا تو حقیقت ہوئی یہ سب پہ عیاں
حسینؑ ابنِ علیؑ کے پسر یہ اکبرؑ ہیں
نبیؐ نہیں ہیں یہ ہم صورتِ پیمبرؐ ہیں

تمام فوج نے پھر مل کے کردیا حملہ　　اُدھر تھے لاکھ، اِدھر یہ تھے یکّہ و تنہا
فنِ نبرد، چچا نے انہیں سکھایا تھا　　بشکلِ حیدرِؑ کرار کر رہے تھے وغا
صفوں سے بڑھ کے کسی نے جواں پہ وار کیا
تو مثلِ مرحب و عنتر، انہوں نے چار کیا

بَرس رہے تھے جو تیرو سناں، تبر، خنجر　　تو اِن کی تیغ زنی نے کیا بپا محشر
حسینؑ دادِ شجاعت، جو دیتے تھے بڑھ کر　　سلام کرتے تھے مُڑ کر انہیں علی اکبرؑ
پسر کے زعم میں شہؑ دیں کو سوگوار کیا
سنانِ ابنِ اَنس نے سناں کا وار کیا

گرے فرس سے زمیں پر، یہ دے کے شہؑ کو صدا　　اخیر وقت ہے، جلد آیئے شہؑ والا
یہ آرزو ہے کہ مرنے سے قبل بہرِ خدا　　نصیب ہو کسی صورت زیارتِ مولاؑ
دمِ سفر، دلِ محزوں سے خارِ غم نکلے
اگر حضور کے قدموں پہ میرا دم نکلے

پسر کی لاش پہ پہنچے، جو گرتے پڑتے حسینؑ　　وہ حال دیکھا، کہ دل کو رہا نہ مطلق چین
لپٹ کے بیٹے سے گویا ہوئے بہ شیون و شین　　بیاں کرو، جو تمنا ہو کوئی نور العین
کہا، کہ دل کو سکوں بہرِ کبریا دیجے
حضور دودھ تو مادر سے بخشوا دیجے

(۷۱)

پسر کی لاش اٹھا کر چلے جو شاہِ اُمم
وفورِ زعم سے بہ ہر گام ڈگمگائے قدم
درِ خیام پہ جا کر کہا، بہ درد و الم
جواں کی لاش ضعیفی میں لے کے آئے ہیں ہم
بہن سے کہدو، کہ یوسف جمال کو لے جائے
بلاؤ مادرِ اکبرؑ کو لال کو لے جائے

درِ خیام پہ پہنچیں، جو ماں پھوپھی اِک دم
تو دیکھا، گود کے پالے میں نام کو نہیں دم
تڑپ کے، گر کے زمیں پر کہا، کہ ہائے ستم
یہ آرزو تھی، کہ مرتے تمھارے سامنے ہم
سکونِ دائمی، روحِ ملول پا جاتی
تمھارے سامنے گر موت، ہم کو آجاتی

لپٹ کے لاش سے رونے لگیں بہ حسرت و یاس
وفورِ صدمہ و غم سے رہے نہ ہوش و حواس
کہا کہ آیا نہ اٹھارواں برس تمھیں راس
ہوا ہماری نہ خدمت کا نام کو احساس
دیا وہ داغ، کہ غربت، میں دل کو توڑ دیا
کہ تم نے ساتھ ضعیفی میں ماں کا چھوڑ دیا

یہ آرزو تھی، کہ دولہا تمھیں بناتی میں
دلہن بھی چاند سی صورت کی، گھر میں لاتی میں
بنی بنے کو کلیجے سے پھر لگاتی میں
تمام کنبے کو، خوش ہو کے یہ سناتی میں
عجب بہار کا ہے، میرے لال کا سہرا
سب اٹھ کے دیکھ لو، یوسف جمال کا سہرا

گزر رہی ہے جو دل پر، بیاں سے ہے باہر
وہی سمجھتا ہے، جس کا چُھٹے جوان پسر
نظر کا نور گیا، اٹھ گیا جو نورِ نظر
اب اس حیات سے اے لال موت ہے بہتر
تمہارے ہجر کا صدمہ، اٹھا نہیں سکتی
ہے کیسی آگ جگر میں، بتا نہیں سکتی

وطن کو جاؤں اگر، یاں سے لوٹ کر اے لال　　جو پوچھے صغرؑا، تو بتلا دوں اس کو صورتِ حال
خزاں کی نذر ہوا باغ آرزو کا نہال　　شہید ہو گئے برچھی سے، دل ہوا پامال

سفر جہاں سے مرا لال، کر گیا صغرؑا
تڑپ تڑپ کے وہ پیاسا ہی مر گیا صغرؑا

جو پوچھیں حال تمھارا وطن میں سب احباب　　بتا تو دو، انہیں کیا دوں میں بدنصیب جواب
مجھے نہ کہنے کی ہوگی، نہ اُن کو سننے کی تاب　　یہ کہہ دوں صاف، کہ آیا نہ اُن کو راس شباب

شہید ہو گئے پیاسے، سدھارے کوثر کو
پیو جو آب، تو کر لینا یاد اکبرؑ کو

لٹایا پھر جو انہیں مسندِ پیمبرؐ پر　　تو جمع اہلِ حرم ہو گئے برہنہ سر
پھوپھی کی سینۂ اکبرؑ پہ پڑ گئی جو نظر　　زمیں پہ گر کے کہا، اے علیؑ کے لختِ جگر

بتاؤ جلد، مرا دل نڈھال ہے بھائی
لباس خون سے اکبرؑ کا لال ہے بھائی

کہا حسینؑ نے برچھی سے چھد گیا ہے جگر　　یہ غم وہ ہے، کہ بصارت پہ پڑ گیا ہے اثر
اب اِن کا چہرہ بھی آتا نہیں نظر خواہر　　کروں گا لال کی میت کو دفن میں کیونکر

صدا یہ نہر کی جانب دی آئیے عباس
مگر حبیب کو ہمراہ لائیے عباسؑ

سب آ کے مل کے اٹھاؤ جنازۂ اکبرؑ　　ترس نہ کھاؤ گے مظلوم کی ضعیفی پر
یہ کہہ کے جھک کے اٹھائی، جو شہؑ نے لاشِ پسر　　اِدھر لپٹ گئیں بہنیں، اُدھر پھوپھی، مادر

پکارے شاہؑ کہ، دل پاش پاش ہے عباسؑ
پدر کے دوش پہ بیٹے کی لاش ہے عباسؑ

مرثیہ نمبر۔٦

درحالِ شہادتِ امام حسین علیہ السلام

اور

ذوالجناح کا خیمے کے در پر آنا

کُل تعدادِ بند: ۷۵

مطلع

چودہ صدیوں کے میں حالات رقم کرتا ہوں

(۱)

چودہ صدیوں کے میں حالات رقم کرتا ہوں
منتشر صفحہ تاریخ بہم کرتا ہوں
زیبِ قرطاس میں رودادِ ستم کرتا ہوں
قوتِ صبر سے سر ظلم کا خم کرتا ہوں
فکر بس یہ ہے نہ گمراہ زمانہ ہو جائے
سازشوں سے یہ حقیقت نہ فسانہ ہو جائے

ایک مدت سے ہے تشہیر مسلسل اِس کی
پڑھ کے دیکھے کوئی تاریخ مکمل اس کی
جب سے اب تک ہے ہر ایک بات مدلّل اس کی
داستاں قلب کو کر دیتی ہے بیکل اس کی
ہر بشر سنتے ہی اس بات کو گریاں ہوگا
واقعہ ایسا، نہ تا حشر نمایاں ہوگا

اس کی ممکن نہیں دنیا میں نظیر اور مثال
مختلف اِسکی ہے ہر واقعے سے صورتِ حال
کیسی تفصیل۔ مکمل نہیں اب تک اجمال
دیں کو معراج ہوئی، کفر ہوا رُو بہ زوال
ہے جو ہر گوشہ دنیا میں صدائے اسلام
اِس کے ہی دم سے ہے تا حشر بقائے اسلام

اِس سے آگاہ زمانہ ہے، کہ کیا ہے تاریخ
دَورِ رفتہ کے اثاثے کی بقا ہے تاریخ
بخدا آئینہ صدق و صفا ہے تاریخ
یہ حقیقت ہے، کہ اِک راہنما ہے تاریخ
دورِ ماضی کا بہر حال پتہ دیتی ہے
ذہن سے محو اگر ہو، تو بتا دیتی ہے

ہے بہر حال زمانے کو ضرورت اِس کی
ہے بہر طور عیاں اصل، حقیقت اِس کی
زندہ تا حشر مورخ ہے بدولت اِس کی
ماورئ ذہن سے انساں کے ہے وسعت اِس کی
انقلابات کی، ہر دَور میں افزائش ہے
حشر تک کے لئے تاریخ میں گنجائش ہے

(۲)

اہلِ دنیا کے لئے ہے یہ وہ دُرِّ نایاب ضَوفگن رہتی ہے ہر دَور میں مثلِ مہتاب
ہفت اقلیم میں مل سکتا نہیں اِس کا جواب بڑھتا ہے ساتھ سن وسال کے حُسن اور شباب
ہر زمانے میں بصد تاب وتواں رہتی ہے
اِس پہ پیری نہیں آتی ہے، جواں رہتی ہے

اب بھی ہر دورِ گزشتہ کی ہے تاریخ اَمیں ہے نظیر اِس کی مہِ چرخ نہ بالائے زمیں
نام کو اس میں ہے ترمیم، نہ تنسیخ کہیں انقلاباتِ زمانہ کا اثر، اِس پہ نہیں
اِس کو جس دَور میں جو کچھ بھی دیا جاتا ہے
بعد صدیوں کے، وہ ویسا ہی نظر آتا ہے

صبر اور ظلم کی مل جائے گی اِس میں تفسیر بے وفائی کا بیاں اور وفا کی توقیر
تذکرہ ہے کہیں شاہوں کا، کہیں ذکرِ فقیر وہ تھا آزاد، یہ ظالم، تو وہ مظلوم اسیر
آئینہ صفحۂ تاریخ جو دکھلائے گا
حال سب کا ہی، بہ تفصیل نظر آئے گا

کون ہامان تھا، نمرود تھا، کیا تھا شدّاد کون فرعون تھا، اور کون تھے اُس کے اجداد
کون تھا شمرِ لعیں، کون ہوا ابنِ زیاد ہے رقم سینۂ تاریخ پہ سب کی روداد
جو بھی دنیا میں ہوا ہے، وہ بتانے کے لئے
سبق آموز ہے تاریخ، زمانے کے لئے

مِل ہی جائے گا کہیں، تذکرۂ حُسن وجمال کون پروان چڑھا، کون ہوا ہے پامال
نقص ناقص کا نظر آئے گا، کامل کا کمال ہے رقم اِس کے ہی دامن پہ عروج اور زوال
دسترس سے ہے مصوّر کے، یہ افضل تصویر
یعنی تاریخ ہے ماضی کی مکمّل تصویر

(۱۱)

ثبت ہے سینۂ تاریخ پہ سب کا کردار
علم وحکمت کی، سیاست کی ہے یہ آئینہ دار
قولِ بد، فعلِ حَسن، اور سکوت و گفتار
ہے بجا اِس کو کہا جائے جو خبروں کا حصار
علم و حکمت کے جواہر کا خزینہ ہے یہ
جس کو تم کہتے ہو تاریخ، دفینہ ہے یہ

بُت شکن کون ہے، اور کون جری، کون دلیر
بہرِ دینِ نبوی، کس نے چلائی شمشیر
کون تھا ایسا بہادر، کہ کیا نفس کو زیر
سب بتادیتی ہے تاریخ، نہیں لگتی دیر
خود ہے چپ، مائلِ گفتار بنادیتی ہے
اور خوابیدہ ضمیروں کو جگا دیتی ہے

کون تھے، جن کی ہے مشہورِ جہاں جانبازی
فتح و نصرت نے قدم چومے، تھا ایسے غازی
نہ چلی کوئی مخالف کی کرشمہ سازی
خُم میں منبر پہ، وہ حاصل ہوئی سرافرازی
بُت شکن کوئی نہیں، فاتحِ خیبر کی طرح
ہے درِ علم کوئی، خویشِ پیمبرؐ کی طرح

تھک گیا ساقیا، اب جامِ وِلا ہے درکار
بادہ خواروں میں مرا، روزِ ازل سے ہے شمار
چھک کہ پی لینے پہ رہتا ہوں ہمیشہ ہشیار
وہ مئے خُم ہو، رہے حشر تلک جس کا خمار
پُھر پُھری جسم میں آئی، جو لیا نامِ خُم
سیر ہوجاؤں گا، پی لوں گا اگر جامِ خُم

جامِ مے وہ مرے ہونٹوں سے ملا، اے ساقی
مثلِ تاریخ جو کہنہ ہو، وہ لا، اے ساقی
ہیں یہ مشتاق مے حُبِّ وِلا، اے ساقی
مجھ پہ موقوف ہے کیا، سب کو پلا اے ساقی
ہاں وہی مے، جو لُٹائی تھی غدیرِ خُم میں
نشہ محفوظ رہے حشر تلک مَردُم میں

(۱۶)

جس کے پینے سے ہوا دین مکمل، وہ شراب ہوش کم ظرف کے کردے جو معطّل، وہ شراب
جو بلا فصل کی تفسیر مدلّل، وہ شراب جس سے بڑھ جاتا ہے میخوار کا کس بَل، وہ شراب
جس کے پیتے ہی طبیعت میں روانی آجائے
صدقہ ابنِ مظاہرؒ میں جوانی آجائے

خواہشِ دل ہے، کہ میں جامِ وِلا چھک کے پیوں آنکھ کے ڈوروں سے پُر کیف قبا اپنی سیوں
پھر قصیدے تری مدحت کے مُرتّب میں کروں نشہ چڑھ جائے تو پھر جائزہ تاریخ کا لوں
صاف تحریر ہے، حالِ شبِ ہجرت جس میں
ہاں وہ تاریخ، ہے اعلانِ ولایت جس میں

جائزہ اِس کا لیا جب، تو یہ معلوم ہوا دَورِ ماضی کی حقیقت میں یہ ہے راہنما
ہے مورخ کی یہ کاوش کا نتیجہ بخدا جس کے خامے نے، یہ تاریخ کو بخشی ہے ضیا
جو ہوئے حق پہ فدا، اُن کا پتہ دیتی ہے
اور پھر زندۂ جاوید بنا دیتی ہے

ہے نہاں دامنِ تاریخ میں ماضی کی بہار ہے یہ حالاتِ گزشتہ کا حقیقت میں حصار
اِس کے سینے میں، تعصّب کا نہیں گرد و غبار اس حقیقت سے کوئی کر نہیں سکتا انکار
گزری باتوں کو، جو خود میں نہ سمُوتی تاریخ
رہتے ناواقفِ ماضی، جو نہ ہوتی تاریخ

اِس سے ہی ہوتا ہے اَسلاف کا کردار عیاں بے زبانی سے ہر اِک بات یہ کرتی ہے بیاں
قلب میں اِس کے تعصّب کا نہیں نام و نشاں حال و مستقبل و ماضی پہ ہے، یہ فیضؔ رَساں
غیر کے واسطے برچھی کی اَنی ہے تاریخ
پنج حرفی ہے، تو پھر پنجتنی ہے تاریخ

(۲۱)

عام ہے اہلِ بصیرت کو پیامِ تاریخ
محو ہو سکتا نہیں ذہن سے نامِ تاریخ
از ازل تا بہ اَبد ہے، جو قیامِ تاریخ
ہے مورخ ہی کے ہاتھوں میں زمامِ تاریخ
جس کے نغمات حقیقت ہیں، وہ دَف ہے تاریخ
سچے قصے جو ہیں موتی، تو صدف ہے تاریخ

واقعہ سینہ بہ سینہ جو کرے کوئی بیاں
ہے کمی بیشی کا ہر طرح سے، اُس میں امکاں
بدگماں پوچھیں گے، بتلاؤ یہ دیکھا، ہے کہاں
پھر ثبوت اِس کا ہے دشوار، کہ ہے وہ تو نہاں
غیر مربوط، سمجھ لیں گے فسانہ اُس کو
جو بھی گزرا ہے، بُھلا دے گا زمانہ اُس کو

کچھ مقامات پہ تاریخ میں آیا ہے نظر
صورتِ واقعہ کو مسخ کیا ہے یکسر
چالیں اس طرح کی چلتے ہیں وہی بانیِ شر
جن کے اجداد کا کردار تھا، بد سے بدتر
سچی باتوں کو، بہ تحریف رقم کرتے ہیں
جو ہیں کم ظرف مورخ، یہ ستم کرتے ہیں

اور تاریخ کی تعریف ہو، کیا اِس سے سوا
حال و مستقبل و ماضی کی امیں ہے گویا
ہے یہ وہ زندۂ جاوید، نہیں جس کو فنا
یہ کسی کو نہیں معلوم، کہ سن اِس کا ہے کیا
یہ کبھی ختم نہیں ہوگی ہدایت کی طرح
حشر تک کے لئے قائم ہے امامت کی طرح

درحقیقت ہے زمانے میں یہ آپ اپنی مثال
قابلِ دید بہر حال ہے حُسن اور جمال
صرف تاریخ کو حاصل ہے جہاں میں یہ کمال
شکلِ ماضی میں نظر آتے ہیں مستقبل و حال
دَرس اخلاص و محبت کا سدا دیتی ہے
دونوں ادوار کو سینے سے لگا لیتی ہے

(۲۶)

منتقل حال میں ہوتا ہے جونہی مستقبل
عمر گھٹ جاتی ہے، ہوتا نہیں کچھ بھی حاصل
پھر اُسی حال کی ہوجاتی ہے ماضی منزل
حال و مستقبلِ دنیا کی، بقا ہے مشکل
حال کا حال، جو فی الحال رقم کرتے ہیں
دَورِ ماضی سے مورخ اِسے ضم کرتے ہیں

یہ حقیقت نظر آئے گی، کریں غور اگر
حال سے ماضی کی قوت ہے، بہت محکم تر
ہے فنا اِس کو، بقا اُس کو ہے حاصل یکسر
دَورتینوں ہیں جُدا، ملنا ہے اِن کا دُوبھر
حال جس وقت بھی ماضی میں چلا جاتا ہے
تب نظر صفحہ تاریخ پہ وہ آتا ہے

شب گزر جائے، تو یہ آج سے ہوجاتا ہے کل
حال رہتا نہیں، ہوجاتا ہے، ماضی کا عمل
اِس کی قسمت کو بدل دیتا ہے یہ رَدّوبدل
ایسی حالت میں یہ ہوجاتا ہے سب سے افضل
جب یہ آغوش میں ماضی کی چلا جاتا ہے
حال بدلی ہوئی صورت میں نظر آتا ہے

بعد چودہ سو برس کے، جو یہ پائی ہم نے
بے بہا تھی تو کلیجے سے لگائی ہم نے
خود پڑھی غور سے، غیروں کو سنائی ہم نے
واقعے کی جو حقیقت تھی بتائی ہم نے
کی مورخ نے رقم، کرب و بلا کی تاریخ
تب ہوئی پیشِ نظر صبر و وفا کی تاریخ

امن ہو، صلح ہو، طوفان و تلاطم، پیکار
کون محفوظ تھا، اور کون حوادث کا شکار
کس پہ بے جرم ہوئی، ظلم وستم کی بھر مار
انقلاباتِ مسلسل کی ہے یہ آئینہ دار
ہیں وہ سب واقفِ تاریخ جو فرزانہ ہیں
سینکڑوں باب ہیں عنوان جداگانہ ہیں

(۳۱)

جبر و ظلم و ستم و جور و جفا و تعذیر　　یاس و اندوہ و غم و رنج و تکبّر، تزویر
فیض و جود و کرم و صبر و وفا و توقیر　　صدق و ایثار و عطا، عدل و حیا و تنویر

ہوش انساں کے بہر طور اُڑے جاتے ہیں
اتنے عنواں سرِ فہرست نظر آتے ہیں

کون مقتول ہے، اور کون ہے اِن میں قاتل　　کون بے دین ہے، اسلام ہے کس کی منزل
کون کفّار میں ہے، کون ہے دیں میں شامل　　کون ناقص ہے بشر، کون ہے مردِ کامل

صَرف اِس بات میں گر تاب و تواں ہو جائے
جونگاہوں سے ہے پوشیدہ، عیاں ہو جائے

انبیاء ہوں، کہ وصی، یا کہ امامِ ابرار　　فلسفی، سالک و مجذوب، ولی و دیندار
غوث، ابدال، قطب، راہنما، حلم شعار　　اِس کے سینے میں ہے محفوظ، ہر اِک کا کردار

سب کے اوصافِ حمیدہ کو بتا دیتی ہے
ایسی خدمات کا کچھ اجر نہیں لیتی ہے

جو حریف اِس کا ہے دنیا میں، وہ رسوا ہوگا　　گر مقابل ہوا لشکر بھی، تو پسپا ہوگا
اِس کا ہر دَور میں، ہر جگہ پہ چرچا ہوگا　　روز و شب اِس کی ضخامت میں اضافہ ہوگا

گزری باتوں کو، بہ تفصیل کہے گی تا حشر
گامزن جانبِ منزل یہ رہے گی تا حشر

قبل چودہ سو برس واقعہ جو بھی گزرا　　زینتِ سینۂ تاریخ ہے اب تک بخدا
بابِ مقتل کا ذرا کھول کے دیکھے دنیا　　صاف آئے گا نظر معرکۂ کرب و بلا

مضمحل دل بھی، بہر حال سکوں پائے گا
خونِ ناحق کا اثر قلب کو گرمائے گا

(۳۶)

کس پہ بے وجہ ہوئی، بارشِ تیر و پیکاں
حلق پر کس کے پھرائی گئی تیغِ بُراں
تھے شکم سیر کدھر، اور کدھر تشنہ دہاں
بے خطا قتل کئے، فوج نے کتنے ناداں
حاکمِ شام کو اِس طرح سے خورسند کیا
کس نے زندان میں شہزادیوں کو بند کیا

اِس حقیقت پہ تو ممکن ہی نہیں ہے قدغن
اِس کا ہر دَور کے حالات سے پُر ہے دامن
یوں مسلسل ہے رواں، جیسے کہ ہیں گنگ و جمن
بات یہ اِس کی بدولت ہے، جہاں پر روشن
حُرّ سے آغاز تو اتمام ہوا سروؑر پر
تیر سے جنگ چھڑی، ختم ہوئی خنجر پر

صرف تاریخ کو، قدرت سے ملا یہ انعام
ابتدا اِس کی ہے معلوم، نہاں ہے انجام
ہے قرینے سے یہ ظاہر، کہ رہے گی یہ مدام
صرف تاریخ کو لے دے کے یہ حاصل ہے مقام
جب بھی مرثیہ، قرطاس و قلم لیتے ہیں
ہر روایت اِسی تاریخ سے ہم لیتے ہیں

مرثیہ، ماضی کی تاریخ ہے خالق کی قسم
اِس میں حالاتِ گزشتہ ہیں بہر طور رقم
اِس کی ہر بات حقیقت کا لئے ہے پرچم
ہے کہیں صبر کا عنواں، کہیں رودادِ ستم
اِس لئے یہ دلِ مومن میں جگہ پاتا ہے
روز و شب مرثیہ تاریخ کو دُہراتا ہے

آئینہ دارِ حقیقت ہے بعنوانِ حُسیں
اِس میں کچھ ایسی روانی ہے، جو دریا میں نہیں
ہر زمیں اِسکی ہے، ہم مرتبہ فردوسِ بریں
اِس کے الفاظ ہیں، جس طرح ہوں خاتم پہ نگیں
منزلِ اوج پہ ہر آن نظر آتا ہے
یہ ہر اِک دَور میں منبر سے پڑھا جاتا ہے

(۴۱)

یوں تو ہر مرثیے میں ہوتی ہے تاریخ رقم
ذاکرِ شاہؑ پڑھا کرتے ہیں اِس کو پیہم
پر اثر اِس کا، کسی طرح نہیں ہوتا کم
خونِ ناحق کا یہ اعجاز ہے خالق کی قسم
اب بھی جو حال شہادت کا پڑھا جاتا ہے
ذکرِ ماضی ہے، مگر حال نظر آتا ہے

اِس حقیقت سے ہیں آگاہ سبھی پیر و جواں
خوبیاں اِس میں جو ہیں، اور سخن میں وہ کہاں
منقبت، نعت، ثنا، حمد، بحرِ امکاں
اپنے دامن میں لئے ہے، یہ حدیث و قرآں
جب کبھی تذکرۂ مدح و ثنا ہوتا ہے
ہر طرف غُلغلہ، صلِ علیٰ ہوتا ہے

ہے ادب میں بخدا، اِس کو میسر وہ مقام
دُور سے آتے ہیں سُننے کے لئے خاص و عام
اِس سے بڑھ جاتا ہے کچھ اور وقارِ اسلام
ذکر ہوتا ہے شہیدوں کا بہ تفصیل تمام
غمِ شبیرؑ میں سر ہاتھوں سے دُھننے کے لئے
پنجتن آتے ہیں فردوس سے سننے کے لئے

یوں مقاتل میں بہتّر کا رقم ہے احوال
کچھ جواں سال تھے، کچھ پیر تو کچھ تھے اطفال
سب کی کوشش تھی، نہ ہو دینِ پیمبرؐ پامال
خوف تھا جان کے جانے کا، نہ لُٹنے کا ملال
معرکے فاتحِ خیبر کے جو سُن پائے تھے
سر ہتھیلی پہ لئے کرب و بلا آئے تھے

سب ہیں واقف کہ یہ ہیں آئینہ دارِ اسلام
جب ہوں اِس طرح کے انسان نثارِ اسلام
دل میں گھر کر لے نہ کیوں نقش و نگارِ اسلام
کیوں نہ ہر سمت نظر آئے بہارِ اسلام
باغِ عالم میں چمن، دین کا یوں کھلتا ہے
خون سے اپنے شہیدوں نے اسے سینچا ہے

(۴۶)

اِس طرف تشنگیِ صبر و وفا و ایثار نصرتِ دینِ خدا، جوشِ شہادت کا خُمار
تیغ زن، قلعہ شکن، غازی وصفدر، جرّار شیر دل، ہادی و معصوم، امین و گرّار
خوبیاں جتنی ہیں، اُن سب پہ یہ آمادہ ہیں
جملہ اوصافِ حمیدہ کے یہ دلدادہ ہیں

اُس طرف طامعِ زر، خائن و بے دیں میخوار بے وفا، شوم، دنی، ظالم و جابر، مکّار
بے حیا، بدعمل و فاسق و فاجر، فرّار بوالہوس، بندۂ زر، جہل بکف، ظلم شعار
جس قدر عیب ہیں، اُن سب کے ہی حامل یہ ہیں
فطرتِ بد کے سبب ظالم و قاتل یہ ہیں

واقعہ صفحۂ تاریخ سے یہ بھی ہے عیاں بند شبیرؑ پہ فوجوں نے کیا آبِ رواں
دس محرم کو ہوئی بارشِ تیرو پیکاں شور باجوں کا اٹھا، ہل گیا سارا میداں
شر پہ آمادہ، ہر اِک تفرقہ پرداز ہوا
صلح ناکام ہوئی، جنگ کا آغاز ہوا

اِس طرف صرف بہتر تھے، اُدھر لاکھ شریر کوئی برچھی لئے ہاتھوں میں، کسی کے شمشیر
تھیں کماں دوش پہ لٹکی ہوئی ترکش میں تھے تیر الغرض اسلحے سے لیس تھی وہ فوجِ کثیر
پیرو بوجہل کے تھے، مکر میں سب ماہر تھے
سچ تو یہ ہے، کہ مسلمان نما کافر تھے

جنگ کی لے کے اجازت شہِ دیں سے غازی نصرتِ دیں کو گئے رن میں اڑا کر تازی
شام کی فوج نے کی، لاکھ کرشمہ سازی یوں لڑے یہ، انہیں حاصل ہوئی سرافرازی
قتل آخر ہوئے شبیرؑ کی یہ نصرت میں
پی لیا جامِ شہادت تو گئے جنت میں

(۵۱)

بعدِ انصار، عزیزوں کی جو باری آئی ایک کے بعد گیا ایک، شہادت پائی
نہ رہے بھانجے، بیٹے نہ بھتیجے، بھائی شہؑ کو تھی چار طرف گھیرے ہوئے تنہائی
جنگ کرتے ہوئے جرّار جو مر جاتے تھے
لاش میدان سے شبیرؑ اٹھا لاتے تھے

پھر ہوئے داخلِ خیمہ جو امامِ دوسرا غش کے عالم میں نظر آئے انہیں زینِ عبا
تھام کر بازو۔دعا پڑھ کے کہا۔ ماوِ لقا گھر سے ہشیار رہو، جاتا ہوں میں بہرِ وغا
غور سے سُن لو، جو ہیں رازِ امامتؑ بیٹا
عصر کے وقت مری ہوگی شہادت بیٹا

باری باری ہوئے، ہر ایک سے رخصت شبیرؑ سر کو پہونچائے، بصد یاس کھڑی تھی ہمشیر
آگئی بالی سکینہؑ بھی، بہ حالِ تغیر سب تھے سر تا بہ قدم یاس والم کی تصویر
بیٹھ کر رخش پہ رخصت یہ جونہی ہونے لگے
خاک پر بیٹھ کے سب اہلِ حرم رونے لگے

جا کے میداں میں کیا فوجِ مخالف سے کلام جو کہ واقف نہیں مجھ سے، وہ سُنیں خاص وعام
میں پیمبرؐ کا نواسہ ہوں، امام ابنِ امامؑ چرخ سے میرے پدر کے لئے اُتری حُسام
جس جگہ آیا ہے قرآن، وہ گھر ہے میرا
جو پیمبرؐ کا وصی ہے، وہ پدر ہے میرا

ہاشمی خون ہے میری رگ و پے میں جولاں میں ہوں وہ جس نے کہ چُوسی ہے پیمبرؐ کی زباں
لوگ سب جانتے ہیں مجھ کو امامِ دوراں ہاتھ کیا آئے گا، گر کر دیا مجھ کو بے جاں
مجھ کو کر دو گے اگر قتل تو پچھتاؤ گے
پاس کس منہ سے پیمبرؐ کے بھلا جاؤ گے

(۵۶)

زیب دیتی نہیں، مہمان پہ یہ جور و جفا سب ہو واقف کہ ہوں چوبیس پہر سے پیاسا
داغ ہیں دل پر اکہتر شہداء کے بخدا ! چُور زخموں کے سبب، جسم ہے میرا سارا
کلمہ گو ہو کے ہو تیار مٹانے کے لئے
میں یہاں آیا ہوں اسلام بچانے کے لئے

میں رہوں، یا نہ رہوں، دین رہے گا زندہ خون سے اپنے اِسے سینچا ہے میں نے بخدا
حشر میں پاؤ گے تم ایسی جسارت کی سزا اب بھی باز آؤ اگر بخش دوں ساری میں خطا
حاکمِ شام کے کہنے پہ چلو گے ناری
تا ابد نارِ جہنم میں جلو گے ناری

پھر کہا سعد کے منحوس پسر یہ تو بتا جنگ اس طرح کی، دنیا میں کبھی دیکھی ہے کیا
یہ شکم سیر، میں چوبیس پہر کا پیاسا اُس طرف سینکڑوں افراد، ادھر میں تنہا
میں ہوں گرداب مصائب میں، یہ ہیں ساحل پر
اور ہیں داغ اکہتر شہدا کے دل پر

اِن کی تقریر کا جب اُن پہ اثر کچھ نہ ہوا بڑھ کے یہ حکم بنِ سعد نے فوجوں کو دیا
چار جانب سے انھیں گھیر کے کر دو حملہ ایک یہ باقی ہیں، کام آئے عزیز و رفقا
اب انہیں کوئی بچانے کو نہیں آئے گا
لاش تک اِن کی اٹھانے کو نہیں آئے گا

یک بیک پڑنے لگے خنجر و پیکاں، شمشیر مارتا تھا کوئی بھالا، کوئی برچھی، کوئی تیر
خوں میں تر زغدغِ اعدا میں تھے تنہا شبیرؑ یہ بھی تلوار چلاتے تھے بہ حالِ تغیر
غش پہ غش ضعف سے اُس عرش نشیں پر آئے
ڈگمگانے لگے، اور زیں سے زمیں پر آئے

(۶۱)

شور میدان میں پھر فتح کے باجوں کا ہوا
پہنچی جس وقت غم انگیز یہ خیمے میں صدا
ہوگیا عترتِ اطہار میں محشر برپا
غش سے سجاد جو چونکے تو یہ زینبؑ نے کہا
کچھ سُنا، خاتمہ اُس حق کے فدائی کا ہوا
نصب سر نوکِ سناں پر مرے بھائی کا ہوا

رَن سے پہنچا درِ خیمہ پہ جو کوتل گھوڑا
پیٹتی روتی ہوئی، آئی سکینہؑ اُس جا
اُس کے قدموں سے بصد یاس لپٹ کر یہ کہا
چھوڑ آیا مرے بابا کو کہاں، یہ تو بتا
اب کسی سمت تجھے، یاں سے نہ جانے دوں گی
لے گیا تھا اُنہیں تو، بابا کو تجھ سے لوں گی

آ گئے گھوڑے کے پھر گرد حرم ننگے سر
بین سے بیبیوں کے ڈیوڑھی پہ بپا تھا محشر
ہائے بھائی کوئی کہتی تھی، کوئی ہائے پدر
سب کا اندوہ و غم و رنج سے پھٹتا تھا جگر
بڑھ کے لپٹی ہوئی گھوڑے سے حزینہ کو لیا
جُھک کے آغوش میں زینبؑ نے سکینہؑ کو لیا

پیار کر کے، اُسے رو رو کے کہا میں قرباں
صبر کر صبر، نہ کر گریہ و زاری اِس آں
شمر نے سُن لیا گر، مارے گا تجھ کو مری جاں
میں ہوں مجبور بچانے کا نہیں کچھ امکاں
قتل سب ہوگئے، اب کوئی ہمارا نہ رہا
کوئی بھی بیکس و مضطر کا سہارا نہ رہا

تھا ابھی خیمۂ شبیرؑ میں برپا ماتم
لُوٹنے آگئی خیموں کو سپاہِ اظلم
آگ خیموں میں لگادی، یہ کیا طرفہ ستم
مارے بچوں کے طمانچے، کہ نہ رو وا اِس دم
ہر زن و مرد ابھی قیدیِ زنداں ہوگا
قتل شبیرؑ ہوئے جشن کا ساماں ہوگا

(۲۶)

جنگ سر ہوگئی، آرام کریں گے فی الحال
ساتھ لے جائیں گے لُوٹا ہوا کُل مال ومنال
قید سجادؑ کو کر لیں گے معہ اہل وعیال
لاش سب کی سُم اسپاں سے کریں گے پامال
پارہ پارہ کوئی دم میں تنِ سروؑ ہوگا
قبر تو قبر، کفن بھی نہ میسّر ہوگا

صبح دم وہ ہی کیا، ظالموں نے جو تھا کہا
بازو ہر بیکس ومضطر کا رَسن میں باندھا
گھوڑے دوڑا کے ہر ایک لاش کو پامال کیا
مارے بچوں کے طمانچے انہیں رونے نہ دیا
بعدِ شہؑ سب نے، مصیبت پہ مصیبت دیکھی
اے فلک تو نے کبھی ایسی قیامت دیکھی

کر کے رُخ بالی سکینہؑ نے کہا سوئے فرات
عمّو جاں آپ تو سوتے ہیں گھائے ہوئے ہاتھ
بے پدر ہوگئی میں، ٹوٹ پڑی ہیں آفات
آپ کے ہوتے ہوئے کھاؤں طمانچے ہیہات
شمر مارے نہ مجھے، آ کے یہ سمجھا دیجئے
یا کسی طرح نجف ہی مجھے پہنچا دیجے

حالِ دل اُن کو سناؤں گی بصد شدّ و مد
وہ مدد میری کریں گے، کہ ہیں جدِ امجد
میری عرضی نہ کریں گے وہ کسی حال میں رَد
فرض ہے عقدہ کشا کے لئے بیکس کی مدد
نیل گالوں پہ طمانچوں کے دکھاؤں گی انہیں
جو ہوئے ظلم بہ تفصیل سناؤں گی انہیں

جوڑ کر ہاتھوں کو یوں اُن سے کروں گی میں بیاں
دادا جاں پار ہوئی، سینہ اکبرؑ سے سناں
حلق پر تیر لگا، ہوگیا اصغرؑ بے جاں
ذبح جب باپ ہوئے، آپ تھے اُس وقت کہاں
تھے جو بیتاب، مری تشنہ دہانی کے لئے
ہاتھ عمّو کے قلم ہوگئے پانی کے لئے

(۷۱)

لاشِ قاسمؑ سُمِ اسپاں سے ہوئی ہے پامال
عہدِ طفلی میں ہوئے قتل پھوپھی جان کے لال
ہوگئی رَن میں تہِ تیغِ ستم، آپ کی آل
بھوک اور پیاس کی شدّت سے ہیں اطفال نڈھال
جس کو دیکھو، ہے وہی ظلم کا ڈھانے والا
نظر آتا نہیں، اب کوئی بچانے والا

آگ خیموں میں لگائی، یہ ستم اور کیا
جَل گیا اصغرؑ معصوم کا جھولا دادا
غش میں تھے عابدِ بیمار، ذرا ہوش نہ تھا
بیڑیاں پاؤں میں، اور طوق گلے میں ڈالا
شمر نے کھینچ لئے، کان سے کوہر دادا
ماں، پھوپھی، بہنوں کی چھینی گئی چادر دادا

میں نے جب باپ کو رو رو کے بہت یاد کیا
شمر نے مارے طمانچے، مجھے رونے نہ دیا
تشنگی پر نہ مِری رحم شقی کو آیا
آبِ دریا، مجھے دکھلا کے ستمگر نے پیا
سر شہیدوں کے ہوئے نصب سناں پر دادا
مختصر یہ ہے، کہ برباد ہوا گھر دادا

آئی آواز علیؑ کی، کہ مِری ماہِ لقا
میں تھا بالیں پہ، ہوا جب سرِ شبیرؑ جدا
انتہا تھی ستم و جور کی اُس دم بخدا
تم تو تم، مجھ سے بھی یہ حادثہ دیکھا نہ گیا
نام کو قبر میں، اب چین نہیں پاؤں گا
کوفہ و شام میں، ہمراہ ترے جاؤں گا

ظلم دیکھے نہ سُنے ایسے میانِ عالم
اُف نہ کی، کھائے طمانچوں پہ طمانچے پیہم
مجھ سے دیکھے نہ گئے، تو نے سہے ہیں وہ ستم
صابرہ تجھ سی نہ ہوگی کوئی، خالق کی قسم
تیری مظلومی کو، تاریخ کہے گی تا حشر
اِس طرح زندۂ جاوید رہے گی تا حشر

مرثیہ نمبر۔ ۷

درحالِ شہادتِ حضرت قاسمؑ ابنِ حسنؑ

کُل تعدادِ بند: ۷۰

مطلع

خَلق میں آئینہءِ خُلقِ پیمبرؐ ہیں حسنؑ

(۱)

خَلق میں آئینۂ خُلقِ پیمبرؐ ہیں حسنؑ
بزم میں مثلِ نبیؐ، رزم میں حیدرؑ ہیں حسنؑ
پئے زہراؑ وعلیؑ رحمت، داور ہیں حسنؑ
مرکزِ امن ہیں اور صلح کے محور ہیں حسنؑ
عالمِ فقر میں، کب ایسا غنی ہے کوئی
ایسا مصلح نہ شجاعت کا دھنی ہے کوئی

حُسن میں یوسفِ کنعاں سے بھی بڑھ کر ہیں حسنؑ
صلح جُو ہیں، پسرِ فاتحِ خیبر ہیں حسنؑ
امن کی روحِ رواں، خُلق کا پیکر ہیں حسنؑ
فقر کا قولِ جلی ہے، کہ تونگر ہیں حسنؑ
کس نے رتبہ یہ بجز سبطِ نبیؐ پایا ہے
حُلّہ جنت سے مَلَک، اِن کے لئے لایا ہے

تھے جری، اسِ جری، جنگ نہ تھی پر منظور
تھا سدا پیشِ نظر، امن واماں کا دستور
بیکسوں کے تھے مددگار بحدِ مقدور
اِن کی نظروں میں مساوی تھے امیر وومزدور
فقر و فاقہ میں سدا شکرِ خدا کرتے تھے
امن وانصاف کے جادے پہ چلا کرتے تھے

اِن کے ایثار سخاوت کا ہے یہ لبِ لباب
خوانِ نعمت تھا وہ اِن کا، کہ نہیں جس کا جواب
کرتے تھے بھوکوں کو یہ آب وغذا سے سیراب
کوئی سائل نظر آیا، تو ہوا دل بیتاب
روز وشب کھانا غریبوں کو دئے جاتے تھے
خود مگر فاقوں پہ فاقے یہ کئے جاتے تھے

زندگی وقف تھی مولاؑ کی فقط حق کے لئے
صَرف چالیس برس دیں کے تحفظ میں کئے
دکھ پہ دکھ اِن کو مسلمانوں نے بے وجہ دئے
زخمِ دل، زخمِ جگر، صبر کی سوزن سے سئے
لاکھ انداز سے کو وقتِ مصیبت آیا
لب پہ لیکن نہ کبھی حرفِ شکایت آیا

(۲)

اتنے القاب ہیں اِن کے، کہ نہیں حد جن کی صفوۃ اللہ ہیں، طیب ہیں، تقی اور نقی
مجتبےٰ، حجت و زاہد ہیں نجی، ابنِ ولی سید و ناصح و قائم ہیں، امیں اور ذکی
جملہ اوصافِ حمیدہ سے گراں پایہ ہیں
خلق میں دینِ خدا کا یہی سرمایہ ہیں

خَلق خلاق نے کیا اِن کو برائے اسلام عمر بھر نشر کیے، دینِ خدا کے احکام
خدمتِ خلق تھی، یا طاعتِ معبود مدام آپ کے سائے میں پلتے تھے ہزاروں ایتام
خوشنما دیں کی قبا، سوزنِ دِل سے سی ہے
حق کی چالیس برس آپ نے خدمت کی ہے

دَور میں اِن کے نہ تھا، کوئی بھی اِنکا ثانی اِس کے باوصف ستاتے تھے ستم کے بانی
جب کبھی اِن پہ مصائب کی ہوئی طغیانی کردیا صبر سے ہر موجہ غم کو پانی
چن لیا روزِ ازل حق نے امامت کے لئے
اِن کی خلقت تھی فقط، دیں کی حفاظت کے لئے

حق نے اِس ذات کو بخشا تھا مثالی کردار دشمنوں کی تھی یہ خواہش کہ اٹھائیں تلوار
نیک طینت تھے تو تھا امن سے اِنکو سروکار تھی مگر دین فروشوں سے طبیعت بیزار
درد دکھ جھیلتے تھے، خَلقِ خدا کی خاطر
دل سے کرتے تھے سدا، یہ فقرا کی خاطر

بخدا بحرِ نبوت کے تھے دُرِّ نایاب صاف پھر جاتا تھا نظروں میں پیمبرؐ کا شباب
اِن کو ازبر تھا، جو دینِ نبوی کا تھا نصاب اِن کا موجود نہ تھا ساری خدائی میں جواب
درس اسلام کا دن رات دیا کرتے تھے
خدمتِ خَلق، یہ بے اجر کیا کرتے تھے

(۱۱)

کوئی ثانی ہی نہیں، دونوں جہاں کے مابین
پارۂ قلبِ نبیؐ ماں ہیں، برادر ہیں حسینؑ
یہ بھی ہیں مثلِ پدر، عقدہ کشائے کونین
جانشیں اُس کے ہیں، جو فاتحِ صفین وحنین
دَور میں اپنے، ہر اِک شخص سے یہ اولیٰ ہیں
ہے خدا صاحبِ احساں، تو حسنؑ مولیٰ ہیں

حُسن اس وجہ ملا حق سے، ہوا نام حسنؑ
اِن کی گفتار سے ظاہر تھا، بزرگوں کا سخن
تھا بہر حال شریعت کے مطابق جو چلن
اس لئے دشمنِ اسلام تھے اِن سے بدظن
کوئی گوشہ نہ اٹھا رکھا ستانے کے لئے
تھے کمر بستہ، شریعت کے مٹانے کے لئے

دین سے کد تھی، تو تھے رہبرِ دیں سے بیزار
حاصلِ کفر جو تھے، کفر پرستی تھا شعار
تھے منافق ازلی، فاسق و فاجر، بد کار
باطناً منکرِ دیں، ظاہرا دیں کا اقرار
غیر ممکن تھا رہِ راست پہ لانا اِن کو
کفر اجداد سے ورثے میں ملا تھا اِن کو

وادیٔ جہل کے پروردہ تھے سب کفر شناس
اپنے کردار سے کرتے تھے یہ ایمان کا ناس
نیک وبد کا نہ رہا، اُن کے دلوں میں احساس
فیصلہ کرتے تھے ہر بات کا از روئے قیاس
پَیرو بو جہل کے، ابلیس کے ہم پایہ تھے
کفر و الحاد و شقاوت کا یہ سرمایہ تھے

تھی عداوت جو انہیں دین سے مثلِ اجداد
فطرتاً تھے یہ سدا، مائلِ ظلم و بیداد
کفر و الحاد کے ازبر تھے سبق اِن کو یاد
کوئی فرعون کا ثانی، کوئی مثلِ شدّاد
دینِ حق کے تھے یہ کم ظرف، سدا کے دشمن
سب کے سب تھے یہ نبیؐ اور خدا کے دشمن

(۱۶)

شام میں تھا ابو سفیان کے بیٹے کا عمل اُس نے شوریدہ سری سے وہ مچائی ہلچل
چھائے اُس دَور میں ہر سمت ستم کے بادل ہوگیا جس سے ہر اِک فردِ مسلماں بے کل
تھی یہ کوشش، نہ حسنؑ کی کوئی تعظیم کرے
ہر مسلمان، خلیفہ مجھے تسلیم کرے

چال عیاری کی ہر گام پہ وہ چلنے لگا ہر طرح کے ستم و جور پہ آمادہ ہوا
غصب ہو حقِ حسنؑ، تھا یہی دل میں سودا اب بھی تسلیم اِسے کرتے ہیں اہلِ دنیا
گر حسنؑ ایسے میں شمشیر بکف ہو جاتے
دونوں جانب سے مسلمان تلف ہو جاتے

یہ بھی سوچا ہے کبھی دشمنِ دینِ اسلام اِن کے تھے شرعِ پیمبرؐ کے مطابق احکام
ہر طرح قابلِ تقلید تھا، اِنکا اقدام جو نبیؐ نے کیا، شبرؑ نے کیا وہ ہی کام
بخدا فکرِ حسنؑ، حُسن میں کس درجہ ہے
صلح بھی آئینہ صلحِ حدیبیہ ہے

سب ہیں اِس بات سے آگاہ میانِ عالم وہ دبے گا، ہو جسے بیمِ شکستِ پیہم
اختیارات یہ فاتح کو ہیں خالق کی قسم صلح نامے کی شرائط وہی کرتا ہے رقم
عقدۂ صلح کو، فاتح ہی تو حل کرتا ہے
اور مفتوح شرائط پر عمل کرتا ہے

کی رقم صلح کی شبرؑ نے یہ شرطِ اول ابنِ سفیان کا ہو، سنت و قرآں پہ عمل
جھگڑے سب ہوئیں گے آئینِ نبیؐ پر فیصل دیں کے آئین میں ہوگی نہ کوئی ردّوبدل
دارِ فانی سے کوئی جب بھی اٹھے گا واللہ
جانشیں اپنا مقرر نہ کرے گا واللہ

(۲۱)

ساکنانِ یمن و شام و عراق اور حجاز جتنے ہیں اُن کے لئے امن کا در ہوگا باز
اِن مسلمانوں میں جتنے ہیں علیؑ کے دم ساز بے خطا اُن کو ستائے نہ کوئی فتنہ طراز
خوف و دہشت، نہ کدورت، نہ عداوت ہوگی
جان اور مال کی ہر طرح حفاظت ہوگی

تھی وظیفے کی کوئی شرط، نہ تھا ذکرِ خراج تھی خلافت کی تمنا، نہ انہیں خواہشِ تاج
امن اور صلح کی معراج پہ تھا اِن کا مزاج تھے مشیت کے سوا، یہ نہ کسی کے محتاج
خوئے فقر ہمیشہ جو رہی نظروں پر
ہفت اقلیم کی شاہی نہ چڑھی نظروں پر

کر لئے مکر سے تسلیم، جو عہد و پیماں کھول دی درہم و دینار کی پھر اس نے دکاں
دیں فروشوں کے خریدے گئے دین و ایماں لب پہ اسلام تھا، اور کفر تھا دل میں پنہاں
شرع میں رد و بدل کر کے جفا کاروں نے
شکل ہی مسخ کی اسلام کے غداروں نے

پھر یہ چاہا، کسی صورت انہیں پہنچائیں گزند علَمِ جنگ کیا اہلِ شقاوت نے بلند
حامئِ امن تھا اس درجہ علیؑ کا دلبند صلح جُو تھے، نہ کیا جنگ کو مطلق بھی پسند
ذوالفقار اِن کے بھی پہلو میں تھی حیدرؑ کی طرح
جنگ گر کرتے، تو یہ فاتحِ خیبر کی طرح

ہو چکی جب کہ خریدارئِ دین و ایماں اپنے قبضے میں رکھی اُس نے حکومت کی عناں
پھر ستانے پہ کمر بستہ ہوا دشمنِ جاں تھی یہ کد، آلِ محمدؐ کا مٹے نام و نشاں
جس طرف چاہا عناں ظلم کی موڑی اُس نے
صلح نامے کی ہر اِک شرط ہی توڑی اُس نے

(۲۶)

تھا جو پندارِ حکومت میں سراسر مدہوش　　منحرف ہوگیا عہد سے اپنے مے نوش
دین و ایماں کا مخالف ہوا وہ کفر بدوش　　چین سے نام کو بیٹھا نہ ذرا دین فروش
دین مٹ جائے کسی طرح یہ تیاری کی
چالیں ہر گام پہ چلنے لگا عیاری کی

پھر تو توڑے گئے سادات پہ وہ ظلم وستم　　جس کی تفصیل رقم کرنے سے قاصر ہے قلم
گھر سے دیں داروں کے آتی تھی صدائے ماتم　　خوف سے لرزہ براندام تھے مومن ہر دم
دم بہ دم رنج ومصائب میں گھرے جاتے تھے
ظلم و بیداد کی چکّی میں پسے جاتے تھے

بہرہ ور ہوگیا جب مکر سے بانیِ فساد　　مائلِ مشقِ ستم ہو گیا، مثلِ اجداد
بے گناہوں پہ بھی الزام لگے بے بنیاد　　اِس بہانے ہی سے ہونے لگے ظلم و بیداد
کوئی گوشہ نہ اٹھا رکھا ستانے کے لئے
یوں کمر بستہ ہوئے ان کے مٹانے کے لئے

کب سے تھے گھات میں یہ دشمنِ دینِ اسلام　　آگئی چال میں مکاروں کی جعدہ بد نام
اِن کی ہر شفقت و الفت کا دیا یہ انعام　　اس کی خواہش تھی کہ شوہر کا کروں کام تمام
بخدا خوئے خباثت تھی جو بد طینت میں
بنتِ اشعث نے دیا زہر انہیں شربت میں

لے کے میت کو پئے دفن چلے جب شبّرؑ　　مانعِ راہ ہوئے، آ کے بہم سب بے پیر
وہ کیا ظلم کہ جس کی نہیں دنیا میں نظیر　　بے خطا ان کے جنازے پہ ہوئی بارشِ تیر
عقل انسان کی مبہوت ہوئی جاتی ہے
یاں تو تاریخ بھی خاموش نظر آتی ہے

(۳۱)

فطرتاً یہ دلِ انساں میں ابھرتا ہے سوال　　میتیں بھی کہیں تیروں سے ہوئی ہیں غربال
یہ ستم وہ ہے کہ دنیا میں نہیں جس کی مثال　　ماضی وحال کی تاریخ بھی ہے اِس سے نڈھال

یوں تو کیا کیا نہ تہِ گردشِ دوراں ہوگا
واقعہ ایسا، نہ تا حشر نمایاں ہوگا

لاش جب ہوچکی معصوم کی تیروں سے ہدف　　تب چلے لے کے جنازے کو بقیع کی طرف
ہو گیا دفن جونہی لختِ دلِ شاہِ نجف　　دشمنِ آلِ محمدؐ میں بجے چنگ و دف

اِس طرف گریہ و ماتم تھا، عزاداری تھی
قتلِ معصوم پہ واں عید کی تیاری تھی

متوجہ ہوا پھر ظلم پہ بد خو گیّاد　　بند تھے باپ اماں، واتھے درِ جور و فساد
منزلِ اوج پہ پہنچا دئے کفر و الحاد　　ہوگیا دشمنِ اسلام وہ مثلِ اجداد

باپ کو زیست کی الجھن نے جو آزاد کیا
قصرِ دوزخ کو ستم گار نے آباد کیا

اٹھ گیا دہر سے جس وقت پلید ابنِ پلید　　متمکن ہوا پھر تختِ خلافت پہ یزید
دیں کے احکام کی کرنے لگا پیہم تردید　　شر پہ آمادہ ہوا، دشمنِ عدل و توحید

خوب واقف تھا، خلافت ہے ولی کا منصب
بعدِ شبرؑ ہے حسینؑ ابنِ علیؑ کا منصب

اِن کے نانا ہی نے رکھی ہے بنائے اسلام　　اِن کی ہی ذات سے ہے نشو نمائے اسلام
اِن کے ہی دم سے ہے دنیا میں بقائے اسلام　　جاں کی بازی یہ لگا دیں گے برائے اسلام

کسی صورت سہی، پوری یہ مرادِ دل ہو
یہ خلش دل کی جو نکلے تو سکوں حاصل ہو

(۳۶)

خواہشِ دل ہے، کسی طرح ہو اسلام تباہ
جو مسلمان بنے ہیں، اُنہیں کر دوں گمراہ
کُل رعایا مجھے تسلیم کرے دین کا شاہ
ہو کسی گوشے میں شبیرؑ کو حاصل نہ پناہ
حاکمِ وقت ہوں، لازم ہے کہ تعظیم کریں
وہ بہر طور خلیفہ مجھے تسلیم کریں

مرحلہ ایک ہے لے دے کے مرے پیشِ نظر
وارثِ دینِ خدا، شیرِ خدا کا ہے پسر
ہو نہ جائے پئے اسلام کہیں سینہ سپر
ماسوا اُن کے، کسی کا بھی نہیں اب مجھے ڈر
وہ رضا مند اگر ہو گئے بیعت کے لئے
راہ ہو جائے گی ہموار خلافت کے لئے

حکم حاکم کو مدینے کے کیا یوں تحریر
چال وہ چل، کہ ہوں آمادۂ بیعت شبیرؑ
کام بن جائے مرا، کر کوئی ایسی تدبیر
وقتِ عجلت ہے، مناسب نہیں اِس میں تاخیر
یا تو بیعت کو مری، عجز سے سر خم ہو جائے
یا سرِ حضرتِ شبیرؑ قلم ہو جائے

پڑھتے ہی نامہ ستم گر نے انہیں بلوایا
لے کے ہمراہ رفیقوں کو گئے شاہِ ہُدا
اُس نے بیعت کو کہا بولے یہ کل طے ہوگا
پاس مروان تھا، بولا، یہ ہے موقع اچھا
روک لے جانے نہ دے اب جو چلے جائیں گے
تا قیامت، یہ ترے ہاتھ نہیں آئیں گے

ہو گئے سنتے ہی اس بات کو برہم شبیرؑ
رفقا بہرِ مدد کھینچ کے آئے شمشیر
دیکھ کر مصلحتِ وقت، یہ بولا بے پیر
پھر سہی، یہ بھی ہے منظور، نہ ہو پر تاخیر
اختلافات پہ ہرگز نہیں جادہ اپنا
پھر کسی وقت بتا دینا ارادہ اپنا

(۴۱)

گھر پہ آتے ہی عزیزوں سے کیا شہؑ نے کلام
اب کسی طور مناسب نہیں اس جا پہ قیام
دیں مٹانے پہ کمر بستہ ہے اب حاکمِ شام
سخت گرداب میں ہے کشتیِ دینِ اسلام
اب یہاں پر نہ کسی طرح اماں پاؤں گا
کوفے والوں نے بلایا ہے وہاں جاؤں گا

بھائی، ماں، نانا کی تربت پہ گئے بہرِ سلام
اور یہ رو رو کے کیا اپنے بزرگوں سے کلام
اب کسی طرح مدینہ نہیں رہنے کا مقام
دیکھیں اب ہوتا ہے کس جا پہ سفر اپنا تمام
صدمۂ ہجر سے دل زیر و زبر ہونے لگا
آئے گھر لوٹ کے سامانِ سفر ہونے لگا

پھر گلے مل کے ہر اک سے ہوئے رخصت مولاؑ
جن کو لے جانا تھا مقصود، اُنہیں ساتھ لیا
سخت بیمار تھیں صغراؑ، اُنہیں گھر میں چھوڑا
خانۂ حضرتِ شبیرؑ میں تھا حشر بپا
پھر تسلی کے سخن کہہ کے شہِ صفدر نے
اپنی منزل کی طرف کوچ کیا سرورؑ نے

کربلا میں جو ہوا داخلہ شاہِ انام
ایستادہ اب دریا ہوئے حضرت کے خیام
شہؑ کو یہ آ کے دیا سعد کے بیٹے نے پیام
حکمِ حاکم ہے، فروکش ہو یہاں لشکرِ شام
خیمے ریتی پہ لگا لینے میں دقت کیا ہے
آپ کی نظروں میں پانی کی حقیقت کیا ہے

دُور دریا سے ہوئے نصب خیامِ شبیرؑ
کرلیا فوج نے یاں ساحلِ دریا کو اسیر
دسویں کو ماہِ محرم کی ہوئی بارشِ تیر
امن اور صلح کی ناکام ہوئی ہر تدبیر
شام کی فوج جو آمادۂ پیکار ہوئی
چند پیاسوں پہ بری طرح کی یلغار ہوئی

(۴۶)

صبحِ عاشور کو لاکھوں سے بہتر کی تھی جنگ
دیدنی تشنہ لبوں کی تھی لڑائی کی اُمنگ
افسرِ فوج سراسیمہ تھے، ششدر سرہنگ
یہ وہ منزل تھی، جہاں عقل ہے انسان کی دنگ
دھنس کے افواج میں وہ ظلم شعاروں سے لڑا
حد شجاعت کی ہے، اِک شیر ہزاروں سے لڑا

قتل جب رن میں ہوئے حضرتِ زینبؑ کے پسر
آیا شبیرؑ کی خدمت میں حسنؑ کا دلبر
عرض کی، اے پسرِ شافعِ روزِ محشر
اب تو خادم پہ بھی ہو جائے عنایت کی نظر
بولے شہؑ، دل کو نہ غربت میں دکھاؤ بیٹا
ماں، پھوپھی، بہنوں سے مل آؤ تو جاؤ بیٹا

دی اجازت جو شہِؑ دیں نے تو دل ہو گیا شاد
اسلحہ سج کے چلے جنگ کو مثلِ اجداد
حُسن قاسمؑ کا جو دیکھا، تو حسنؑ آ گئے یاد
یوں رجز سامنے فوجوں کے پڑھا وقتِ جہاد
آپ نے صوتِ حسنؑ سے جو خطابت کی تھی
اِس طرح باپ کی بیٹے نے نیابت کی تھی

تول کر فوج کی قوت کو یہ بولا جرار
غرقِ خوں ہو گے، اگر کھینچ لی میں نے تلوار
ایک ہی حملے میں کر دوں گا صفوں کو فی النار
آئے وہ سامنے، سر دوش پہ ہو جس کے بار
معرکہ خندق و خیبر کا دکھا دوں گا ابھی
راستے پر تمہیں دوزخ کے لگا دوں گا ابھی

کھول کر کان یہ سن لو کہ علیؑ میرے ہیں جد
جن کی ضربت نہ ہوئی مرحب و عنتر سے بھی رد
آج بتلا دوں گا میں، تیغ زنی کی تمھیں حد
بھول سکتے نہیں اس جنگ کو تم تا بہ ابد
ہاں کروں گا میں بپھر کر وہ بلا کے حملے
یاد آئیں گے تمھیں عقدہ کشا کے حملے

(۵۱)

بڑھ کے ارزق نے کہا، لوٹ جا ہے طفل ابھی　　کھیل کے دن ہیں، نہیں عمر تری لڑنے کی
مسکرا کر کہا قاسم نے کہ بد بخت شقی　　سن لے کو کم، پہ ہنر میں نہیں مطلق بھی کمی
بخشا ہے زورِ یداللہ، خدا نے مجھ کو
ہنر جنگ سکھائے ہیں چچا نے مجھ کو

سُن کے یہ بات بنِ سعد نے ارزق سے کہا　　طفل اس سن کا کسی جنگ میں تو نے دیکھا
اُس نے یہ کہہ کے پئے جنگ پسر کو بھیجا　　جس قدر جلد ہو، اس طفل کا سر کاٹ کے لا
اور اگر قید اِسے کر کے یہاں لائے گا
حاکمِ شام سے انعام بہت پائے گا

خود ستائی سے یہ کہنے لگا وہ نابکار　　بخدا طفل سے لڑنے کو سمجھتا ہوں میں عار
ہاں سنبھل، ضرب لگاؤں گا میں ایسی دوچار　　جن سے ہو جائے گا جاں تم کو بچانا دشوار
لاشِ بے سر کو تری خاک پہ تڑپاؤں گا
یا تجھے کر کے گرفتار میں لے جاؤں گا

ہنس کے بولے کہ آہوش میں اے دشمنِ دیں　　یا علیؑ کہہ کے لگا دوں گا اگر ضرب کہیں
لاش آئے گی نظر لوٹتی بالائے زمیں　　موت آ کر ابھی کر لے گی گرفتار لعیں
لاش تو فوج کو میداں میں نظر آئے گی
روح زندانِ جہنم میں تری جائے گی

سُن کے یہ اُس نے سرِ پاک پہ ماری شمشیر　　ڈھال پر روک لی قاسم نے دودھاری شمشیر
تن کے یہ بولے، کہ اب روک ہماری شمشیر　　سر سے تا ناف بہادر نے اتاری شمشیر
بڑھ کے عباسؑ پکارے کہ عجب وار کیا
ایک ہی ضرب میں مردود کو فی النار کیا

(۵۶)

دوسرے بیٹے سے ارزق نے کہا جنگ کو جا　　نذر کو میری سرِ ابنِ حسنؑ کاٹ کے لا
رن میں جاتے ہی یہ مغرور نے تن تن کے کہا　　کھینچ کر تجھ کو مرے سامنے لائی ہے قضا
ہنس کے یہ بولے کہ کم ظرف ہے سودائی ہے
ابھی کھل جائے گا، یاں کس کو قضا لائی ہے

بھائی کے غم میں سراسیمہ جو تھا دشمنِ دیں　　خوف سے ہٹتا تھا پیچھے کبھی بڑھتا تھا لعیں
زد پہ آیا، تو جھکی ڈر سے ستمگر کی جبیں　　ایک ہی ضرب میں تھا زین سے بالائے زمیں
لے کے دم آئے تھے، اور دے کے وہاں دم پہنچے
آگے پیچھے ہی سہی، دونوں جہنم پہنچے

پھر تو دو بھائی بڑھے مل کے پئے جنگ وجدل　　وار پر وار چلے، خوب ہوئی ردّوبدل
تیغ نے اِن کی، وہ میداں میں دکھائی چھل بل　　ایک سے دوسرا کہتا تھا سنبھل بھائی سنبھل
کوفہ و شام کی افواج کو یوں دنگ کیا
ایک ہی ضرب میں دو بھائی کو چورنگ کیا

ہو چکے چاروں پسر جب کہ شقی کے فی النار　　خود پئے جنگ چلا صف سے نکل کر غدار
چار تھے داغ جو دل پر، تو کلیجہ تھا فگار　　چارنا چار بڑھا کہہ کے نہیں ہوں لاچار
حاکمِ شام کو تختہ میں ترا سر دوں گا
چاروں بیٹوں کا ابھی تجھ سے میں بدلہ لوں گا

ہنس کے یہ بولے، کہ اے دشمنِ دین وایماں　　ہے رگ و پے میں لہو، حیدرِ صفدر کا رواں
روک لے ضرب مری تجھ میں یہ طاقت ہے کہاں　　تجھ کو بھی بھیجتے ہیں لال گئے تیرے جہاں
سر اٹھایا تو نہ پھر دوش پہ یہ سر ہوگا
چاروں بیٹوں کی طرح، خوں میں ابھی تر ہوگا

(۶۱)

کہہ کے یہ فرق پہ اِک جم کے لگائی تلوار　　یوں گرا دہم سے، گرے ریت کی جیسے دیوار
جوش میں اکبرؑ ذیجاہ پکارے اِک بار　　ہو مبارک تمہیں فتح حسنؑ کے دلدار
یہ بلا، ماں کی دعاؤں سے ٹلی ہے بھائی
ضرب یہ آئینۂ ضرب علیؑ ہے بھائی

قتلِ ارزق پہ بنِ سعد بہت گھبرایا　　بد حواسی سے بصد رنج و الم چلایا
ایک لڑکے نے ہنر جنگ کا یہ دکھلایا　　ایک بھی پانچوں میں سر بر نہیں ہونے پایا
حشر یہ شام کے حاکم کی غلامی کا ہوا
شجرۂ نسل قلم ارزقِ شامی کا ہوا

ایک کو مارنا کیا، ٹوٹ پڑو سب مل کر　　کوئی تلوار لگائے تو کوئی تیر و تبر
اور جو دُور ہیں برسائیں وہ اس پر پتھر　　پھیر دو حلق پہ اس طفل کے فوراً خنجر
پے بہ پے وار کرو یوں، نہ سنبھلنے پائے
نرغۂ فوج سے لیکن، نہ نکلنے پائے

پھر تو ہر سمت سے چلنے لگی اِن پر شمشیر　　دور سے اِن پہ کماں داروں نے کی بارشِ تیر
جسم چھلنی ہوا، ناکام ہوئی ہر تدبیر　　بھر گئی خون میں سرتا پا حسنؑ کی تصویر
غش پہ غش ضعف سے پیہم انہیں زیں پر آئے
پھر تو سنبھلا نہ گیا، آپ زمیں پر آئے

دی صدا شاہ کو، خادم کا ہوا کام تمام　　آرزو دید کی ہے، آیئے یا شاہِ انام
کان میں پہنچا بھتیجے کا جو پُر درد کلام　　پھینک کر سر سے عمامے کو، چلے رن کو امامؑ
فوجیں تر بھر جو ہوئیں، رن کی زمیں لال ہوئی
لاش یوں قاسمِ نو شاہ کی پامال ہوئی

(۲۶)

جا بہ جا جسم کے ٹکڑے جو انہیں آئے نظر ہائے قاسمؑ کہا، اور آپ گرے ریتی پر
چُن لئے عضوِ بدن، شہؑ نے بچھا کر چادر پھر درِ خیمہ پہ پہنچے جو ملول و مضطر
دی صدا، لائے ہیں ہم، نورِ نظر کا لاشہ
کہہ دو بھاوج سے کہ لے جائے پسر کا لاشہ

سُن کے یہ مادرِ قاسمؑ نے یہ کبریٰؑ سے کہا آئی ہے لاشِ پسر، ساتھ مرے چل دکھیا
زندگی بھر کا ہے غم، اِس سے ہوں واقف بخدا تو بھی جی کھول کے رو لے، کہ لٹا گھر تیرا
تجھ پہ اور مجھ پہ، قیامت کی یہ رات آئی ہے
دیکھ کس شان سے قاسمؑ کی برات آئی ہے

بیوہ، بیوہ سے یہ کہتی تھی بحالِ مضطر ہائے سرتاج تو کہہ، اور میں کہوں ہائے پسر
کوکھ اجڑی ہے مری، مانگ تری سرتا سر میری خالی ہوئی آغوش، لٹا تیرا گھر
جو بیاں ہو نہیں سکتا ہے، یہ ایسا غم ہے
ایک دو دن کا نہیں، زندگی بھر کا غم ہے

آ گئے لاش کے چو گرد تمام اہلِ حرم ہوگیا خیمہ شبیرؑ میں برپا ماتم
آ گئی بالی سکینہؑ بھی وہیں ہائے ستم لاش کے ٹکڑوں کو دیکھا تو بصد صدمہ و غم
بارِ غم جب نہ اٹھا اُس سے تو گھبرا کے گری
دولہا بھائی کہا، اور لاش پہ غش کھا کے گری

لے چلے لاش کو پھر خیمے کے باہر شبیرؑ لَو کھڑاتے تھے قدم، حال تھا ایسا تغیر
پاؤں میں ضعف و نقاہت کی تھی بھاری زنجیر سر سے پا تک تھے غم و رنج و الم کی تصویر
خاک میں کود کے پالے کو ملایا شہؑ نے
لاش کو گنجِ شہیداں میں لٹایا شہؑ نے

مرثیہ نمبر۔۸

کُل تعدادِ بند: ۶۲

مطلع

ہر ایک شاخِ شجر حاصلِ بہار ہے آج

(۱)

ہر ایک شاخِ شجر حاصلِ بہار ہے آج
ہزار جاں سے نثارِ چمن، ہزار ہے آج
کھلے ہیں پھول جلالے کے لالہ زار ہے آج
فضا چمن کی بہر لمحہ مشکبار ہے آج
بہار پر یہ گلستاں جو آج آیا ہے
ثمر ریاض کا یوں ہاتھوں ہاتھ پایا ہے

کوئی بھی کر نہیں سکتا اس امر سے انکار
بہار اور خزاں کا ہے مختلف کردار
مخالفت کا ہمیشہ سے گرم ہے بازار
اگر یہ اُس سے ہے نالاں تو اِس سے وہ بیزار
یہ ضد عجیب ہے قدرت کے کارخانے میں
یہ مل کے بیٹھیں، یہ ممکن نہیں زمانے میں

طیور کہتے ہیں باہم یہ آشیانے میں
عجیب حُسن ہے غنچوں کے مسکرانے میں
سکوں نصیب ہے، ہر سمت جانے آنے میں
خزاں پسند کسی کو نہیں زمانے میں
خوشی میں پھول کے گلشن میں چہچہاتے ہیں
طیور مل کے خزاں کا مذاق اُڑاتے ہیں

خزاں پکاری، کروں حالِ دل بیاں کیونکر
بہار آئی ہے، اب تک کہیں نہ مجھ کو نظر
بصد دلیل ہے دعویٰ یہ میرا محکم تر
یہ سب بہار کا منظر ہے، میرا پس منظر
یہ رونقیں ہیں جو اس کی نگار خانے میں
بندھی ہے مجھ سے ہی اِس کی ہوا زمانے میں

مرے عدم سے زمانے میں ہے وجودِ بہار
مری فنا سے حقیقت میں ہے نمودِ بہار
نہ جاتی میں تو نہ ہوتا کبھی ورودِ بہار
نظر سے دور ہمیشہ رہیں حدودِ بہار
نہ گل، نہ غنچہ، نہ صورت ہزار کی دیکھی
کہ میں نے شکل نہ اب تک بہار کی دیکھی

(۲)

پکارے اہلِ چمن، فخر کی نہیں یہ جا سمجھ میں آیا نہ تیری بہار چیز ہے کیا
سُن، ہم بتاتے ہیں اس کا مقام اور رتبہ ملے گا تجھ کو نہ ہرگز بہار کو جو ملا

حیاتِ دائمی اِس میں بہار پائے گی
خزاں بہشت میں لیکن نظر نہ آئے گی

گُل اِس طرح کے کھلاتی ہے گردشِ دوراں بہار آئی تو چھائی خزاں کے رُخ پہ خزاں
خزاں پہ کستی ہیں پھبتی چٹک کے سب کلیاں ہنسی سے لوٹ ہوا جاتا ہے گُلِ خنداں

برنگِ سُرخ جو پھولا، روش پہ لالہ ہے
چمن میں آتشِ گُل سے بڑا اُجالا ہے

نہال سرو، چمن میں کھڑے ہیں صف بستہ ہر ایک شاخ شجر کی، ہے مثل گلدستہ
کیا ہے بند خزاں کا بہار نے رستہ ہَوا ہے محو مَلالِ خِزانِ پیوستہ

جو شورِ صحنِ چمن میں طیور کرتے ہیں
زباں میں اپنی یہ حمدِ غفور کرتے ہیں

طیور باغ میں پھولے نہیں سماتے ہیں اِدھر سے اُڑ کے اُدھر شاخِ گُل پہ جاتے ہیں
گلوں سے کھیلتے ہیں اور چہچہاتے ہیں جہاں جہاں ہیں ترانے خوشی کے گاتے ہیں

سدا بہار کی کرتے ہوئے دعا پہنچے
جو شاخِ گُل سے اُڑے شاخِ گُل پہ جا پہنچے

ہیں سطحِ آب پہ تالاب میں جو آبی پھول گلاب کے ہیں شگفتہ کہیں گلابی پھول
ہیں آفتاب صفت ضو میں آفتابی پھول ہوا میں جھومتے ہیں جیسے ہیں شرابی پھول

بڑھائی رونقِ گلشن، جو غنچہ و گُل نے
چمن اٹھا لیا سر پہ صدائے بلبل نے

(۱۱)

طیور خوش ہیں کہ ہیں قید و بند سے آزاد
نہ باغباں کا ہے ڈر اور نہ خطرۂ صیاد
خزاں کے دَور کو بھولے ہیں، اس قدر ہیں شاد
دعا یہ کرتے ہیں یا رب، چمن رہے آباد
مزے بہار کے لے لے کے چہچہاتے ہیں
طیور جامے میں پھولے نہیں سماتے ہیں

لدے ہوئے ہیں جو پھولوں سے باغ کے اشجار
گلوں نے ڈھانپ دئے ہیں شجر کے برگ و بار
نسیمِ صبح، زرِ گل جو کر رہی ہے نثار
تو عطر بار ہیں غنچے بہار پر ہے بہار
طیور حاملِ حُسنِ بہار بالکل ہیں
نہاں پروں میں ہیں کلیاں تو چونچ میں گُل ہیں

برائے نام نہیں روئے گُل پہ گرد و غبار
دیا ہے غُسل جو شبنم نے ہے چمن پہ نکھار
لئے ہوئے ہیں زرِ گل نہال ہیں اشجار
طیور شکر کے سجدے کو، یوں ہوئے تیار
ابھی جو شاخ سے اُڑ کر کنارِ جو پہنچے
طیور بہرِ عبادت چلے وضو پہنچے

ہوئے ہیں محوِ عبادت جو شاخِ گُل پہ طیور
کوئی تو کہتا ہے رب رب، کوئی غفور غفور
صدائے طاعتِ رب جا رہی ہے کوسوں دور
طیور میں بھی عبادت کا کس قدر ہے شعور
جو منقبت کا ہے حقدار، ہے اُسی کی ثنا
خدا کی حمد ہے نعتِ نبیؐ علیؑ کی ثنا

بشر تضاد کے ہے دائرے میں یوں محدود
ہے کوئی مُنکرِ طاعت تو کوئی محوِ سجود
انہیں میں ہے کوئی ہامان اور کوئی نمرود
ہے کوئی عابد و زاہد تو کوئی ہے مردود
طیور زیورِ عقل و خرد سے عاری ہیں
یہ پھر بھی محوِ ثنائے جنابِ باری ہیں

(۱۶)

پڑی ہوئی ہے تعصب کی پاؤں میں زنجیر
اسی لکیر کے روزِ ازل سے ہیں یہ فقیر
ہمیشہ کرتے ہیں دیوار ریت پر تعمیر
گراں ہے اِن کے دماغوں پر مدحتِ شبیرؑ
جو بد قماش، ثنائے یزید کرتے ہیں
نبیؐ کے دین کی مٹی پلید کرتے ہیں

ہے طائروں کی عبادت حقیقتاً یکساں
بشر نے حسبِ عقیدہ بدل لئے عنواں
نماز و روزہ و حج سے ہے اختلاف عیاں
الجھ کے رہ گئے ہیں مثلِ سنبلِ پیچاں
جو فطرتاً ہیں بُرے کیسے نیک ہو جائیں
تم ہی بتاؤ یہ کس طرح ایک ہو جائیں

یہی بتانے کو آئے نبیؐ، رسولؐ، امامؑ
تمھارا رب ہے خدا اور دینِ حق اسلام
اسی کی رُو سے مرتب ہوا ہے سارا نظام
ہیں صرف قابلِ تقلید دین کے احکام
اصولِ دیں پہ جو چل کر وفات پاؤ گے
بروزِ حشر یقیناً نجات پاؤ گے

بصد خلوص کسی نے کیا انہیں تسلیم
جو اس نے رَد کئے آئین، اُس نے کی ترمیم
رضائے حق اِسے حاصل اُسے عذابِ الیم
ریاضِ خلد مقدر تھا اِس کا، اُس کا جحیم
امامِ عصرؑ غرض جب یہاں پہ آئیں گے
جہاں سے کفر کی بنیاد تک کو ڈھائیں گے

نظر جہان میں آئے گا ہر طرف اسلام
اصولِ دیں کے مطابق چلے گا یاں کا نظام
بخیر و خوبی ہر انساں کا ہوئے گا انجام
امامِ عصرؑ ہی جاری کریں گے سب احکام
بہ فیضِ آلِ نبیؐ سب ہی چین پائیں گے
کہیں بھی ظالم و قاتل نظر نہ آئیں گے

(۲۲)

نبیؐ کی آل تھی جس نے پئے حفاظتِ دیں خدا گواہ تہہِ تیغ گردنیں رکھ دیں
حسینؑ ابنِ علیؑ فاطمہؑ کا ماہ جبیں جہاں میں جس کی قیامت تلک نظیر نہیں

کٹا کے سر رہِ حق میں بچا لیا اسلام
انہیں کی ہے کد و کاوش سے جا بجا اسلام

ہیں باغبانِ ریاضِ رسولؐ، سبطِ نبیؐ جنہوں نے خون سے گلشن کی آبیاری کی
نثار ہو گئے دیں پر خزاں نہ آنے دی مثال ایسی ریاضت کی مل نہیں سکتی

عدو کی فوج نے کو ان کو پائمال کیا
انہوں نے گلشنِ دینِ نبیؐ نہال کیا

چلے تحفظِ دیں کو جو حضرتِ شبیرؑ وہ منتخب کئے ناصر، نہیں ہے جن کی نظیر
جری، دلیر، وفادار، صاحبِ توقیر مثال جرات و ہمت کی تھے صغیر و کبیر

جواب جن کا نہیں ایسے لاجواب ہوئے
سب امتحانِ محبت میں کامیاب ہوئے

تھا ناصرانِ شبہِ دیں کا ایسا دل گردہ ہوئے نہ کثرتِ فوجِ عدو سے افسردہ
بہارِ دیں کی رکھی، خود ہوئے خزاں خوردہ حیاتِ دائمی پائی، نہیں ہیں یہ مردہ

یہ رزق خوارِ مشیت سے اب بھی پاتے ہیں
فنا کے بعد بقاء کے مزے اُڑاتے ہیں

وفا کا درس تھا اِن کو تمام ہی ازبر پئے حفاظتِ دینِ نبیؐ کسی تھی کمر
گئے جو سوئے جناں سب یہ کربلا ہو کر کئے نہ خلق، خدا نے پھر اس طرح کے بشر

متاعِ زیست بہ نامِ خدا سبھی دے دی
فنا ہوئے تو ہوئے دیں کو زندگی دے دی

(۲۷)

بُھلا سکیں گے نہ اوصاف اِن کے خاص وعام
رہے گا ذکر بہتّر کا دو جہاں میں مدام
انہیں کے خون سے ہے آج سرخرو اسلام
بجا ہے دین کا اِن کو کہیں جو ماہِ تمام
متاعِ زیست کو یوں داؤ پر لگایا ہے
نبا کے خون میں اسلام کو بچایا ہے

جہاں میں باقی ہے اِن کے ہی دم سے شوکتِ دیں
ثبوت کے لئے کافی ہے کربلا کی زمیں
یہ وہ جگہ ہے کہ کونین میں جواب نہیں
بصد خلوص یہاں جھکتی ہے مَلک کی جبیں
اسی زمین پہ صبر و وفا کا سوتا ہے
یہیں تو آلِ رسولؐ خدا کا سوتا ہے

یہ بات وہ ہے کہ واقف ہیں جس سے خاص وعام
اسی سے باقی ہے تاریخِ مذہبِ اسلام
نہ ہوتے یہ، تو نہ لیتا کوئی بھی دین کا نام
ہے ہر زمانے میں جاری حسینؑ کا پیغام
گلوئے شاہ پہ خنجر نہ گر رواں ہوتا
تو پھر وہ گردنِ اسلام پر رواں ہوتا

بہ ایں خیال، ہو آلِ نبیؐ کی بربادی
سواری شاہؑ کی صحرا کی سمت مڑوادی
تھی دور دور نہ بستی جہاں نہ آبادی
نہ سُن سکے جہاں کوئی صدائے فریادی
رہے تلاش یہ سب کو، کدھر گئے شبّیرؑ
کسی کو علم نہ ہو یہ کہ مر گئے شبّیرؑ

کیا یہ حادثہ بنتِ علیؑ نے یوں تشہیر
علیؑ کے لہجے میں کی جا بجا یہی تقریر
نبیؐ کی آل کی گردن پہ پھر گئی شمشیر
میانِ کرب و بلا قتل ہو گئے شبّیرؑ
ستم یزید کے لشکر نے یہ دو چند کیا
حرم کو شام کے زنداں میں لا کے بند کیا

(۳۲)

ہوئے ہیں ظلم وہ اِن پر نہیں ہے جن کی نظیر جو یاد کر کے شہیدوں کو رویا کوئی صغیر
طمانچے مارتے تھے بے خطا اُسے بے پیر یتیمِ شاہؑ تھے بابا کے صبر کی تصویر
حرم پہ وقت یہ کچھ کم نہ تھا قیامت سے
زباں تھی منہ میں مگر چپ تھے خوف وہشت سے

ہوئی جو خطبہِ زینبؑ کی ہر جگہ بھر مار کبھی تو کوچہ بہ کوچہ، کبھی سرِ دربار
بیان کر کے جو ذہنوں کو کر دیا بیدار نظر میں پھر گیا سب کی یزید کا کردار
یقین ہو گیا سب کو کہ ہے پلید یزید
سنوارو لاکھ، نظر آئے گا یزید یزید

وہ رنگ لایا شہیدوں کا خون سر تا سر چھپائی لاکھ حکومت نے چھپ سکی نہ خبر
یہ بات خطبوں سے پہنچی گلی گلی، گھر گھر تو شام و کوفہ کی بنیاد رہ گئی ہل کر
اٹھا یہ شور کہ کو سوگوار ہیں زینبؑ
اِس انقلاب کی پروردگار ہیں زینبؑ

امیرِ شام کا منصوبہ جب ہوا ناکام سوادِ شام پہ کچھ اس طرح کی چھائی شام
جفا پرستوں کا ایسا بُرا ہوا انجام زمانہ نام کو سُنتے ہی دیتا ہے دشنام
ہے کربلا میں ابھی، قبرِ شاہِ دیں باقی
یزید کی تو لحد بھی کہیں نہیں باقی

حسینیت کا زمانے میں بول بالا ہے نبیؐ کے دین میں اس سے بڑا اجالا ہے
اِسی نے شوکتِ اسلام کو سنبھالا ہے مخالفین کا منہ دو جہاں میں کالا ہے
صدائیں آتی ہیں شام وسحر حسینؑ حسینؑ
زباں پہ سب کی ہے آٹھوں پہر حسینؑ حسینؑ

(۳۷)

سب اس سے خوب ہیں واقف خواص ہوں کہ عوام
حسینی اصل میں اسلام کا ہے دوسرا نام
انہیں کے دم سے ہے دنیا میں عزتِ اسلام
زمانہ بھیجتا ہے روز و شب درود و سلام
تھی زیست اِن کی فقط دیں کی زندگی کے لئے
خدا نے خلق کیا تھا انہیں اِسی کے لئے

تو نام کا ہے مسلمان دشمنِ اسلام
کیا نہ غور کبھی اس پہ تو نے بد انجام
مشاہدے میں یہ آئی ہے بات برسرِ عام
ہنود تک کے لبوں پر حسینی کا ہے نام
سبیلیں یاد میں پیاسوں کی یہ لگاتے ہیں
غمِ حسینی تو کافر تلک مناتے ہیں

یزید کی ہے ترے دل میں گر بڑی توقیر
کبھی گیا ہے زیارت کو اُس کی اے بے پیر
برعکس اس کے یہ سُن مجھ سے عشق کی تفسیر
ملیں گے لاکھوں ہی دنیا میں زائرِ شبیرؑ
طواف قبر کا کرتے ہیں غم مناتے ہیں
ہزاروں اب بھی زیارت کو جاتے آتے ہیں

نہ ایسی شمع کہیں ہے نہ ایسے پروانے
خرد بدوش ہیں ہرگز نہیں ہیں دیوانے
وفا و عشق کے ہاتھوں میں ہیں جو پیمانے
بسے ہوئے ہیں نگاہوں میں ان کی میخانے
مئے ولائے شہِ دیں مدام پیتے ہیں
یہ اس طرح سے عقیدت کے جام پیتے ہیں

جدا ہے ان کے عقیدے کی سب سے صورتحال
لُٹاتے رہتے ہیں نامِ حسینی پر زر و مال
تمام عمر جو رہتی ہے اِن کو فکرِ مآل
کیا ہے رد، نہ کریں گے کبھی کسی کا سوال
غلام جن کے ہیں یہ دم انہیں کا بھرتے ہیں
علیؑ کے پیرو ہیں حاجت روائی کرتے ہیں

(۴۲)

انہیں کی ہے کدو کاوش سے شہرتِ اسلام
بصد خلوص چلاتے ہیں مجلسوں کا نظام
بیان کرتے ہیں رودادِ کربلا یہ مدام
تمام عمر عزائے حسینؑ سے ہے کام
یہ پُر جگر رُخِ طوفاں کو موڑ دیتے ہیں
خدیوِ کفر کا پنجہ مروڑ دیتے ہیں

کسی سے کد نہ خصومت نہ دشمنی نہ بیر
یہ غیر کو بھی تو گردانتے نہیں ہیں غیر
اُسی پہ چلتے ہیں دن رات جو ہے جادۂ خیر
قدم اٹھاتے نہیں بھول کر بھی جانبِ دیر
انہیں نصیب بہر طور سرفرازی ہے
یہی وہ فرقہ ہے دنیا میں جو کہ ناجی ہے

یزیدی نسل ستانے پہ جب ہوئی تیار
ہمیں کو اس نے نشانہ بنایا ہے ہر بار
ستایا قتل کیا اور جلادیا گھر بار
اِن حادثات کی تاریخ ہے علمبردار
یزیدی نسل کا ظلم وستم سے ناطہ ہے
انہیں ہمارے ستانے میں لطف آتا ہے

چلو حسینؑ کے مسلک پہ مان لو مری بات
ثمر ملے گا مودت کا تم کو ہاتھوں ہاتھ
یہ اپنے ساتھ میں لے جاؤ گے اگر سوغات
بروزِ حشر یقیناً ملے گی تم کو نجات
تفکرات عبث تم کو خوب وزشت کے ہیں
وہ بخشوائیں گے سردار جو بہشت کے ہیں

کرو حسینؑ کی اس طرح سے عزاداری
کسی بشر کی نہ مجلس میں ہو دل آزاری
نمود ہو، نہ دکھاوا ہو اور نہ فنکاری
ہوں صَرف مدح وفضائل میں قوتیں ساری
بیاں جو معرکہءِ دشتِ کربلا ہو جائے
ہر ایک شخص حقیقت سے آشنا ہو جائے

(۴۷)

مخالفت کا رہے پھر نہ نام کو امکاں
شریکِ مجلسِ شبّیرؑ ہو ہر اِک انساں
عقیدہ پختہ ہو، ہو جائے صاحبِ ایماں
بصد خلوص یہی ہو ہر اِک کے وردِ زباں
ہر ایک دور میں سکّہ وفا کا چلتا ہے
یہ وہ چراغ ہے جو آندھیوں میں جلتا ہے

وفا کو دے گئے معراج کربلا والے
بجا ہے اِن کو کہا جائے گر وفا والے
خدا کے بندے سبھی ہیں، یہ ہیں خدا والے
دی جان دین پہ ایسے ہیں یہ عطا والے
یہ وہ دلیل ہے محکم جو، ہل نہیں سکتی
نظیر اِن کی زمانے میں مل نہیں سکتی

یہ بات دیکھ لو تم دشتِ کربلا جا کر
سمجھ میں آئے گا منظر کا سارا پس منظر
ہوئی ہے ذبح وہاں نسلِ فاتحِ خیبر
وہاں سے جانبِ زندانِ شام ہو جو سفر
نقاب چہرۂ باطل سے وہ اٹھا دے گی
ہے ایک ننھی سی تربت وہ سب بتا دے گی

یہ ہے حسینؑ کی دختر سکینہؑ اس کا ہے نام
ہوئے ہیں سامنے اس کے یہ حادثات تمام
اسیر ہو کے گئی کربلا سے کوفہ و شام
لحد پہ اس کی یہ کہتے ہیں رو کے خاص و عام
کسی پہ ظلم نہ ایسے ہوئے زمانے میں
کہ بعدِ مرگ بھی بچّی ہے قید خانے میں

یہ قبر دیکھ کے ہوتی ہے فکر دامنگیر
یہ قید کیوں ہوئی اس سے ہوئی تھی کیا تقصیر
وہ شخص کون تھا جس نے کیا تھا اس کو اسیر
ہے پانچ سال کی بچّی بھی لائقِ تعذیر
بلند عرش سے بھی اس لحد کی پستی ہے
کہ اِس کی گود میں تاریخ ساز ہستی ہے

(۵۲)

کیا ہے اِس نے مدینے سے کربلا کا سفر
ہوا شہید جفا اس کے سامنے سب گھر
وہاں سے لے گیا کوفے کو شام کا لشکر
اسیر کر کے پھرایا گیا اِسے در در
اٹھا کے ظلم جہاں سے گزر گئی بچّی
پدر کے ہجر میں زنداں میں مر گئی بچّی

یہی بتائے گی پیاسے ہوئے شہید پدر
بھرے شباب میں مارے گئے علی اکبرؑ
شہید باپ کے ہاتھوں پہ ہو گیا اصغرؑ
ہوئے ہیں قتل پھوپھی جان کے پسر کیونکر
تمام صدق پہ مبنی کلام ہے اس کا
کہ چشمِ دید گواہوں میں نام ہے اِس کا

یہ قبر ظلم کی ہے اِک دلیلِ مستحکم
کہ پانچ سال کی بچّی نے توڑا ہے یہاں دَم
کہیں قیامتِ صغرا اِسے تو ہے یہ کم
بلند قبر سے ہوتی ہے یہ صدا پیہم
نظیر ایسے ستم کی نہیں زمانے میں
لحد نصیب ہوئی اِس کو قید خانے میں

خبر یہ قید میں پہنچی یزید کرتا ہے یاد
سنبھالے بیڑیاں دربار میں گئے سجاد
وہ بولا آپ سے نادم ہوں کرتا ہوں آزاد
پھر اس کے بعد بلایا گیا وہیں حدّاد
کہا یہ اُس سے ابھی بیڑیاں جُدا کر دے
ہمارا حکم ہے سجاد کو رہا کر دے

خبر رہائی کی سجاد نے جو دی اِک بار
لپٹ کے قبرِ سکینہؑ سے روئی زینبِ زار
بصد ہراس کہا، اے حسینؑ کی دلدار
چلوگی ساتھ وطن یا نہیں، پھوپھی ہو نثار
یہاں اندھیرا ہے، باہر بڑا اجالا ہے
پھوپھی نثار اٹھو قفل کھلنے والا ہے

(۵۷)

میں جارہی ہوں وطن اٹھ کے کچھ کلام کرو
جو ساتھ چل نہیں سکتیں تو اتنا بتلا دو
نگاہیں کنبے کی ڈھونڈیں گی ہر طرف تم کو
جو پوچھے فاطمہ صغرا بتاؤں کیا، یہ کہو

ہجومِ ظلم میں جاں سے گزر گئی بچّی
کہوں گی کیسے کہ زنداں میں مر گئی بچّی

نہ سُن سکے گی وہ ہرگز تمھاری موت کا حال
وفورِ غم سے جو ہوں گے دل وجگر پامال
نتوڑ دے کہیں صدمے سے دم یہی ہے خیال
کہوں بھی یا نہ کہوں پیش وپس مجھے ہے کمال

پھوپھی نثار تم اس مسئلے کو حل کردو
مدینے جاتی ہوں میری خطا بحل کردو

نبیؐ کی قبر پہ جا کر کروں گی میں یہ بیاں
ہوا شہید نواسہ تمھارا نانا جاں
بس انتہا ہے ہوا قتل اصغرِ ناداں
سکینہؑ بعد فنا بھی ہے قیدیِ زنداں

رسن بندھی تھی تو جاری تھا خون شانوں سے
ہوئی فگار مری پشت تازیانوں سے

ہوئے ہیں دیں پہ فدا بشرؑ کے سارے شیدائی
بچے نہ بھانجے، بیٹے، بھتیجے اور بھائی
کسی نے بوند نہ پانی کی مرتے دم پائی
ہوئی ہے شام کے دربار تک میں رسوائی

تمھیں بتاؤ گلستاں کا طور کیا ہوتا
خزاں نہ آتی تو اے نانا اور کیا ہوتا

کہوں گی خوں بھرے کرتے کو قبر پر رکھ کر
لباس اُس کا ہے یہ جو تھا آپ کا دلبر
لحد سے اُٹھ کے تو دیکھیں حضور ایک نظر
ہے جذبِ خون بہتّر کا اس میں سر تا سر

جو رن سے لاشے اکہتّر اٹھا کے لائے تھے
حسینؑ خون میں سر تا قدم نہائے تھے

(۶۲)

سناؤں ظلم و ستم کا اگر مفصّل حال
تو ہوں گے فرطِ الم سے دل و جگر پامال
شہید کرب و بلا میں ہوئی حضورؐ کی آل
غرض کہ گلشنِ زہراؑ پہ آ گیا ہے زوال

یہی سبب تو ہوا میری بے ردائی کا
بہن کے سامنے سر کٹ گیا ہے بھائی کا

مرثیہ نمبر۔۹

واقعہ ٹھیڑی

تاریخِ ظلم گنجِ شہیداں

تعدادِ بند: ۷۸

مطلع

اے کِلک بوستانِ سخن کو سنوار دے

اس مرثیے میں شہدائے ٹھیڑی خیر پور میرس کے اسماءِ گرامی جلی حروف میں سلسلہ وار طبع ہوئے ہیں یہ واقعہ 10 محرم الحرام 1383ھ کو ہوا تھا۔ 76 شہداء کے نام مرثیے میں اور پانچ شہداء کے نام تین قطعات میں ہیں۔

(۱)

اے کلک، بوستانِ سخن کو سنوار دے قلبِ خزاں میں تیرِ حوادث اُتار دے
منظر وہ پیش کر، کہ جو دل کو قرار دے کانٹا بھی ہو چمن میں تو لطفِ بہار دے
جنت ملے گی اِس کے صِلے میں بتول سے
نسبت ہے اِس ریاض کو باغِ رسولؐ سے

تاریخِ ظلم لکھ، کہ رہے یہ بھی یادگار اشکِ غمِ حسینؑ سے دل کا دُھلے غبار
سینہ زنی سے چاک گریباں ہو تار تار جانِ نبیؐ کے غم میں نہ دل کو رہے قرار
اِس داستانِ غم کے بیاں میں وہ زور ہو
آہ و فغاں کا گنجِ شہیداں میں شور ہو

سَاداتِ باعمل کا جو پیشِ نظر ہے حال تاریخ سے ہے طبعِ سخنور کی قیل و قال
دَورِ بنی اُمیّہ سے دنیا میں تا بہ حال یہ تَوسنِ جفا کے سُموں سے ہیں پامال
تھا حکمِ عام، رہنے نہ دو اِن کو چین سے
مارو اسی کو، جس کو ہے نسبت حسینؑ سے

اکثر کو قیدِ ظلم میں زہر دغا دیا آبِ رواں میں بعضوں کا لاشہ بہا دیا
کتنوں کو قصرِ ظلم کے نیچے دبا دیا ایسے بھی چند تھے جنھیں زندہ جلا دیا
سَادات جب نہ یوں بھی زمانے سے کم ہوئے
ایجاد پھر تو سینکڑوں ظلم و ستم ہوئے

لُوٹا، جلایا، قتل کیا، سَر قلم کیا کچھ وہ بھی تھے کہ دیس نکالا جنھیں مِلا
جائز تھا بیکسوں پہ، ہر اِک ظلمِ ناروا شکوے سے پھر بھی لب نہ ہوئے اُن کے آشنا
کتنے وہ تھے، جو کوفہ و شام و دمشق میں
بالائے دار چڑھ گئے مولاؑ کے عشق میں

(۲)

اِس دور میں بھی آیا ہے اِک ایسا انقلاب جس کا نہیں جہاں میں بجز کربلا جواب
ہلچل پڑی، وہ چال چلے خانماں خراب ٹیڑھی جو فطرتیں تھیں، تو کج رو تھے ناصواب
مثلِ سلف، فساد کے گُر اُنکو یاد تھے
ابنِ زیاد سے بھی ستم میں زیاد تھے

سادات بھوکے پیاسے تھے عشرے کا روز تھا ہر شخص تھا حسینؑ کے غم میں برہنہ پا
پڑھتا تھا کوئی نوحہ، کوئی کرتا تھا بُکا اُس وقت ظلم کی ہوئی ناگاہ ابتدا
فطری حسد نے عقل کچھ ایسے بگاڑ دی
تخریب کار قوم نے بستی اُجاڑ دی

واقف نہ تھے، جو حرمتِ حق سے عدوئے دیں کی منتخب فساد کو مسجد کی سَر زمیں
پوشیدہ کر کے رکھے تھے ہتھیار آتشیں پھر مومنوں پہ ٹوٹ پڑے یک بیک لعیں
جائے پناہ جائے فسادات ہو گئی
مسجد خدا کی مقتلِ سادات ہو گئی

وہ سب شقی، جو لیس تھے آلاتِ جنگ سے حملے کیے نہتوں پہ، تیغ و تفنگ سے
بہتوں کو مارا گھیر کے بارانِ سنگ سے رَوغن چھڑک چھڑک کے جلایا اُمنگ سے
عصرِ رواں میں بانیِ ظلمِ جدید تھے
اِس چودھویں صدی کے وہ شمر و یزید تھے

تیغِ جفا سے کاٹ دئے آہ وہ شجر ہونے کو تھے جو گلشنِ ہستی میں بارور
تھے خار باغیوں کی نظر میں جو سر بسر جورِ خزاں سے آنے نہ پائے بہار پر
منظر جو قتلِ عام کا اب تک نظر میں ہے
داغِ سیاہ، لالۂ تر کے جگر میں ہے

(۱۱)

مَسلے گئے وہ پھول، جو تھے حاصلِ بہار کوئی تھا ان میں غنچہ دہن، کوء گُلعذار
ایسے حَسیں، کہ دیکھ لیں یوسف تو ہوں نثار چٹکی جگر میں لیتی ہے یاد اُنکی بار بار
مثلِ گلاب خون میں تن لال ہوگئے
نازوں کے جو پلے تھے وہ پامال ہوگئے

اُجڑی کسی کی گود، کسی کا لُٹا سہاگ آٹھوں پہر بھڑکتی ہے رہ رہ کے دل میں آگ
پھر بھی نہیں ہے ہم کو، کسی کلمہ گو سے لاگ ہم صبر کا قصیدہ ہیں، وہ ظلم کا ہیں راگ
کہتی ہے شان اُن کی جفائے جدید کی
دُنیا میں نسل اب بھی ہے باقی یزید کی

یوں داستانِ ظلم کو دُہرا رہے ہیں یہ مرکز پہ اپنے لَوٹ کے پھر آرہے ہیں یہ
کیا تھے چلن بزرگوں کے بتلا رہے ہیں یہ شرم وحیا کی بات پہ اِترا رہے ہیں یہ
ثابت ہوا کہ قائلِ روزِ جزا نہیں
مُنکر خدا کا ہے، جسے خوفِ خدا نہیں

تھی جن کے دل میں الفتِ اسلام جلوہ گر سینہ سپر وہ ہو گئے نامِ حسینی پر
نمرودِ وقت تھے، جو مقابل میں سر بسر شعلوں سے لڑ گئے یہ کفن سر سے باندھ کر
کہتے تھے، ہم کسی سے بھی ڈرتے نہیں کبھی
جو یوں شہید ہوتے ہیں مرتے نہیں کبھی

ایسے تھے کچھ، کہ بیاہ کے قابل تھے مہ جبیں تھے آمدِ شباب کی منزل میں کچھ حَسیں
کچھ پیر تھے، مثالِ حبیبِ امامِ دیں بچے اُلٹ اُلٹ کے بڑھے اپنی آستیں
ٹکرائے موت سے شہِ صفدر کے نام پر
اکبرؑ کے نام پر علی اصغرؑ کے نام پر

(۱۶)

تھے سب وہ گلبدن، چمنِ مصطفےٰؐ کے پھول اُن کا لہو بہا کے، عمل ہوگا کچھ قبول
پھر کیا کہو گے، حشر میں پوچھیں گی گر بتول کیوں مارا بے گناہوں کو اے فرقۂ جہول
روزِ جزا جو حق کی عدالت میں جاؤ گے
جس کے ہو کلمہ گو اُسے کیا منہ دکھاؤ گے

مانا کہ موت آتی انھیں ایک دن ضرور لیکن نہ مارے جاتے وہ اس طرح بے قصور
نفرین کیوں نہ تم پہ ہو، دنیا میں دُور دُور انسان کو ستا کے ہے انسان کو سُرور
فطرت کا دل، بہ فرطِ اَلم پاش پاش ہے
محشر بکف ہر ایک دلاور کی لاش ہے

ماتم کریں شہیدوں کا کیونکر نہ دل کباب کتنے بزرگ اُٹھ گئے کتنے مِٹے شباب
تصویر تھے وہ طفل، کہ جن کا نہیں جواب اَیتام کا شمار، نہ بیواؤں کا حساب
سَر کاٹ کر ہنسے، یہ تمھارا ہی ظرف ہے
اُف تک نہ ہم نے کی یہ ہمارا ہی ظرف ہے

اُٹھتا ہے درد دل میں تو آتی ہے لب پہ بات دراصل تھے وہ باعثِ تزئینِ کائنات
کو تم نے اُن پہ تنگ کیا عرصۂ حیات وہ راہِ حق پہ جان میں کھیلے یہ تھا ثبات
سَو جان سے فدا تھے شہؑ مشرقین پر
یہ موت بھی حیات ہے پائے حسینؑ پر

الفت تھی اہلِ بیتؑ سے اِن کو وہ لازوال اِس دَورِ زندگی میں جو آپ اپنی ہے مثال
تم اپنے حال و قال سے پرکھو نہ اُنکا حال پیچھے ہٹا نہ پاؤں ہوئے گرچہ پائمال
یوں جو بھی، عاشقِ شہؑ گردوں وقار ہے
جنّت ہے موت، دارِ فنا اُسکو دار ہے

(۲۱)

اُن کی رگوں میں خونِ علیؑ تھا رواں دواں ہمت میں، ولولے میں، نظیر اُن کی ہے کہاں
ہم اُن کا خون بہنے پہ کرتے نہیں فغاں لیکن غمِ حسینؑ میں، ہر دم ہیں نوحہ خواں
ہم ہیں غلام بادشۂ مشرقین کے
نقشِ قدم پہ چلتے رہیں گے حسینؑ کے

ہیں صاف دل ہر ایک سے رکھتے ہیں رسم وراہ دل توڑنا کسی کا سمجھتے ہیں ہم گناہ
دشمن پہ بھی ستم نہیں ڈھاتے خدا گواہ بندے ہیں کردگار کے بندوں کے خیر خواہ
لیتے ہیں کام دَورِ مظالم میں حلم سے
اِس کا سبق مِلا ہے درِ شہرِ علم سے

ایسے ستم زدوں کو ستانے سے فائدہ گھر بار بے کسوں کا، جلانے سے فائدہ
ماتم کی صف پہ تیغ چلانے سے فائدہ اہلِ عزا کا خون بہانے سے فائدہ
اِس ظلم سے مراد دلوں کی نہ پاؤ گے
اُبھرے گا غم حسینؑ کا جتنا دباؤ گے

برباد کر کے، یہ تو کہو، کیا مِلا تمھیں لُوٹا ہمیں، سُکون میسّر ہوا تمھیں
جانا نہیں ہے کیا کبھی پیشِ خدا تمھیں فی النار خالدین، کی ہوگی سزا تمھیں
ہنگامِ حشر ونشر، گھِرو گے عذاب میں
پاؤ گے نار دشمنیِ بوترابؑ میں

ہم اس کے ہیں غلام، جو حق کا جلال ہے دُنیا میں جس سے بغض، پیامِ زوال ہے
آئے مقابلے میں، یہ کس کی مجال ہے قرآں ہمارا حرز ہے پشتی پہ آل ہے
جو ہیں علیؑ کے کیا انھیں نسبت ہے پست سے
روزِ ازل سے ہم نہیں واقف شکست سے

(۲۶)

کیا ہم کو قتل کرنے سے سادات ہوں گے کم پھر اپنی نسل آئے گی، مر جائیں گے جو ہم
جادے سے حق کے ہٹ نہیں سکتے کبھی قدم جب تک ہے اپنے دوش پہ عباس کا علم
باطل مٹا کے، ظلم و ستم کو اُجاڑ کے
دم لیں گے، حال کا درِ خیبر اُکھاڑ کے

اب تم میں، جس قدر بھی ہو کس بَل نکال لو حربے ہیں جتنے، سب سرِ میداں سنبھال لو
ہر مورچے کو اچھی طرح دیکھ بھال لو کثرت کی تیغ، فتنہ طرازی کی ڈھال لو
پھر دیکھ لو، کہ کس کے قدم کو ثبات ہے
کس کو فنا ہے، کس کی فنا بھی حیات ہے

اے ابنِ سعدِ وقت کی اولاد نا صواب تجھ سے ہر ایک دَور میں میرا ہے یہ خطاب
دیکھے ہیں تُو نے جب کبھی سید کشی کے خواب عزمِ حُسینیت ہی ہوا تجھ پہ فتح یاب
ماتم ہوا نہ بند، شہِ مشرقین کا
غیروں کے دل پہ اب تو ہے سکّہ حسین کا

نظروں میں بس گیا ہے پیمبرؐ کا نورِ عین سب اہلِ درد آج ہیں مائل بہ شور و شین
مظلوم کا ہے غم، بشریت کے دل کا چین تا روزِ حشر مٹ نہیں سکتا غمِ حسین
اِس کے خلاف جو بھی ہے کوشش فضول ہے
فطرت محافظِ غمِ سبطِ رسولؐ ہے

یہ غم مٹا سکے، یہ کسی میں بھی دَم نہیں ہر سال بڑھ رہا ہے کسی سال کم نہیں
یہ غم، غمِ حسین ہے دنیا کا غم نہیں یہ فاطمہؑ کا لال ہے، تم اور ہم نہیں
اِس غم سے فیضیاب ہے جو دردمند ہے
یہ غم رسولؐ کا ہے مشیت پسند ہے

(۳۱)

ہر قوم ہے شریکِ غمِ شاہِ تشنہ کام کتنی جگہ سبیلیں لگاتے ہیں خاص و عام
قدرت کے ہاتھ جس کی اشاعت کا ہے نظام فانی ہے کائنات اور اس غم کو ہے دوام

کچھ وہ بھی ہیں جو بیٹھ نہیں سکتے چین سے
یہ سب یزید جلتے ہیں، نامِ حسینؑ سے

یارب جو ہیں، عدوئے غمِ شاہِ کربلا اِس آتشِ حسد میں ہمیشہ انہیں جلا
دُکھتا ہے دل، تو لب سے نکلتی ہے بد دعا تا زیست یہ رہیں غمِ دنیا میں مبتلا

تڑپیں یوں ہی عدو کرمِ کردگار کو
چشمِ خزاں ترستی ہے جیسے بہار کو

ہوگی نہ خیر پوری تمھاری ولی مراد یہ ہے اصول، شاد رکھو گے، رہو گے شاد
حق العباد کو نہ جہاں میں رکھے جو یاد محروم ہے خدا کی عطا سے وہ بد نہاد

اِن گُل رخوں کو تم نے، لہو میں جو بھر دیا
ماحول کے سکون کو پامال کر دیا

جیسے سلف جہاں میں تھے، ویسے ہی یہ خلف ماہِ عزا میں، اب بھی بجاتے ہیں چنگ و دف
اجداد تھے، جو دشمنِ شاہِ نجف بیٹے عدوئے فخرِ رسولانِ ما سلف

سیرت ملی ہے ورثہ میں شمر و یزید کی
کیونکر سعید نسل ہو غیرِ سعید کی

بدنام، بد لگام، بد انجام، نابکار بد عہد بد نگاہ، بد افعال، بے وقار
بد بخت، بد قماش، بد اخلاق، کج مدار بدکار، بدسرشت، بد آئین، بد شعار

ابلیسِ وقت سے جو انہیں ساز باز ہے
اس کی طرح سے اُن کی بھی رسّی دراز ہے

(۳۶)

کج خلق، کج نگاہ، کج افعال، کج روش جاری ہے کارِ بد میں، ہمیشہ دوا دوش
دل میں ہے نسلِ حیدرِ کرار سے خلش ایمان و دین اِن کا ہے فتنوں کی پرورش
نیکی جو اِن کی فطرتِ بد سے بعید تھی
آخر وہی کیا ہے، کہ جس کی اُمید تھی

آٹھوں پہر ہیں یہ اِسی کوشش میں مبتلا ہوجائے بند، نوحہ و ماتم حسینؑ کا
میں منبرِ رسولؐ پہ کہتا ہوں بر ملا یہ کیا ہیں یہ تو اِن کے بڑوں سے نہ ہوسکا
دنیا کا غم نہیں، غمِ سروڑ کا داغ ہے
روشن ہے آندھیوں میں، یہ ایسا چراغ ہے

دل میں لئے ہوئے حسد و بغض کے شرار نورِ خدا کے سامنے، آتے ہیں اہلِ نار
گر یہ ہے بیکسوں کا انہیں باعثِ قرار انسانیت پہ بار ہیں، یہ ننگِ روزگار
سفّاک ہیں یزیدِ بد انجام کی طرح
کالے ہیں روسیاہوں کے دل شام کی طرح

تاریخ مرنے جینے کی، اجداد کے اگر پوچھو تو کچھ بتا نہ سکیں گے یہ بے خبر
دو چار رہنماؤں کے مسلک پہ ہے نظر نقشِ قدم پہ ایک کے چلتے نہیں مگر
شدّاد سے بھی راہِ ستم میں شدید ہیں
بے پیر کے یہ پیرو جواں سب مرید ہیں

مکر و فریب ارث میں پایا ہے لاکلام ایسے ہیں بے وفا کہ وفا کا نہیں ہے نام
کیسے بھی ہوں ہمیں نہیں کھٹکا برائے نام تکیہ ہے اپنا صبر پہ صابر کے ہیں غلام
میدان سے فرار و گریز، اِن کے کام ہیں
وہ اس طرح بھٹکتے ہیں جو بے امام ہیں

(۴۱)

اِن میں کوئی دلیر ہوا ہے بتائیں یہ جد اِن میں کس کا عقدہ کشا ہے بتائیں یہ
خیبر کو کس نے فتح کیا ہے بتائیں یہ کس سے بقائے دینِ خدا ہے بتائیں یہ
یہ دیں فروش، تاجرِ قلب و ضمیر ہیں
ہم پیروِ شعارِ جنابِ امیرؑ ہیں

یہ کوفیوں کی طرح منافق ہیں بے تکاں ہم، یک نگاہ و یک دل و یک جان و یک زباں
اسلام کا یہ کہتے ہیں خود کو نگاہباں پر کوششیں یہ ہیں، کہ مٹے دین کا نشاں
تا عرشِ پاک، اِن کی جہالت کی دھوم ہے
مقتل اُسے بنایا، جو دارالعلوم ہے

تعلیم ہوتی کچھ، تو نہ کرتے یہ کارِ بد افعال ان کے خود ہی، جہالت کی ہیں سند
دل میں بھڑکتی رہتی ہے، اِک آتشِ حسد سادات کے مٹانے کی ہر دم ہے جدّ و کد
کلمہ یہ پڑھ رہے ہیں فقط نام کے لئے
ہم مر رہے ہیں خدمتِ اسلام کے لئے

یہ لَیس تیغِ کذب سے یاں صدق کی ہے ڈھال یہ مِلّتِ یزید، تو ہم پیروانِ آل
اِن کی نظر میں مال، تو ہم طالبِ مآل یہ بو لہب کی مثل، تو بوذر کی ہم مثال
کیا زندۂ ابد کی ہو فانی سے دوستی
ممکن نہیں ہے آگ کی پانی سے دوستی

یہ ظلم میں ہیں فرد، تو ہم صبر میں ہیں طاق ہم قائلِ وفا ہیں، تو یہ مائلِ نفاق
ہم کو کرم کا، اِن کو ستم کا ہے اشتیاق ضدّین جو ہیں، اِن میں کہاں ربط و اتفاق
رستے جُدا، دوا و دَوِش ہے جدا جدا
مسلک جدا جدا ہیں روش ہے جدا جدا

(۴۶)

اس امر پر گواہ ہیں تاریخ کے ورق ہم کیوں جہاں میں رہ گئے، اِن کو ہے یہ قلق
باقی ہیں ہم، مٹانے پہ بھی مثلِ صدقِ حق تاریخِ ما سبق سے یہ لیتے نہیں سبق
ہم ہیں حیات، شکل مٹی تخت و تاج کی
چودہ صدی گواہ ہے عظمت پہ آج کی

کہتے ہیں یہ، کہ قائلِ پروردگار ہیں اللہ کے حبیب پہ بھی ہم نثار ہیں
اصحابِ مصطفیٰؐ کے بھی، یہ یارِ غار ہیں لیکن علیؑ کے ذکر نگاہوں میں خار ہیں
یہ بات کوئی پوچھے تو قومِ جہول سے
تن سے ہے عشق، بغض ہے فرقِ رسولؐ سے

فرقِ رسولؐ وہ، جو نبیؐ کے وزیر ہیں بعد از نبیؐ جہان میں جو بے نظیر ہیں
مشکل کشا، ہزبرِ خدا، قلعہ گیر ہیں اللہ کے ولی ہیں، جنابِ امیرؑ ہیں
حق ہو جہاں، جہاں میں، وہاں ساتھ ہیں علیؑ
بس انتہائے مظہرِ آیات ہیں علیؑ

حق کے عزیز، **یوسفِ** یثرب کے جاں نثار ایماں کی اصل، **صاحبِ دیں**، فخرِ روزگار
ایسے **کریم بخش** دیں اونٹوں کی جو قطار **نازل** ہوئے ہیں مدح میں آئے بہ **افتخار**
احمدؐ بہ فیضِ حق، جو **حبیبِ** خدا ہوئے
حیدر بھی دو جہان کے مشکل کشا ہوئے

بھائی وہ ہے کہ جس کے ہیں قبضے میں بحر و بر زعبہ ہے وہ جو لختِ دل سید البشر
بیٹے وہ پائے، دینِ خدا کی ہیں جو سپر قدرت ہے جن کو حسبِ محل صلح و جنگ پر
روشن سبھی چراغ ہیں، اس دودمان کے
ہر دور میں ہیں **فخرِ علیؑ** خاندان کے

(۵۱)

احمد علی حسینی و حسنی، بنتِ مصطفیٰؐ ہوں جہاں میں ان کے شرف سب سے ہیں سوا
جس پیر پر نگاہِ کرم ڈال دیں ذرا اعزازِ **غوث بخش** دیں اس کو یہ برملا

اہلِ وِلا کا درد ہیں افکار آپ کے
برتر ہیں قدسیوں سے **عزادار** آپ کے

رحمت ہیں کبریا کی **محمد میاں** دہر چرچا ہے جن کے خُلق و مروّت کا شہر شہر
ہے اِن کی ذات کفر و ضلالت کے حق میں زہر مٹ جائیں دو جہاں، جو یہ دیکھیں بہ چشمِ قہر

دشمن ہیں بد نصیب، زمیں آسمان میں
جو دوست ہیں وہی ہیں **سجاگو** جہان میں

خورشیدِ دیں نبی ہیں تو **اختر حسین** ہیں ارشادِ مصطفیٰؐ ہے، کہ **اطہر حسین** ہیں
فضلِ خدا سے دین کے **سرور حسین** ہیں کو ذبح ہو گئے پہ **مظفر حسین** ہیں

جلووں سے ان کے ماند تجلّی ہے طور کی
موسیٰ بھی کہہ رہے ہیں عطا ہے **غفور** کی

ہے کربلا گواہ کہ **صابر حسین** ہیں تطہیر کا ہے قول کہ **طاہر حسین** ہیں
بے شک امامِ باطن و ظاہر حسینؑ ہیں ہے شکر کی زباں پہ کہ شاکر حسینؑ ہیں

افضالِ کبریا سے وہ **اقبال** پایا ہے
قرآن بہرِ مدحتِ **شبیر** آیا ہے

شاہد ہیں سب کہ فاتحِ خیبر کا یہ پسر تھا گود میں کبھی، کبھی دوشِ رسولؐ پر
کیوں ان کو پیار کرتے پیمبر نہ اس قدر امت کی مغفرت کا تھا سہرا انہیں کے سر

سجدے میں ناز اٹھائے تھے اس نورِ عین کے
ایسے تھے قدر دان، **محمد حسین** کے

(۵۶)

آغوش میں انہیں کی پلے تھے وہ حق گزار جو فردِ کائنات تھے یکتائے روزگار
جاں باز، سر فروش، نمازی، وفا شعار خالق کی ڈھال، دینِ پیمبر کی **ذوالفقار**

کس کس کا تذکرہ ہو بیاں سب ہی شیر تھے
کرّار تھے، دلیر تھے، ابنِ دلیر تھے

ثمہ کے بھتیجے، بھانجے، بھائی، پسر، غلام پروانہ ہائے شمعِ امامت بلا کلام
پڑھ کر درود کرتے ہیں قدسی جنہیں سلام خم ہوتے ہیں مزاروں پہ خود، بارہویں امام

ہو کر فنا بقا کی نظر میں سما گئے
سَر چڑھ گئے سناں پہ تو معراج پا گئے

منظر، ریاض، دین محمد کا تھا **جمیل** مسلم کو جن پہ ناز ہو ایسے تھے وہ **عقیل**
صادق تھے اپنے قول کے باشوکتِ جلیل جرات میں بے مثال تھے، ہمت میں بے عدیل

اِن سا کوئی جری، نہ حسین و وجیہہ ہے
پیشِ نگاہ آج بھی ان کی **شبیہہ** ہے

سبطِ حسن، جہاں میں تھے **باقر** بہ کر وفر **قاسم** کی جن کے حال پہ **شفقت** کی تھی نظر
نورالحسن، وقار علی، صاحبِ ظفر مداح جن کے فضل کے **جعفر** مَلک سیر

ایسے بھی باعمل تھے سب اس خاندان میں
یہ ذی شرف تھے **جان محمد** جہان میں

یہ تھے **رشیدِ** عصر، **دبیر** جہانِ نور **سجاد** ایسے سجدوں میں حاصل جنہیں سرور
مغلوب جن کے زورِ عقیدت سے مکر و زور تھے بے قصور، مر کے ملے خلد کے قصور

دم خم سے ان کے زور گھٹا کاذبین کا
جھنڈا، گڑا ہے کفر کی سرحد میں دین کا

(۶۱)

یہ جان و دل سے عاشقِ جانِ بتول تھے پابند تھے فروع کے سب با اصول تھے
حیدرؑ کے مقتدر تھے **غلامِ رسول** تھے روحِ **علی حسین** کے گلشن کے پھول تھے
دل میں تھا اِن کے عشق خدائے قدیر کا
بعد از رسولؐ، عشق نبیؐ کے وزیر کا

جس بات پر یہ اَڑ گئے وہ **دلنواز** تھی **اڑیل** کہے انہیں کوئی، یا بات کا دھنی
ایسے تھے یہ **غلامِ نبی**، حق پہ جان دی **بھولے** تھے پھر بھی جانتے تھے قدر زندگی
کیا قدر ان کے عزم کے آگے ہواؤں کی
ان کے گھٹا سکے گی نہ **بَل**، لُو جفاؤں کی

یہ سب تھے سرفروشوں کی آغوش کے پلے وہ مُستقل مزاج، نہ مرکز سے جو ٹلے
طوفان تھا کہ دل میں شہادت کے ولولے دریائے خوں میں تیر گئے، ایسے منچلے
سَر مایا قوم کا، دلِ فطرت کا چین تھے
خادم حسین کے تھے **محبِ حسین** تھے

کوئی تھا ان میں پھول، کوئی غنچہ لب کلی چہروں سے ولولے تھے، دلیروں کے منچلی
ان کے غلام جن کے فضائل ہیں سب جلی یعنی ابوتراب، **علی حیدر** اور ولی
سب جاں نثار، آلِ بشیر و نذیر تھے
طینت کے تھے **رئیس**، تو دل کے **امیر** تھے

اِن اغنیا میں، حُر کا پسر، بھائی، اور غلام کہتے تھے ہم نے روکی ہے راہِ شہِ انام
حُر کا یہ قول تھا کہ نہیں فکر کا مقام وہ ہیں **امام بخش**، ہی دیں گے خطا تمام
پھر کر رہیں گے دن مرے بختِ سیاہ کے
اللہ بخش، دے گا توسُّل سے شاہؑ کے

(۲۶)

مہدی ہے اپنا **ہادیٔ**، آخر بعز و جاہ **کوثر** کی جس کے در سے ملی، دو جہاں کو راہ
مثلِ **کریم** آنکھ سے روپوش ہے وہ ماہ **شاہد**، خدا کا، **دینِ محمد**، کا بادشاہ
ہر پھول میں جو عطر ہے ان کی **شمیم** کا
احسان، سر بسر ہے خدائے **حکیم** کا

کہتا ہے دل، کہ نار سے **بچ چل** سوئے امام راہی ہوا یہ سُن کے، وہ شبیر کا غلام
چومے قدم پہ گر کے جو، پائے شہِ انام بولی یہ مغفرت، کہ مبارک ہو نیک نام
حُر کو شہؑ نے نار سے آزاد کر دیا
پہلے وفا کی راہ میں غازی نے سَر دیا

دیکھا ہے اپنی آنکھ سے خود میں نے وہ مقام جس جا ہوا شہید، شہِ پاک کا غلام
کہتا ہے اب بھی، مقبرۂ حُرِ نیک نام اِس سر زمیں پہ، حدِّ وفا کا ہے اختتام
حیثیت اس لحد کو ہے حاصل ستون کی
تمہید ہے، یہیں سے بہتّر کے خون کی

اب میں ہوں اور یادِ شہیدانِ کربلا وہ غم، وہ شاہِ بے سر و سلانِ کربلا
وہ بیکسوں کا خون، وہ دامانِ کربلا لاشوں سے پُر، وہ گنجِ شہیدانِ کربلا
اکبرؑ ہیں اِس طرف، تو وہ قاسمؑ پڑے ہوئے
گھوڑے کے نعل، جسمِ حزیں میں گڑے ہوئے

وہ اِک طرف، حبیبِ امام زماں کی لاش اِک سمت حاملِ عَلمِ خونچکاں کی لاش
بچے کی لاش ہے، تو کہیں نوجواں کی لاش سب سے جدا بتولؑ کے آرامِ جاں کی لاش
رونے کی، ایک بی بی کے آواز آتی ہے
ماں جیسے سَر کو پیٹ کے آنسو بہاتی ہے

(۷۱)

غیروں کے دل بھی ہوتے ہیں سُن سُن کے بے قرار اس سمت جو گزرتا ہے روتا ہے زار زار
میں اُس حرم میں جبکہ فروکش تھا ایک بار ہر وقت لب پہ نوحہ تھا ہر دم تھا اشکبار
اکبرؑ کی یاد میں کبھی اصغرؑ کی یاد میں
آٹھوں پہر فغاں تھی، بہتّر کی یاد میں

اِک دن جو روتے روتے میں روضے میں سو گیا دیکھا میانِ خواب، عجب غم کا ماجرا
جیسے مزارِ پاک سے نکلے شہِؑ ہُدا آغوش میں امام کی اِک طفلِ مہ لقا
کُرتا تمام خون میں بچے کا لال ہے
باچھوں میں اِس کے شیر ہے گردن نڈھال ہے

دیکھا جو دور سے یہ شہِؑ دیں کا حالِ زار باقی رہے حواس، نہ دل کو رہا قرار
بے اختیار پیٹ کے سر، ہو کے اشکبار خود کو گرادیا قدمِ شہؑ پہ ایک بار
سر تا قدم تھے زخم قبا پاش پاش تھی
بیکس پدر کی گود میں بچے کی لاش تھی

اِک ہاتھ سے سنبھالے تھے لاشہ شہِؑ ہُدا اور دوسرا تھا ہاتھ کمر پر رکھا ہوا
رو کر یہ میں نے پوچھا، کہ یا شاہِ کربلا اب تک کمر میں درد ہے مولا کی، میں فدا
میرے سوال نے مرے خود ہوش کھو دئے
اور ہائے بھائی کہہ کے شہِؑ پاک رو دئے

پھر آہِ سرد بھر کے یہ بولے شہِؑ ہُدا تا حشر بھی نہ بھولے گی عباسؑ کی وفا
کچھ یوں کمر کو توڑ گئے جانِ مرتضیٰ لاشہ بھی ہم سے اُٹھ نہ سکا اپنے لال کا
کھا کر سناں لہو میں جب اکبرؑ نہائے تھے
لاش اُن کی ہم بہن کے سہارے سے لائے تھے

(۷۶)

عباسؑ کے الم نے ہر اِک غم بُھلا دیا اُٹ کر حرم کا قافلہ جب شام کو چلا
گردن میں طوق پہنے تھے بیمارِ کربلا سب بیبیاں اسیر تھیں، زینبؑ تھی بے ردا
نیزے پہ اشقیاء مرا سر لے کے جاتے تھے
عباسؑ ہر قدم پہ مجھے یاد آتے تھے

زہراؑ کے خاندان میں کچھ میں ہی اِک نہیں پیارے تھے سب کو اتنے ہی عباسِ مہ جبیں
پہنچا تھا قافلہ، درِ ساعت کے جب قریں لاکھوں کا تھا ہجوم، تماشائی تھے لعیں
تھا حکم، اسیر، شہر میں اس در سے آئیں گے
زینبؑ مصر تھیں ہم تو اُدھر سے نہ جائیں گے

برہم ہوئے یہ سُن کے جو اعدا مریض پر خولی کا تانیانہ تھا بیمار کی کمر
یاد آئے تب بہن کو بھی عباسِ نامور رو کر سوئے فرات پکاری یہ پیٹ کر
دُرّوں سے جان ہونٹوں پہ عابد کی آئی ہے
عباسؑ بھائی آؤ مدد کو دہائی ہے

قطعات درواقعہ ٹھیڑی

سیدانیوں کی سب یہ آغوش کے پلے ہیں
دی جان راہِ حق میں ایسے یہ منچلے ہیں
افعال ان کے کیا تھے، یہ پوچھنا عبث ہے
حُر کی طرح بُرے تھے حُر کی طرح بھلے ہیں

☆

اسیرِ عشقِ شہِؑ مشرقین میں ہوتے
وِلا میں ڈوب کے، آرام و چین میں ہوتے
یہ سب شہید اگر کربلا میں ہوتے فیضؔ
خدا گواہ ہے، فوجِ حسینؑ میں ہوتے

☆

فنا تھی اِن کے لئے، اور نہ یہ فنا کے لئے
ہوئے تھے خَلق، عزائے شہِؑ ہُدا کے لئے
پئے حفاظتِ دینِ نبیؐ بہ فیضؔ حسینؑ
قضا پہ ٹوٹ پڑے، دائمی بقا کے لئے

☆

کیا بتائیں تمھیں کہ کیا ہیں یہ
گوہرِ معدنِ وفا ہیں یہ
کم ہے کہہ دوں اگر بہ فیضؔ حسینؑ
شرحِ تاریخِ کربلا ہیں یہ

☆

وفا سرشت و خلوص آشنا و پاک ضمیر
وہ جراتیں خمِ ابرو سے کاٹ دیں شمشیر
اسی لئے ہوئے حفظِ عزائے شہؑ پہ نثار
کہ اِن میں خاکِ درِ بوترابؑ کا تھا خمیر

قطعات

اُن شہدائے ٹھیٹری کے نام جو متعلقہ مرثیے میں شامل نہ ہو سکے

تھا وردِ زباں ان کے جو نامِ عباسؑ
پھیلی تھی ہر ایک سمت مشامِ عباسؑ
رضواں بھی بڑھا فیضؔ پئے استقبال
جنت میں گئے جبکہ **غلامِ عباسؑ**

حِلم بھی بے مثل ہے اور زور بھی بے انتہا
گاہ شبّرؑ اور کبھی حق کے ولی عباسؑ ہیں
خدمتِ سبطِ نبیؐ اور لبِ نہرِ فرات
واں **حسنؑ عباسؑ** تھے اور یاں **علیؑ عباس** ہیں

نعمتِ جنت کی، کیا پروا ہے فیضؔ
گر علی نعماتِ بے حد بخش دیں
مجھ کو **حیدرؑ بخش** دیں کوثر کا جام
قصر جنت کے **محمدؐ بخش** دیں

مرثیہ نمبر۔۱۰

بعنوانِ ''تبرّک''

کُل تعدادِ بند: ۸۲

مطلع

مجھ کو سب خسروِ اقلیمِ سخن کہتے ہیں

(۱)

مجھ کو سب خسروِ اقلیمِ سخن کہتے ہیں پختہ فنکارِ سخن۔ صلابِ فن کہتے ہیں
وادیِ مدح کا شاداب چمن کہتے ہیں یعنی مدّاحِ شہنشاہِ زمن کہتے ہیں
ہے رقم نام۔ جوشیؔر کے مستانوں میں
کیوں نہ ہو۔ہوش سنبھالا ہے عزا خانوں میں

شوق بچپن سے مجھے مجلس و ماتم کا رہا ہر قدم پیشِ نظر۔ سبطِ نبیؐ کا غم تھا
دی بزرگوں نے وہ تعلیم۔ جو تھی بیش بہا اُن کا صدقہ ہے۔ جو میں ذاکرِ شبّیرؑ ہوا
تربیت ایسی نہ ملتی۔ تو نہ ماہر ہوتا
مدح خواں ہوتا۔نہ ذاکر۔نہ میں شاعر ہوتا

مل گئی دولتِ دیں اِس کی بدولت مجھ کو رہ کے پستی میں بھی حاصل ہوئی رفعت مجھ کو
نہیں واللہ کسی شے کی ضرورت مجھ کو حاصلِ زیست ہے شبّیرؑ کی مدحت مجھ کو
ماسوا اس کے۔کوئی ذکر نہیں بھاتا ہے
دل اسی شغل میں واللہ بہَل جاتا ہے

تھی عزائے شہِؑ مظلوم میں یہ سرشاری ماہِ ذی الحجّہ سے ہوتی تھی یہ سب تیاری
مرثیہ پڑھنے کی تھی مشق جو باری باری اِسی مکتب میں۔ یہ تھا درس مسلسل جاری
بیٹھے جس وقت بھی مجلس میں نکل کر گھر سے
قصّہءِ ظالم و مظلوم سنا منبر سے

ماہِ ذی الحجّہ سے تا آٹھ ربیع الاوّل کھانے پینے کا۔ نہ آرام کا تھا کوئی محل
رہتا تھا ذکرِ شہادت کے لئے دل بیکل شوق کہتا تھا یہی۔مجلسِ شبّیرؑ میں چل
مرثیہ خواں کی خطابت جو بہت بھاتی تھی
سُنتے ہی ذہن میں ہر بات اُتر جاتی تھی

(۲)

مجلسِ شہؑ سے ملی ہے مجھے تعلیم یہ سب
پاس کرتا ہوں جوانوں کا۔بزرگوں کا ادب
مجھ کو حاصل اسی مکتب سے ہوا یہ منصب
سُن لیں احباب۔مری مرثیہ گوئی کا سبب
درحقیقت وہ مناظر تھے۔یہ پس منظر ہے
مجھ کو معراج میسّر جو سرِ منبر ہے

مرثیہ گوئی میں۔کرتا ہوں میں تقلیدِ انیسؔ
جو بہ ہر زاویہ۔اقلیمِ سخن کا ہے رئیسؔ
ہے زباں جس کی سلیسؔ اور بیاں بھی ہے نفیسؔ
ہو نہ ہم پلّہ کبھی۔مل کے کہیں گردس بیس
غیر کی طرزِ بیاں میں یہ روانی ہی نہیں
یہ وہ شاعر ہے۔کہ جس کا کوئی ثانی ہی نہیں

مرثیہ گوئی میں۔ہم عصر تھے اِک ان کے دبیرؔ
جن کے معراجِ سخن کی نہیں دنیا میں نظیر
تھی ہر اِک صنفِ سخن اُن کے شکنجے میں اسیر
خامہ قرطاس پہ چلتا تھا مثالِ شمشیر
آج تک دہر میں اس صنف میں نام اُن کا ہے
سوز خوانی کے لئے وقف کلام اُن کا ہے

اب بھی تاریخ کے سینے پہ ہیں وہ نقش ونگار
تھا عزاداری کا بس۔مرثیہ خوانی پہ مدار
قابلِ دید تھا۔ہر ذاکرِ شہؑ کا کردار
نہ تصنع۔نہ بناوٹ۔نہ تجارت درکار
مجلسِ غم میں وہ ذکرِ شہدا کرتے تھے
پُرسا شبّیرؑ کا۔زہراؑ کو دیا کرتے تھے

اُن کے ایمان وعقیدت میں تھی شامل یہ بات
آتی ہیں سننے کو۔زہراؑ سی رفیع الدّرجات
کوہرِ اشک یہ دیتے تھے بطورِ سوغات
ان کے اعمال میں لکھتے تھے فرشتے حسنات
حق میں ذاکر کے عزادار دعا کرتے تھے
ختمِ مجلس پہ تبرّک بھی دیا کرتے تھے

(۱۱)

اب خطیبوں کا یہ عالم ہے کہ خالق کی قسم کر کے طے۔پیشگی لیتے ہیں یہ پڑھنے کی رقم
سخت برہم ہوں۔اگر دیجیے پیسے کچھ کم ذکرِ شبّیرؑ میں کرتے ہیں سیاست مُدغَم

شیرِ مادر کی طرح ہضم یہ کر جاتے ہیں
اب تو علّامہ تبرّک کی رقم کھاتے ہیں

اس کا پڑنے لگا اب مرثیہ خوانوں پہ اثر سَر میں اس سودے کا رہنے لگا سودا یکسر
مرثیہ خوانی کی۔طے کرتے ہیں اُجرت اکثر منتظر رہتے ہیں پیسوں کے یہ مجلس پڑھ کر

اپنے سر مفت کا الزام لیا کرتی ہے
چندہ کر کر کے انہیں قوم دیا کرتی ہے

یہ نہ پوچھو۔کہ عزادار سے کیا ملتا ہے جس قدر کیجیے طلب۔اُس سے سوا ملتا ہے
طے جو ہو جائے۔وہ بے چون وچرا ملتا ہے سال بھر کھاتے ہیں۔اتنا بخدا ملتا ہے

اِس پہ مطلق اثرِ گردشِ ایّام نہیں
اس تجارت میں۔خسارے کا کہیں نام نہیں

اس کمائی پہ ہیں۔ہر قسم کے محصول معاف آمد وخرچ زبانی ہے۔تو میزانیہ صاف
ہو نہیں سکتا حکومت کا محکمہ بھی خلاف عدل کہتے ہیں اسے۔ہے یہی شکلِ انصاف

ذاکروں میں۔کوئی نظروں پہ جو چڑھ جاتا ہے
نرخ پھر اُس کی پڑھائی کا بھی بڑھ جاتا ہے

پیش کی جاتی ہے خوراک مرغّن اکثر کھانے پینے میں۔یہ رکھتے نہیں مطلق بھی کسر
میزباں۔رکھتا ہے آرام پہ ذاکر کے نظر اُن مُدارات کے باوصف ہیں یہ طالبِ زر

ذاکروں کا یہ طریقہ تو بہانہ ہے
یہ عزاداروں پہ اِک قسم کا جرمانہ ہے

مجلسِ شہؑ کی بدولت ہے انہیں عیش نصیب ذاکرِ نوکوئی اُبھرے۔تو بنیں اُس کے رقیب
خود ہیں جُو رس۔یہ خطابت کا طریقہ ہے عجیب دیتے رہتے ہیں یہ۔ایثارِ علیؑ کی ترغیب

قول اور فعل میں تکرار نظر آتی ہے
ساری تقریر ہی بیکار نظر آتی ہے

دست بستہ۔یہ خطیبوں سے گزارش ہے مری دیں بچانے کے لئے شاہ نے کیا جان نہ دی
کون تھا جس نے تمھیں دولتِ ایماں بخشی تم خطیبوں پہ نہیں۔کیا کوئی احسانِ نبیؐ

پیسے لے لے کے مجالس جو پڑھا کرتے ہو
کیا یوں ہی۔اجرِ رسالت کا ادا کرتے ہو

اور کسی زاویہ سے۔ہے کوئی گر اِس کا جواز اوجِ منبر سے بیاں کیجیے۔نہ کھیلیے اسے راز
گر گزر اور بسر کا ہے۔یہی اِک انداز یہ بھی سوچا ہے کبھی آپ نے اے بندہ نواز

رزق کیا آپ ہی رازق سے بھلا پاتے ہیں
مفت جو پڑھتے ہیں۔کیا فاقوں سے مر جاتے ہیں

کیا نہیں پیشِ نظر حرِّ دلاور کی مثال آ گیا خدمتِ شبیرؑ میں۔سب چھوڑ کے مال
اے خطیبو مجھے اس امر کا بے حد ہے ملال زیورِ علم سے آراستہ اور جہل مآل

اجر گر لے لیا یاں۔حشر میں کیا پاؤ گے
میں سمجھتا ہوں۔کہ دھتکار دیئے جاؤ گے

دین کے علم کا۔کچھ ایسا گرا ہے معیار دھم سے جس طرح گرے۔ریت کی کوئی دیوار
عالموں میں۔وَرَقِ سادہ کا ہوتا ہے شمار ملتا جلتا سا ہے بوجہل سے اِن کا کردار

خود ستائی کی عبا۔جہل کا عمامہ ہے
جس کو دیکھو۔وہی اس دور میں علّامہ ہے

یہ بھی سوچا ہے کبھی تو نے اماؔ کے بیمار　　سر پہ ہر وقت ترے بھوت ہے شہرت کا سوار
ہے تصنع پہ تری زیست کا کُل دار و مدار　　خوش عقیدے کو۔ دکھاوے سے بھلا کیا سروکار
مال و حشمت کو۔ نہ عالم کو۔ نہ وہ جاہل کو
پنجتن دیکھتے ہیں صرف خلوصِ دل کو

نوحہ خوانوں کا بھی اس دور میں دیکھا یہ حال　　مُفت کے مال کو۔ گردانتے ہیں اکلِ حلال
اس بُری رسم کی۔ دنیا میں نہیں کوئی مثال　　سوزخواں بھی تو بڑھانے لگے اب دستِ سوال
ناروا فعل کا۔ ہر شخص ہی دلدادہ ہے
کسبِ زر کے لئے خود ساختہ یہ جادہ ہے

بہتِ حؔ نے بھی۔ اب پاؤں نکالے ایسے　　مجلسیں پڑھنے کے۔ کرتی ہیں طلب یہ پیسے
یہ سمجھ کر۔ کہ یہ حقدار ہیں اس کی جیسے　　کسبِ زر کے یہ نکالے ہیں طریقے کیسے
رٹ کے مجلس۔ یہ امیروں میں تو پڑھ لیتی ہیں
عذر سو طرح کے مفلس سے یہ گڑھ دیتی ہیں

سب کو ہے علم۔ جو ہیں شرعِ پیمبرؐ کے اصول　　جبر کو دخل ہو جس میں۔ وہی حاصل ہے فضول
بخوشی کوئی رقم دے۔ اسے کر لیجے قبول　　اب عزادار سنیں۔ بات ہے بالکل معقول
زر بھی دو۔ ذاکروں کی عزّت و تکریم کرو
پر تبرّک بھی تو اطفال میں تقسیم کرو

ہیں دھواں دار تقاریر میں یہ سب ہشیار　　ان کو علاّمہ نہ کہیئے۔ کہ یہ سب ہیں فنکار
سامعین اتنے ہیں۔ جن کا کہ نہیں کوئی شمار　　بیٹھنے کے لئے مل جائے جگہ ہے دشوار
یہ تو مانا۔ کہ عزاخانے تو بھر جاتے ہیں
کہیں اطفال بھی مجلس میں نظر آتے ہیں

(۲۶)

اس حقیقت سے کوئی کر نہیں سکتا انکار کچھ وہ ہیں جن کو بہر طور ہے گانا درکار
نہ شریعت سے۔ نہ کچھ شرع سے ان کو سروکار ان کی نظروں میں نہیں۔ نام کو منبر کا وقار
خواہشِ داد میں کم بخت مَرا کرتے ہیں
شعر یہ گا کے جو منبر پہ پڑھا کرتے ہیں

اس طرح کرتا ہے منبر سے روایات بیاں جس سے ہے بغض و حسد۔ کبر و ریا صاف عیاں
ذاکرِ شہؑ یہ سمجھ کر بخدا کھول زباں کچھ پڑھے لکھے ہیں مجلس میں تری اے ناداں
ذہن میں سامع کے مطلق نہ جگہ پاتی ہے
ایسی تقریر تو۔ سر سے ہی گزر جاتی ہے

پیروِ پنجتنِ پاک۔ مجھے یہ تو بتا ان کے گھر میں بھی کوئی عیش کا ساماں دیکھا
باعثِ فخر تھا ان کے لئے فقر و فاقہ ترک کی دنیا۔ اور اسلام پہ کی جان فدا
صدقِ دل سے تُو مگر۔ پیروِ شبّیرؑ نہیں
یہ سبب ہے کہ بیاں میں ترے تاثیر نہیں

منبعِ فکر و نظر ہے ترا لے دے کے قیاس جس سے کرتا ہے روایات و احادیث کا ناس
ایسی جدّت بخدا آئے گی تا حشر نہ راس کرتا رہتا ہے تو منبر سے کچھ ایسی بکواس
گڑھ کے وہ پڑھتا ہے۔ جس کا کہ کہیں نام نہیں
کون کہتا ہے کہ تو لائقِ دُشنام نہیں

یوں خطابات کی اب ہوتی ہے بوچھار یہاں یہ ہے دعبلؔ۔ وہ فرزدق یہ انیسؔ دوراں
اُن کا سا علم و عمل ہر کس و ناکس میں کہاں خوبیاں اُن میں جو تھیں ان میں نہاں ہیں نہ عیاں
خودستائی سے جو بنتا ہے تو بن جائے انیسؔ
چُھو نہیں سکتا کوئی گردِ کفِ پائے انیسؔ

(۳۱)

اِس جگہ رُک گیا خامہ مرا وقتِ تحریر یہ رقم کرنے میں ہوتی ہے حیا دامن گیر
بخدا اس کی اجازت نہیں دیتا ہے ضمیر اس سے واقف ہیں بہر طور۔صغیر اور کبیر

حیدری نعرہ جو مجلس میں کیا کرتے ہیں
اس کی اُجرت۔یہ خطیبوں سے لیا کرتے ہیں

یا حسینؑ ابنِ علیؑ۔ یا شہِ بطحا مدد ے ذکرِ شبیرؑ بھی اب بکتا ہے آقا مدد ے
طفل گمراہ ہوئے جاتے ہیں۔مولا مدد ے یہ مَرض ہوگیا ہے عام۔مسیحا مدد ے

صبحِ اُمید کی اب شام ہوئی جاتی ہے
ساری تبلیغ ہی ناکام ہوئی جاتی ہے

اور کچھ دیکھے ہیں ایسے بھی جہاں میں مومن سن کی کچھ قید نہیں ہے۔وہ جواں ہوں کہ مُسن
ذکرِ شبیرؑ میں مشغول ہیں۔ہو رات کہ دن دست کش قوم سے اُجرت کے ہیں یہ سب محسن

مجلسِ شاہِ شہیداں یہ پڑھا کرتے ہیں
ذکر شبیرؑ کا یہ مفت کیا کرتے ہیں

اَب میں مدّاحوں کی عظمت کا سناؤں تمھیں حال دولتِ مدحتِ شبیر سے تھے مالا مال
نام لوں اُن کے ائمہ نے کیا جن کو نہال کوئی دعبلؔ نہ کمیتؔ اور نہ فرزدق کی مثال

مال و زر مرثیہ گویوں کو دیا مولاؑ نے
کچھ خطیبوں کو بھی بخشا ہے بھلا مولاؑ نے

سرسری جائزہ اِک روز جو مجلس کا لیا دل پہ احوال بہت اس کے فوائد کا کھلا
دیں کی تعلیم کا۔ یہ طرز ہے دنیا سے جُدا درحقیقت یہ حقیقت ہے سنو اہلِ عزا

طفل مجلس میں۔تبرّک کے لئے آتے تھے
چند جملے ہی سہی۔کان میں پڑ جاتے تھے

(۳۶)

عمر کے ساتھ ہی بڑھتا تھا جو بچّوں کا شعور خود بخود ہوتا تھا احساسِ تبرّک کافور
ہوتا تھا ولولہءِ شرکتِ مجلس بھرپور چاہے وہ گھر کے قریں ہو۔کہ محلّے سے ہو دُور
تھی قیامت کی کشش۔درد کے افسانوں میں
مجلسیں سننے کو جاتے تھے عزاخانوں میں

اب جو ہوتے نہیں اطفال شریکِ مجلس مجلسی علم کی دولت سے رہیں گے مفلس
کس طرح سمجھیں گے یہ۔مسئلہءِ پاک ونجس کیسے جانیں گے یہ سب۔زیست کا رطب ویابس
کر کے شرکت ۔یہ تبرّک جو نہیں پائیں گے
طفل پھر کس لئے مجلس میں بھلا آئیں گے

دین ہو جائے گا ان سب کی نگاہوں میں حقیر نہ سمجھ پائیں گے یہ فرقِ یزید وشبیرؑ
یہ ہر اِک معجزے کو سمجھیں گے جادو کی نظیر گندہ ہو جائے گا ہمراہ عقیدے کے ضمیر
شوخیِ کفر جو دامن سے لپٹ جائے گی
عمر گمراہی و بے دینی میں کٹ جائے گی

گر ضعیفوں کو سنانی ہیں مجالس مقصود یہ سمجھ لیجئے۔یہ کاوش وکد ہے بے سود
ہیں چراغِ سحری۔تاب وتواں ہے مفقود نسلِ نو کے لئے۔راہیں تو نہ کیجیے مسدود
دل مرا۔سوچ کے اس بات کو گھبراتا ہے
مقصدِ مجلسِ شہؑ فوت ہوا جاتا ہے

اس قدر قلب پہ بے دینی کا گہرا ہے اثر اس مرض کا کوئی درماں۔نہ کوئی چارہ گر
پستیءِ جہل کی آغوش میں ہیں فکر ونظر کدو کاوش کا نتیجہ۔نظر آتا ہے صفر
کوئی اصلاح کا رستہ جو نہیں پاتے ہیں
ہیں جو حسّاس۔وہ اس غم میں گھلے جاتے ہیں

(۴۱)

اس سے آگاہ ہیں دنیا میں ہیں جتنے ہشیار عقل ہوجاتی ہے۔اندوہ والم سے بیکار
زیست سے ہوتی ہے نفرت تو قضا سے اسے پیار آتی رہتی ہے دعا موت کی لب پر ہر بار
یوں تو ہر غم۔ جسدِ زیست گھلا دیتا ہے
شدّۃ کا غم۔ ہر غمِ دنیا کو بھلا دیتا ہے

تلخیٔ غم سے ہے آگاہ۔ ہر اک فردِ بشر انبیاء اس سے نہ محفوظ۔ ولی ۔ پیغمبرؑ
فرق اتنا ہے کریں غور اگر اہلِ نظر نسبتِ ظرف سے۔ ہر ایک پہ پڑتا ہے اثر
کچھ تو اس راہِ مصائب سے گزر جاتے ہیں
بعض ایسے ہیں جو اس صدمے سے مر جاتے ہیں

غم میں دن زیست کے ہوجاتے ہیں کٹنے دشوار کسی کروٹ۔ کسی پہلو۔ نہیں ملتا ہے قرار
فکر رہتی ہے۔ کرے غم سے کسی طور فرار ماسوا اس کے۔ مداوا نہیں کوئی زنہار
ہے مقولہ ازلی۔ بات نہیں یہ کل کی
غم میں رو لینے سے۔ ہوتی ہے طبیعت ہلکی

اِس سے محفوظ جہاں میں نہیں انساں کوئی تیز تر ایسا نہیں خنجر و پیکاں کوئی
شدّتِ غم سے۔ نہ کیونکر ہو پریشاں کوئی اس کا جُز صبر جہاں میں نہیں درماں کوئی
غم بیاں کرنے سے۔ غم اور سوا ہوتا ہے
اور اگر ضبط سے لو کام۔ تو دل روتا ہے

تذکرے ظلم کے شبّیرؑ پہ جب ہوتے ہیں یہ سبب ہے۔ کہ غمِ شاہ میں ہم روتے ہیں
جاگتے رہتے ہیں دن رات نہیں سوتے ہیں پیٹتے ہیں سر و سینے کو بھی۔ جاں کھوتے ہیں
نوحہ خوانی کے سبب چشم ہماری نَم ہے
ہے عجب بات۔ کہ اغیار کو اس کا غم ہے

(۴۶)

ان سے کہتے نہیں ہم۔ گریہ و ماتم کے لئے غم ہمارے لئے ہے۔ اور ہیں ہم غم کے لئے
گوہرِ اشک بنے۔ دیدۂ پُرنم کے لئے شرط گریہ کی ہے۔ پیدائشِ آدم کے لئے
جو کوئی بعدِ ولادت نہیں رو پاتا ہے
ایسے مولود کو۔ مُردوں میں گنا جاتا ہے

نوجواں۔ طفل۔ ضعیف اور قوی روئے ہیں شاہ و درویش بھی۔ محتاج و غنی روئے ہیں
انبیاء۔ جن و ملک۔ اور ولی روئے ہیں مختصر یہ ہے کہ دنیا میں سبھی روئے ہیں
جان کو ہجر میں حوّا کی ہیں کھونے والے
سرِ فہرست تو آدمؑ ہی ہیں رونے والے

معترض بعدِ ولادت ترے روئے اجداد تو بھی رویا ہے۔ یہ ماں باپ کو ہوگا ترے یاد
بے خبر گریہ وزاری میں ہے انساں کا مفاد سنّتِ حضرتِ آدم ہے۔ یہ کیسا الحاد
مُنکرِ گریہ۔ بہانے کا عبث جویا ہے
کون ہے ایسا۔ جو دنیا میں نہیں رویا ہے

تذکرہ گریے کا واللہ ہے قرآں میں رقم ہجرِ یوسفؑ میں رہے۔ دیدۂ یعقوبؑ بھی نم
روئے ہیں لاشۂ حمزہؓ پہ رسولِ اکرمؐ حضرت نوحؑ بھی روئے ہیں جہاں میں پیہم
خالی خولی ہی سا۔ اسلام کا دم بھرتے تھے
کیا یہ حضرات بھی بدعت پہ عمل کرتے تھے

شرم کر شرم۔ ارے دشمنِ دین و ایماں انبیاء تک پہ تجھے ہوتا ہے بدعت کا گماں
یہ اگر اس میں مُلوث ہیں۔ تو پھر دین کہاں تذکرے ان کے ہیں قرآں میں عیاں راچہ بیاں
مستعد ہوگیا تو۔ نار میں جانے کے لئے
اپنے اَسلاف کے ایماں کو بچانے کے لئے

(۵۱)

فکرِ اسلاف میں ہر وقت رہا کرتا ہے بے فضیلت کو فضیلت بھی دیا کرتا ہے
دشمنِ عقل کبھی سوچا۔ یہ کیا کرتا ہے تو اسی فکر میں دن رات گھلا کرتا ہے

ہیں جو اوصافِ علیؑ۔ اُن کو گھٹاؤں کیونکر
گُلِ ایماں کے مقابل اِنہیں لاؤں کیونکر

نا خلف یہ ترے اجداد سے بھی ہو نہ سکا روز و شب۔ مدحتِ حیدرؑ میں اضافہ ہی ہوا
جُھوٹ کا سچ پہ ملمع کبھی چڑھتا بھی ہے کیا دشمنِ حیدرِ کرّار۔ ذرا ہوش میں آ

کیا خبر تجھ کو نہیں۔ فاتحِ خیبر ہیں علیؑ
خویش ہیں۔ بھائی ہیں۔ دامادِ پیمبرؐ ہیں علیؑ

وہ علیؑ جس کا پسر شافعِ روزِ محشر اپنے کاندھوں پہ بٹھاتے تھے جسے پیغمبرؐ
دیں پہ جب وقت پڑا گس کے ضعیفی میں کمر معہ اطفال کیا۔ کوفے کی جانب کو سفر

ڈھونڈ کر تاجِ امامت کا وہ دُر لے آیا
کربلا گھیر کے۔ شبّیرؑ کو حُرّ لے آیا

جب ہوئی دسویں محرم کی قیامت کی سحر بولے بیٹے سے یہ شبّیرؑ کے اے جانِ پدر
آج تم ہم کو اذاں اپنی سنادو اکبرؑ سُن لیں آواز نبیؐ کی۔ تو ہو دنیا سے سفر

اُمّتِ جد کے لئے جاں کو گنوانا ہوگا
عصر کے بعد ہی۔ جنّت کو بسانا ہوگا

طاعتِ صبح سے فارغ جو ہوئے عرش سریر تیر برسانے لگے شاہؑ کے خیموں پہ شریر
قُربِ گہوارۂ اصغرؑ جو پڑے آکر تیر ہو کے بے چین پکاری یہ ربابِ دلگیر

شاہِ دیں آیئے بچہ نہ تلف ہوجائے
تیر سے گردنِ اصغرؑ نہ ہدف ہوجائے

(۵۶)

سُن کے یہ جلد ہوئے داخلِ خیمہ شبّیرؑ
پھر گئی چشمِ تصوّر میں۔ وہ خونی تصویر
حرملا کی وہ کماں سے ہوا سر ظلم کا تیر
وہ ہوا بازوئے شہ۔ گردنِ اصغرؑ نخچیر
سوچ کر بولے۔ اگر اب نہ نشانہ ہوگا
عصر تک تیر انہیں حلق پہ کھانا ہوگا

جب چھڑی جنگ۔ فداشہؑ پہ ہوئے گُل یاور
پھر کمر کس کے ہوئے۔ حاضرِ خدمت اکبرؑ
دیکھ کر شکل کو حسرت سے یہ بولے سرورؑ
تم نے کس واسطے زحمت یہ اٹھائی دلبر
جوڑ کر ہاتھوں کو کی عرض اجازت دیجے
کوئی باقی نہ رہا۔ اب مجھے رخصت دیجے

شہؑ نے فرمایا۔ کہ یہ ہم سے نہ ہوگا بیٹا
پہلے حاصل تو کرو۔ مرضیءِ اُمِ لیلےٰ
اور پھر مالک و مختار ہے زینبؑ دکھیا
وہ اجازت تمھیں دے دیں تو ہمیں عذر ہے کیا
شہؑ نے یہ سوچ کے ٹالا تھا نہ رخصت دیں گی
ماں پھوپھی اِن کو نہ میداں کی اجازت دیں گی

سر جھکائے ہوئے خیمے میں جو پہنچے اکبرؑ
پڑ گئی چہرۂ پژمردہ پہ زینبؑ کی نظر
بولیں لپٹا کے کلیجے سے کہ اے نورِ نظر
کیا کوئی رنج تمھیں پہنچا ہے قرباں تم پر
عرض کی شہؑ نہیں دیتے ہمیں رخصت رَن کی
آپ دلوا دیں پھوپی جان اجازت رَن کی

سامنے میرے گر اِن کو کوئی تکلیف ہوئی
سب کہیں گے کہ مدد باپ کی بیٹے نے نہ کی
کہنے والے کی زباں کو بھی پکڑتا ہے کوئی
اے پھوپی خاک میں مل جائے گی عزّت ساری
طعنے پر طعنے۔ بُرائی پہ بُرائی ہوگی
زندگی بھر مری انگشت نُمائی ہوگی

(۶۱)

سُن کے درخواست بھتیجے کی یہ زینبؑ نے کہا بھائی کی فکر میں۔میرے تو نہیں ہوش بجا
آپ کی مادرِ ذیجاہ ہیں اُمِ لیلےٰ بخش دیں گر وہ اجازت۔تو سدھارو بیٹا
ماں نے رنجیدہ جو دیکھا تو اجازت دے دی
بخوشی لال کو۔میدان کی رخصت دے دی

ہو کے خوش خدمتِ شبیرؑ میں آیا جو پسر پھر گیا شاہ کی امید پہ پانی یکسر
بہ تعجب یہ کہا۔تھام کے ہاتھوں سے جگر کیا پھوپی ماں نے اجازت تمھیں دے دی اکبرؑ
بولے انبوہِ غم و رنج میں دل شاد کیا
دُخترِ عقدہ کُشا نے مجھے آزاد کیا

لے گئے خیمے میں شہؑ تھام کے بازو اُن کا زینبؑ و مادرِ اکبرؑ سے یہ سرورؑ نے کہا
آپ دونوں نے تو۔مرنے کی انہیں دے دی رضا اِک نظر دیکھ لیں اب ان کو بناؤ دولہا
بخش دو دودھ بھی۔اب جا کے نہ گھر آئیں گے
لیلےٰ مقتل میں سناں سینے پہ یہ کھائیں گے

سج کے پھر اسلحہ تیار ہوا ماہِ لقا شہ جو پہنا چکے پوشاکِ رسولِ دوسرا
سر پہ عمامہ پیمبرؐ کا رکھا اور یہ کہا ہم کو نانا کی زیارت ہوئی حاصل بیٹا
یا علیؑ کہہ کے جوں ہی۔رخش پہ اکبرؑ بیٹھے
تھام کر ہاتھوں سے دل۔خاک پہ سرورؑ بیٹھے

بہ ادب سب کو کیا جُھک کے جو اکبرؑ نے سلام خیمہءِ سبطِ پیمبرؐ میں مچا اِک کہرام
بولے شبیرؑ بہ حسرت۔کہ مرے ماہِ تمام دیکھتے جایئے مُڑ مُڑ کے مجھے اے گلفام
زندگی ہجر میں اِک پَل کو بھی دوبھر ہوگی
اب ملاقات تو تم سے لبِ کوثر ہوگی

(۲۶)

رَن میں پہنچے تو کیا فوجِ مخالف سے کلام جد بھی۔بھائی بھی۔چچا بھی۔مرے بابا بھی امام
نام کو تم میں حمیّت نہیں۔اے لشکرِ شام کردئے بعدِ نبیؐ ترک اصولِ اسلام
ایذا ہر قسم کی۔اے ظلم کے بانی دینا
کس نے بتلایا کہ مہماں کو نہ پانی دینا

ایک بھی تم میں نظر آتا نہیں قبلہ شناس پنجتنی کا ہے۔نہ احکامِ شریعت کا ہے پاس
نام کو تم میں نہیں شرم و حیا کا احساس اُلفتِ دولت دنیا میں کیا دین کا ناس
اب بھی موقع ہے مظالم کی تلافی ہوجائے
مثلِ حُرؑ۔شاہؑ سے حاصل جو معافی ہوجائے

شمر نے سُن کے یہ اکبرؑ سے کہا ابنِ امامؑ کس لئے کرتے ہو تم ہم سے نصیحت کے کلام
ایسی باتوں سے چلا ہے۔نہ چلے گا کبھی کام کچھ بھی ہو۔کاٹوں گا میں فرقِ شہِ تشنہ کام
پھر یہ فوجوں سے کہا۔گھیر کے لاؤ اِس کو
برچھیاں مار کے گھوڑے سے گراؤ اِس کو

سُن کے یہ۔حملے کو آمادہ ہوئے ظلم شعار لشکری جتنے تھے ہاتھوں میں لئے تھے تلوار
یہ سمجھ کر۔کہ مری پشت پہ اکبرؑ ہیں سوار برچھوں اُڑجاتا تھا گھوڑا۔جو کوئی آتا تھا وار
ڈھونڈھتے پھرتے تھے سب دشمنِ دیں میداں میں
گرد تک اس کی۔نہ پاتے تھے لعیں میداں میں

ان کے شب دیز کی سرعت کی تھی بیٹھی ہوئی دھاک رہ گئی تھک کے ہوا پیچھے۔تو اُڑنے لگی خاک
تیغ اور اسپ نے مل کر کیا فوجوں کو ہلاک خون پیتی نہ تھکی گیتی۔کہ لہو تھا ناپاک
پر نہ تھے دونوں کے فوجوں پہ اُڑے جاتے تھے
مار دیتے تھے۔کچل دیتے تھے۔تڑپاتے تھے

تیغِ ہم شکلِ پیمبرؐ نے جو ستھراؤ کیا آئی تب شام کی فوجوں سے دہائی کی صدا
بڑھ کے شبیرؑ یہ چلّائے کہ اے ماہِ لقا رحم لازم ہے۔ کہ یہ اُمتِ جد ہے بیٹا
روک کر تیغ کو بولے۔ نہ لڑوں گا بابا
جان اب دین پہ قربان کروں گا بابا

سُن کے یہ۔ بھاگے ہوئے لوٹ کے آئے جوشریر گھر گیا فوج کے نرغے میں وہ پھر ماہِ منیر
مارتا تھا کوئی خنجر۔ کوئی برچھی۔ کوئی تیر درِ خیمہ سے کھڑے دیکھ رہے تھے شبیرؑ
گر کے گھوڑے سے یہ چلّائے۔ کہ آؤ بابا
آخری وقت ہے دیدار دکھاؤ بابا

کان میں آئی شہؑ دیں کے جو آوازِ پسر پھینک کر سر سے عمامے کو گرے ریتی پر
پھر چلے پکڑے کمر۔ رَن کو شہِ جن و بشر یہ وہ صدمہ تھا۔ پڑا جس سے بصارت پہ اثر
نظر آتا جو نہ تھا۔ نورِ نظر کا لاشہ
ڈھونڈتے پھرتے تھے مقتل میں پسر کا لاشہ

یک بیک شہ کو نظر آ گیا وہ ماہِ تمام سجدۂ شکر کو۔ ریتی پہ گرے شاہِ انام
زخم سینے کا چھپانے جو لگا وہ ضرغام بولے شبیرؑ۔ یہ کیا کرتے ہو اے گُل اندام
اس ضعیفی میں بھی یہ بارِ گراں کھینچوں گا
یا علیؑ کہہ کے۔ میں سینے سے سناں کھینچوں گا

لاش پھر لے کے چلے جانبِ خیمہ شبیرؑ دُور سے دیکھا کہ ڈیوڑھی پہ کھڑی ہے ہمشیر
رُک کے۔ کچھ سوچ کے فرمایا کہ اے بنتِ امیر یہ ابھی زندہ ہیں خیمے میں چلو بے تاخیر
فرطِ غیرت سے ابھی جاں سے گزر جائیں گے
تم کو بے پردہ جو دیکھیں گے تو مر جائیں گے

(۷۶)

شہؑ نے اکبرؑ کو جو خیمے میں لٹایا جاکر آگئے لاش کے چُو گرد حرم ننگے سر
گر پڑی خاک پہ۔ لاشے کے برابر مادر پڑ گئی سینۂ زخمی پہ جو زینبؑ کی نظر
بولیں اس صدمے سے۔ سینے میں جگر گھٹتا ہے
دل جلا جاتا ہے۔ رہ رہ کے دھواں اٹھتا ہے

خیمۂ اہلِ حرم میں تھا قیامت کا سماں جب چھڑاتے تھے پھوپی کو تو لپٹ جاتی تھی ماں
کِس کو سمجھاتا کوئی۔ سب ہی تھے مشغولِ فغاں سر جھکائے ہوئے شبّرؑ بھی تھے گریہ کناں
چھاتی ہر ایک کی۔ اس صدمے سے پھٹ جاتی تھی
لاشِ اکبرؑ سے سکینہؑ جو لپٹ جاتی تھی

غش سے چونکے تو عصا تھام کے آئے سجادؑ رو کے چلّائے کہ گھر ہو گیا کس کا برباد
کون دنیا سے اٹھا۔ کرتے ہیں سب کیوں فریاد مجھ سے کیوں رکھتے ہو مخفی۔ یہ ہے کیسی روداد
فضّہؑ اتنا تو بتا۔ کس کو قضا آئی ہے
رو کے وہ بولی۔ کہ اکبرؑ نے سناں کھائی ہے

سُن کے یہ عابدِ بیمار نے فضّہ سے کہا باپ پر میرے۔ یہ غُربت میں عجب وقت پڑا
لاش پر بھائی کی پہنچا دے مجھے۔ بہرِ خدا پُرسا شبّرؑ کو دے آؤں جواں بیٹے کا
رَن سے لائے ہیں پدر۔ نورِ نظر کا لاشہ
اِس ضعیفی میں اُٹھایا ہے پسر کا لاشہ

تھام کر بازوؤں کو لاش پہ لائی فضّہؑ جوں ہی عابدؑ نے جواں بھائی کا لاشہ دیکھا
رو کے بولے۔ مجھے غُربت میں اکیلا چھوڑا شہؑ نے عابدؑ کو جو دیکھا۔ تو یہ فضّہ سے کہا
بخدا یہ ترا احسان رہے گا سر پر
میرے بیمار کو لے جا کے لحابستر پر

(۸۱)

لے گئے لاش کو پھر خیمے کے باہر سروؑر تھے اسی فکر میں۔حیران و پریشاں ششدر
گر لحد کھود بھی لی میں نے برائے اکبرؑ قبر میں لاش اُتاروں گا میں تنہا کیونکر

جانبِ نہر صدا دی کہ اب آؤ عباسؑ
دفنِ اکبرؑ میں۔ مرا ہاتھ بٹاؤ عباسؑ

بولے رُخ کر کے یہ مقتل کو امامِ کونینؑ اے حبیبؑ آؤ۔مرا دل ہے نہایت بے چین
اے بنِ عوسجہؑ۔ سنتے نہیں تم شبیون و شبین اُٹھ کے آجاؤ جو تم سب۔ پئے امدادِ حسینؑ

دھوم سے میّتِ ناشاد کو اُٹھواؤں میں
اپنے ہاتھوں سے جواں لال کو دفناؤں میں

مرثیہ نمبر۔۱۱

فلسفہ عِ تبرّک

تعدادِ بند:۷۲

مطلع

فلسفہ رسمِ تبرّک کا بیاں کرتا ہوں

(۱)

فلسفہ رسمِ تبرّک کا بیاں کرتا ہوں
صرف اس امر میں کُل تاب تواں کرتا ہوں
ہیں جو اوصاف نہاں اُن کو عیاں کرتا ہوں
اختلافات کو بے نام و نشاں کرتا ہوں
مدعا یہ ہے کہ اس رسم کا عارف ہو جائے
جو بھی ناواقفِ تاریخ ہے واقف ہو جائے

میں بتاتا ہوں بہ تفصیل تجھے نیک نہاد
رسم یہ سیدِ سجّاد نے کی ہے ایجاد
کس لئے ہے تجھے پھر نامِ تبرّک سے عناد
مُتبرّک ہے۔ تبرّک ہے مُبارک بنیاد
سُنّتِ سیدِ سجّاد چلے گی تا حشر
چودہ سو سال پرانی ہے رہے گی تا حشر

در حقیقت مُتبرّک ہے تبرّک کا وجود
برکتیں آئی ہیں مومن کے لئے لامحدود
تبرّک ہو یہ تو عزاداری پہ آجائے جمود
کم تو ہو جائے گا لیکن یہ نہ ہوگا مسدود
دخل ہے اس کو عقیدے کی ضیا باری میں
اِس سے کیونکر نہ اضافہ ہو عزاداری میں

گر کسی امر کی تشہیر نہیں ہوگی حضور
کالعدم ذہن سے انسان کے ہوگا وہ ضرور
فکر ہو جائے گی اس باب میں مطلق معذور
بھول جائے گا زمانہ اسے حسبِ دستور
نقش جو بیٹھتے ہیں ذہن کے گنجینے پر
وہ اُبھرتے ہیں سدا قلب کے آئینے پر

اِس تبرّک کے فوائد کی کوئی حد نہ شمار
یہ وہ داروئے مکمل ہے برائے بیمار
فیض سے اس کے اتر جاتا ہے واللہ بخار
صحت و امن و سکوں کا ہے مومن ہے حصار
خوش عقیدہ ہو تو بے جان میں جاں آجائے
کسی بیمار کو دے دو۔ تو شفا پا جائے

(۶)

اِس کے اوصاف رقم کرنے میں قاصر ہے قلم
خوش عقیدے کے لئے بات ہے یہ مستحکم
ہیچ ہے اس کے مقابل بخدا جامِ جم
دم سے اس چیز کے۔عیسیٰ نفسی کا ہے بھرم
موت کا آتا ہوا۔سر پر تبرّ رُک جائے
منھ میں بیمار کے تھوڑا جو تبرّک جائے

رہے پہ تشدید سے۔شدت ہے تبرّک کی عیاں
معتقد اس کے بہر طور ہیں کُل پیر و جواں
رسم۔تقسیمِ تبرُّک کی ہے۔ہر اِک کے یہاں
گبر و ترسا و منافق ہو۔کہ اہلِ ایماں
کسی صورت کسی عنوان جو پا لیتے ہیں
چومتے ہیں اسے آنکھوں سے لگا لیتے ہیں

ہے ہر اِک ملّت و مذہب میں تبرّک کا رواج
متبرّک اِسے گردانتا ہے سارا سماج
اس کے معنی نے اِسے بخشی ہے ایسی معراج
کُل مقام اِس کا جو تھا ہے وہی حاصل اِسے آج
ماضی و حال کا کیا ذکر ہے۔مستقبل میں
اِس کی مقبولیت آئے گی نظر ہر دل میں

کچھ وہ ہیں جو کہ ہیں تقسیمِ تبرُّک کے خلاف
جن کو پس منظرِ مجلس نظر آتا نہیں صاف
اِن کے ذہنوں پہ چڑھے ہیں جو جہالت کے غلاف
حاملِ ظلم ہیں اور دشمنِ عدل و انصاف
صبر شہؑ ظلمِ یزیدی جو بیاں ہوتا ہے
قصّہءِ کرب و بلا اور جواں ہوتا ہے

خوبیاں غیر کی نظروں میں جو ہیں اس کی عظیم
اب تو اغیار بھی کرتے ہیں تبرُّک تقسیم
آج کل کی نہیں یہ رسم ہے واللہ قدیم
رہنے دیجے یونہی۔کیجئے نہ خدارا ترمیم
یوں تو ہر ردّ و بدل دہر میں ہاں ممکن ہے
بند ہو جائے تبرُّک یہ کہاں ممکن ہے

(۱۱)

کچھ یہ کہتے ہیں تبرُّک ہے عبث اور بے سود
ہو سکے جیسے بھی اس رسم کو کیجئے مسدود
معترض اِس میں فوائد ہیں نہاں لا محدود
یہ وہ ہے فعلِ حسن جس میں نہیں نام و نمود
کام یہ جوشِ عقیدت سے لیا کرتے ہیں
بخوشی سب کو تبرُّک بھی دیا کرتے ہیں

اہلِ دل کرتے ہیں یوں جذبہ دیں کی تکمیل
جان تک بیچ دیا کرتے ہیں بے قال و قیل
بخل سے کام لیا کرتے ہیں جتنے بھی بخیل
یہ تو اس باب میں ہے خام عقیدے کی دلیل
ذہن میں بہرِ تبرُّک جو کمی بیشی ہے
یہ کفایت نہیں ناعاقبت اندیشی ہے

کچھ ہیں کمزور عقیدے کے بھی انسان یہاں
شرکتِ مجلسِ شبّہ جن کو گزرتی ہے گراں
ہیں یہ تقسیمِ تبرُّک سے مسلسل نالاں
ہے مگر اِس کے پسِ پردہ یہ تحریک نہاں
محفلِ عیش و طرب۔ آٹھ پہر جاری ہو
ہو کسی طرح۔ مگر بند عزاداری ہو

یہ وہ ہے طیرتِ بد۔ جس کی نہیں کوئی مثال
اس سے محفوظ نہیں۔ ماضی و مستقبل و حال
یہ سمجھ بیٹھے ہیں سرمائے کو معراجِ کمال
یہ نہیں جانتے جو رس۔ کہ یہ ہے خام خیال
مانا تقسیم تبرُّک جو نہ فرمائیں گے
کیا یہ ہم پلّہ۔ءِ قاروں کبھی ہو جائیں گے

جس کو دیکھو ہے وہی حاصلِ زر میں کوشاں
فکرِ سرمایہ دنیا میں سدا ہے جولاں
صَرف کرتا ہے اِسی امر میں کُل تاب و تواں
تذکرہ رہتا ہے افلاس کا لب پر ہر آں
یہ نہیں جانتا تقدیر میں جو لکھا ہے
بے خبر اس سے سوا کس نے بھلا پایا ہے

(۱۶)

چڑھ گیا ہے جو نگاہوں پہ جمالِ دنیا
یوں پس انداز کیا کرتا ہے مالِ دنیا
تول کر دیکھ۔ نگاہوں پہ مآلِ دنیا
اِک نہ اِک روز یقینی ہے زوالِ دنیا
ہاں درِ علمِ پیمبرؐ نے یہ فرمایا ہے
بے بہا ہے تو فقط دین کا سرمایا ہے

ہوگئے ہیں ہوسِ زر میں ضمیر ان کے نجس
غیر پھر غیر ہیں۔ اپنوں کے نہیں یہ مونس
عصرِ حاضر نے کیا ہے انہیں اتنا بے حس
یہ کبھی دل سے نہیں ہوتے شریکِ مجلس
جب کسی وجہ سے مجبور یہ ہوجاتے ہیں
صرف دنیا کے دکھانے کو چلے آتے ہیں

ایسے افراد کی اصلاح کہاں ہے ممکن
دن کو یہ رات سمجھتے ہیں تو یہ رات کو دن
ان کی نظروں میں نہیں عزّت و توقیر مُسن
دشمنِ علم ہیں اور جہل کے ہیں یہ ضامن
کفر کا سر میں ہے سودا تو بُرے دھندے ہیں
آنکھیں بینا ہیں مگر دل کے یہ سب اندھے ہیں

ان کی فطرت کا سمجھنا نہیں کوئی آساں
سن کے کو پختہ ہیں افعال ہیں مثلِ ناداں
نام سے ہیں یہ تبرّک کے کچھ ایسے نالاں
کوئی تقسیم کرے۔ اِن کو گزرتا ہے گراں
بوالہوس۔ شوم۔ دنی۔ بندۂ زر ہیں یہ لوگ
یا یہ کہہ لیجئے کوتاہ نظر ہیں یہ لوگ

اِن کے کردار سے ہوتی ہے ندامت کیسی
جب ضمیر ان کے نجس ہیں۔ تو طہارت کیسی
کھیل کی پڑ گئی عادت تو عبادت کیسی
شکوہ اپنوں سے ہے غیروں کی شکایت کیسی
شرکتِ مجلسِ شبیرؑ سے کتراتے ہیں
آنے دیتے ہیں کسی کو۔ نہ یہ خود آتے ہیں

(۲۱)

کوئی اتنا تو بتا دے۔ یہ ہیں کیسے انساں
نفسِ امّارہ نے اِن سب کو کیا ہے بے جاں
کارِ بد سے تو ہیں خوش۔ فعلِ حَسن سے نالاں
شرکتِ مجلسِ شبیرؑ گزرتی ہے گراں
پوچھا مذہب کو۔ تو بولے ہمیں علم اتنا ہے
جو عقیدہ اب وجد کا ہے۔ وہی اپنا ہے

دولتِ علم نہیں ہے۔ تو ہیں مطلق بے حس
ماوراذہن سے ہے۔ دین کا رطب و یابس
جہل کی وجہ سے نابینا ہیں مثلِ نرگس
کچھ کا قائم ہے عقیدہ بہ طفیلِ مجلس
باتیں کردار سے ظاہر ہیں۔ جو بے دینی کی
زحمتیں کب یہ اُٹھاتے ہیں کُتب بینی کی

مثلِ مجلس کے گزرتے ہیں گراں صوم و صلواۃ
عیش و عشرت میں گنوا دیتے ہیں سارے اوقات
ہر بُرے فعل کو گردانتے ہیں وجہِ حیات
رفتہ رفتہ جو فنا ہو گئے ہیں احساسات
ہیں جو کم ظرف۔ تو یہ منھ پہ چڑھے آتے ہیں
اعتراضات بھی اسلام پہ فرماتے ہیں

بے خبر دیں کے اصولوں سے ہیں یہ سرتاسر
نجس و پاک میں فرق اِن کو نہیں آتا نظر
عیب سمجھے ہیں بھلائی کو۔ بُرائی کو ہُنر
یہ کسی کو نہیں گردانتے اپنا رہبر
خار کی طرح۔ نہ کیوں کھٹکیں ہمارے تن میں
خس و خاشاک کے مانند ہیں یہ گلشن میں

ڈھونڈتے رہتے ہیں یہ دیں کے اصولوں میں تضاد
بُھولے بیٹھے ہیں شہیدانِ وفا کی روداد
نام تک اِن کو آئمہ کے نہیں مطلق یاد
اِس پہ ہر فن کا سمجھتے ہیں۔ یہ خود کو استاد
مستعد غیر ہیں مجلس سے جو غداری کے
یہ بھی در پردہ مخالف ہیں عزاداری کے

(۲۶)

اِن میں اور اُن میں بڑا فرق ہے خالق کی قسم
وہ مخالف ہیں۔ مخلف رہیں۔ اِس کا نہیں غم
نام اِن سب کے ہیں فہرستِ منافق میں رقم
یہ وہ منزل ہے۔ کہ جو کفر سے مطلق نہیں کم
اپنے اعمال کا محشر میں صلہ پائیں گے
خود سمجھ لیں کہ پسِ مرگ کہاں جائیں گے

ایک تو شوق نہیں اِن کو کتب بینی کا
دوسرے مجلسِ شہؑ سے ہیں گریزاں یہ سدا
آپ انصاف سے لِلّٰہ بتائیں یہ ذرا
کس طرح پھر یہ سمجھ پائیں گے اسلام ہے کیا
باغباں چشمِ حقارت ہی سے تاڑے گا انہیں
نخلِ خودرو کی طرح جڑ سے اُکھاڑے گا اِنہیں

یہ بظاہر دِرِ شبّیرؑ پہ ہیں سر بہ سجود
باطناً ہے کدو کاوش سے مگر یہ مقصود
ہو کسی طرح عزا سبطِ نبیؐ کی مسدود
اور اپنا یہ عقیدہ ہے۔ بہ فیضِ معبود
دیکھ لیں زور لگا کر یہ زمانے والے
خود ہی مٹ جائیں گے اِس غم کو مٹانے والے

یہ بھی سوچا ہے کبھی آپ نے یہ بندہ نواز
خیر کے کام ہیں کہتے ہیں جنھیں نذر و نیاز
بند ہو جائیں۔ یہ کس شرع سے ہے اِس کا جواز
ہے تبرُّک صدقۂ شہؑ کا نہیں یہ کوئی راز
اِس جسارت کو۔ نہ کیوں خاک کا پیوند کریں
وہ اِسے جاری کریں۔ آپ اِسے بند کریں

دیں کی تبلیغ کے خواہاں ہوئے جب خیرِ انام
سب کو بھیجا گیا پھر۔ شرکتِ مجلس کا پیام
گفتگو ختم ہوئی۔ پھر ہوئی واں دعوتِ عام
درحقیقت وہ تبرُّک کے مساوی تھا طعام
اعتراضات تبرُّک پہ نہ فی الفور کرو
ذوالعشیرہ کی ضیافت پہ بھی کچھ غور کرو

(۳۱)

جب عزاداری کی جانب سے بڑھا دل میں غبار بند کرنے کو۔ کمر کس کے ہوئے سب تیار
ہوئی ہر خسروِ اقلیم کی کوشش بیکار دشمنِ آلِ محمدؐ میں ہوا اُن کا شمار
نقش مظلومی کا۔ بیٹھا جو دلِ دشمن پر
خونِ ناحق کے جو چھینٹے تھے رہے دامن پر

ظلم کے ساتھ جو دورِ بنی عباس آیا آلِ احمدؐ پہ ستم۔ ظالموں نے یہ ڈھایا
خون کا گارا کیا۔ قصر میں بھی چنوایا نذرِ آتش بھی کیا۔ قتل کیا۔ تڑپایا
ظلم پر اِن کے خلف مائلِ مشاقی ہیں
اس کے باوصف یہ سادات ابھی باقی ہیں

انقلاباتِ زمانہ کا نہیں اِن پر اثر کبھی آسائشِ دنیا پہ نہیں رکھتے نظر
ہاں عزائے شہِؑ مظلوم پہ بندش کی اگر مال کیا چیز ہے۔ اس راہ میں دے دیں گے یہ سر
یہ قیاسات کے قائل۔ نہ کسی شک کے ہیں
سب ہیں واقف۔ یہ عقیدے کے بڑے پکے ہیں

لاکھ دھوکے دو۔ کبھی ہوتے نہیں اُس سے مَس زر کے لالچ سے بھی۔ چل سکتا نہیں ان پر بس
سرِ رہِ حق میں یہ دے دیتے ہیں بے پیش و پس یہ علیؑ والے ہیں اِن کو نہ سمجھنا بے کس
قوم یہ۔ دین کی تبلیغ میں کد کرتی ہے
یہ وہ ہیں جن کی مشیت بھی مدد کرتی ہے

ہیں حقیقت میں یہ سرمایہ دینِ اسلام گامزن جادۂ حق پر ہیں۔ عقیدہ نہیں خام
محو ہیں تذکرۂ سبطِ پیمبرؐ میں مدام ایسی صحبت نہ میسّر ہو۔ تو جینا ہے حرام
الفتِ شہؑ میں غم انگیز ہیں باتیں اِن کی
گریہ وزاری میں کٹ جاتی ہیں راتیں اِن کی

(۳۶)

باب میں گریے کے قولِ حکما ہے یہ حضور
روشنی بڑھتی ہے۔آنکھوں کا نکھر جاتا ہے نور
صاف ہر شے نظر آتی ہے چہ نزدیک چہ دور
ان کو ہوتی ہی نہیں جستجوئے سرمۂ طور
جو غمِ سبطِ پیمبرؐ میں سدا روتے ہیں
بخدا وہ کبھی نابینا نہیں ہوتے ہیں

آتے ہیں مجلسِ شبیرؑ میں جتنے اطفال
سُنتے رہتے ہیں وہ اسلام کی تاریخ کا حال
دیگر اقوام میں ممکن ہی نہیں اس کی مثال
یہ عزاداریِ شبیرؑ کا بے شک ہے کمال
درس اس قسم کا مجلس میں جو سُن پاتے ہیں
ایک دن ذاکرِ شبیرؑ یہ ہو جاتے ہیں

بابِ مجلس جو کشادہ ہے پئے خاص و عام
بخدا شاہ و گدا کا ہے یہاں ایک مقام
بیٹھ جاتا ہے یہاں پہلوئے آقا میں غلام
ہے مساوات کا منہ بولتا۔مجلس کا نظام
کوئی اس بزم سے آزردہ نہیں جاتا ہے
عدل و انصاف اِسی جا پہ نظر آتا ہے

اس سے بہتر کوئی تبلیغ کی صورت ہی نہیں
اس سے افضل پئے مومن۔کوئی دولت ہی نہیں
ذاکرِ شاہؑ کو غیروں سے کدورت ہی نہیں
کوئی ایسی پئے مدّاح فضیلت ہی نہیں
مدحتِ پنجتنِ پاک کیا کرتے ہیں
یوں ثمر اپنی ریاضت کا لیا کرتے ہیں

بہرہ ور ہوتے ہیں شبیرؑ کی مجلس سے عوام
کوش زد ہوتے ہیں منبر سے جو دیں کے احکام
جاگزیں ہوتے ہیں ہر دل میں اصولِ اسلام
فرق کر لیتے ہیں مابینِ حلال اور حرام
علما دین کا جو درس دیا کرتے ہیں
اس طرح اَجرِ مودّت کا ادا کرتے ہیں

(۴۱)

دیں کی تبلیغ جو اس طرح سے ہوتی ہے مدام
مرد و زن خورد و کلاں سب کو یہ ملتے ہیں پیام
کس طرح ہوتا ہے طاعت میں قعود اور قیام
شرع کیا چیز ہے۔ اور کیا ہیں اصولِ اسلام
اہلِ ایماں کو یہ تقریر بہت بھاتی ہے
بخدا کعبۂ دل میں یہ اُتر جاتی ہے

فلسفہ۔ منطق و تاریخ۔ حدیث و قرآں
اوجِ منبر سے کیا کرتے ہیں دن رات بیاں
اور بتاتے ہیں نجاتِ ابدی کے ساماں
خیر و شر۔ صبر و ستم کا ہے بیاں تا امکاں
غضبِ خالقِ اکبر سے ڈراتے ہیں ہمیں
دیں کے احکام بہ تفصیل سناتے ہیں ہمیں

اپنی تقریر کے آخر میں یہ کرتے ہیں کلام
کربلا چیز ہے کیا۔ اور ہیں کیا کوفہ و شام
نرغۂ کفر میں کس طرح گھرا تھا اسلام
اس بُرے وقت میں شبّیرؑ فقط آئے کام
دیں نے فریاد جو کی اپنی حفاظت کے لئے
کربلا آ گئے شبّیرؑ بھی نصرت کے لئے

جب ہوئی دوئیں محرم کی سحر جلوہ گر
بارشِ تیر ہوئی۔ خیمۂ شاہِ دیں پر
غیظ میں بھر گئے فی الفور عزیز و یاور
دیدنی تھے رفقائے شہِ دیں کے تیور
دست و پا جوش میں نصرت کے جھڑاتے تھے
پاسِ آداب کے کچھ کہہ بھی نہیں پاتے تھے

پڑھ لیا شہؑ نے جو آنکھوں سے دلوں کا احوال
پوچھا انصار سے۔ اس امر میں اب کیا ہے خیال
باندھ کر ہاتھ کہا سب نے کہ فرخندہ خصال
لشکرِ شام نظر آتا ہے مائل بہ جدال
اب گھڑی آ گئی شمشیر و تبر چلنے کی
جنگ مولاؑ کسی صورت بھی نہیں ٹلنے کی

(۴۶)

کہہ کے ہر ایک نے یہ میان سے کھینچی صمصام
باادب جشن میں نصرت کے کیا شہؑ سے کلام
اب رضا جنگ کی دے دیجئے۔امام ابنِ امام
بے لڑے باز نہیں آئیں گے یہ بد انجام
بستیِ کفر جہنم میں بسانے کے لئے
شام سے آئے ہیں۔دوزخ میں یہ جانے کے لئے

اِن پہ حضرت کی نصیحت کا نہ کچھ ہوگا اثر
گھیر کر لائی ہے اِن سب کو یہاں خواہشِ زر
دیں فروشوں کی ہے آسائشِ دنیا پہ نظر
حق مٹانے پہ کمر بستہ ہیں یہ سر تا سر
دشمنِ علم جو ہیں۔فکر سے معذوری ہے
جہل غالب ہے دماغوں پہ۔یہ مجبوری ہے

بے خبر دین سے ہیں یہ صاحبِ ایماں یہ نہیں
نام کے ہیں یہ مسلمان۔مسلماں یہ نہیں
جن پہ اطلاق ہو انساں کا وہ انساں یہ نہیں
مائلِ دیں یہ نہیں قائلِ قرآں یہ نہیں
یہ تو ممکن نہیں۔اسلام ہو ان ہاتھوں میں
بدلے تسبیح کے زنّار ہے جن ہاتھوں میں

کربلا آئے ہیں یہ بیچ کے دین و ایماں
اِن کی نظروں میں بھلا وقعتِ اسلام کہاں
کر چکے کفر سے یہ دائمی عہد و پیماں
اب نہ آئیں گے رہِ راست پہ ہے صاف عیاں
ظرف کا اوچھا سدا مائلِ شر ہوتا ہے
بد گہر پر کہیں صیقل کا اثر ہوتا ہے

تب کیا شاہ نے انصار و اعزا سے کلام
عصرِ حاضر کا ہوں میں حکمِ مشیّت سے امام
حجتِ حق ہوں۔تو حجت کو بھی کرنا ہے تمام
ورنہ آجائے گا دامن پہ مرے یہ الزام
کوئی انساں نہ رہِ راست پہ لایا ہم کو
کیا ہے اسلام۔کسی نے نہ بتایا ہم کو

(۵۱)

کفر کی لٹکی ہوئی اُن کے سروں پہ حُسام　　کیا خبر اِن کو۔ نبی کون ہے اور کون امام
ان کی نظروں میں ہر انساں کا مساوی ہے مقام　　میں بتاؤں گا بہ تفصیل اصولِ اسلام
امتِ جد کو رہِ راست پہ یوں لاؤں گا
خیر و شر اور بد و نیک میں سمجھاؤں گا

یاں تو کہتے تھے عزیز و رفقاء سے یہ امام　　ہوگیا حملے پہ آمادہ اُدھر لشکرِ شام
ان کی قسمت میں ازل ہی سے شہادت کے تھے جام　　ہوگئے جنگِ دفاعی پہ کمر بستہ تمام
اذن لے لے کے جو میدان میں یہ جانے لگے
اِس طرح سب سَندِ نصرتِ شہؑ پانے لگے

ایک کے بعد ہوا ایک نثارِ شبیرؑ　　جسم پر آکے پڑے خنجر و تیر و شمشیر
اِک مجاہد کے مقابل تھے ہزاروں ہی شریر　　شور باجوں کا اُدھر لب پہ اِدھر تھی تکبیر
بھوک اور پیاس میں تیغوں کے پھل کھاتے تھے
سرخرو ہو کے سوئے خُلدِ بریں جاتے تھے

پھر ہوئے داخلِ خیمہ جو شہؑ نیک خصال　　گھر کی بربادی کا پھرنے لگا نظروں میں یہ حال
ایک بیمار۔ تو دو باقی ہیں کمسن اطفال　　اور ہیں پیاس کی شدّت سے سبھی ان میں نڈھال
ہے یقیں مجھ کو۔ کہ یہ جاں سے گزر جائیں گے
اور کچھ دیر رہے پیاسے تو مر جائیں گے

تھے اسی فکر میں مغموم شہؑ عرش نشیں　　سر جھکائے ہوئے پاس آئیں بابِ غمگیں
عرض کی پیاس سے مرتا ہے مرا ماہ جبیں　　خشک ہونٹوں پہ پھراتا ہے زباں یا شہؑ دیں
پیاسا دنیا سے نہ جائے مرا جانی مولاؑ
کسی صورت اِسے پلوایئے پانی مولاؑ

(۵۶)

سُن کے یہ کود میں گہوارے سے اصغرؑ کو لیا
ڈال دی سوچ کے یہ جسمِ مطاہر پہ ردا
دھوپ کی گرمی سے محفوظ رہے شش ماہا
رن میں لے کر اسے پہنچے تو یہ فوجوں سے کہا

جاں بلب پیاس سے ہیں ہونٹ بھی پپڑائے ہیں
میرے ہاتھوں پہ یہ پانی کے لئے آئے ہیں

کوہے شش ماہا پہ ہے تاجِ امامت کا نگیں
پیاس کی وجہ سے ہونٹوں پہ ہے اب جانِ حزیں
زندہ بے آب یہ رہ جائے۔ یہ ممکن ہی نہیں
ہوئی تاخیر۔ تو مرجائے گا یہ ماہ جبیں

طفل ہے باپ کی نصرت یہ کرے گا کیونکر
سیر گر ہو بھی گیا۔ تم سے لڑے گا کیونکر

کہہ کے یہ سبطِ نبیؐ نے کیا حجت کو تمام
حرملا نے کیا سر۔ تیر ستم سوئے امام
مر گیا باپ کے ہاتھوں پہ تڑپ کر گلفام
رویا منہ پھیر کے اِس ظلم پہ کُل لشکرِ شام

رُخِ شہِ دیں نے بہ حسرت سوئے افلاک کیا
کانپتے ہاتھوں سے اصغرؑ کو تہِ خاک کیا

دفنِ اصغرؑ سے جو فارغ ہوئے شاہِ شہدا
آئے پھر خیمہِ سادات پہ بہ آہ و بکا
مل کے ہر ایک سے رخصت ہوئے رن کو مولاؑ
بعد خطبے کے حسب اور نسب بتلایا

پھر ہوئی جنگ۔ نہ یاور نہ کہیں ناصر تھے
اُس طرف سارے مسلمان تُما کافر تھے

گھر گئے نرغہِ اعدا میں اکیلے شبیرؑ
مارتا تھا کوئی پتھر۔ کوئی برچھی کوئی تیر
عصر کا وقت ہوا۔ روک لی شہؑ نے شمشیر
درِ خیمہ پہ کھڑی دیکھ رہی تھی ہمشیر

گر کے گھوڑے سے تیمم کیا طاعت کے لئے
شمر خنجر لئے آ پہنچا شہادت کے لئے

(۶۱)

فرقِ مظلوم۔ قفا سے کیا سجدے میں قلم　　خیمۂ اہلِ حرم میں ہوا برپا ماتم
آسماں رویا۔ زمیں کانپی۔ فضا تھی پُرغم　　سر کو نیزے پہ کیا نصب یہ تھا طرفہ ستم
آگ خیموں میں لگائی نئی آفت توڑی
خاندانِ نبوّی پر یہ قیامت توڑی

قتلِ شبّیرؑ کی پہنچی جو سکینہؑ کو خبر　　باپ کو ڈھونڈنے نکلی شہِ دیں کی دختر
جب قریں لاش کے پہنچی وہ ملول و مضطر　　آئی آواز کہ آ۔ میں ہوں یہاں جانِ پدر
پیٹتی روتی جو پہنچی۔ تو یہ محشر دیکھا
لاشۂ سبطِ نبیؐ۔ خاک پہ بے سر دیکھا

گر پڑی باپ کے لاشے پہ بصد شیون و شین　　کانپ اٹھی لاش تڑپ کر جو کہے اُس نے بین
صبر کر حلقِ بُریدہ سے یہ کہتے تھے حسینؑ　　وہ یہ کہتی تھی کہ بابا مجھے آتا نہیں چین
بولے شہؑ ہجر میں مطلق بھی نہ کل پاؤں گا
قید خانے میں تجھے لینے کو میں آؤں گا

پھر کہا شہؑ نے کہ اے راحتِ دل۔ راحتِ جاں　　صبر کر صبر نہ کر غم میں مرے آہ و فغاں
تیرے آرام و سکوں کا ہے یہی اِک عنواں　　آلپٹ جا مرے سینے سے۔ میں تیرے قرباں
رو کے یہ بولی کہ بیزار ہوں اب جینے سے
تیر پیوست ہیں کس طرح لگوں سینے سے

کھینچ لوں تیروں کو سینے سے کہیں آپؑ اگر　　کچھ اذیت تو نہیں ہوگی میں قربان پدر
اب اعجاز سے گویا ہوا۔ حیدرؑ کا پسر　　سخت دشوار ہے۔ یہ تم سے نہ ہوگا دختر
دل کو کیا جانئے کس طرح سنبھالا میں نے
تیر جب گردنِ اصغرؑ سے نکالا میں نے

تیر اِک کھینچا تھا میں نے کہ ہوا دل بسمل　　اس سے واقف ہو کہ سب جسم ہے میرا گھائل
تم اگر کھینچو گی ناوک۔ تو یہ ہوگا حاصل　　تیر کے ساتھ ہی سینے سے نکل آئے گا دل

کہہ نہ وہ بات کہ جس کا کوئی امکان نہیں
کھینچنا سینکڑوں تیروں کا کچھ آسان نہیں

تم تو نادان ہو اور میں ہوں امامؑ ابنِ امامؑ　　اب میں زندہ نہیں ہوسکتا۔ ہوئی زیست تمام
رات اندھیری ہے۔ بس اب خیمہ میں جا اے گلفام　　یہ مرا فرض تھا انجام دیا میں نے یہ کام

یا علیؑ کہہ کے بصد آہ و فغاں کھینچی ہے
تیر کیا۔ سینۂ اکبرؑ سے سناں کھینچی ہے

ڈھونڈتی آگئی اتنے میں علیؑ کی دختر　　لاشِ بے سر پہ نظر آئی سکینہؑ مضطر
رو کے فرمایا کہ کیوں آئیں۔ میں قرباں تم پر　　وہ یہ بولی کہ پھوپھی جان۔ یہ ہے لاشِ پدر

باپ کے سینے پہ سونے کے لئے رہنے دو
مجھ کو اس لاش پہ رونے کے لئے رہنے دو

رو کے زینبؑ نے کہا یہ نہ کہو میں قرباں　　چھوڑوں مقتل میں تمھیں اس کا نہیں ہے امکاں
بھائی سے ہوں گی پشیمان۔ جو ٹھہروں گی یہاں　　لوریاں دے کے سلاؤں گی چلو اے مری جاں

جان تم کھوؤ گی منہ اشکوں سے میں دھوؤں گی
باپ کو روؤ گی تم۔ بھائی کو میں روؤں گی

گھر چلو ضد نہ کرو۔ شب ہے۔ ڈراتا جنگل　　ہر طرف خون ہے۔ لاشوں سے بھرا ہے مقتل
تیری فریاد سے ہے سبطِ پیمبرؐ بے کل　　اے مری جان ٹھہرنے کا نہیں ہے یہ محل

سُن کے آواز نہ آجائے خطر ہے بی بی
شمر مارے نہ طمانچے مجھے ڈر ہے بی بی

(۷۱)

کانپ اٹھی خوف سے جیسے ہی سناشمر کا نام　　چھوڑ کر لاشِ پدر۔ لپٹی پھوپھی سے ناکام
اور بصد یاس کیا باندھ کے ہاتھوں کو کلام　　کیا نہ آئے گا ستانے کو وہاں لشکرِ شام
باپ کے سوگ پہ۔ مانع نہ حکومت ہوگی
کیوں پھوپھی گھر میں تو رونے کی اجازت ہوگی

میں اِسی شرط پہ۔ چلنے کو ہوں تیار ابھی　　باپ کو کھول کے دل رؤں گی دن رات پھوپھی
اِس سے روکا تو اِسی لاش پہ آجاؤں گی　　شکوہ پابندیِ گریے کا سناؤں گی سبھی
جب کسی طرح سے میں گھر میں بگل پاؤں گی
باپ کی لاش سے پھر آکے لپٹ جاؤں گی

مشاعرہ فی البدیہہ برمکان جناب عبدالرشید صاحب بنرؔ
بَرمصرع طرح: ؎ اندازِ محبت کے جو کچھ پا گئیں آنکھیں

غزل

لو آنکھوں ہی آنکھوں میں ستم ڈھا گئیں آنکھیں
دل سینے کے اندر بھی تو برما گئیں آنکھیں

دیکھا نہ گیا چلدئے بالیں سے وہ اُٹھ کر
بیمارِ محبت کی جو پتھرا گئیں آنکھیں

کب آئیں ہیں بالیں پہ مریضِ شبِ غم کی
جب منتظرِ دید کی پتھرا گئیں آنکھیں

دل ہاتھوں سے جاتا رہا کس سوختہ جاں کا
کس شوخ کی اے فیضؔ ستم ڈھا گئیں آنکھیں

بَرمصرعِ طرح:۔ یہ کس کا منہ ہے کہہ سکتا ہے کوئی بے وفا تم کو

مشاعرہ فی البدیہہ بر مکان جناب عبدالرشید صاحب ہُنر

غزل

بھروسہ ہے مجھے جذبِ محبت پر دکھا دوں گا
یقینی کھینچ کر لے آئے گی آہِ رسا تم کو

سرِ تُربت کسی دن آن کر ٹھوکر لگا جانا
مٹانے کی تمنا ہے اگر نقشِ وفا تم کو

جو الفت تم سے کرتا ہے اسی کو تم مٹاتے ہو
یونہی کہتے ہیں سب نا واقفِ رازِ وفا تم کو

غضب کیا ہو جوانی میں، ہزاروں اب مٹا ڈالے
زمانہ کہتا ہے کمسن ابھی، نامِ خدا تم کو

نہ آئے تم شبِ وعدہ، سبب ہم پر کھلا صاحب
خیالِ غیر، ہو کر رہ گیا زنجیرِ پا تم کو

مرے عشق و محبت کی، وفا کی، کوچہ گردی کی
حقیقت ہوئے گی معلوم سب بعدِ فنا تم کو

غزل

شبِ وصال حیا اُن کو آئے جاتی ہے
اداسی حسرت و ارماں پہ چھائی جاتی ہے

فلک کو ضد ہے نشیمن کے چار تنکوں سے
کبھی قفس پہ بھی بجلی گرائی جاتی ہے

پسِ فنا بھی تو مشقِ جفا نہ بند ہوئی
نمودِ تربتِ بیکس مٹائی جاتی ہے

ہمارے تارِ گریباں کو دے کے پھر ترتیب
مزارِ قیس پہ چادر چڑھائی جاتی ہے

ہوا ہے خون شبِ ہجر انتظار میں یاں
وہاں تو پاؤں میں مہندی لگائی جاتی ہے

وہ کر رہے ہیں مسیحائی یا مٹاتے ہیں
یہ کیوں مزار پہ ٹھوکر لگائی جاتی ہے

عجیب ناز سے مقتل میں کھینچ کر تلوار
وہ پوچھتے ہیں یہ کیسے چلائی جاتی ہے

یہ رسم خوب ہے صیاد دل جلانے کی
قفس میں خاکِ نشیمن بچھائی جاتی ہے

فی البدیہہ

بَرمصرع طرح:۔ لطف تو جب ہو کہ ہر زخم نمکداں ہو جائے

غزل

کیوں نہ پھر زیست سے ہو یاس مریضِ غم کو
جبکہ بالیں پہ مسیحا ہی پریشاں ہوجائے

دھیان اتنا تو تڑپنے میں رہے اے بسمل
تر نہ قاتل کا کہیں خون سے داماں ہوجائے

دم نکل جانے سے ہو جائے گی تسکیں دل کو
آپ بالیں سے جو اٹھ جائیں تو احساں ہو جائے

آپ کے بالیں پہ آنے کے یہی معنی ہیں
اور الجھن میں مریضِ شبِ ہجراں ہوجائے

غزل

میں طوفاں میں خوش ہوں نظر تو وہاں ہے
وہ منزل ہے تسکیں کی ساحل جہاں ہے

اُسے ڈھونڈتے حشر تک آگیا ہوں
نہ جانے محبت کی منزل کہاں ہے

کئے جارہا ہوں میں سجدوں پہ سجدے
خیالِ اقامت نہ ہوشِ اذاں ہے

خدارا اِن اشکوں کو اب پونچھ لیجے
ابھی تک تو رازِ محبت نہاں ہے

ہیں خاموش نبضیں عرق ہے جبیں پر
نتیجہ غمِ ہجر کا یہ عیاں ہے

نہ کیجئے سرِ عرش نیچی نگاہیں
نہ افشاں کروں گا جو رازِ نہاں ہے

قیامت اٹھے سر نہ اٹھے گا لیکن
کہ ناصح یہی دوست کا آستاں ہے

جسے آپ ٹھوکر سے ٹھکرا رہے ہیں
کسی کی شکستہ لحد کا نشاں ہے

نہ منزل کا ہوش اور نہ اپنی خبر کچھ
دل اِک جوشِ وحشت میں ہر سو رواں ہے
وہ جس قبر سے اٹھ رہا ہو دھواں سا
وہی سوزِ الفت کا میرے نشاں ہے
نہ ہوتی ہے صحت نہ دم ٹوٹتا ہے
عجب کشمکش میں پھنسی اپنی جاں ہے
سفینے کو بہنے دے اے ناخدا اب
کہ طوفاں ہی طوفاں ہے ساحل کہاں ہے

غزل

نزع کے وقت جو اُس شوخ کا آنا ہوجائے
مرتے دم جینے کے لمحوں میں اضافہ ہوجائے

ہم قفس آشیاں جلنا تو گوارا ہوجائے
غم تو اس کا ہے کہیں گھر نہ تماشا ہوجائے

کہہ دو اُس شوخ سے بالیں سے روانہ ہوجائے
دم نکلنے کا مرے کچھ تو بہانہ ہوجائے

ایک ہی وقت میں بالیں پہ جو آنا ہوجائے
موت اور ان کے تصادم کا تماشا ہوجائے

میں تڑپتا رہوں بے چین رہوں مرجاؤں
کچھ بھی ہو آپ کی ضد غیر کا چاہا ہوجائے

درد کیا شئے ہے الم کیا ہے مصیبت کیا ہے
اس کو وہ جانے جو مایوسِ تمنا ہوجائے

آگہی کیا ہے جنوں کیا ہے خرد کیا شئے ہے
اس کو کیا علم جو بیگانۂ دنیا ہوجائے

ہے یہ محشر نہ کرو شرم سے نیچی نظریں
خوف یہ ہے نہ سرِ حشر تماشا ہوجائے

مجھ کو اس دن کے لئے موت ہی آئے اے فیضؔ
تنگ آکر جو زباں مائلِ شکوہ ہوجائے



زیرِ خنجر کہ سرِ دار ہویدا ہو جائے
حاصلِ عشق و محبت ہے کہ رسوا ہو جائے

مرگ اور زیست کی الجھن میں مریضِ غم ہے
آپ بالیں سے جو اُٹھ جائیں تو اچھا ہو جائے

موت منظور ہے مجھ کو ملک الموت مگر
یہ تمنا ہے کہ وہ رشکِ مسیحا ہو جائے

چارہ گر شام سے بیمار کی حالت ہے خراب
ڈر یہ ہے صبح سے پہلے ہی نہ تڑکا ہو جائے

مجھ کو یہ کد کہ یہ پہنچے سرِ محشر یوں ہی
اُن کو یہ ضد کہ یہیں ختم فسانہ ہو جائے

دوں انہیں زحمتِ یک گام نہ ہوگا مجھ سے
ہجر میں دل کا جو کچھ حشر ہے ہونا ہو جائے

غیر حالت سہی بیمار کی گر تم چاہو
ابھی آباد یہ جاتی ہوئی دنیا ہو جائے

تم ہی انصاف سے کہہ دو کہ کہے کیا دنیا
تنگ آکر جو زباں مائلِ شکوہ ہو جائے

جان ہم دے دیں وفا پر تو کوئی کچھ نہ کہے
وہ جفائیں کریں اور اُن کا زمانہ ہو جائے

غزل

کیا اے صبا نقاب اٹھایا نہ جائے گا
دیدارِ حُسنِ یار دکھایا نہ جائے گا

دامن بچا کے قتل کرو ورنہ روزِ حشر
خونِ شہیدِ ناز چھپایا نہ جائے گا

وحشی کو چھیڑیے نہ خدا کے لئے حضور
بگڑا اگر تو ہوش میں لایا نہ جائے گا

منظور گر نہیں ہے علاجِ مریضِ غم
کیا خاک میں بھی تم سے ملایا نہ جائے گا

آنکھوں سے پٹّی باندھ لو منظر ہے خوفناک
خنجر گلے پہ تم سے چلایا نہ جائے گا

چھوڑا ہے تاک کر نگہہِ انتخاب نے
ناوک سے اُن کے دل کو بچایا نہ جائے گا

کاندھا نہ دو چلو تو جنازے کے ساتھ ساتھ
مانا یہ بار تم سے اٹھایا نہ جائے گا

اے برق آشیاں کی طرح اب قفس بھی پھونک
کیا چار تیلیوں کو جلایا نہ جائے گا

غزل

کہا تھا شامِ وصال اُن سے کہ عرض کرنی ہیں چار باتیں
مسلسل اُس نے سحر تک اے دل سنائیں مجھ کو ہزار باتیں

اسی سبب سے سُنی نہ اُس نے ہماری دیوانہ وار باتیں
کہیں نہ دیوانگی میں کہہ دے یہ اپنے مطلب کی چار باتیں

یہ کوششیں ہیں نشانِ تربت نہ باقی اس کار ہے جہاں میں
کہ اُٹھ کے صحرا میں کر رہے ہیں کچھ اُن سے گرد و غبار باتیں

سمجھ کے مجبور دے نہ طعنہ خزاں کا صیاد قیدیوں کو
دکھائیں اعجاز گر جنوں کا کرے قفس میں بہار باتیں

کہیں یہ دعوت نہ برق کو دیں مرے نشیمن کو پھونکنے کی
گئے ہیں کرتے ہوئے فلک پر جو آج گرد و غبار باتیں

عدو سے سرگرمِ گفتگو ہیں غضب میں مجھ سے بھی دوبدو ہیں
کہیں ہیں وجہِ تباہیِ دل کہیں ہیں وجہِ قرار باتیں

نظر کا اُن کی یہ فیضؔ دیکھا الٰہی توبہ الٰہی توبہ
کوئی ہے خاموش اور کوئی کرے ہے دیوانہ وار باتیں

غزل

چلے آؤ بوقتِ جانکنی تم اور عدو مل کے
مناظر دیکھنے ہوں گر تمھیں مجبوریِ دل کے

اسی باعث رہے لب بند وقتِ ذبح بسمل کے
سمجھتا تھا رسا ہوتے ہیں نالے دُکھ بھرے دل کے

لپٹ کر خوف سے لیتے ہیں بوسے تیغِ قاتل کے
کوئی انصاف سے کہہ دے یہ کیا ٹکڑے نہیں دل کے

سفینہ ناخدا ڈوبے تو ڈوبے پر یہ نا ممکن
تلاطم آشنا پابند ہوں قانونِ ساحل کے

گریباں پھاڑنا رونا کبھی بے بات ہنس دینا
بہل جاتا ہے دل قربان وحشت کے مشاغل کے

کسی پر دسترس کب ہے کچھ اپنا ہی بگاڑے گا
الٰہی خیر ہو انداز ہیں بگڑے ہوئے دل کے

غزل

پژمردہ بے سبب نہیں تربت کے چار پھول
غم میں شہیدِ عشق کے ہیں سوگوار پھول

وہ حاصلِ بہار یہ غم آشکار پھول
گلشن کا ایک پھول لحد پر ہزار پھول

کیا شک گزر گیا انہیں لالے کے داغ پر
دیکھے اٹھا کے قبر سے کیوں بار بار پھول

لالے کا داغ دیکھ کے تربت پہ رو دئے
زخموں کے ہوگئے مرے آئینہ دار پھول

کچھ دن کو بھی تو اُن سے نہ دی زینتِ بہار
گرد و غبار کو بھی ہوئے ناگوار پھول

چھا کر رہے گی وسعتِ عالم پہ یہ بہار
وہ اور مرا مزار یہ کلیاں یہ ہار پھول

اے فیضؔ تم قفس میں بھی ہو حاصلِ بہار
داغِ جگر ہیں رشک دہِ صد ہزار پھول

غزل

خوب ہونے پر بھی لا حاصل ہے فرزانے کی بات
صرف دیوانہ سمجھ سکتا ہے دیوانے کی بات

سُن کے میری داستانِ عشق دونوں جل بجھے
اہلِ محفل شمع کی سمجھے نہ پروانے کی بات

کیوں ہوئی اُن سے محبت کیوں اٹھا دردِ جگر
یہ سمجھنے کی ہے ناصح اور نہ سمجھانے کی بات

کیا کوئی ترمیم آئینِ جنوں ہونے کو ہے
آج کیوں ہوتی ہے دیوانے سے دیوانے کی بات

مائلِ پرواز بال و پر قفس میں ہو چلے
یہ بُھلا دینے کے قابل ہے نہ دہرانے کی بات

شمع نے اتنا کہا تھا راہِ الفت سخت ہے
یہ تو پروانے کچھ ایسی تھی نہ جل جانے کی بات

اِس بہانے اُس نے عرضِ مدعا ٹھکرا دیا
قابلِ غور و سماعت کب ہے دیوانے کی بات

وہ عیادت کے لئے آئے مگر برہم سے ہیں
حاصلِ صد زندگی وہ یہ ہے جل جانے کی بات

دعویِٰ خوں اور مجھ پر کہہ کے یہ وہ چل دئے
داورِ محشر یہ ہے دراصل دیوانے کی بات

مہمل و بے ربط ہونے پر بھی یہ مقبولیت
اہلِ محفل غور سے سنتے ہیں دیوانے کی بات

ٹیس، بے چینی، خلش، دکھ درد، آلامِ جہاں
ہو نہ ہوائے دل یہ سب ہے اُن کے یاد آنے کی بات

آئیں وہ اور دردِ دل اٹھے نہ استقبال کو
فیضؔ یہ توہینِ الفت ہے یہ مر جانے کی بات

غزل

تمھاری یاد میں کیا اس کے ماسوا کرتے
تمام رات کئی نالہ و بکا کرتے

وہ لب کشائی کا گر حوصلہ عطا کرتے
خدا گواہ بیاں دل کا مدعا کرتے

نہ رہتا نام کو دردِ دل و جگر باقی
گلے لگا کے اگر وہ مجھے جدا کرتے

مٹا رہے ہیں نشانِ مزار ٹھوکر سے
نہ آئی شرم پسِ مرگ بھی جفا کرتے

تمھارا شوق بڑھانے کو لے لئے دل پر
نظر کے تیر نشانے سے کیوں خطا کرتے

سکوں ستم سے بھی اُن کے نصیب ہوتا ہے
کسی سے کس لئے پھر شکوۂ جفا کرتے

اگر وہ آتے جبیں پائے ناز پر رکھتے
نمازِ عشق کو ہم اس طرح ادا کرتے

بڑی طویل تھی اے فیضؔ رات فرقت کی
نہ گنتے ہجر میں تارے تو اور کیا کرتے

غزل

عیادت کو جو آیا دلربا آہستہ آہستہ
دبے پاؤں گئی واپس قضا آہستہ آہستہ

کٹا ہے حلق خنجر سے مرا آہستہ آہستہ
ہوا ہے عشق کا سجدہ ادا آہستہ آہستہ

کریں گے آپ گر مجھ پر جفا آہستہ آہستہ
مریضِ غم کو آئے گی قضا آہستہ آہستہ

مِری بالیں پہ آنا ہو تو آ آہستہ آہستہ
ٹھہر جائے گا دردِ دل مِرا آہستہ آہستہ

مثالِ طور اِک دم پھونکنے سے ہو گا کیا حاصل
ارے اے شعلہ رو دل کو جلا آہستہ آہستہ

گرا ہے خون اُڑ کر وقتِ ذبح اُن کے دامن پر
لکھی ہے میں نے تفسیرِ وفا آہستہ آہستہ

قیامت خیز منظر سے نہ ڈر جائے کہیں قاتل
تڑپ لیکن دلِ درد آشنا آہستہ آہستہ

جو اِک دم کہہ دیا تو نے تو ہو جائیں گے وہ برہم
سُنانا حالِ دل قاصد مِرا آہستہ آہستہ

مریضِ شامِ فرقت کی ابھی حالت سنبھل جائے
اگر دامن کی تم دے دو ہوا آہستہ آہستہ

نہ پڑ جائیں کہیں چھینٹے لہو کے اُن کے دامن پر
رگِ گردن سے میری خوں بہا آہستہ آہستہ

یہ دیوانے ہیں اِک دم تابِ نظارہ نہیں ممکن
ہٹا رُخ سے نقاب اُن کے صبا آہستہ آہستہ

یقیں شاید ہوا ہے فیضؔ اُن کو میرے مرنے کا
گلے مل کر وہ ہوتے ہیں جدا آہستہ آہستہ

غزل

بکھرائے ہوئے زلف سرِ شام تُو آیا
بالیں پہ بہر طور گُل اندام تو آیا

وہ ہو کے پشیمان مِری قبر پہ آئے
یہ جذبِ محبت مِرا کچھ کام تو آیا

ہے میری محبت کا ہر اِک لب پہ فسانہ
قصہ مِری الفت کا سرِ عام تو آیا

کہتے ہیں مِری بزم میں تم کس لئے آئے
کیسے ہی سہی لب پہ مِرا نام تو آیا

قاصد یہی کہتا ہے وہ آئیں گے یقیناً
جھوٹا ہی سہی ملنے کا پیغام تو آیا

مجنوں کوئی کہتا ہے کوئی ثانیءِ فرہاد
اُن عشق کے ماروں میں مِرا نام تو آیا

جاں ہجر میں اِک کشتۂ بیداد نے دے دی
اب چین تجھے گردشِ ایام تو آیا

اے بے خودیءِ شوق اِسے منہ سے لگا لے
خالی ہی سہی میری طرف جام تو آیا

اے فیضؔ میں خوش ہوں کہ مرے قتل کی خاطر
وہ شوخ لئے ہاتھ میں صمصام تو آیا

غزل

سکوں حاصل ہو اور پھر ہو مصیبت ہائے فرقت سے
اگر وہ جاتے جاتے دیکھ لیں مڑ کر محبت سے

وہی گرتے ہیں کیا بڑھتے ہیں جو اپنی حقیقت سے
اگر ٹھہریں تو اتنا پوچھ لوں اشکِ ندامت سے

ہوا ہے اس قدر مانوس دل رنج و مصیبت سے
زباں تک آشنا ہوتی نہیں حرفِ شکایت سے

پریشاں زلف ہے برہم سے ہیں دیکھا نہیں جاتا
یہ منظر ملتا جلتا ہے کچھ آثارِ قیامت سے

کمالِ عشق پر پہنچی ہیں سجدہ ریزیاں اپنی
جبیں کا عکس ظاہر ہے ہر اِک نقشِ محبت سے

نقابِ رُخ اُلٹ کر وہ چلے آئے سرِ محشر
قیامت آکے ٹکرائی ہے دامانِ قیامت سے

نہ اٹھیں آپ بالیں سے مریضِ شامِ فرقت کی
مرا ذمہ ہے پھر میں خود نبٹ لوں گا قیامت سے

رہے گردش میں دنیا یا کہ ٹھہرے اپنے مرکز پر
نہ باز آئیں گے اے دل ہم مگر عشق و محبت سے

سُخنِ ناتمام

سید جعفر حسن زیدی کا مجموعہ کلام



مغرب کی زد میں آ گئے مشرق کے آفتاب
کیا شاندار صبح تھی، کیا رات ہو گئی

سخنِ ناتمام

سید جعفر حسن زیدی کا مجموعہ کلام

مغرب کی زد میں آ گئے مشرق کے آفتاب
کیا شاندار صبح تھی کیا رات ہو گئی

فہرست

نمبر شمار	عنوان	تحریر	صنف	صفحہ نمبر
	تعزیتی کلام			
1	بھولتے ہی نہیں ہو تم جعفر۔	باقر زیدی	نظم	1
2	اے طبعِ رسا تیری روانی وہ کہاں ہے	شہاب کاظمی	مسدّس	4
3	وہی تھا رونقِ محفل بہارِ گلستاں جعفر	شکیل آزاد	نظم	6
4	کُلُّ نفسٍ ذائقۃ الموت	انعام حسین نوید	نظم	7
5	تعزیتی کلام برائے جعفر مرحوم	نوید بھرتپوری	رباعیات	9
6	تعزیت نامہ	آنٹی کیرولین	خط	11
7	جوابِ تعزیت	باقر زیدی	خط	12
8	بھائی جان کی موت پر	نسیم فروغ	نظم	13
9	تعزیت نامہ	عابد جعفری	خط	14
10	ادارۂ جعفریہ کی مجلسِ ترحیم میں خطاب	باقر زیدی	خطاب	15
11	قطعہ تاریخ برارتحالِ جعفر زیدی	باقر زیدی	قطعہ	18
	بابِ نعت و منقبت			
12	فقط یہ اِک شرف کتنا بڑا ہے	سرورِ کائناتؐ	نعت	19
13	سارے عالم پر ہے رحمت آپ کی	سرورِ کائنات	نعت	22
14	خواہشِ جنت نہیں ہے دشتِ بطحا چھوڑ کر	سرکارِ دو عالم	نعت	24
15	راہِ ایثار میں جن لوگوں کے نام آتے ہیں	محمد مصطفیٰ	نعت	26
16	خدا نے چُن لیا بندوں میں مصطفیٰ کہئے	رسولِ اکرمؐ	نعت	27
17	وہی جس نے چوسی زبانِ محمدؐ	رسول اللہ	نعت	29
18	علیؑ کا ذکر ولایت اگر اذاں میں نہیں	جناب فاطمہؑ	منقبت	30

19	حیدرؑ کے ساتھ ساتھ پیمبرؐ کے ساتھ ساتھ	جناب فاطمہؑ	منقبت	32
20	نہ بھولے سے کبھی لب پر ثنائے شہریار آئی	جناب فاطمہؑ	منقبت	34
21	خدا نے بیٹی نہیں تم کو بخشی جہاں میں خیر النساء یہی ہیں	جناب فاطمہؑ	منقبت	35
22	خالق کی مہر کیا ہے محبت انہی کی ہے	جناب فاطمہؑ	منقبت	37
23	جہاں میں آج جو موجودیں کی دولت ہے	بتول عذراؑ	منقبت	39
24	کمالِ عصمت و عفت کا آسماں زہراؑ	بنتِ محمدؐ	منقبت	40
25	شرف میں بنتِ رسالت مآب ہیں زہراؑ	خیر النساءؑ	منقبت	41
26	ولادت خانۂ حق میں شرف ہے خاص حیدرؑ کا	حضرت علیؑ	منقبت	42
27	اللہ کے گھر میں ہے ولادت کا سماں اور	حضرت علیؑ	منقبت	43
28	بغیر حُبِ علیؑ زیست میں خوشی تو نہیں	حضرت علیؑ	منقبت	44
29	نہ آپ سمجھے نہ یہ شیخ و شاب سمجھے ہیں	حضرت علیؑ	منقبت	45
30	حیدری طرز کی زندگی چاہئے	حضرت علیؑ	منقبت	47
31	چمن میں ہر طرف غنچوں پہ دیکھو کیا نکھار آیا	حضرت علیؑ	منقبت	49
32	علیؑ کے در سے رہِ استوار رکھتے ہیں	حضرت علیؑ	منقبت	50
33	شعورِ ذہن میں اک فکر کونجی ہے صدا بن کر	حضرت علیؑ	منقبت	52
34	نہ خوفِ حشر نہ کچھ اضطراب رکھتے ہیں	حضرت علیؑ	منقبت	54
35	جو بلِ اتی کا شرف ہے وہ گھر انہی کا ہے	سجدہ گاہِ ولا	منقبت	55
36	منقبت پڑھ کر علیؑ کی مصطفیٰؐ کے سامنے	حضرت علیؑ	منقبت	56
37	اللہ رے اُس مطلعِ انوار کی خوشبو	حضرت علیؑ	منقبت	57
38	دلوں میں مہر و محبت نہیں تو کچھ بھی نہیں	حضرت علیؑ	منقبت	59
39	مدحت میں مصطفیٰؐ کی خدا کی کتاب ہے	امام حسینؑ	منقبت	63
40	ناز خود قدرت کرے وہ گلعذار آ ہی گیا	امام حسینؑ	منقبت	64
41	سفر جاری رہے گا اپنا مہدیؑ کے گلستاں تک	امام علی رضاؑ	منقبت	66

42	دل کو لائے عمل کے قابل بنا دیا	امامِ زمانہؑ	منقبت	67
43	اہلِ ولا پہ ہجر بہت ناگوار ہے	امامِ زمانہؑ	منقبت	68
44	تمھارے ہجر کے مارے ہیں سب قرار نہیں	امامِ زمانہؑ	منقبت	70
45	صاحبِ خاص و عام آئیں گے	امامِ زمانہؑ	منقبت	71
46	موقع ملے جو آپؑ سے قول و قرار کا	امامِ زمانہؑ	منقبت	72
47	مدحِ مولاؑ میں مجھے بالائے منبر دیکھ کر	حضرت علیؑ	سلام	73
48	شبیرؑ کی آمد ہے فضا جھوم رہی ہے	امام حسینؑ	سلام	75
49	کیا ہے قصدِ ثناء ابنِ مرتضیٰؑ کے لئے	امام حسینؑ	سلام	76
50	دینِ نبیؐ کو مطلعِ تاباں بنا دیا	امام حسینؑ	سلام	78
51	جنابِ فاطمہؑ کے گھر میں جو زیرِ کسا ٹھہرا	امام حسینؑ	سلام	79
52	اے سلامی عشقِ حیدرؑ حُبِ حیدرؑ چاہئے	حضرت علیؑ	قطعہ	81
53	انسانیت کے درد کا درماں غمِ حسینؑ	غمِ حسینؑ	سلام	82
	بابِ غزل			83
54	اپنے گرد و پیش کو سارا جہاں سمجھا تھا میں		غزل	84
55	یوں کسی کی مہربانی ہو گئی		غزل	85
56	کبھی یہاں کے لئے اور کبھی وہاں کے لئے		غزل	87
57	اگر نہ خدمتِ انساں میں نقدِ جاں گزرے		غزل	88
58	کیا جائیے کیا نام ہے اچھا سا لگے ہے		غزل	89
59	بزمِ سخن میں اُن سے ملاقات ہو گئی		غزل	90
60	کیا بات کریں ہم اُس گلی کی		غزل	91
61	جب ہوا رات سنسنائی ہے		غزل	92
62	یوں ہی اہلِ جمال کرتے ہیں		غزل	93
63	ہر اِک لمحہ نظامِ ہستیِ عالم بدلتا ہے		غزل	94

64	ہمارے سامنے علم و ہنر کی بات کرو	غزل	95
65	اصولِ عشق سے تم بھی تو روشناس نہیں	غزل	96
66	یہ آرزو ہے کہ محوِ جمال کر دو گے	غزل	97
67	ہم پہ تہمت جو تھی راز کھل ہی گیا	غزل	98
68	جوش و مستی کی قسم میں سوئے میخانہ چلا	غزل	99
69	خیالِ دوست ہی بس زندگی کا حاصل ہے	غزل	100
70	ساقی کا فیض ہے در میخانہ کھل گیا	غزل	101
71	حسن کے در پہ سجدا روا ہو گیا	غزل	102
72	یادوں کے دریچوں کو فضا کھول رہی ہے	غزل	103
73	جو حسیں باغ باغ ہوتے ہیں	غزل	104
74	میں پی رہا ہوں میں پیتا ہوں زندگی کے لئے	غزل	105
75	گزر تو جائے گی جانِ بہار گزرے گی	غزل	106

بھولتے ہی نہیں ہو تم جعفر!

باقر زیدی

اپنے بھائی جعفر زیدی کی یاد میں

چین پڑتا ہے دن نہ رات مجھے
لے کے آئی کہاں حیات مجھے

ساتھ اکسٹھ برس کا چھوٹ گیا
اُس کے جانے سے میں تو ٹوٹ گیا

وہ ارادوں کی استقامت تھا
وہ مِرے بازوؤں کی طاقت تھا

جسم میں میرے جان تھی اُس سے
میری پیری جوان تھی اُس سے

سب ہی بگڑے بنے کا ساتھی تھا
وہ مرے بچپنے کا ساتھی تھا

ہر جگہ دونوں ساتھ جاتے تھے
نام بھی ساتھ ساتھ آتے تھے

بچپنے میں بگڑ بھی لیتا تھا
بات بے بات لڑ بھی لیتا تھا

منقبت زور دے کے لکھواتا
مرثیہ خود وہ مجھ سے لکھواتا

وہ محبت کے ڈھنگ جانتا تھا
سادگی کے بھی رنگ جانتا تھا

تھا جو واقف دلوں کے بندھن سے
وہ جھگڑتا تھا آکے چندن سے

کہتا تھا اِن سے کوئی کام نہ لیں
کچھ بہ جُز خدمتِ امامؑ نہ لیں

مرثیہ جب تمام ہوتا تھا
یہ بھی اُس کا ہی کام ہوتا تھا

پہلے پڑھ کے مجھے سناتا تھا
جو تاثّر ہو وہ بتاتا تھا

کام کی میرے فکر اُس کو تھی
نام کی میرے فکر اُس کو تھی

اُس نے اونچا رکھا مقام مِرا
دل سے کرتا تھا احترام مِرا

خوش کلامی سے میری خوش ہوتا
نیک نامی سے میری خوش ہوتا

کب کہیں اپنا ذکر کرتا تھا
میری راحت کی فکر کرتا تھا

جانے کیا کچھ نہ مانتا تھا مجھے
باپ کے مثل جانتا تھا مجھے

پاؤں آگے کبھی جو دھرتا تھا
سَبَقَت نیکیوں میں کرتا تھا

کیا توکل تھا کیا قناعت تھی
روزی ساری حلال محنت تھی

اپنے سب واجبات دیتا تھا
یعنی خمس و زکواۃ دیتا تھا

دور بھوکوں کی بھوک کرتا تھا
سب سے اچھا سلوک کرتا تھا

اُس کے ہر کام میں تھی اُس کی جھلک
دیکھتا تھا ہر ایک نوک پلک

نیک مَیت تھا پاک باطن تھا
سب ہی کرتا تھا جو بھی ممکن تھا

گھر میں کب کوئی چیز عنقا تھی
ہر ضرورت کی شے مہیا تھی

ہر گھڑی دیکھ بھال رکھتا تھا
سارے گھر کا خیال رکھتا تھا

جو سلیقہ تھا سب اُسی کو تھا
کام کرنے کا ڈھب اُسی کو تھا

اُس کو مذہب کا بھی شغف تھا بہت
وہ فدائے شہِ نجف تھا بہت

شِیرِ مادر میں تھی جو حُبِّ علی
زندگی اُس کی بھی اُسی میں ڈھلی

باپ تھا مرثیہ نگارِ حسینؑ
خود بھی کرتا تھا خوب کارِ حسینؑ

رنگ اُس پر وِلا کا گہرا تھا
وہ عزادارِ جانِ زہراؑ تھا

تھا عزا میں وہ پیروِ اسلاف
کبھی کرتا نہیں تھا اُس کے خلاف

وہ بزرگوں کی آن رکھتا تھا
عزّتِ خاندان رکھتا تھا

کیا عزائے حسینؑ کر کے گیا
خدمتِ والدین کر کے گیا

تن سے جادو جگا کے سویا ہے
من کے قرضے چُکا کے سویا ہے

عہد سارے وفا کئے اُس نے
فرض سارے ادا کئے اُس نے

جس کا جو حق تھا اُس کو دے کے گیا
اور دعائیں بھی ساتھ لے کے گیا

لطف اٹھایا ہر اِک عبادت کا
حج و عمرہ کا اور زیارت کا

محفلوں، مجلسوں کی رونق تھا
پیروِ دعبل و فرزدق تھا

راہ رَو مسلکِ حسینی کا تھا طرف دار وہ خمینی کا
کیسا دیں دار مر گیا افسوس کیا عزادار مر گیا افسوس
دوستوں کا رہا رفیق بہت چھوٹے بچوں پہ تھا شفیق بہت
اچھا فرزند بھی برادر بھی باپ بھی اچھا اور شوہر بھی
کیا بتائے کوئی نظام کا غم ہائے کیا بزم ہوگئی برہم
قلب سب کے دو نیم کر کے گیا جن کو پالا یتیم کر کے گیا
اوج عدنان کا نہیں دیکھا سہرا عمران کا نہیں دیکھا
بیٹیوں کا اُسے بہت تھا خیال باپ کے غم سے جو ہوئیں ہیں نڈھال
یاد آتی ہیں شفقتیں اُس کی خوں رُلاتی ہیں چاہتیں اُس کی
جلدی اُس کے مزاج میں تھی بہت تیزی ہر کام کاج میں تھی بہت
کی نہ سُستی کبھی نہ غفلت کی اُس نے مرنے میں بھی تو عجلت کی
جانے کتنے دلوں کو توڑ گیا جانے والا سبھی کو چھوڑ گیا
ہر خوشی غم میں ہاتھ رکھتا تھا رونقیں اپنے ساتھ رکھتا تھا
کِشتِ دل زعفران اُس سے تھی رونقِ خاندان اُس سے تھی
اپنے قول و عمل میں سچا تھا سچ یہ ہے ہم میں سب سے اچھا تھا
چین دل کو نہیں جدائی پر فخر ہے مجھ کو اپنے بھائی پر
ہے تو سچ کو مَثل پُرانی ہے بعد مرنے کے قدر جانی ہے
دل کچھ ایسے اُجڑ گیا میرا جیسے کچھ بھی نہیں رہا میرا

راحتیں ہوگئیں ہیں گُم جعفر
بھولتے ہی نہیں ہو تم جعفر

جعفر مرحوم کی یاد میں

شہاب کاظمی

اے طبعِ رسا تیری روانی وہ کہاں ہے یاری تھی بہت جس سے پرانی وہ کہاں ہے
اِک مجلسِ شعر کا بانی وہ کہاں ہے اخلاص و مروّت کی نشانی وہ کہاں ہے
ملتا تھا محبت سے تو کیا بات ہوئی ہے
کس رنج سے تبدیلی حالات ہوئی ہے

شکوہ ہے کسی سے تو سنا کیوں نہیں دیتا چوٹ آئی ہے دل پر تو دِکھا کیوں نہیں دیتا
خفگی جو نہیں ہے تو بتا کیوں نہیں دیتا برسوں کی رفاقت کا صلہ کیوں نہیں دیتا
دل اور کہیں اُس نے لگایا ہے تو کہہ دے
گھر خُلدِ بریں میں جو بسایا ہے تو کہہ دے

کچھ ہے بھی خبر کس کو کدھر چھوڑ گیا ہے بچوں پہ یتیمی کا اثر چھوڑ گیا ہے
لمحوں کو سمیٹا ہے پسر چھوڑ گیا ہے کس جُرم کی پاداش میں گھر چھوڑ گیا ہے
بگڑی ہوئی ایسی ابھی دنیا تو نہیں تھی
خفگی اسے بے بات کی زیبا تو نہیں تھی

دیتا تھا جو آواز پہ آواز ہماری سُنتا نہیں کیوں آج کوئی گریہ و زاری
خفگی ہے زمانے سے یہ کس بات پہ طاری غفلت کوئی احباب سے کیا ہوگئی بھاری
منہ کس لئے پھر اس نے چھپایا ہے لحد میں
چین ایسا بھلا کون سا پایا ہے لحد میں

یاری نہ سہی خون کے رشتوں کو سمجھتا غیروں کو نہیں کم سے کم اپنوں کو سمجھتا
کچھ بھائی کو بچوں کو بھتیجوں کو سمجھتا ہم تھے جو بُرے خیر، کچھ اچھوں کو سمجھتا

دوچار تھا ایسا بھی نہ وہ رنج و تعب سے
اِک آن میں جو صرفِ نظر کر گیا سب سے

یہ کہتا تھا میں اتنے میں ہاتف نے صدا دی بھولی ہوئی یہ بات مجھے یاد دلا دی
غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی گردوں نے گھڑی عمر کی اِک اور گھٹا دی

زندہ جو ہے وہ موت کی تکلیف سہے گا
جب احمدِ مُرسلؐ نہ رہے کون رہے گا

بیادِ جعفر زیدی

شکیل آزاد

وہی تھا رونقِ محفل، بہارِ گلستاں جعفر
ہماری محفلوں کو کر گیا ہے جو خزاں جعفر

وہ اپنی ذات میں یکتا تھا، جانِ انجمن تھا وہ
سرِ محفل وہی تھا شعر و فن کا رازداں جعفر

وہ ہنستا تھا تو اپنے ساتھ محفل کو ہنساتا تھا
ہمیشہ بولتا تھا بس محبت کی زباں جعفر

وہ خدمت میں ادب کی بھی بہت مسرور رہتا تھا
اُسے اردو سے الفت تھی تھا منزل کا نشاں جعفر

محبت میں، مروت میں، سخاوت میں بھی یکتا تھا
وہ اپنی ذات میں تھا ایک بحرِ بیکراں جعفر

کوئی حسرت تھی اُس کے دِل میں یہ آنسو بتاتے تھے
سُناتا تھا جو یاروں کو حدیثِ رفتگاں جعفر

ہر اِک مشکل میں کام آیا عزیزوں، رشتہ داروں کے
تھا اپنے دوستوں پر بھی بہت ہی مہرباں جعفر

محبت بھی بہت تھی اُس کو اپنے بھائی بہنوں سے
تھا اپنے بیوی بچوں کے لئے اِک سائباں جعفر

کسی کا شعر اچھا ہو تو دِل سے داد دیتا تھا
تھا ہر میلاد کی محفل کا میرِ کارواں جعفر

وہ روتا تھا حسینؑ ابنِ علیؑ کے ذکر پر خود بھی
رُلاتا تھا وہ محفل کو بھی جب کرتا بیاں جعفر

غمِ شبیرؑ میں ہر دم یہاں غمگین رہتا تھا
جواب مولا علیؑ کے سائے میں ہے شادماں جعفر

تمھیں تو اِس قدر الفت رہی شاہِ شہیداں سے
تمھاری قبر پر رحمت کرے گی سائباں جعفر

اُسے بچھڑے ہوئے ہم سے بہت سے سال گزرے ہیں
مگر محسوس ہوتا ہے ابھی تو تھا یہاں جعفر

شکیل اپنی دُعا ہے آلِ احمدؐ کے وسیلے سے
خدا روشن رکھے فردوس میں تیرا مکاں جعفر

کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت

بسلسلہ ارتحالِ پُر ملال سید جعفر حسن زیدی بتاریخ ۱۱ر نومبر 1999ء
مطابق ۲ر شعبان ۱۴۲۰ء بروز پنجشنبہ

یادگارِ فیضؔ یعنی جعفرِ عالی وقار
اِس جہانِ رنگ و بو سے کر گئے آخر فرار

ماہیِ بے آب کی مانند دل ہیں بے قرار
لے لیا خالق نے ہم سے آپ جیسا غمگسار

چند لمحوں میں کنارہ کر گئے اخلاف سے
کتنی زہر آلود تھی آب و ہوائے روزگار

آپ کے مرنے کا لوگوں کو یقیں آتا نہیں
بات کا میری کوئی کرتا نہیں ہے اعتبار

سُن کے مرنے کی خبر احباب کرتے ہیں سوال
چند لمحوں میں ہوئے کس طرح جعفر رہ سپار

یہ خبر سُن کر ہر اِک مومن گریباں چاک ہے
اِک فقط میں ہی نہیں کنبہ ہے سارا سوگوار

یازدہ ماہِ نومبر اور سَن ننانوے
ہوگیا برہم نظامِ گردشِ لیل و نہار

پنجشنبہ۔دوسری شعبان سَن چودہ سو بیس
شامِ آدینہ کو جنّت میں لیا جا کر قرار

تم نے اخلاق و محبت کے وہ چھوڑے ہیں نقوش
محو کر سکتی نہیں جس کو ہوائے روزگار

ہم نے مانا خدمتِ شبّیرؑ میں جنّت میں ہو
غم غلط کیونکر کریں اخلاف۔بیگم۔رشتہ دار

محفلِ احباب سونی ہوگئی تیرے بغیر
تو نہیں باقی مگر حُسنِ عمل ہے یادگار

کیا سمجھ سکتا ہے کوئی حالتِ قلبِ نظام
یا خبر ہے اُس کے دل کو یا ہے واقف کردگار

صدمہ جانکاہ سے باقر کا دل ہے پاش پاش
نیم بسمل عاتکہ ہے اور چندن اشکبار

عالمِ پیری میں پیہم یورشِ طوفانِ غم
دے خدا شیدا کے دل کو قوتِ صبر و قرار

آپ کی اسماء کی باتیں کس قدر ہیں لخراش
قلبِ عمراں ہے شکستہ۔اور دلِ عدناں نزار

دل گرفتہ ہیں رضا۔تحسین ونسریں اور نجف
چٹکیاں لیتی ہے تیری یاد دل میں بار بار

ہو عطا بچوں کو یارب دولتِ صبرِ جمیل
آپ پر سایہ فگن ہو رحمتِ پروردگار

کاش رہتے اِس جہانِ رنگ وبو میں چند روز
دیکھتے اپنے چمن کے نونہالوں کی بہار

اپنا بس چلتا تو ہم مرنے نہ دیتے آپ کو
مرضیِ مالک میں لیکن کچھ نہیں ہے اختیار

ہے نویدِ خستہ تن کی یہ بھی خواہش اے نظام
بھیجنا ہمسر کو اپنے تحفہ ہائے آب دار

اب نویدِ زار کی حق سے یہی ہے بس دُعا
تا ابد حاصل رہے جعفر کو حیدر کا جوار

اب پئے تسکین لکھتا ہوں سنو تم غور سے
اس جہاں کی کوئی شے ہرگز نہیں ہے پائیدار

جب نہیں ہے موت سے مُستثنیٰ پیغمبر کی ذات
ہم گنہگاروں کا پھر کس حیثیت میں ہو شمار

جو بھی اِس دنیا میں آیا جائے گا اِک دن ضرور
ہے یہی قانونِ حتمی خدائے روزگار

موت کا ہر شخص چکھے گا مزہ معلوم ہے
پھر بھی تیری آنکھ کیوں کُھلتی نہیں غفلت شعار

ہے اسی وادی سے جنّت اور سفر کا راستہ
موت اِک نعمت ہے رب کی جس سے ناممکن فرار

اس لئے لازم ہے تقویٰ پر عمل پیرا رہے
تا کہ تو مغفور و بخشندہ ہو پیشِ کردگار

رُوُوتم ۔ ہاں خوب رُوُومنع میں کرتا نہیں
کیونکہ رونا بھی مُمدِّ زیست ہے اے خوش شعار

پر ترے رونے سے میّت کو نہیں کوئی ثواب
کر نمازیں پڑھ کے قرآں کی تلاوت اختیار

بھوکوں کو کھانا کھلا۔اور پیاسوں کو پانی پلا
اور ننگوں کو لباسِ نو زراہِ انکسار

کچھ رقم تعمیرِ مسجد اور عزا خانے میں دے
تا ابد حاصل ہو میّت کو ثواب بے شمار

دفن کر کے بھولنا میّت کو ہے ظلمِ عظیم
اُس کا حق بندوں پہ باقی ہے سدا اے غمگسار

بس وہی بیٹے خلف ہیں بیٹیاں ناموس ہیں
جو ادائے فرض سے غافل نہیں ہیں سوگوار

ورنہ دونوں عاقِ مادر اور پدر ہیں بالیقیں
اور مالک کے ہیں مہماں نارِ دوزخ کا شکار

کرتا ہوں تلقینِ صبر و استقامت اس لئے
تا کہ حاصل ہو تمھیں قُربِ رضائے کردگار

قبرِ مومن میں علیؑ آتے ہیں نصرت کے لئے
پھر عزیز و اقربا، اولاد کیوں ہیں بے قرار

دے کے حجّت کی خبر واپس ہوئے منکر نکیر
بر سرِ بالیں تھے مرقد میں جو شاہِ ذوالفقار

قبرِ مومن بالیقیں ہے وادیِ ایمن نوید
بہرِ نصرت لاتے ہیں تشریف شاہِ ذوالفقار

انعام حسین زیدی

۱۵ر نومبر ۱۹۹۹ء

رباعیات

اپنی اولاد سے کرتے تھے محبت کے سخن
اور دُعا تھی کہ سدا پھولے پھلے میرا چمن
سینۂ اقدسِ والد سے چمٹ جا جعفر
منتظر ہیں درِ فردوس پہ فرزند حسنؑ

☆

ماں کی الفت سے نہیں کوئی بھی بہتر اکسیر
جس کی تعلیم سے ہر لمحہ منور ہے ضمیر
حوضِ کوثر پہ ہوا جیسے ہی جعفر کا گزر
ملنے بیٹے سے چلی آئیں جناں سے تطہیرؑ



نیک کردار و عمل سے تنخمِ الفت بو گئے
زالِ دنیا سے پھرا کر منہ وہ اپنا سو گئے
یا زدہ ماہِ نومبر اور سن بتا نوے
داخلِ فردوس اے عدنان، جعفر ہو گئے



ذاکرِ شبیرؑ ۔ زائر ۔ خوش صفات
متقی ۔ حاجی ۔ نمازی تا حیات
سیّد جعفر حسن کی موت پر
مبتلائے رنج و غم ہے کائنات



شگفتہ شگفتہ تھا بُستانِ جعفر
معطر معطر تھا ایوانِ جعفر
مگر اب اداسی سی چھائی ہوئی ہے
سرِ لوحِ گریاں ہے عمرانِ جعفر

آنٹی کیرولین کا تعزیت نامہ

12603 King Arthur Court
Glenn Dale, Md. 20769
November 22, 1999

My dear Bagwar,

We are deeply saddened by the loss of dear Jaffar. The recent news was a great shock. Jaffar was very special to us.

We shall always remember him for his goodness to us. He was a true, honest, understanding, caring person. Sheila and Lynn commented my same feelings when they contacted me about his loss.

Please accept my deepest sympathy, thoughts and prayers. Please also extend our concerns to your other dear brothers and family. God bless you!

Love,
Carolyn, Lynn & Sheila

جوابِ تعزیت

Baquer Zaidi
13600 Engleman Dr.
Laurel, MD 20708-1324

Dec. 18-1999

Dear Aunt,

Jaffer's death has shattered my nerves. He was so kind, considerate, respectful and submissive. I can not but miss him badly for the rest of my life. He was dearer than a brother. May God grant an eternal peace to his soul. Amen.

Pleae convey my thanks to Sheila & Leon for expressing their feelings of sympathy.

We shall remember Jafer for all his goodness & greatness. Aunt, your words are a great consolation.

It was very thoughtfull of you. Thanks

Love
Chandan, Baquer & Family

بھائی جان کی موت پر

نسیم فروغ

موت کے بعد یہ پذیرائی
فضلِ مولا کا ہے برادر پر
فاتحہ لوگ آ کے پڑھتے ہیں
روزِ عاشور قبرِ جعفر پر

درد و غم کی حکمرانی رہ گئی
نامکمل اِک کہانی رہ گئی

بھائی ہم سے چھُٹ گیا پردیس میں
ہجرتوں کی مہربانی رہ گئی

تھا عزادارِ حسینؑ ابنِ علیؑ
مرثیہ خوانی نشانی رہ گئی

لے گیا وہ زندگی کی چاشنی
پھیکی پھیکی زندگانی رہ گئی

لذتِ غم کے شناسا ہوگئے
شادمانی اب کہانی رہ گئی

دردِ دل کس طرح سے کرتا رقم
جو قلم میں تھی روانی رہ گئی

یاد بھائی کی ہے اور ہم ہیں فروغ
آنسوؤں کی خوں فشانی رہ گئی

عابد جعفری کا تعزیتی خط بسلسلہ ارتحال جعفر مرحوم

10-1235 RADOM ST.
PICKERING ONTARIO
CANADA L1W 1T3

۲ فروری ۲۰۰۵ء

بہت ہی محترم باقر بھائی ۔ سلام مسنون

جس دن سے برادرم نسیم زیدی نے جعفر بھائی کے گذر جانے کی خبر دی ہے ۔ دل بے حد اداس ہے اور بار بار وہ دل یاد آ رہے ہیں جو ان کے ساتھ گذارے تھے ۔ اتنے مختصر عرصہ میں جب وہ اپنی محبتوں اور اخلاص کی ایسی مہر ہمارے دل پر ثبت کر گئے ۔ کہ جس کا محو ہو جانا امر محال ہے تو آپ پر کیا کچھ نہ گذری ہوگی ... بلکہ گذر رہی ہوگی ۔ یہ خیال اس غم میں مزید اضافہ کا باعث ہے ۔ اللہ آئمہ معصومین کے صدقے میں جعفر بھائی کو غریق رحمت کرے اور آپ سب کو صبر عطا کرے ...

میں آپ سے بے حد شرمندہ ہوں ۔ نہ جانے کتنی ہی بار خط لکھنے بیٹھا مگر ہمیشہ دل و دماغ نے ساتھ نہ دیا ۔ اب بھی مجھے علم نہیں کہ کیا لکھ رہا ہوں ... یوں بھی اس سانحہ کے تناسب سے میرے الفاظ کی کیا قیمت ۔ بھائی کے گذر جانے سے آپ کے دل میں جو خلا پیدا ہوا ہوگا وہ کہیں الفاظ سے بھر سکتا ہے ۔ اس زخم کے لئے تو وقت ہی شاید مرہم لائے ... اگر لائے

یہ نعمت کجا ہم ذی حس لوگوں کے مقدر میں کہاں ....

نسیم نے چہلم کی اطلاع دی تھی ۔ مگر میں بھی نصف مر چکا ہوں ۔ اب روح سے اس مردہ جسم کو کھینچنا محال ہو رہا ہے ... دیکھئے کب فرصت ملتی ہے ۔ میری طرف سے برادرم نسیم اور تمام متعلقین کی خدمت میں تعزیت ... جعفر بھائی محبت اہلبیت سے لبریز سے ان ہی کی خدمت میں پہنچ گئے ۔ احقر العباد

عابد جعفری عفی عنہ

باسمِ سبحانہ

ادارۂ جعفریہ میری لینڈ کی مجلسِ ترحیم میں جناب باقر زیدی کا بیانِ سپاس

خواتین وحضرات! السلامُ علیکم

ہمارے ساتھ اظہارِ ہمدردی کرنے اور شریکِ غم ہونے پر میں اور اس سوگوار خاندان کے دیگر افراد آپ سب کے تہہ دل سے ممنون ہیں۔ اس مجلسِ ترحیم کی وساطت سے میں بصد اخلاص ان لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں لیکن اپنی مصروفیتوں سے وقت نکال کر میرے مرحوم بھائی کی تعزیت کے لئے ہمارے گھروں پر تشریف لائے۔ ٹیلیفون کئے یا اپنے تاثراتِ غم خطوط کی صورت میں ارسال کئے دور دور کے ملکوں، شہروں، ریاستوں اور قریوں سے آنے والے تعزیتی الفاظ ہمارے دُکھی دلوں کے لئے سکون کا باعث ہوئے۔ تعزیت کنندگان کی تعداد اور فاصلوں کے پیشِ نظر ہمارے لئے فرداً فرداً ہر شریکِ غم کا شکریہ ادا کرنا ممکن نہیں لیکن ہم ان سب خواتین وحضرات کے لئے سراپا سپاس ہیں اور جذبۂ ممنونیت کے ساتھ دست بدعا ہیں کہ خداوندِ عالم اُنہیں اور اُن کے متعلقین کو اپنے حصارِ عافیت میں خوشحال، صحتمند اور توانا رکھے۔ آمین

مرنے والا میرا بھائی۔ میرا قوتِ بازو تھا۔ ابھی تک کسی عزیز وقریب کی موت نے مجھے اتنا صدمہ نہیں دیا جتنا اس کی موت سے ہوا۔ ساری زندگی ساتھ

رہے لیکن جُدا ہوتے وقت ایک دوسرے سے دس ہزار میل کے فاصلے پر تھے۔
میری تاریخِ ولادت یعنی ۲۶ ستمبر ۱۹۳۶ء کے ٹھیک دو سال بعد ۲۶ ستمبر ۱۹۳۸ء کو وہ اس دنیا میں آیا تھا۔ ہماری پیدائش کی سالگراہ ہر سال ساتھ منائی جاتی تھی۔ بچپن کے دن ریاست بھرتپور کی آبائی حویلی میں کھیلتے کودتے گزارے۔ اُس وقت بھائی کم اور دوست زیادہ تھے۔ پھر عمر کے ساتھ ساتھ خون کے رشتہ کا اثر دوستی پر غالب ہونا شروع ہوا اور رفتہ رفتہ دوستی کی روش احترام میں تبدیل ہوتی رہی۔ والد مرحوم کے انتقال کے بعد جو اب سے تقریباً دس سال قبل ہوا میں نے اُس کے احترام میں بڑا فرق محسوس کیا اب وہ مجھے باپ کی سی عزّت دینے لگا تھا جو اُس کے مرتے دم تک قائم تھی۔ اُس کی موت نے مجھ سے میرا بچپن کا ساتھی لڑکپن کا رفیق اور دوست۔ جوانی کا بھائی اور بُڑھاپے کا بیٹا چھین لیا۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ میری موت کا پُرسہ لیتا مگر ہوا یہ کہ میں اُس کا سوگ نشین ہوں۔ ساری عمر وہ میرے کام انجام دیتا رہا لیکن جاتے جاتے یہ کام جو وہ مجھ پر ڈال گیا ہے اس نے میرے اعصاب کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔

وہ نیک طینت۔ پاک باطن، زبان کا سچا۔ بات کا پکّا۔ کھرا انسان تھا بزرگوں کا احترام اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت اُس کی عادت تھی۔ نرم گفتاری، خوش مزاجی اور بذلہ سنجی اُس کی طبعیت تھی۔ غصہ کی جگہ عفو و درگزر سے کام لیتا تھا۔ خیر سگالی، سلوک۔ مروّت اور نیکی میں سَبقت کرنے میں مستعد رہتا

تھا۔دُوسروں کے دُکھ اپنایا کرتا تھا۔مذہب سے خاص لگاؤ تھا۔ اُس کی شاعری بھی بائیس غزلوں کے علاوہ حمد۔نعت۔منقبت اور سلام تک ہی محدود تھی۔ اپنے سب فرائض خوش اسلوبی سے ادا کرتا رہا۔ حج۔عمرہ اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارتوں سے کئی بار شرف یاب ہو چکا تھا۔محمدؐ و آلِ محمدؐ کی محبت اُس کی گھٹی میں پڑی تھی وہ حاجی زائر اور ذاکر ہی نہیں۔عزادارِ حسینؑ بھی تھا۔عزادارِ حسینؑ بھی ایسا کہ وہ شعارِ عزاداری کے فروغ میں صفِ اوّل کا آدمی تھا۔ اُس نے تمام عمر مولاؑ کے کام کئے اور مجھے یقین ہے کہ وہ اب بھی انہی کی خدمت میں ہوگا۔۲۳ دن میں ۲۵ ختمِ قرآن اُس کی نیکیوں کی پہچان اور ہر دلعزیزی کی دلیل ہیں۔ یہ اُمڈتے آنسوؤں کے سیلاب اُس سے لوگوں کی محبتوں کا ثبوت ہیں۔ اللہ کا احسان ہے کہ اُس نے مجھے ایسا بھائی دیا جو میرے لئے باعثِ اعزاز تھا۔ ہے اور رہے گا۔ رب العزت اُسے جوارِ معصومین میں رکھے۔ اُس کے درجات میں اضافہ کرے اور اُس کے غمزدہ پسماندگان پر اپنا فضل کرے۔آمین

میری اس تریسٹھ سال کی عمر میں اکسٹھ سال کا بے پناہ اور بے بدل محبتوں اور قربتوں کا ساتھ چھوٹا ہے۔اور وہ بھی ایسے کہ میں اپنے بھائی سے یہ بھی نہ کہہ سکا کہ ان اکسٹھ سالوں میں جو خطائیں اور کوتاہیاں مجھ سے سرزد ہوئیں ہیں اور جو محرومیاں اور شکایتیں اُسے مجھ سے پیدا ہوئی ہوں اُنہیں معاف کردے۔ جعفر کے مزاج میں عجلت تھی۔وہ مجھ سے موت میں بھی سبقت لے گیا۔

قطعہ تاریخ

باقر زیدی

اپنے چھوٹے بھائی جعفر زیدی کے انتقال پر جو ۳؍شعبان ۱۴۲۰ھ جمعرات مطابق ۱۱؍نومبر ۱۹۹۹ء کو میری لینڈ میں ہوا۔

چودہ سو بیس سال ہجری کی — یہ مصیبت بیاں سے باہر ہے
پایا جعفر کا مصرعہ تاریخ — چارہ جو فرقتِ برادر ہے
۱۹۹۹ء — ۱۴۲۰ھ

نعت

فقط یہ اک شرف کتنا بڑا ہے
کہ سب بندوں میں بس یہ مصطفیؐ ہے

کوئی انسان بے سایہ ہوا ہے
یہ انساں ہے مگر سب سے جدا ہے

علیؑ کا ذکر ذکرِ مصطفیؐ ہے
ثنائے مصطفیؐ ذکرِ خدا ہے

انہیں کے نور سے عالم ہے روشن
انہیں سے زینتِ ارض و سما ہے

انہیں کا نور ہے تخلیقِ اول
عدد کی بھی انہیں سے ابتدا ہے

جو اُن کے در کے ہو کر رہ گئے ہیں
اُنہیں دنیا میں سب کچھ مل گیا ہے

محمدؐ محسنِ انسانیت ہیں
بشر کی شکل میں نورِ خدا ہے

انہیں کا نام ہے ہر دَم زباں پر
اِنہیں کا تذکرہ صبح و مسا ہے

جسے چاہیں اُسے بخشیں دو عالم
محمدؐ کی رضا حق کی رضا ہے

خدا معلوم کیا منصب ہے اُس کا
وصی بھی جس کا شاہِ لافتیٰ ہے

فرشتے آئیں جن و اِنس آئیں
سخی کے گھر کا دروازہ کھلا ہے

وضو کر کے جو لے یہ نامِ نامی
وہی حفظِ مراتب جانتا ہے

محمدؐ کی غلامی پر ہے نازاں
زمانے بھر کا جو مشکل کشا ہے

ابوطالبؑ بھتیجے کو لئے ہیں
کہ جیسے رحل پر قرآں رکھا ہے

اِنہیں کے گود کے پالوں کے دم سے
خدا کے نام کا ڈنکا بجا ہے

محمدؐ اِس لئے ہے نام اِن کا
کہ قرآں اُن کی مدحت کررہا ہے

جہاں عاجز فرشتے ہورہے ہیں
وہاں انسان دیکھو جارہا ہے

نبیؐ کی نعت جعفر لکھ رہے ہیں
مزہ اس زندگی میں آرہا ہے

نعت

سارے عالم پر ہے رحمت آپؐ کی
ساری دنیا ہے بدولت آپؐ کی

ہوگی یوں چشمِ عنایت آپؐ کی
مجھ سا عاصی اور شفاعت آپؐ کی

مقصدِ کُن آپؐ ہی کی ذات ہے
بزمِ امکاں میں صدارت آپؐ کی

دوجہاں ہیں آپؐ کے قدموں کی دُھول
کون جانے کیا ہے قدرت آپؐ کی

حشر تک ہیں آلؑ و قرآں ساتھ ساتھ
ہے قیامت تک شریعت آپؐ کی

ناز خالق نے اٹھائے آپؐ کے
کون جانے قدر و قیمت آپؐ کی

آج پھر انسان ہے زر کا غلام
پھر ہے انساں کو ضرورت آپؐ کی

آپؐ کی اولاد کا صدقہ ہے یہ
ہم نے پائی ہے محبت آپؐ کی

انبیاء بھی مقتدی ہیں آپؐ کے
فرض ہے سب پر اطاعت آپؐ کی

بندۂ خاکی ہوں یا جِن و مَلک
کون سمجھا ہے حقیقت آپؐ کی

طمعِ دنیا خوفِ محشر اُس کو کیا
جس کے دل میں ہے محبت آپؐ کی

جب بھی آیا وقتِ بَد اسلام پر
کام آئی صرف عترتؑ آپؐ کی

حشر میں ہوں گے پریشاں سب عدو
رنگ لائے گی عداوت آپؐ کی

کفر ہے اسلام پر پھر خندہ زن
اب وہ آئے جو ہے حجتؑ آپؐ کی

نعت

خواہشِ جنت نہیں ہے دشتِ بطحا چھوڑ کر
مل نہیں سکتا سکوں ہم کو مدینہ چھوڑ کر

ہیں محمدؐ عالمِ انسانیت کے ناخدا
کون اُتر سکتا ہے پار اِن کا سفینہ چھوڑ کر

ہم نے ذلّت اور رسوائی کی چادر اوڑھ لی
اتباعِ غیر میں اپنا قرینہ چھوڑ کر

ہوش کے ناخون لے اے منکرِ وصفِ نبیؐ
دَر بدر ہوجائے گا اِن کا وسیلہ چھوڑ کر

وقت کی سازش ابھی تک ثبت ہے تاریخ پر
کب گئے بوذرؓ خوشی سے خود مدینہ چھوڑ کر

جو تمھارے ہی نہیں ہیں وہ کسی کے بھی نہیں
موت کے خواہاں ہیں جینے کا قرینہ چھوڑ کر

شہر میں جانے کی خواہش اور دروازے سے بیر
علم ملتا ہی نہیں بابِ مدینہ چھوڑ کر

نور کی اس بزم میں ایسے بھی تھے کچھ کور چشم
لے گئے راتوں کی تاریکی سویرا چھوڑ کر

دوگراں ورثے ہیں اپنے اِک کتاب اِک اہلبیتؑ
ہم تباہی میں گھرے ہیں اپنا ورثہ چھوڑ کر

کوئی کیا سمجھے کہ کیا ہے منزلِ صبرِ حسینیؑ
حضرتِ ایوبؑ آئے ہیں یہ جادہ چھوڑ کر

ہم کو اب دنیا و دیں کی فکر جعفرؔ کچھ نہیں
اِن کی چوکھٹ پر پڑے ہیں ساری دنیا چھوڑ کر

نعت

راہِ ایثار میں جن لوگوں کے نام آتے ہیں
سرِ فہرست محمدؐ کے غلام آتے ہیں

غُل ہے عالم میں شہِ عرش مقام آتے ہیں
مالکِ کُل کے انہیں پر تو سلام آتے ہیں

بوسنیا میں جو ارزانیِ خوں ہے روکو
جو مسلماں ہیں مسلمان کے کام آتے ہیں

اے محمدؐ تمھیں اللہ نے بخشا ہے شرف
عرش سے تم پہ فرشتوں کے سلام آتے ہیں

کوئی تھا سینہ سپر کوئی اُحد سے بھاگا
پڑھیے تاریخ تو ایسے بھی مقام آتے ہیں

اِن کی مدحت میں یہ تائیدِ نبیؐ ہے جعفرؔ
عرش والے مِرا سننے کو کلام آتے ہیں

نعت

خدا نے چُن لیا بندوں میں مصطفیٰؐ کہیے
یہی بشر کی ہے معراج انتہا کہیے

کبھی سُنا ہے کہ کنکر بھی بات کرتے ہیں
مِرے نبیؐ کی نبوت کا معجزہ کہیے

تمام خلق کو انسانیت کا درس دیا
علومِ ظاہر و باطن کی انتہا کہیے

جب اہلِ بیتؑ ہیں اُن کے مثالِ کشتیِ نوحؑ
تو پھر یہی ہیں سفینے کے ناخدا کہیے

وصی کو جس کے نصیری خدا سمجھ بیٹھے
زبان گنگ ہے ایسے بشر کو کیا کہیے

خدا نے نورِ محمدؐ بنا کے فخر کیا
درود پڑھ کے انہیں فخرِ انبیاء کہئے

نبیؐ ہیں خُلقِ مجسّم یہ دشمنوں نے کہا
ہیں دوست سر بگریباں کہ اِن کو کیا کہئے

نبیؐ کے عشق میں سرشار ہوں خدا کی قسم
مِرے نصیب کی رفعت کو مرحبا کہئے

پھر ایک بار اُسے اِذنِ حاضری مل جائے
یہی ہے جعفرؔ عاصی کی التجاء کہئے

نعت

وہی جس نے چوسی زبانِ محمدؐ
چلو اس سے پوچھیں گے شانِ محمدؐ

اُسی کے پدر نے تو کی ہے حفاظت
کوئی اور تھا پاسبانِ محمدؐ

علیؑ فاطمہؑ اور شبیرؑ و شبرؑ
یہی سب تو ہیں جسم و جانِ محمدؐ

یہیں حق کے احکام نازل ہوئے ہیں
بہت معتبر ہے مکانِ محمدؐ

نصاریٰ کے مدِّ مقابل جو آیا
وہی تھا فقط کاروانِ محمدؐ

درود اُن پہ آیا سلام اُن پہ آیا
خدا خود ہوا قدردانِ محمدؐ

فرشتوں سے اونچا ہے منصب یہ میرا
میں جعفرؔ ہوا مدح خوانِ محمدؐ

منقبت

در مدحِ
فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا

علیؑ کا ذکرِ ولایت اگر اذاں میں نہیں
عبادتیں تو کہیں سعیِ رائیگاں میں نہیں

کسی یقیں میں نہیں ہے کسی گماں میں نہیں
نظیر فاطمہ زہراؑ کی دوجہاں میں نہیں

بغیرِ اذن فرشتے بھی آ نہیں سکتے
بجز بتولؑ شرف یہ کسی مکاں میں نہیں

بڑا شرف ہے یہ اولادِ فاطمہؑ کے لئے
کوئی بھی نسل تعارف میں اپنی ماں سے نہیں

حدیث ہے یہ پیمبرؐ کی اُمّتی سُن لیں
جو فاطمہؑ سے کدورت رکھے اماں میں نہیں

علیؑ سے بغض محمدؐ سے دعویِ الفت
یقین جان کہ تیری جگہ جناں میں نہیں

کلام کرتی ہیں فضہ زبانِ قرآں میں
یہ وہ شرف ہے جو انسان کے گماں میں نہیں

وہ مال مادرِ زہراؑ تھا پل گیا اسلام
اب ان کے بعد کوئی اور داستاں میں نہیں

ہم اُس کے دوست ہیں جو ان کو دوست رکھتا ہے
کہ دشمنی کی روش بزمِ دوستاں میں نہیں

محفل برمکان جعفر زیدی
۲۷ دسمبر ۱۹۹۱ء

منقبت

حیدرؑ کے ساتھ ساتھ پیمبرؐ کے ساتھ ساتھ
زہراؑ مباہلے میں تھیں سب گھر کے ساتھ ساتھ

جنگِ جمل میں فیصلہ دو ٹوک ہوگیا
پسپا تھی فوج، جور ہی اُشتر کے ساتھ ساتھ

بتلایا عورتوں کو ہے کیا حکمِ کبریا
کارِ نبیؐ کیا ہے پیمبرؐ کے ساتھ ساتھ

بے خوف سو رہا ہے جو تیغوں کی چھاؤں میں
حق کی رضا خریدی ہے بستر کے ساتھ ساتھ

خدمت میں اہلِ بیتؑ کی پیچھے نہیں رہیں
فضہ شریکِ فخر ہیں قنبر کے ساتھ ساتھ

زہراؑ کے در کے ہم بھی سوالی ہیں دوستو!
کوثر پہ دیکھنا ہمیں بوذرؓ کے ساتھ ساتھ

تبلیغِ دیں میں مرضیِ داور کی راہ میں
زہراؑ رہی ہیں فاتحِ خیبر کے ساتھ ساتھ

تفسیرِ ہل اتیٰ میں برابر شریک ہیں
فضہ ہیں فاطمہؑ کے بھرے گھر کے ساتھ ساتھ

زہراؑ کے خانوادے کا اللہ رے شرف
تطہیر میں شریک پیمبرؐ کے ساتھ ساتھ

اشکِ عزائے شاہِ شہیداں کا جوش دیکھ
دریا رواں ہے خُلد میں کوثر کے ساتھ ساتھ

دو تہنیت امامؑ کو دادی کے جشن کی
جنت میں گھر ملے گا اِسی گھر کے ساتھ ساتھ

اسلاف اپنے سارے ہی مدّاحِ آلؑ تھے
رشتہ قدیم اپنا ہے منبر کے ساتھ ساتھ

میری ولائے آلِ نبیؐ کام آگئی
جنت میں جا رہا ہوں بھرے گھر کے ساتھ ساتھ

منقبت

نہ بھولے سے کبھی لب پر ثنائے شہریار آئی
زباں پر حمد و نعت و منقبت ہی بار بار آئی

چمن میں فاطمہؑ کے پھر ہوائے مُشکبار آئی
گلستانِ نبوت میں امامت کی بہار آئی

درِ بنتِ پیمبرؐ پر جو شورِ تہنیت اٹھا
صبا اشعار میرے اُن کی خدمت میں گزار آئی

خدا کے کام آنا اس گھرانے کا وطیرہ ہے
شہادت ہاتھ پھیلائے یہیں پر بار بار آئی

نبیؐ کا حُکم ملتے ہی علیؑ تھے فاتحِ خیبر
سِوا حیدرؑ کے جو بھی شکل آئی سوگوار آئی

حُسینیت کا بعدِ کربلا پیغام دینا تھا
صداقت کی ردا اوڑھے علیؑ کی ورثہ دار آئی

زباں سے صرف اپنے ناخدا کا نام لینا تھا
جو کشتی ڈوبنے والی تھی وہ طوفاں کے پار آئی

دفاعی جنگ لڑنا تو ہر اک انساں پہ واجب ہے
یہ جذبہ کونسا تھا کیوں جمل کی شہ سوار آئی

منقبت

خدا نے بیٹی نبیؐ کو بخشی جہاں میں خیرالنساء یہی ہیں
تمام عالم کی عورتوں کی شفیع روزِ جزا یہی ہیں

اِن ہی کے در پر فرشتے آئے بشکلِ سائل گداگری کو
نظر چُرائیں یہ وہ نہیں ہیں کہ بس عطا ہی عطا یہی ہیں

یہی ہیں ایثار میں خدیجہ یہی ہیں کردار میں محمدؐ
رسائی ان کی خدا تلک ہے پسندِ رب عُلا یہی ہیں

بھرے مدینے میں ایک گھر ہے وہ گھر ہے بی بیؑ کا اے مسلماں
یہیں سے ملتا ہے مدعا بس کہ بحرِ جود وسخا یہی ہیں

یہ حق نے اعزاز اِن کو بخشا سلام بھیجے نبی مرسلؐ
تمام عالم کی عورتوں میں شریکِ بزمِ کساء یہی ہیں

یونہی پیمبرؐ نے کب کہا تھا کہ فاطمہؑ ہے جگر کا ٹکڑا
یہ صنفِ نسواں کی رہنما ہیں شریکِ صلِ علیٰ یہی ہیں

ان ہی کے بچوں کا خون ہے جو رگوں میں اسلام کی رواں ہے
اِن ہی کے اکبرؑ اِن ہی کے اصغرؑ بہارِ رنگِ وفا یہی ہیں

اِن ہی کی اولاد میں ہے باقی جو آخری حجّتِ خدا ہے
اِن ہی کا رتبہ بلند تر ہے کہ مرضیِ کبریا یہی ہیں
مثالِ عیسیٰ جِلائیں مُردے یہ فاطمہؑ بنتِ مصطفےٰؐ ہیں
جنہیں مشیت پہ دسترس ہے کنیزِ خاصِ خدا یہی ہیں
اِن ہی کی تھی تربیت کہ فضہ بنی تھی معیار دینِ حق کا
مَلک بھی خادم ہیں ان کے در پر کہ فخرِ ارض و سما یہی ہیں

منقبت

خالق کی مہر کیا ہے محبت ان ہی کی ہے
خالق کا قہر کیا ہے عداوت ان ہی کی ہے

قربانیِ خلیلؑ سے ذبحِ عظیم تک
کام آئی جو خدا کے وہ عترتؑ اِن ہی کی ہے

صامت زباں پہ مصحفِ ناطق ہے گود میں
ہر لمحہ زندگی کا عبادت انہی کی ہے

اسلام کی رگوں میں جواب بھی ہے موجزن
بچوں کا اِن کے خوں ہے بضاعت اِن ہی کی ہے

حق کی وہی رضا ہے جو مرضیِ فاطمہؑ
مختارِ کائنات ہیں جنت انہی کی ہے

شوہر بھی ہیں امام پسر بھی امام ہیں
روشن جہاں میں شمعِ ہدایت انہی کی ہے

جو ابتدائے خَلق تھا وہ اِن کا نور تھا
جو انتہائے دہر ہے حجّت انہی کی ہے

سردار عورتوں کی یہ مثلِ رسولؐ ہیں
دنیا کی عورتوں کو ضرورت انہی کی ہے

رضوان آج آئے گا لے کر لباسِ عید
اس طرح کہدیا کہ مشیت انہی کی ہے

ہم اِن کے ہیں تو کیا ہمیں خوفِ حساب ہو
محشر تو اِن کا دن ہے شفاعت انہی کی ہے

بتولِ عذراؑ

جہاں میں آج جو موجود دیں کی دولت ہے
وہ فاطمہؑ ہی کے ایثار کی بدولت ہے

کوئی یہ مانے نہ مانے مگر حقیقت ہے
جو ان کے دل کو دُکھاتا ہے وقفِ لعنت ہے

ثنائے فاطمہؑ زہرا بڑی سعادت ہے
یہ صرف ایک سعادت نہیں عبادت ہے

ہر ایک کا ہے تعارف ترے حوالے سے
عیاں حدیثِ کساء میں وہ مرکزیت ہے

بچھاؤ فرشِ عزا ببر ماتمِ شبیرؑ
جو ان کے ذکر میں گزرے وہ دم غنیمت ہے

وہ شام و کوفہ کے بازار ثانیِ زہراؑ
یہ وقت آلِ محمدؐ پہ اِک قیامت ہے

حرم کے قافلہ سالار سیدِ سجادؑ
انہیں سنبھالے ہیں زینبؑ عجب قیادت ہے

تم اپنی نسل کو سونپو یہ فرضِ ماتمِ شہؑ
ادائے اجرِ رسالت بڑی سعادت ہے

بنتِ محمدؐ

کمالِ عصمت و عفّت کا آسماں زہراؑ
مَلک سلام کریں ایسا آستاں زہراؑ

خدا کو بھائی ہے تسبیحِ فاطمہؑ ایسی
جہاں ہے ذکر خدا کا وہاں وہاں زہراؑ

پدر نبیؐ ہیں یہ خود معدنِ رسالت ہیں
نبوت اور امامت کے درمیاں زہراؑ

رسولؐ آپؑ کی تعظیم کے لئے اُٹھیں
شرف یہ آپؑ کا عالم پہ ہے عیاں زہراؑ

خدا نے جزوِ رسالت انہیں کو فرمایا
امورِ حق میں رسالت کی ہم زباں زہراؑ

کنیزِ خاص خدا کی حسینؑ کی ماں بھی
خدیجہ اور محمد کی جانِ جاں زہراؑ

جو ان کے در پئے ایذا رہے رسولؐ کے بعد
وہ بے ضمیر کہاں اور بھلا کہاں زہراؑ

کسی بھی غیر کے در پر جھکی نہ اپنی جبیں
علیؑ ہیں عقدہ کشاء اور پاسباں زہراؑ

تمہارے لعل کے ماتم میں عمر کٹ جائے
ہمارے دل میں تمنّا ہے یہ نہاں زہراؑ

خیر النساء صلواۃ اللہ علیہا

شرف میں بنتِ رسالتؐ مآب ہیں زہراؑ
تب ہی تو ہمقدمِ بوترابؑ ہیں زہراؑ

جنابِ حضرتِ حوا سے لے کے آج تلک
مثال کوئی نہیں لاجواب ہیں زہراؑ

وہ ہل اتی ہو کہ تطہیر، اِنّما ، کوثر
اِن ہی کا ذکر ہے جزوِ کتاب ہیں زہراؑ

ہر ایک گام پہ دینِ خدا کے کام آئیں
شریکِ کارِ رسالتؐ مآب ہیں زہراؑ

مباہلے میں نصاریٰ نے اعتراف کیا
خدا گواہ بہت کامیاب ہیں زہراؑ

زباں کا فخر ہے تسبیحِ فاطمہؑ کرنا
نِساءُ نا کا مکمل جواب ہیں زہراؑ

ہوئیں جو جزوِ رسالتؐ تو ایک راز کھلا
کہ عورتوں کی رسالتؐ مآب ہیں زہراؑ

میانِ حشر ہمیں کوئی فکر کیوں جعفرؔ
ہم عاصیوں پہ کرم کا سحاب ہیں زہراؑ

امیر المومنین علیہ السلام

ولادت خانہ حق میں شرف ہے خاص ہے حیدرؑ کا
ابو طالبؑ کو تحفہ مل گیا خلاقِ اکبر کا

نصیری خانہ خالق سے یہ کہتے ہوئے پلٹے
مکانِ لم یلد ہے پھر بھی بچہ ہے اسی گھر کا

یہ میلادِ علیؑ ہے تہنیت دیجے محمدؐ کو
خدا کی راہ میں بازو بنے گا یہ پیمبرؐ کا

پلٹ کر کون آیا کون نکلا فاتحِ میداں
گواہی بن گیا تاریخ میں خود باب خیبر کا

کوئی تمثیل کیا ممکن ہو، دنیا غرقِ حیرت ہے
مثال اپنی ہے اب تک فیصلہ باز و کبوتر کا

بہت دعوے محبت کے ہوئے بزمِ رسالتؐ میں
بھرم چہروں سے ظاہر ہوگیا خندق میں اکثر کا

اُحد سے بھاگنے والو پلٹ کر دیکھ تو لیتے
دفاعِ احمدِؐ مختار حیدرؑ سے غضنفر کا

ہمارے سامنے مشکل کوئی مشکل نہیں رہتی
زباں پر نام آجاتا ہے جب مولائے قنبر کا

امیرِ شام پر تنقید کتنا کارِ مشکل تھا
علیؑ کے چاہنے والوں میں تھا یہ کام بوذر کا

نہ کیوں نازاں ہو اپنے بخت پر جعفرؔ کہ قسمت سے
ملا اعزازِ مدحت یہ بھی صدقہ ہے ترے در کا

مولائے کائنات

اللہ کے گھر میں ہے ولادت کا سماں اور
لگتا ہے کہ ہوتا ہے نصیری کو گماں اور
میں مستِ مئے حبِ علیؑ میرا جہاں اور
در چھوڑ کے ساقی کا بھلا جاؤں کہاں اور
جس گھر کی غلامی پہ ہیں جبرئیلؑ بھی نازاں
زہراؑ ہی کا وہ گھر ہے نہیں کوئی مکاں اور
سیری کبھی ہوتی ہی نہیں ذکرِ علیؑ سے
کہتی ہے طبیعت کہ کئے جاؤں بیاں اور
ماں بنتِ اسد اور یہ خود شیرِ خدا ہیں
ایسا کہیں دیکھا ہے کوئی شیر ژیاں اور
معراج میں مانوس سے لہجے میں وہ باتیں
پیغمبرِ اکرم پہ ہوئے راز عیاں اور
منبر سے کجاووں کے وہ اعلانِ ولایت
تاریخ نے دیکھا نہ کبھی ایسا سماں اور
ارمانوں پہ اِک اوس تھی اعلانِ ولایت
بیعت کی صداؤں سے ہوا کرب عیاں اور
ابلیس کا ہی نام نہیں لائقِ نفریں
ہیں اور بھی کچھ نام سماعت پہ گراں اور
جو کچھ مجھے حاصل ہے یہ مولاؑ کا کرم ہے
یہ یاں کے لئے ہے، مجھے دیں گے وہ وہاں اور
اِک قبر کی خواہش ہے مجھے خاکِ نجف میں
اس سے کہیں بہتر ہی نہیں جائے اماں اور
بس ایک ہی در آلِ محمدؐ کا ہے جعفر
بگڑی ہوئی قسمت بھلا بنتی ہے کہاں اور

منقبت

بغیرِ حبِ علیؑ زیست میں خوشی تو نہیں
نہ ہو نمازِ مودت تو بندگی تو نہیں

نشانِ سجدہ بھی ہو اور داغِ ماتم بھی
وگرنہ صرف دکھاوا ہے دوستی تو نہیں

گلا ہو تیغ کے نیچے زباں پہ شکرِ خدا
بجز حسینؑ یہ معیارِ بندگی تو نہیں

علیؑ کے ماننے والے ہوں علم سے غافل
یہ خودکشی ہے کوئی طرزِ زندگی تو نہیں

ادب رسولؐ کے منبر کا سب پہ واجب ہے
جو بے ادب ہے وہ کچھ بھی ہو آدمی تو نہیں

علیؑ سے بغض جو رکھتے ہیں اپنے دشمن ہیں
وگرنہ ہم کو کسی سے بھی دشمنی تو نہیں

طلب سے اپنے سوا مانگنے میں حرج ہے کیا
عطائے قادرِ مطلق میں کچھ کمی تو نہیں

ذرا سی دیر میں عباسؑ نے وہ رَن ڈالا
پکاری فوج کہ بھاگو کہیں علیؑ تو نہیں

جو نکتہ چیں ہے عزائے حسینؑ پر جعفرؔ
لباسِ دوست میں یہ کوئی خارجی تو نہیں

منقبت

نہ آپ سمجھے نہ یہ شیخ و شاب سمجھے ہیں
علیؑ کو صرف رسالتؐ مآب سمجھے ہیں

خدا کے گھر کی ولادت خدا کے گھر کا شہید
خدا سے اِن کا جو ہے انتساب سمجھے ہیں

زَروئے مصحفِ صامت علیؑ وصیِ رسولؐ
نہ سمجھیں آپ مگر ہم کتاب سمجھے ہیں

محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ حسینؑ و حسنؑ
یہی وہ ہیں جنھیں ہم لاجواب سمجھے ہیں

بہت خلوص و محبت سے پیش آتے ہیں
جو لوگ زیست کو مثلِ حباب سمجھے ہیں

جو نفس بیچ کے سویا نبیؐ کے بستر پر
ہم آج اُس کا یہ اندازِ خواب سمجھے ہیں

نہ شہرِ علم سے نسبت نہ واسطہ دَر سے
یہ لوگ خاک خدا کی کتاب سمجھے ہیں

علیؑ کا ذکر ہمارے لئے عبادت ہے
کہ ہم حدیثِ رسالتؐ مآب سمجھے ہیں

علیؑ امامِ من است و منم غلامِ علیؑ
اسی عقیدے کو ہم کامیاب سمجھے ہیں

یہ شوقِ نصرتِ شہ تھا بروزِ عاشورا
حبیبِ شیب کو مثلِ شباب سمجھے ہیں

علیؑ کو دیکھ کے ہم مصطفیٰؐ کے ہاتھوں پر
اِک آفتاب پسِ آفتاب سمجھے ہیں

نبیؐ نے کہہ دیا مولا علیؑ بروزِ غدیر
تب ہی تو مثلِ رسالتؐ مآب سمجھے ہیں

غدیرِ خُم میں ولایت علیؑ کی عام ہوئی
غدیرِ خُم سے ترا اجتناب سمجھے ہیں

عریضہ بھیج کے دل نے کہا کہ آجائیں
ملا جواب ترا اضطراب سمجھے ہیں

نجف سے عشق ہے اتنا کہ ہم تو جعفرؔ کو
حریصِ خاکِ درِ بوترابؑ سمجھے ہیں

منقبت

حیدری طرز کی زندگی چاہئے
ساتھ شبیرؑ سی موت بھی چاہئے

مثلِ میثم بنے مثلِ بوذر بنے
جس کو کردار کی پختگی چاہئے

ہوگا راضی خدا اور محمدؐ بھی خوش
آلِ احمدؐ سے وابستگی چاہئے

بابِ علمِ مدینہ سے نسبت رکھو
گر تمھیں علم کی زندگی چاہئے

لفظِ تقلید سے آپ خائف ہیں کیوں
ہے اندھیرا تو پھر روشنی چاہئے

ایک ہی گھر تو ہے جس سے مانوس ہیں
ہر گھڑی حُبِ آلِ نبیؐ چاہئے

اپنی طینت میں ہے جوشِ حبِ علیؑ
اس لئے نعرۂ حیدری چاہئے

جب مشیت اشارے پہ اِن کے چلے
اور اب کیا انہیں برتری چاہئے

اُن کے نعلین ہیں تاجِ شاہی مجھے
مجھ کو ہرگز نہیں خسروی چاہئے

مثلِ میراث دو اپنی اولاد کو
دشمنِ آلؑ سے دشمنی چاہئے

علم کے باب سے کر رہا ہے گریز
کیا مسلماں تجھے خودکشی چاہئے

خمس ہے حقِ زہراؑ تو ہاں دوستو!
اس فریضے کی پھر پیروی چاہئے

دست بستہ گزارش یہ جعفر کی ہے
اس کو دعبل کی سی شاعری چاہئے

منقبت

چمن میں ہر طرف غنچوں پہ دیکھو کیا نکھار آیا
کہ جو بھی پھول شاخِ گل پہ آیا مشکبار آیا

وہ دُرِ شاہوار آیا وہ فخرِ روزگار آیا
رسالتؐ کی نیابت کو امامِ ذی وقار آیا

تری تقدیر میں اے ذوالفقار ایسا بھی وار آیا
دو عالم کی عبادت کے جو قرضے تھے اُتار آیا

نگاہیں سارے عالم کی لگی ہیں جوفِ کعبہ پر
ابو طالبؑ مبارک ہو تمھارا ورثہ دار آیا

وہ دیکھو ابرِ رحمت چھارہا ہے سارے عالم پر
یہ کس کی ہے ولادت کون جانِ انتظار آیا

پناہِ دولتِ اسلام ہے ذاتِ ابوطالبؑ
انہیں کا لعل کعبے میں زعیمِ روزگار آیا

یہ قوت آزمائی جارہی ہے گاہوارے میں
یہ حیدرؑ بن گئے جب شکلِ اژدر میں شکار آیا

پیمبرؐ نے متاعِ خاص پائی ربِّ اکبر سے
ملا ہارون سا بھائی وصی و جانثار آیا

ہر اِک لمحہ حیاتِ جاوداں ہے عشقِ حیدر میں
فضائل سے زباں تر تھی جو میثم سوئے دار آیا

وہ دعوت ذوالعشیرہ کی غدیرِ خُم کا وہ منبر
مرے مولاؑ کا اعلانِ ولایت بار بار آیا

یہ عیسیٰ کی نہیں ہے فخرِ عیسیٰ کی ولادت ہے
یہ تحفہ تہنیت کا لے کے جب تو خاکسار آیا

منقبت

علیؑ کے دَر سے رہِ استوار رکھتے ہیں
ہم ہی وہ ہیں جو خزاں میں بہار رکھتے ہیں

پلٹ دیں مہر کبھی شق کبھی قمر کو کریں
یہ اپنے ہاتھ میں لیل و نہار رکھتے ہیں

ہر اِک سے جھک کے ملیں اور کسی کا دل نہ دکھائیں
گدائے آلِ محمدؐ شعار رکھتے ہیں

خدا کے بعد نبیؐ اور نبیؐ کے بعد علیؑ
اِن ہی کی ذات پہ دارومدار رکھتے ہیں

نہ مفلسی کبھی اُن کے نصیب میں آئی
جو حُبِّ دولتِ دُلدُل سوار رکھتے ہیں

نصیب حُر کا پلٹنے میں دیر ہی کیا ہے
مشیتوں پہ حسینؑ اختیار رکھتے ہیں

یہ عونؑ ہیں یہ محمدؑ یہ قاسمؑ و اکبرؑ
حسینؑ شیروں کی اپنے کچھار رکھتے ہیں

جہادِ حق میں ہیں مصروف ناصرانِ حسینؑ
سروں کو اپنے جو گردن پہ بار رکھتے ہیں

سخائے حیدرِ صفدر سے ڈر گئے قنبر
اُنہیں بھی بخش نہ دیں جو مہار رکھتے ہیں

زمانہ دیکھے گا پھر دورِ مرتضیٰؑ اِک دن
وہ جلد آئیں گے جو ذوالفقار رکھتے ہیں

یہاں ہے دفن عزادارِ سیدِ مظلوم
یہ لفظ ہم سرِ لوحِ مزار رکھتے ہیں

نہ حادثات میں آئے گی موت جعفرؔ کو
وہ اپنے گرد علیؑ کا حصار رکھتے ہیں

منقبت

شعور و ذہن میں اِک فکر گونجی ہے صدا بن کر
علیؑ کعبہ میں آتے ہیں نصیری کے خدا بن کر

وہ آیا بُت شکن تفسیرِ حرفِ لا اِلٰہ بن کر
نہ جانے کب سے بُت کعبے میں بیٹھے تھے خدا بن کر

حوادث میں مصائب میں علیؑ ہی کام آتے ہیں
کبھی حاجت روا بن کر کبھی مشکل کشاء بن کر

وہ پیاسا ہی سہی آخر ابو طالبؑ کا پوتا تھا
علیؑ کا شیر فوجِ شام پر جھپٹا قضا بن کر

یہ اِک اعزاز کیا کم ہے سکینہؑ تیرے سقے کا
کہ ہیں مشک و علم اِک ساتھ اعجازِ وفا بن کر

وہ ماں وہ باپ کس منزل پہ ہوں گے جن کا اِک بیٹا
خدا کے گھر میں آیا ہے نصیری کا خدا بن کر

وہ عاشورہ کا دن آوازِ ہل من یاد ہے اب تک
حسینؑ ابنِ علی دنیا پہ چھائے ہیں صدا بن کر

کہیں بھی ہو بھلا کب طینتِ فاضل بدلتی ہے
صفِ دشمن سے حُر آ ہی گیا حق آشنا بن کر

تھمیں گر اشک مجلس میں تو اٹھتا ہے دھواں دل سے
کہ پانی بھی تو اُڑ جاتا ہے گرمی سے ہوا بن کر

علیؑ کا نام لینا تھا کہ ساری مشکلیں بھاگیں
بس ان کا نام ہی کام آگیا مشکل کشاء بن کر

نقابِ رُخ اُلٹ کر ایک دن وہ آ ہی جائیں گے
گزارش اُن کو جب ہم سب کی پہنچے گی دُعا بن کر

امامِ عصر کی چشمِ کرم ظاہر ہوئی جس دم
نظر آجائے گا ایوانِ حجت مدعا بن کر

ہماری زندگی جعفرؔ محبت ہے شہیدوں کی
دھڑکتی ہے جو سینوں میں شعورِ کربلا بن کر

منقبت

نہ خوفِ حشر نہ کچھ اضطراب رکھتے ہیں
کہ فیضِ عشقِ علیؑ دستیاب رکھتے ہیں

علیؑ کے دوست جدا اپنی آب رکھتے ہیں
الگ مقام گلوں میں گلاب رکھتے ہیں

غدیرِ خُم کی پرانی شراب رکھتے ہیں
جو چیز رکھتے ہیں ہم لاجواب رکھتے ہیں

وِلا علیؑ کی گناہوں کو چاٹ جاتی ہے
وہ اور ہوں گے جو خوفِ عذاب رکھتے ہیں

ہمارے پاس نہیں کچھ سوائے حُبِّ علیؑ
یہ مال وہ ہے جو ہم بے حساب رکھتے ہیں

وہ آئیں بنتِ اسد شق ہوئی جدارِ حرم
خدا کے گھر میں قدم بوترابؑ رکھتے ہیں

نبیؐ کی گود میں آتے ہی مسکرائے علیؑ
یہ اشتیاقِ نبیؐ کا جواب رکھتے ہیں

علیؑ سے بغض مسلماں تو رکھ نہیں سکتا
کہ اُن کو دوست رسالتمآبؐ رکھتے ہیں

ہمیں تو ہیں جو ہیں زیدِ شہید سے منسوب
قدم قدم روشِ انقلاب رکھتے ہیں

قسم خدا کی بہت خوش نصیب ہیں جعفرؔ
نبیؐ کی آلؑ خدا کی کتاب رکھتے ہیں

سجدہ گاہِ وِلا

جو اہل اتقی کا شرف ہے وہ گھر انہی کا ہے
جو سجدہ گاہِ وِلا ہے وہ در انہی کا ہے

خدا کے گھر میں ولادت بھی اور شہادت بھی
جھکا نہ غیر کے آگے جو سر انہی کا ہے

حرام جس پہ ہے صدقہ انہی کی ہے اولاد
کچھ ایسا طیب و طاہر شجر انہی کا ہے

ہر ایک خطہ ارضی پہ گونجتی ہے اذاں
انہی کے بچوں کا صدقہ اثر انہی کا ہے

مثالِ مالک و مقداد و میثم و عمار
جو اِن کا ہوگیا پھر عمر بھر انہی کا ہے

ہر ایک عہد میں مشکل کشائیاں کی ہیں
جہاں سے سب کو ملا ہے وہ دَر انہی کا ہے

یہ خاک ہو کے بساتے ہیں بستیاں اپنی
رہِ وفا میں یہ قلب و جگر انہی کا ہے

جو اِن کی بزم میں مدحت گزار ہیں جعفر
اِنہی کی دین ہے فیضِ نظر انہی کا ہے

منقبت

منقبت پڑھ کر علیؑ کی مصطفاؐ کے سامنے
سرخرو ہوجاؤں گا میں بھی خدا کے سامنے

واسطہ حیدرؑ کا دے کر مانگئے اللہ سے
مدعا آجائے گا خود ہی دُعا کے سامنے

گود پھیلائے نبوت منتظر کعبہ میں تھی
کلِ ایماں آگیا خیرالوریٰ کے سامنے

دیکھ کر چہرہ نبیؐ کا کِھل گئے مثلِ گلاب
مسکراتے مصطفیٰؐ تھے مرتضیٰ کے سامنے

خیبر و خندق اُحد ہو بدر ہو یا ہو حنین
معرکے کیا چیز ہیں شیرِ خدا کے سامنے

حفظِ پیغمبرؐ میں ایثارِ ابوطالبؑ تو دیکھ
اپنے بیٹے روز رکھتے تھے قضا کے سامنے

جن کے دل میں اہلِ بیتِ مصطفیٰؐ سے بغض ہے
ایک دن آجائیں گے قہرِ خدا کے سامنے

جنگِ خیبر میں علم دینے جو آئے مصطفیٰؐ
پڑھ دیا نادِ علیؑ فوجِ خدا کے سامنے

انبیاء کے لب پہ بھی وقتِ مدد ہے یاعلیؑ
کیوں کسی کا نام لیں مشکل کشاء کے سامنے

دل میں حبِ ساقیٔ کوثر لبوں پر یا حسینؑ
جائیں گے جعفرؔ یونہی اِک دن خدا کے سامنے

منقبت

اللہ رے اس مطلعِ انوار کی خوشبو
ہے بزم میں پھیلی ہوئی اشعار کی خوشبو

ہم دار پہ آکر بھی جو سچ ہوگا کہیں گے
اس راہ میں ہے میثمِ تمار کی خوشبو

انسان کو انساں کی غلامی سے بچایا
عالم میں محمدؐ کے ہے کردار کی خوشبو

ہاشم کے گھرانے میں شجاعت ہی پلی ہے
عباس کے تیور میں ہے کرارؑ کی خوشبو

ہم اہلِ مودت کا ٹھکانہ درِ زہراؑ
اچھی نہیں لگتی ہمیں دربار کی خوشبو

میلادِ علیؑ حضرت حجتؑ کو مبارک
اس بزم میں موجود ہے سرکار کی خوشبو

بے چین تھے بھائی کے لئے مرسلِ اعظمؐ
کعبے میں ملی حیدرِ کرار کی خوشبو

اولادِ ابوطالبؑ ذی جاہ کے دَم سے
ہے دامنِ اسلام میں ایثار کی خوشبو

تھی بیعتِ فاسق کی طلب سبطِ نبیؐ سے
ہے آج بھی شبیرؑ کے انکار کی خوشبو

ہم آلِ محمدؐ کی غلامی پہ ہیں نازاں
جنت میں ملے گی انہی انوار کی خوشبو

وہ خطبۂ زینبؑ تھا کہ حیدرؑ کا تکلم
لوگوں کو ملی حیدری گفتار کی خوشبو

مومن سے نہ تم دشمنِ حیدرؑ کو ملاؤ
ہوتی ہے جُدا صاحبِ کردار کی خوشبو

پھولوں میں ہر اِک پھول مہکتا تو نہیں ہے
کچھ میں تو فقط ہوتی ہے بیکار کی خوشبو

اب پردۂ غیبت سے خدارا نکل آؤ
درکار زمانے کو ہے تلوار کی خوشبو

بہلول جسے سونگھ کے دیوانے ہوئے تھے
جعفرؔ کو عطا ہو اُسی معیار کی خوشبو

دَر مدحِ حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ

دلوں میں مہر و محبت نہیں تو کچھ بھی نہیں
شعورِ علم و صداقت نہیں تو کچھ بھی نہیں

ابوتراب سے نسبت نہیں تو کچھ بھی نہیں
اسی گھرانے کی خدمت نہیں تو کچھ بھی نہیں

وِلائے آلِ محمدؐ نہیں تو کچھ بھی نہیں
ہمارے پاس یہ دولت نہیں تو کچھ بھی نہیں

یہ ایک مردِ قلندر نے کردیا ثابت
اگر دلوں پہ حکومت نہیں تو کچھ بھی نہیں

بڑے یقیں سے لگائی تھی تہمتِ ہذیاں
یہ عمر بھر کی ملامت نہیں تو کچھ بھی نہیں

علیؑ امامِ من است و منم غلامِ علیؑ
یہ زندگی کی صداقت نہیں تو کچھ بھی نہیں

ہیں پنجتن ہی تو مصداقِ آیہ تطہیر
جو اِن کا ذکرِ طہارت نہیں تو کچھ بھی نہیں

نبوتوں کا اِسی گھر پہ اختتام ہوا
اگر وہ ختمِ نبوت نہیں تو کچھ بھی نہیں

فدک کا غصب تو حاکم کی ایک سازش تھی
جو وارثوں کو وراثت نہیں تو کچھ بھی نہیں

جدا ہے باز و کبوتر کا فیصلہ اب بھی
علیؑ سا طرزِ عدالت نہیں تو کچھ بھی نہیں

جہادِ نفس تھا صلحِ حسنؑ میں پوشیدہ
نبیؐ کے لعل کی سیرت نہیں تو کچھ بھی نہیں

حسینؑ ابنِ علیؑ تم سے دین قائم ہے
تمھارا ذکرِ شہادت نہیں تو کچھ بھی نہیں

سب عابدین کی زینت ہیں سیدِ سجادؑ
اب اِن کا ذکرِ عبادت نہیں تو کچھ بھی نہیں

نبیؐ کے علم کے وارث محمدِ باقرؑ
جو اِن کا ذکرِ فضیلت نہیں تو کچھ بھی نہیں

فقیہِ آلِ محمدؐ ہیں جعفرِ صادقؑ
جو اِن کا فقہ شریعت نہیں تو کچھ بھی نہیں

وہ حِلمِ حضرتِ کاظمؑ جو تاجِ انساں ہے
یہ مومنین کی رفعت نہیں تو کچھ بھی نہیں

ولیِ عہد رضائے غریب کہلائے
ترے مزاج میں غربت نہیں تو کچھ بھی نہیں

تقی کے ہاتھوں میں مُردوں کی ہڈیاں بولیں
ترے بزرگوں میں قدرت نہیں تو کچھ بھی نہیں

وہ جانشینِ نبیؐ جس سے ظلم گھبرایا
علی نقی کی سی صولت نہیں تو کچھ بھی نہیں

جلالِ حضرتِ موسیٰ بھی خوب تھا لیکن
جو عسکریؑ کی سی ہیبت نہیں تو کچھ بھی نہیں

ہے آج جشنِ ولادت امامِ آخر کا
دلوں میں جوشِ مسرت نہیں تو کچھ بھی نہیں

امامِ غیب میں ہیں اور انتظار میں ہم
یہ انتظار کی لذت نہیں تو کچھ بھی نہیں

تُراب تیری حقیقت، تُراب تیرا خمیر
ابو ترابؑ سے الفت نہیں تو کچھ بھی نہیں

تمام عمر گزارو عبادتیں کر کے
اگر علیؑ سے مودت نہیں تو کچھ بھی نہیں

غدیرِ خُم میں یہ خالق کا حکمِ آخر ہے
جو نشرِ امرِ ولایت نہیں تو کچھ بھی نہیں

ہے بابِ علم سے رشتہ تو ذہن میں یہ رہے
حصولِ علم سے رغبت نہیں تو کچھ بھی نہیں

عدوئے آلِ محمدؐ سے دوستی کیسی
یہ نسلِ نو کو ہدایت نہیں تو کچھ بھی نہیں

بجا ہے فخرِ سیادت مگر خیال رہے
غمِ حسینؑ سے رغبت نہیں تو کچھ بھی نہیں

اب آ بھی جاؤ کہ آنکھوں میں جان اٹکی ہے
تمھارے دید کی حسرت نہیں تو کچھ بھی نہیں

ہیں حاضرین تو محفل میں اور بھی جعفرؔ
تمھاری بزم میں شرکت نہیں تو کچھ بھی نہیں

دَر مدحِ امام حسینؑ

مدحت میں مصطفیٰؐ کی خدا کی کتاب ہے
مدحِ حسینؑ نعتِ رسالتؐ مآب ہے

ماں فاطمہؑ ہے اور پدر بوتراب ہے
جد فخرِ کائنات رسالتؐ مآب ہے

اللہ کیا فضیلتِ عالی جناب ہے
ناقہ بنے رسولؐ عجب انتخاب ہے

حُبِّ حسینؑ وجہ بقا ہے حیات کی
جو اِن کا ہوگیا ہے وہی کامیاب ہے

سب کو بقدرِ ظرف ملی دولتِ وِلا
حُبِ حسینؑ میرے لئے بے حساب ہے

یہ اور دَر نہیں ہے یہ دَر ہے حسینؑ کا
اِس دَر پہ جو بھی آئے بہت کامیاب ہے

مجھ سے مِرا حسینؑ ہے اور میں حسینؑ سے
اے منحرف یہ قولِ رسالتؐ مآب ہے

زہراؑ ہیں آسمانِ فضیلت بہ عزو شاں
اِک لال آفتاب ہے اِک ماہتاب ہے

ہم کو وِلائے آلِ محمدؐ کی بھیک دے
اُن سے غرض نہیں جنھیں کافی کتاب ہے

دَر مدحِ امام حسینؑ

ناز خود قدرت کرے وہ گلعذار آ ہی گیا
شکر کا اور صبر کا پروردگار آ ہی گیا

تہنیت کو رند آئے میکدہ آباد ہے
پانچواں ساقی بہ فیضِ کردگار آ ہی گیا

دیکھ کر صورت نبیؐ نے شکر کا سجدہ کیا
حفظِ دیں کا جس پہ ہے دارومدار آ ہی گیا

جرات معصوم کو فاسق سے کیا خوف و خطر
سر ہتھیلی پر لئے مردانہ وار آ ہی گیا

نام ہے شبیرؑ جس کا کام ہے احیائے دیں
فاطمہؑ کی گود میں وہ ذی وقار آ ہی گیا

رات بھر بے چین تھا حُرِ جری کہ کیا کرے
صبح ہوتے ہی وہ شہ کا جاں نثار آ ہی گیا

دوستو کیا فکرِ جنت وہ تو اپنے گھر کی ہے
جس کو ہے جنت کا سارا اختیار آ ہی گیا

سعد کے منحوس بیٹے سوچ لے انجامِ کار
وارثِ تیغِ علیؑ، دلدل سوار آ ہی گیا

ساقیِ کوثر رہے آباد میخانہ ترا
چودہ ساغر ہوں عطا یہ بادہ خوار آ ہی گیا

آنِ واحد میں بدل دے گا جو تظمِ کائنات
عسکریؑ کے گھر میں وہ جانِ بہار آ ہی گیا

دوستو! آئے ہیں ہم سب تہنیت کے واسطے
چودہواں ساقی ملا لطفِ بہار آہی گیا

جاں نثاری کے تو دعوے بزمِ پیغمبرؐ میں تھے
چھڑ گئی جنگِ اُحد وقتِ فرار آ ہی گیا

دیکھ کر بالیں پہ اُن کو شکلِ مومن کِھل اٹھی
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

ہچکیاں اسلام نے لیں اور تڑپ اٹھے حسینؑ
مثلِ جد امداد کو یہ پاسدار آ ہی گیا

کاش میری زندگی میں آئے کعبے سے صدا
ایک مدت سے تھا جس کا انتظار آ ہی گیا

دولتِ ایماں ہے کیا جعفرؔ فقط حُبِ علیؑ
جس کو یہ دولت ملی اُس کو قرار آ ہی گیا

امام علی رضاؑ

سفر جاری رہے گا اپنا مہدیؑ کے گلستاں تک
ابھی تو کاروانِ شوق پہنچا ہے خراساں تک

سنا ہے آرہا ہے آٹھواں ساقی پلانے کو
قطاریں میکشوں کی لگ گئیں صحنِ گلستاں تک

امامِ موسیٰ کاظمؑ مبارک جانشیں تم کو
بہار اس طرح آئی ہے کہ پھیلی ہے بیاباں تک

رضاؑ کا جشنِ پیدائش ہے برپا نیو جرسی میں
میں واشنگٹن سے پہنچا محفلِ شاہِ خراساں تک

نئی اِک روشنی پھیلی جو ایوانِ امامت میں
تو پروانے سمٹ کر آگئے شمعِ فروزاں تک

نمازِ عید کی تکبیر سے تم ہوگئے خائف
یہ منظر بھی پہنچنا تھا تمھاری چشمِ حیراں تک

تصرف سارے عالم پر انہیں قدرت نے بخشا ہے
حقیقت بن کے ظاہر ہوگئی تصویرِ بے جاں تک

کہیں یہ خرمنِ ہستی بھی خاکستر نہ ہوجائے
امامِ وقت ادرکنی کہ آگ آئی ہے داماں تک

امورِ حق کی خاطر مثلِ جد قبرِ نبیؐ چھوڑی
سفر آساں نہ تھا اتنا مدینہ سے خراساں تک

طلب جعفرؔ کی دربارِ رضاؑ سے ہونے والی ہے
سب ہی دیکھیں گے جب جائے گا وہ شاہِ خراساں تک

درمدحِ امامِ زمانہؑ

دل کو ولائے آلؑ کے قابل بنادیا
ذرے کو آفتاب مماثل بنادیا

اللہ رے وقار یہ زہراؑ کے گھر کا ہے
انساں تو کیا فرشتوں کو سائل بنادیا

پیدائشِ امامِ زمانہؑ کے فیض نے
شعباں کے چاند کو مہِ کامل بنادیا

کیا ریگِ کربلا کو لگے تجھ سے چار چاند
ذروں کو تو نے دید کے قابل بنادیا

اب تو نقاب اُلٹ کے نکل آؤ غیب سے
ہم کو تمھارے ہجر نے بسمل بنادیا

اے جانِ بندگی ترے نقشِ قدم کی خیر
ذروں کو احترام کے قابل بنادیا

جعفرؔ نے مشکلات میں لے کر علیؑ کا نام
طغیانیوں کو عشرتِ ساحل بنادیا

دَر مدحِ امامِ زمانہؑ و امام حسینؑ

اہلِ ولا پہ ہجر بہت ناگوار ہے
آجائیں اب حضور بڑا انتظار ہے

گلشن میں ہر روش پہ غضب کا نکھار ہے
باغِ نبیؐ میں آمدِ فصلِ بہار ہے

آلِ نبیؐ سے عشق ہے الفت ہے پیار ہے
یہ آج کا نہیں ہے پرانا ادھار ہے

ذکرِ حسینؑ اہلِ وِلا کا شعار ہے
یہ ذکر بھی عبادتِ پروردگار ہے

شعباں کی تیسری کو ملا لعل دوسرا
آغوشِ فاطمہؑ میں گلِ نو بہار ہے

پیدا ہوئے حسینؑ تو فِطرس کے دِن پھرے
عاصی کو بخش دیں یہ انہیں اختیار ہے

راہب کو سات لعل ملے ان کے حکم سے
اِن کی رضا مشیتِ پروردگار ہے

مجھ سے مرا حسینؑ ہے اور میں حسینؑ سے
اے منکرو یہ قولِ نبیؐ آشکار ہے
ذلت کی زندگی سے ہے عزت کی موت خوب
قولِ حسینؑ دیکھئے کیا شاندار ہے
جو کائناتِ مرکزِ اصلی پہ لائے گا
اس حجّتِ خدا کا ہمیں انتظار ہے

دَر مدحِ امام عصر علیہ السلام

تمھارے ہجر کے مارے ہیں سب قرار نہیں
چلے بھی آؤ کہ اب تابِ انتظار نہیں

بس ایک بار فقط ایک بار آجاؤ
یہ ایک بار کی زحمت ہے بار بار نہیں

ہر ایک قوم میں ہے اِک تصورِ مہدیؑ
کوئی نہیں ہے کہ جو وقفِ انتظار نہیں

اب آبھی جاؤ کہ دنیا میں عدل قائم ہو
جہانِ ظلم میں ایسا کوئی دیار نہیں

تم اپنے چاہنے والوں کی بات مت ٹالو
نقاب رُخ سے اُلٹ دو کہ اب قرار نہیں

امامِ عصرؑ ہو تم سب ہے اختیار تمھیں
نہ ہو اگر یہ زمانہ وفا شعار نہیں

کلیجہ چھید دیا بے کسی کے طعنوں نے
جہاں خلاف ہے حالات سازگار نہیں

وہ آئیں گے مجھے اِس کا یقین ہے جعفرؔ
مگر حیات کا اپنی کچھ اعتبار نہیں

دَر مدحِ امامِ عصرؑ

صاحبِ خاص و عام آئیں گے
واقفِ انتظام آئیں گے
لے کے ایسا نظام آئیں گے
جتنے ظالم ہیں کام آئیں گے
جب وہ عالی مقام آئیں گے
شاہ بن کر غلام آئیں گے
چاند اُترے گا گھر میں نرجس کے
مثلِ ماہِ تمام آئیں گے
اب بھی دنیا کے کام آتے ہیں
جب بھی دنیا کے کام آئیں گے
شک نہیں ہے یقین ہے دل کو
آئیں گے لاکلام آئیں گے
آخری میکدے سے رندوں کو
جام پر بھر کے جام آئیں گے
اقتدارِ جہاں کا اذن لئے
سوئے بیت الحرام آئیں گے
صاحبِ عصرؑ ہیں وہی جعفر
بس وہی سب کے کام آئیں گے

درمدحِ امامِ زمانہؑ

موقع ملے جو آپؑ سے قول و قرار کا
رُخ پھیردوں میں گردشِ لیل و نہار کا

نرجس کے لعل دیجئے تحفہ بہار کا
کب تک یہ امتحان مرے انتظار کا

اے وارثِ علیؑ ولی اب چلے بھی آؤ
ہم بھی تو دیکھیں رنگ ذرا ذوالفقار کا

پھر سے سخائے حیدرؑ صفدر دکھایئے
قصہ ہے ہم کو یاد مہار و قطار کا

خیبر کی طرح پھر یہ دوبارہ ہیں ایک جا
پھر تیغِ حیدری سے تقاضا ہے وار کا

مٹی پہ کربلا کی جو مومن ہیں سجدہ ریز
ہرگز نہ خوف کھائیں عذاب و فشار کا

ہم سب کی زندگی میں حرم سے صدا یہ آئے
آتے ہیں آپ شکر ہے پروردگار کا

جعفرؔ پہ بھی کرم کی نظر حجتِ خدا
بگڑا ہوا ہے حال دلِ بے قرار کا

سلام

مدحِ مولاؑ میں مجھے بالائے منبر دیکھ کر
خسروی بھی دنگ ہے میرا مقدر دیکھ کر

لافتیٰ اِلّا علیؑ کی بات ثابت ہوگئی
سورما جب لوٹ آئے بابِ خیبر دیکھ کر

وقت کا حاکم بھی ناحق ہو تو اس کو ٹوک دو
حوصلہ ملتا ہے یہ صدقِ ابوذر دیکھ کر

حج کی نیت کو بدل کر شاہ نے عمرہ کیا
دیر تک روتے رہے اللہ کا گھر دیکھ کر

ہائے وہ اتمامِ حجت اصغرؑ بے شیر کا
پھیر کر منہ رو دئے ظالم یہ منظر دیکھ کر

اعتمادِ آدمیت ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا
بَر سرِ نوکِ سناں شبیرؑ کا سر دیکھ کر

روضہ جد پر گئی صغریٰ تو جاں پر بن گئی
کربلا والوں کے خوں میں تر، کبوتر دیکھ کر

زندگی بھر سائے میں بیٹھی نہیں اُمِ رباب
داغ وہ دل پر لگا حلقومِ اصغرؑ دیکھ کر

کس طرح دکھلائیں گے ماں کو جواں بیٹے کی لاش
دیر تک سوچا کئے شہؑ لاشِ اکبرؑ دیکھ کر

حشر تک انسانیت کا شرم سے سر جھک گیا
سر برہنہ شام میں زہراؑ کی دختر دیکھ کر

اور کچھ ممکن نہ تھا شامِ غریباں آگئی
خاک پر بکھرے ہوئے سب ماہ و اختر دیکھ کر

قبر کی وحشت سے جعفرؔ کس قدر خائف تھے تم
مطمئن لگتے ہو کتنے روئے حیدرؑ دیکھ کر

سلام

شبیرؑ کی آمد ہے فضا جھوم رہی ہے
حُریّتِ افکار قدم چوم رہی ہے

فطرس کو عطا کر دئے مولاؑ نے پر و بال
ہر گھر میں مدینے کے خبر گھوم رہی ہے

اولاد کو مل جاتا ہے ماں باپ کا ورثہ
اِک بنتِ پیمبرؐ ہے جو محروم رہی ہے

وابستہ اولادِ پیمبرؐ نہ ہوئی آہ
محروم بہت اُمّتِ مرحوم رہی ہے

بَخ کی صداؤں میں جو اِک کرب نہاں تھا
تاریخ میں وہ بات بھی مرقوم رہی ہے

میدانِ عمل میں بھی تو دوچار قدم چل
تقریر اثر سے تری محروم رہی ہے

بیعت کا سوال اور حسینؑ ابنِ علیؑ سے
یہ بات تو ہر دور میں مذموم رہی ہے

مرقد پہ نہ سایہ نہ کوئی شمعِ فروزاں
زہراؑ تو ہر اِک دور میں مظلوم رہی ہے

کس فخر کی منزل میں ہے جعفرؔ یہ مقدر
شبیرؑ کی مدحت ترا مقسوم رہی ہے

سلام

کیا ہے قصدِ ثناء ابنِ مرتضیٰؑ کے لئے
پڑھیں درود نہ کیوں سبطِ مصطفیٰؐ کے لئے

متاعِ جاں بھی لُٹائی ہے یوں خدا کے لئے
نمونہ بن گئے مرضیِ کبریا کے لئے

خدا کا شکر جگہ بن گئی ثناء کے لئے
ارادہ راہ بنا جادۂ وِلا کے لئے

نہ صرف محفلِ میلاد اور عزائے حسینؑ
یہاں پہ جو بھی عمل ہو وہ ہو خدا کے لئے

خدا کی راہ میں دے کر ہر ایک قربانی
مثال بن گئے یہ مسلکِ رضا کے لئے

دَہن بھی پاک ہو فکر و نظر بھی طاہر ہو
شعور چاہئے شبیرؑ کی ثناء کے لئے

جسے گلے سے لگائے ہوئے ہیں پیغمبرؐ
یہ سنگِ میل بنے گا رہِ خدا کے لئے

انہی کے صدقے میں ہوتی رہیں دعائیں قبول
جو ہاتھ ہم نے اٹھائے کبھی دُعا کے لئے

حسینؑ جہدِ عمل میں وہ تیرا استقلال
وسیلہ بن گیا انساں کے ارتقاء کے لئے

کٹا کے ہاتھ جو ساحل پہ سوگئے عباسؑ
یہ اعتبارِ وفا بن گئے سدا کے لئے

تم اور مدحِ جگر بندِ سیدِ لولاک
کچھ اور چاہئے جعفرؔ تمھیں بقا کے لئے

سلام

دینِ نبیؐ کو مطلعِ تاباں بنادیا
تو نے حسینؑ صاحبِ ایماں بنادیا
بے مایہ مور کو بھی سلیماں بنادیا
جوشِ وِلا نے مجھ کو سخنداں بنادیا

اللہ رے اعتمادِ خداوندِ دو جہاں
عترت کے قول و فعل کو قرآں بنادیا
کیا چادرِ بتولؑ کی عظمت ہے دوستو!
راہب کے پورے گھر کو مسلماں بنادیا
گُم کردۂ اصول تھی انسانیت کی راہ
خوں دے کے شہ نے اس کو درخشاں بنادیا
کیا فیضِ تربیت تھا رسولِؐ انام کا
سلماں کو دینِ حق کا سلیماں بنادیا
کیا نازِ کردگار تھا زہراؑ کے لعل پر
سردارِ خُلد شاہِ شہیداں بنادیا
اکبرؑ کے خون سے علی اصغرؑ کے خون سے
کرب و بلا کو شہ نے گلستاں بنادیا
جو آخری کرن تھی امامت کے نور کی
حجت کو اس کی حشر بداماں بنادیا
جس خطہ زمیں پہ ہوا ذکرِ اہلِ بیتؑ
قدرت نے اس کو رشکِ گلستاں بنادیا

سلام

جنابِ فاطمہؑ کے گھر میں جو زیرِ کساء ٹھہرا
اُسی پر اِنّما اُتری اُسی پر ہل اَتیٰ ٹھہرا

مرادیں نام سے عباسؑ کے پَل پھر میں آتی ہیں
علیؑ کا لعل بھی مثلِ علیؑ، حاجت روا ٹھہرا

بدل دی فطرتِ انسانیت' غازی نے دریا پر
مِرے مولاؑ کا اندازِ وفا' سب سے جدا ٹھہرا

سنو ہم ماننے والے ہیں سب عباسِؑ غازی کے
ہمارا کاروانِ زیست کب بے آسرا ٹھہرا

دعائیں ثانیِ زہراؑ نے دیں اور خُلد سرورؐ نے
حُرِ جانباز قسمت کا دھنی' حق آشنا ٹھہرا

کوئی حاجت اگر ہو مانگ لو باب الحوائج سے
مِرے مشکل کشاء کا لعل بھی مشکل کشاء ٹھہرا

محمدؐ کے بنے بازو علیؑ ابنِ ابی طالبؑ
علیؑ کا لعل بازوئے شہیدِ کربلا ٹھہرا

لہو میں تھی محبت جس کی اولادِ پیمبرؐ سے
وہی کارِ امامت میں شہیدِ کربلا ٹھہرا

اُسی دن سے ملی رفعت زمینِ کربلا تجھ کو
شہیدانِ وفا کا تجھ پہ جس دن قافلہ ٹھہرا

یہ ابنِ فاتحِ خیبر ہے قوت ہے کلائی میں
جو زد پہ آگیا وہ سورما بے دست و پا ٹھہرا

شجاعت اس کو کہتے ہیں کہ دریا چھین کر چھوڑا
بتاؤ کیا کوئی عباسؑ جیسا سورما ٹھہرا

پلادے آج ساقی اتنی کہ مدہوش ہوجاؤں
شرابی کے لئے تو ہوش میں رہنا بُرا ٹھہرا

پیاسا ہی پلٹ آیا جو قبضہ کر کے دریا پر
بتاؤ ایسا بھی دنیا میں کوئی باوفا ٹھہرا

جو کھینچی تیغ رن میں حضرت عباسِؑ غازی نے
بڑی بھگدڑ مچی کوئی نہ رن میں سورما ٹھہرا

کرم اُس کا برابر سب ثناء خوانوں پہ ہوتا ہے
نظر میں کب کوئی آقاؑ کے چھوٹا اور بڑا ٹھہرا

درِ عباسؑ ہو اور ہم گنہ گاروں کی پیشانی
ہماری زندگی کا بس یہی اِک مدعا ٹھہرا

جلالِ حضرتِ عباسؑ اتنا تھا کہ فوجوں میں
مقابل ان کے ہوتا کون کس میں حوصلہ ٹھہرا
جبیں عباسِ غازی تیری چوکھٹ پر ہے جعفرؑ کی
میں نازاں ہوں کہاں آکر مرا بختِ رسا ٹھہرا

قطعہ

اے سلامی عشقِ احمدؐ، حُبِّ حیدرؑ چاہئے
آل کا سودا ہو جس میں وہ مقدر چاہئے
آج پھر انسانیت کردار کی محتاج ہے
نطقِ میثمؒ چاہئے، صدقِ ابوذرؓ چاہئے

غمِ حسینؑ

انسانیت کے درد کا درماں غمِ حسینؑ
اپنے لئے نجات کا ساماں غمِ حسینؑ

کچھ اِس طرح حسینؑ نے کی طاعتِ خدا
ہے تا بہ حشر طاعتِ یزداں غمِ حسینؑ

ہر دور کے یزید نے کی بندشِ عزا
ہرگز نہیں رہا کبھی آساں غمِ حسینؑ

کرتے رہو بیان حسینؑ غریب کا
چھپ کر کبھی، کبھی ہو نمایاں غمِ حسینؑ

تاریکیِ لحد کی ہمیں فکر ہی نہیں
اپنی لحد میں شمعِ فروزاں غمِ حسینؑ

اوروں سے کچھ غرض نہیں بس اُن سے کام ہے
جن کی وفا کا بن گیا پیماں غمِ حسینؑ

مظلومِ کربلا نے دیا درسِ آگہی
ہر دل میں درد، درد کا درماں غمِ حسینؑ

بابِ غزل

غزل۔۱

اپنے گردوپیش کو سارا جہاں سمجھا تھا میں
وائے نادانی قفس کو آشیاں سمجھا تھا میں

حرمتِ کعبہ تو کردی خود ہی زائل آپ نے
ارضِ مکہ ہی کو اِک شہرِ اماں سمجھا تھا میں

اُن کا سب لطف و کرم تھا بر بنائے مصلحت
کس قدر نامہرباں تھے، مہرباں سمجھا تھا میں

عالمِ مشرق کا ہو طہران مرکز ایک دن
اس صدا کو فکرِ شاعر کی زباں سمجھا تھا میں

جو نفس ہے نفس کی مجبوریوں میں قید ہے
اہلِ آزادی کی بھی آزادیاں سمجھا تھا میں

اُس کے اندازِ بیاں پر ایسا تکیہ کرلیا
ہر ادا کو اس کی طرزِ دوستاں سمجھا تھا میں

ایک خودداری کا سرمایہ تھا وہ بھی لُٹ گیا
اِس زمینِ پست کو کیوں آسماں سمجھا تھا میں

چند سکوں کے عوض اس کی حقیقت کُھل گئی
دعویِ الفت جو تھا اس کو کہاں سمجھا تھا میں

وقت اور حالات کا یہ بھی تماشا خوب ہے
مجھ سے وہ برہم ہیں جن کو جانِ جاں سمجھا تھا میں

اُن کی منشاء کے مطابق ہو تو ہر بد بھی ہے نیک
یہ ذرا سی بات بھی جعفرؔ کہاں سمجھا تھا میں

غزل۔۲

یوں کسی کی مہربانی ہوگئی
دل ملا دل سے کہانی ہوگئی

بات بے لفظ و معانی ہوگئی
خامشی بھی خوش بیانی ہوگئی

ہے ہوا کے رُخ پہ اپنی زندگی
اب یہ کشتی بادبانی ہوگئی

اُن کے چہرہ پر تبسم آگیا
دل کو حاصل شادمانی ہوگئی

ڈوبتی کشتی کو ساحل مل گیا
ناخدا کی مہربانی ہوگئی

قیسؔ تو عاشق تھا مجنوں بن گیا
پر یہ دنیا کیوں دوانی ہوگئی

اب محبت جاوداں ہوتی نہیں
یہ روایت اب پرانی ہوگئی

ہوگئی اُن کو خبر آ ہی گئے
موت رشکِ زندگانی ہوگئی

ہجرتوں سے لوگ اب تنگ آ گئے
اس قدر نقلِ مکانی ہوگئی

بجھ گیا جلتا چراغِ آرزو
آتشِ دل پانی پانی ہوگئی

ہوگئے اشعار دل میں موجزن
تیز دریا کی روانی ہوگئی

روز اِک تازہ غزل جعفر کہو
جو غزل پڑھ دی پرانی ہوگئی

غزل۔۳

کبھی یہاں کے لئے اور کبھی وہاں کے لئے
ہمارا نام رہا زیبِ داستاں کے لئے

عزیز جان کو رکھا ہے یارِ جاں کے لئے
بہانہ چاہئے اِک مرگِ ناگہاں کے لئے

یہ اور بات کہ گُل بھی ہمیں نہ پہچانے
ہم اپنے خوں میں نہائے ہیں گلستاں کے لئے

اندھیری رات میں رستہ نہ بھول جائے کوئی
چراغ راہ میں رکھتے ہیں کارواں کے لئے

جو دیکھا رختِ سفر مسکرا کے کہنے لگے
یہ کوچہ چھوڑ رہے ہو بھلا کہاں کے لئے

خیالِ یار ہے فکرِ معاش، دردِ جہاں
ہزار طرح کے غم اور ایک جاں کے لئے

یہ سارا دوش پہ بارِ گناہ ہی تو نہیں
کچھ اس میں کام کا ساماں بھی ہے وہاں کے لئے

ہم اور غیر کی محفل میں رنگِ محفل تھے
کسی نے بات بنائی ہے داستاں کے لئے

غزل۔۴

اگر نہ خدمتِ انساں میں نقدِ جاں گزرے
تو پھر یہ زیست کے لمحات رائیگاں گزرے

ہر ایک موڑ پہ کھایا ہے دوستی کا فریب
نہ میری راہ سے آوازِ دوستاں گزرے

پرانے دیس میں اب بھی خلوص ملتا ہے
خدا کرے کہ بس اب زندگی وہاں گزرے

جو اقربا سے سیاست کا کھیل کھیلتے ہیں
مری نگاہ سے ایسے بھی مہرباں گزرے

کہاں ملے گی بھلا ایسی دشمنی کی مثال
یہ سانحے جو ابھی زیرِ آسماں گزرے

بجائے گھر کے مکینوں کے دل جلا ڈالو
نہ گھر جلے نہ کہیں سے کوئی دھواں گزرے

میں تھک گیا ہوں مسافت کی دھوپ سہہ سہہ کر
کہیں تو سایۂ اشجارِ مہرباں گزرے

عجیب وقت پڑا ہے یہ بدنصیبوں پر
گزر رہا ہے کہ جیسے عذابِ جاں گزرے

تم اِن کے لطف و عنایت کا تذکرہ نہ کرو
ہوئے یہ قاتلِ انسانیت جہاں گزرے

انہی کی یاد ہے جعفر ہمارا حاصلِ زیست
محبتوں کے زمانے جہاں جہاں گزرے

غزل۔۵

کیا جانیے کیا نام ہے اچھا سا لگے ہے
مدت کے بعد پھر کوئی اپنا سا لگے ہے

آشفتہ سری چین سے رہنے نہیں دیتی
گھر سے بھی وہ وحشت ہے کہ صحرا سا لگے ہے

یاروں کے مقدر میں جہاں دار و رسن تھے
اِک جشنِ مسرت وہیں برپا سا لگے ہے

پھر تجھ کو منانے کی تھی خواہش مرے دل میں
پھر روٹھ کے جانا ترا اچھا سا لگے ہے

وہ شدتِ گریہ میں نکلتے ہوئے آنسو
آنکھوں سے سمندر کبھی بہتا سا لگے ہے

اس عہد میں نایاب نہیں فیضِ محبت
اِک حرفِ وفا ہے کہ جو عنقا سا لگے ہے

جس قریہ بے فیض میں تھے حضرتِ جعفر
اِک شہرِ تمنا وہیں بستا سا لگے ہے

غزل۔٦

بزمِ سخن میں اُن سے ملاقات ہوگئی
بیٹھے رہے خموش مگر بات ہوگئی

تنہائی میں جو اُن سے ملاقات ہوگئی
دل جس سے ڈر رہا تھا وہی بات ہوگئی

دنیا میں اصل چیز محبت ہی تھی مگر
وہ بھی اسیرِ گردشِ حالات ہوگئی

وہ میکدہ کی سمت تھا پچھلے پہر رواں
زاہد سے راستے میں ملاقات ہوگئی

مغرب کی زد میں آگئے مشرق کے آفتاب
کیا شاندار صبح تھی کیا رات ہوگئی

چالیں بدل بدل کے بہت مطمئن تھے ہم
اِک چال وہ چلے تو ہمیں مات ہوگئی

خوئے وفا جو خون کے رشتوں کی جان تھی
وہ بھی تو نذرِ خوفِ مفادات ہوگئی

پہلے تو برہمی نہ کبھی تھی مزاج میں
جھنجھلا رہے ہیں آپ کوئی بات ہوگئی

وہ ہیں تو ہے ہجوم جنازے کے ساتھ ساتھ
جعفر ہماری موت ہی بارات ہوگئی

غزل۔ ۷

کیا بات کریں ہم اُس گلی کی
رونق تو وہیں ہے زندگی کی

یورش وہ ہوئی ہے روشنی کی
اب قدر بڑھے گی تیرگی کی

وہ جس نے دیے سے دشمنی کی
اُس کو بھی طلب تھی روشنی کی

بے کار ہیں ارتقاء کی باتیں
گر قدر نہیں ہے آدمی کی

منہ بھر کے کسی کو یوں نہ کوسو
لگ جائے نہ جانے کس گھڑی کی

طوفان کی زد پہ ہیں سفینے
رکھنی ہے خبر گھڑی گھڑی کی

بے حرف و صدا نظر نے سُن لی
تقریر عجب تھی خامشی کی

پہلی ہی نظر میں یوں لگا ہے
دیکھی ہوئی شکل ہے کبھی کی

سب اس کی ہی سُن رہے ہیں جس نے
جو بات سنی وہ اَن سنی کی

غزل۔۸

جب ہوا رات سنسنائی ہے
دیر تک تیری یاد آئی ہے

کوئی منزل نظر میں آئی ہے
جو مسافر کو کھینچ لائی ہے

جب بھی دل کی مراد پائی ہے
فطرتِ حُسن مسکرائی ہے

تیری باتیں عدو سے کیا کرتے
داستاں غیر کی سُنائی ہے

دوستوں میں وہی ہے بے چینی
دشمنوں نے مراد پائی ہے

پھیر کر منہ جو آپ بیٹھے رہیں
کیا کوئی آپ سے لڑائی ہے

منہ میں جو آیا کہہ دیا جعفر
واہ کیا ذوقِ لب کشائی ہے

غزل۔۹

یوں ہی اہلِ جمال کرتے ہیں
میرا جینا وبال کرتے ہیں

بیچ ڈالی حمیت و غیرت
جس سے دیکھو سوال کرتے ہیں

کج روی ذہن میں سمائی ہے
سیدھے منہ کب مقال کرتے ہیں

ہم تو بس موردِ عتاب رہے
آپ کس کو نہال کرتے ہیں

ان کا انداز اجنبی ہے اگر
ہم بھی کب عرضِ حال کرتے ہیں

ہم نے چہرے سے پڑھ لیا اُس کو
وہ جو دل میں خیال کرتے ہیں

آج کچھ بات میری دل کو لگی
ورنہ وہ قیل و قال کرتے ہیں

آپ نے کھودیا ہے جعفرؔ کو
آپ اب کیوں ملال کرتے ہیں

غزل۔۱۰

ہر اِک لمحہ نظامِ ہستیِ عالم بدلتا ہے
کسی کی آہ لگتی ہے کسی کا زور چلتا ہے

ہماری بے بسی پر ہنس رہی ہے بے سبب دنیا
تو کیا دیکھا نہیں ہے مور کا بھی زور چلتا ہے

سُنا ہے بھانپ جاتے ہیں زمانے والے نظروں کو
محبت چھپ نہیں سکتی فسانہ ساتھ چلتا ہے

ہمیں گردش فلک کی چین سے رہنے نہیں دیتی
ابھی بیٹھے تھے آکر دیکھئے پھر گھر بدلتا ہے

بگاڑا ہے ترا چہرہ فقط تقلیدِ مغرب نے
اب اے فرزندِ مشرق کیا کفِ افسوس ملتا ہے

ذرا دو چار لمحوں کے لئے بالیں پہ آجاؤ
مریضِ ہجر کا بس دو گھڑی میں دم نکلتا ہے

سکوتِ شب میں اُن سے دو گھڑی کی وہ ملاقاتیں
وہ لمحے یاد آتے ہیں تو پہروں دل مچلتا ہے

نہ کیونکر پھونک دے سوزِ محبت دل تو پھر دل ہے
مسلسل آنچ پر رکھو تو پتھر بھی پگھلتا ہے

بہت اب ہوگئی صحرا نوردی گھر چلو جعفر
پرندہ شام ہوتے آشیاں کی سمت چلتا ہے

غزل۔۱۱

ہمارے سامنے علم و ہنر کی بات کرو
جو معتبر ہو فقط اُس خبر کی بات کرو

سجاؤ دل کو محبت کے آبگینوں سے
نظر ملا کے جمالِ نظر کی بات کرو

وفا کے نام پہ آنکھوں میں آگئے آنسو
ہنسی اڑا چکے اب چشمِ تر کی بات کرو

جہاں پہ لطف و عنایت کا سلسلہ ہی رہا
کرو تو صرف انہیں بام و در کی بات کرو

شبِ وصال کے لمحات کا زیاں نہ کرو
اِدہر اُدھر کی نہیں آج اِدہر کی بات کرو

تمام شہر کی آنکھیں لگی ہیں زنداں پر
یہ شب تمام ہوئی اب سحر کی بات کرو

کہاں تلک غمِ دوراں کا اب گلہ جعفرؔ
عمل کی بات کرو کسبِ زر کی بات کرو

غزل۔۱۲

اصولِ عشق سے تم بھی تو روشناس نہیں
تمہیں ہماری کسی بات کا بھی پاس نہیں

وہ ایک وعدۂ مبہم نہ کامیاب ہوا
سکون کے لئے کہتے ہیں ہم کہ یاس نہیں

وفا تمھارے لئے اور تم وفا کے لئے
تم ہم کو کہتے رہو ہم وفا شناس نہیں

وہ کون لوگ ہیں دیتا ہے جن کو حُسن خراج
ہمیں تو چار قدم اُن کا ساتھ راس نہیں

انہیں کے وعدۂ فردا پہ اعتبار کیا
ندیمؔ * وعدے کا جن کو کوئی بھی پاس نہیں

* جعفر زیدی نے امریکہ آنے سے پہلے کی غزلوں میں ندیمؔ تخلص کیا ہے۔

غزل۔۱۳

یہ آرزو ہے کہ محوِ جمال کردو گے
فقیرِ حُسن کو تم مالا مال کردو گے

تمہارے ناز اٹھاتے ہیں رات دن تو کیا
جوان ہو کے بڑا تم نہال کردو گے

تمھارے کوچہ میں آنا ہمارا ٹھیک نہیں
کہ گوسفند سمجھ کر حلال کردوگے

ہجومِ شوق میں اظہارِ مدعا اپنا
سنو گے بھی تو ہمیں بے خیال کردو گے

تم ہی پہ دین لٹایا تمھیں پہ دنیا بھی
ہمیں جو بھول سکو گے کمال کردو گے

جو آسکو تو چلے آؤ رات باقی ہے
ذرا سے وقت میں کیا میرا حال کردو گے

ندیمؔ ہے یہ خموشی ہی، جاہلوں کا جواب
عدوئے وقت کا جینا محال کردو گے

غزل۔۱۴

ہم پہ تہمت جو تھی راز کُھل ہی گیا
غیر کا ہو کے مہماں بدل ہی گیا

تم نے تزئینِ گلشن گوارا نہ کی
اپنا دل بھی خزاں سے بہل ہی گیا

اُس کے انکار کی خُو نہ آخر گئی
دل جو مچلا ہوا تھا سنبھل ہی گیا

لے لیا بے خودی میں جو بوسہ تو کیا
دل تھا بیتاب، آخر مچل ہی گیا

ہم پرانے تمھارے بہی خواہ ہیں
داؤ تم پر کسی طرح چل ہی گیا

وہ شبِ وصل ان کی نوازش ہوئی
دل کا ارمان سارا نکل ہی گیا

ہاں ندیمؔ آپ اب ہوش میں آگئے
کوچہ حُسن آخر بدل ہی گیا

غزل۔۱۵

جوش و مستی کی قسم میں سوئے میخانہ چلا
اپنی نظروں سے پلا، ہاتھوں سے پیمانہ چلا

دیکھ کر غیر کے پہلو میں اُسے کیا گزری
آنسو آنکھوں میں بھرے بزم سے دیوانہ چلا

لو شبِ ہجر کا جاگا ہوا یوں سوتا ہے
جسم کو چھوڑ کے اب روح کا نذرانہ چلا

وہ ہیں پتھر انہیں کس طرح سے سمجھاؤ گے
ہاتھ سے چھوٹ کے اب صبر کا پیمانہ چلا

میں تو پابندیِ اظہار کا پابند رہا
احتیاط اتنی قوی اس پہ بھی افسانہ چلا

میرے مکتوب ترے نام نمایاں جو ہوئے
تو اگر چاہے تو مجبور پہ ہرجانہ چلا

دیکھ کر آپ کے پہلو میں نئی شکل ندیمؔ
وہ بھی ہرجائی چلا اب تو حریصانہ چلا

غزل۔۱۶

وصالِ دوست ہی بس زندگی کا حاصل ہے
یہ جس کو مل گیا دنیا میں وہ ہی کامل ہے

جنوں عروج پہ ہے صرف تیری چاہت میں
جو تجھ کو بھولنا چاہے کہاں کا عاقل ہے

بہ وقتِ نزع جو دیکھا ہے اس کو بالیں پر
عدو بھی کہنے لگے کس غضب کا قاتل ہے

ستم کچھ اور بڑھاؤ ابھی بہت دم ہے
تمھارے جوروستم کا زمانہ قائل ہے

جو مجھ کو بھولنا چاہو تو کیا بُھلا دو گے
تمھاری زیست میں یہ پہلا مرد شامل ہے

نظر ملی تھی فقط ایک پل جوانی میں
وہ تیر آج تلک زندگی میں داخل ہے

اندھیری رات میں سانسوں کا زیر و بم توبہ
وہ یاد ایسی کہ سارا وجود گھائل ہے

تمھارے وصل کی خواہش میں جی رہا ہے ندیمؔ
وگرنہ موت تو اب زندگی کا حاصل ہے

غزل۔۱۷

ساقی کا فیض ہے درِ میخانہ کُھل گیا
بوتل کُھلی شراب کی پیمانہ کُھل گیا

کائی تمام عمر محبت کی قید میں
خود موت مسکرائی کہ دیوانہ کُھل گیا

تیرا سلوک دیکھ کے شرمائے غیر بھی
جو راز تھا دلوں کا وہ افسانہ کُھل گیا

شب کو تصورات کا اللہ رے ہجوم
دل باغ باغ تھا کہ پری خانہ کُھل گیا

لپٹے تھے وہ کہ ہوگئے لب خود مری زباں
اُف کیا غضب ہوا دلِ دیوانہ کُھل گیا

وہ آرزوئے وصل پہ خاموش ہو گئے
ابرو ہلے تو وصل کا پروانہ کُھل گیا

وہ بے حجاب آگئے آغوش میں تری
لے اے ندیمؔ حُسن کا کاشانہ کُھل گیا

غزل۔۱۸

حُسن کے در پہ سجدہ روا ہو گیا
اُف وہ کافر تو جیسے خدا ہو گیا

آپ کا نام میری زباں پر ہے کیوں
سارا عالم اِسی پر خفا ہو گیا

عید کی رات ہی وعدۂ وصل تھا
تم نے وعدہ نبھایا وفا ہوگیا

میرے اشعار لوگوں نے سمجھے نہیں
یہ مذاقِ سماعت کو کیا ہو گیا

بعد قربت کے اٹھکھیلیاں الاماں
اُن کا رنگِ حیا تو ہوا ہوگیا

مجھ سے مل کر وہ بولے عجب ناز سے
آج تیری طلب سے سوا ہوگیا

زیبِ عنواں رہا نام جس کا کبھی
ذہن سے رفتہ رفتہ ہوا ہوگیا

غزل۔۱۹

یادوں کے دریچوں کو فضا کھول رہی ہے
میزانِ محبت میں وفا تول رہی ہے

گلشن میں بہار آئی ہے کیا پھول کھلے ہیں
بھونرے نے جو چوما تو کلی بول رہی ہے

ساون کی گھٹا آئی ہے اب شور مچاتی
کیا برق کہیں میرا مکاں تول رہی ہے

ماضی سے میں اب حال میں لے آیا ہوں خود کو
گفتار تری آج بھی رس گھول رہی ہے

ہم اہلِ محبت نہیں دستور کے پابند
فرہاد کے تیشے کی صدا بول رہی ہے

جس طرح سے چہکا ہے ندیمؔ سخن آرا
بلبل اُسی انداز سے رس گھول رہی ہے

غزل۔۲۰

جو حسیں باغ باغ ہوتے ہیں
کیا مہکتے دماغ ہوتے ہیں

تم بھی جاؤ کسی سے پیار کرو
دل کے روشن چراغ ہوتے ہیں

اُن سے ناحق وفا کی ہے امید
کیا بیاباں میں باغ ہوتے ہیں

حُسن کو عشق حُسن کرتا ہے
ورنہ خالی ایاغ ہوتے ہیں

غمِ دنیا ہے دین کے ہمراہ
ہر نفس میں یہ داغ ہوتے ہیں

وہ جو محفل میں بولتے ہیں بہت
کتنے خالی دماغ ہوتے ہیں

خاکساری میں کاٹ دیں جو حیات
وہی عالی دماغ ہوتے ہیں

یہ مٹائے نہ مٹ سکیں گے ندیمؔ
داغ سینے کے داغ ہوتے ہیں

غزل۔۲۱

میں پی رہا ہوں، میں پیتا ہوں زندگی کے لئے
سہارا چاہئے انساں کو بے خودی کے لئے

یہ زندگی ہے کہ توہین زندگی کی ہے
نہ تو کسی کے لئے اور نہ میں کسی کے لئے

سوالِ بوسہ پہ اس طرح سُرخ ہوتے ہیں
یہ شرم میرے لئے ہے نہیں، کسی کے لئے

امید گرچہ نہیں اُن کے لَوٹ آنے کی
مگر چراغ جلائے ہیں روشنی کے لئے

اندھیری رات، وہ تنہائی اور یاد اُن کی
تڑپ رہا ہوں میں مکھڑے کی روشنی کے لئے

وہ جارہے تھے تو میں بڑھ کے روک سکتا تھا
انا کو چھوڑ ہی دیتے ہیں دوستی کے لئے

مری دعا ہے عروسہ * سے پہلے مر جاؤں
خدا یہ بات جو رکھ لے مری خوشی کے لئے

مری وفا پہ اگر کوئی حرف آئے گا
کلیجہ چیر کے رکھ دوں گا دوستی کے لئے

ندیمؔ آپ کو کیا کیا نہ لوگ کہتے ہیں
زباں پہ حرف نہ لاؤ کبھی کسی کے لئے

*جعفر زیدی اپنی بیگم کو "عروسہ" کے نام سے پکارتے تھے۔

غزل۔۲۲

گزر تو جائے گی جانِ بہار گزرے گی
تڑپ تڑپ کے شبِ انتظار گزرے گی

یقین تھا کہ تم آؤ گے پر نہ آئے مگر
یہ رات آج بہت سوگوار گزرے گی

جو بات وعدے کی اِک بار ہم نے دہرائی
تو بار بار تمھیں ناگوار گزرے گی

دکھاؤ شکل کہ اب انتظار مشکل ہے
کہ تیغِ ہجر کی گردن سے دھار گزرے گی

مِرا سلامِ محبت بھی لے کے جائے گی
جب اُن کے گھر سے نسیمِ بہار گزرے گی

کلی کو چین نہ آیا چٹک کے بول اٹھی
خزاں بڑھائے سواری بہار گزرے گی

مریضِ عشق کی سانسوں کا اعتبار نہیں
یہ رات کیا مِرے پروردگار گزرے گی

ندیمؔ سے کبھی ملنے کی آرزو لے کر
کوئی سواری تو سوئے مزار گزرے گی

IK SILSILA SUKHAN KA

URDU POETRY OF

1. Ikram Husain Zaidi, Kaleem Bharatpuri
2. Farzand Hasan Zaidi, Faiz Bharatpuri
3. Jafar Zaidi

Presented by:

BAQUER ZAIDI

ALL RIGHTS RESERVED

First Edition 2011

Published by : Imran Zaidi

Mesam Zaidi

7500 CAVAN CT. Laurel

Marryland 20707-6875 USA

Phone: 301-617-9927

Price: Paksitani Rs. 700.00

USA $ 20.00

فون آفس : 9250308
فیکس : 2214765 - 2297268
گھر : 9250310
اسلام آباد سے باہر (051) بیرون ملک کوڈ (92-51)
ای میل : nlapak@apollo.net.pk

مقتدرہ قومی زبان

افتخار عارف

صدر نشین

ستارۂ امتیاز، ہلالِ امتیاز

۱۳/ جنوری ۲۰۱۱ء

ممتاز شاعر اور ادیب حضرت باقر زیدی نے اپنے خانوادہ جلیلہ کے تین مرحوم و مغفور شعرائے مکرم کے سرمایۂ شعر کو یک جا ترتیب دے کر ''اک سلسلۂ سخن کا'' کے عنوان سے کتابی شکل میں محفوظ کر لیا ہے۔ کلام فہیم بھر تپوری، باقیات فیض بھر تپوری اور سخن ناتمام۔ جعفر زیدی، تین لائق تعظیم شعرا کا کلام۔ شخصیتیں وہ کہ جنھوں نے غزل کے ساتھ ساتھ سلام و منقبت و مراثی میں خاص طور پر اپنے جوہر شاعری کو نمایاں کیا۔ محمدؐ و آل محمد کی محبت جزو ایمان و عقیدہ بھی ہے اور زندگی کے لئے منبع خیر و سعادت بھی۔ بڑی سعادت میسر آئی ان کو کہ جنھوں نے اپنے کمال شعر کو ان نفوس قدسیہ کی ذات سے منسوب کیا اور خود محبوب خلائق ٹھہرے۔ بزرگوں کی میراث کو محفوظ کرنا میرے نزدیک ایک ایسا سلسلہ خیر ہے جس سے تہذیبوں کا وقار و اعتبار بھی قائم ہوتا ہے اور ان کی شناخت و تفہیم آنے والے دنوں کے لئے بھی ذہنوں کو جلا بخشتی ہے۔ خدا کرے کہ ہم اپنی روایتوں کے تسلسل میں لکھنے والوں کا احترام کریں اور ماضی کو حال سے اور حال کو مستقبل سے جوڑنے کے عمل میں ایمان کے اُن سرچشموں سے استفادہ کرتے رہیں ہدایت جن کا مقدر قرار دی گئی ہے۔

اللہ کریم حضرت باقر زیدی کو سلامت رکھے کہ انھوں نے ''اک سلسلۂ سخن کا'' ترتیب دے کر نہ صرف ایک روایت کی حفاظت کی ہے بلکہ آنے والے زمانوں کے لئے ایک روشن مثال بھی قائم کی ہے۔

(افتخار عارف)

محترم جناب باقر زیدی کی خدمت میں
بعد ادب



فرزند کا فرزند ہوں، باقرؔ ہوں میں
صد شکر کہ شبّیر کا ذاکر ہوں میں

میں فیضؔ کا فیض ہوں بہ منشائے کلیم
اِک سِلسلۂ سُخن کا شاعر ہوں میں